www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئیڈیل پبلک لائبریری
گلی مٹھو ہوٹل اڈہ گھنٹہ گھر کمالیہ
پروپرائیٹر وسیم احمد اینڈ برادرز

صقلیہ کا مجاہد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیباچہ

جیسا کہ کتاب کے عنوان اور سرنامے سے ظاہر ہے اس ناول کا تعلق سقوط صقلیہ سے ہے۔ یوں تو عالم اسلام میں بہت سے سقوط ہوئے مثلاً بغداد کا سقوط، قبرص کا سقوط، عراق، شام، فلسطین اور ترکی کی کئی ریاستوں کا بیسویں صدی کا سقوط اور تازہ ترین مشرقی پاکستان کا سقوط لیکن ان سب میں زیادہ ہولناک اور مہیب اندلس اور صقلیہ کا سقوط ہے۔ بلکہ صقلیہ کا سقوط ایک لحاظ سے زیادہ پرہول اور تکلیف دہ ہے کہ یہاں اس سرزمین میں نصرانیت کے علمبرداروں نے مسلمانوں کے اسلاف و اجداد کی قبروں تک کے نشانات بھی مٹا دیے اور جو مسلمان ان کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گئے انہیں زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔

صقلیہ کی جنگ بھی شرق وسطیٰ کی انہی جنگوں کی ایک کڑی تھی جنہیں ہلال و صلیب اور اسلام اور مسیحیت کی جنگوں کا نام دیا گیا۔ یہاں بھی صلیب کی خونی ترہول سے مسلمانوں کو بکریوں کے گلوں کی طرح ہانکا گیا تھا۔ دراصل یہ ساری جنگیں دو متحارب گروہوں کا نہیں بلکہ دو نظریات کا آپس میں ٹکراؤ تھا اور یہ ٹکراؤ ساتویں صدی عیسوی کی جنگ یرموک اور اجنادین سے لے کر بیسویں صدی کے معرکہ گیلی پولی تک تیرہ صدیوں تک محیط ہے۔

مسلمان جب تک متحد رہ کر ایک دوسرے کو ھٰذا اخی پکارتے ہوئے قم اللیل اور بلّغ بما انزل پر عمل کرتے رہے، فرض شناس قدرت اپنی پوری نصرو حمایت کے ساتھ فاوحیٰ الیٰ عبدہ پکارتی ہوئی ان کی حفاظت و کفالت کرتی رہی اور مسلمان کہیں بدر و حنین اور قادسیہ و یرموک میں نور اللہ کر چمکا، کبھی وہ طارق کی شکل میں اندلس کے معرکے میں برق طبعی کی طرح کوندا، کبھی اس نے انطاکیہ سے نیل کے ڈیلٹا تک صلاح الدین ایوبی کو طویل سمندری ساحل کے ساتھ ساتھ قالو بلیٰ پکارا، کبھی وہ متحد ہو کر ابن قاسم بنا اور سندھ کے ریگستانوں میں فروا الی ربکم کا سبق دیا۔ کبھی وہ افریقہ کے دشت میں موسیٰ بن نصیر کی شکل میں شجر سایہ دار اور کبھی قتیبہ بن مسلم کے بھیس میں کاشغر کے اس پار نور کے جھرنے کی طرح پھیل گیا۔ جب عثمانی ترک عربوں کے ساتھ متحد ہو کر دریائے ڈینیوب کے کنارے ویانا کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے تو اس کی بازگشت شمالی برفستانوں سے یورپ کے انتہائی جنوبی کونوں تک سنی گئی۔ مسلمان جب تک مخلوط و عدم تنبائی بن کر رہے وہ اپنی جلالی آبرو اور رفاقت کے وقار سے بوند کو سمندر کر کے حسن انام اور جان انجمن رہے کہ قدرت اپنے بسط و کشادرازوں کے ساتھ ان پر ایسی وارد ہوئی کہ دجلہ کے ساحل پر کھڑے ہو کر پکارنے والی ایک بے بس لڑکی نے بصرہ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طوفان کھڑا کر دیا اور خطبہ کے اندر خلیفہ دوم رضؓ کی گونجتی ہوئی آواز مدینہ سے اٹھ کر قادسیہ کے میدانِ جنگ میں مسلمان جرنیل ساریہؓ کو متنبہ کرتی رہی۔

اور جب ہماری رفاقت کے رشتے کٹ گئے اور بے ربطی و خام کاری ہم پر مسلط ہوئی ہم بے وطن اشجار کی طرح کربِ باطن کا شکار رہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کشمیر، قبرص اور فلسطین کی حسین وادیاں ہمارے انتشار پر آنسو بہا رہی ہیں۔ پاپائے اعظم نے رومۃ الکبریٰ کا جو خواب دیکھا تھا اور جسے اس نے انگلستان کے رچرڈ، فرانس کے فلپ اور جرمنی کے بوہمینڈ کو صلاح الدین کے ساتھ ٹکرا کر مکمل کرنے کی کوشش کی تھی اس کی تعبیر بیسویں صدی میں ہماری بداندیشی و کوتاہ نظری کے باعث امریکہ کے صدر ولسن، برطانیہ کے وزیر اعظم لائیڈ جارج لومڑی کی طرح چالاک کرنل لارنس اور جنرل ایلن بی کے ہاتھوں مکمل ہوگئی اور انہوں نے اسرائیل کی شکل میں مسلمانوں کے سینے میں ایک زہریلا خنجر اتار دیا اور آج یانچ بلیوں کے درمیان گھرا ہوا یہ خونی چوہا پورے عالمِ اسلام کو اپنے زہریلے دانت دکھا رہا ہے۔

صقلیہ بھی ایک ایسی ہی سرزمین تھی جہاں مسلمان اپنے انتشار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور اس بدنصیب خطۂ ارض کی مدد کے لیے مصر سے کوئی صلاح الدین اور افریقہ سے کوئی یوسف بن تاشفین نہ اٹھا۔ یہ ناول لکھتے وقت میرے سامنے تاریکی اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ صقلیہ کے اندر جہاں آج مسلمانوں کا کوئی نشان تک نہیں رہا اور مسجدیں گرجوں میں بدل چکی ہیں۔ اپنی قوم کے بھیانک کھنڈرات میں بکھرے ہوئے تاریخ کے بوسیدہ اوراق اکٹھے کرنا ایک لڑائی اور معرکہ تھا۔ میرے سامنے کوہِ ایرکس اور جبل اٹنا کی سنگلاخ چٹانوں کے اندر چھپ کر لڑنے والے مسلم چھاپہ مار مجاہد بھی تھے اور بلرم شہر میں محصور صقلیہ کا آخری اور بدقسمت حکمران ابن العباع بھی تھا اور مجھے ان سب کرداروں سے انصاف کرنا تھا۔

صدیوں کے عبرت خیز واقعات و حادثات سے گزرنے کے بعد مسلم قوم پھر بھی نہیں سنبھلی اور آج بھی ہم اپنے منبعِ مجد و عز و علا کو پس پشت ڈال کر مایوسی کے صحرا، وقت کی تیز آندھیوں اور ادبار کے مایوس کن طوفانوں میں بھٹک رہے ہیں۔ کیا ہم اسی قوم کے فرزندِ باجبروت نہیں ہیں جس نے باطل کے کبر و بطر کو صحرا کے اندر ریت کے گراؤنڈ کی طرح اڑا دیا اور صدیوں کے افسونِ بابل کو باطل کر کے رکھ دیا۔ کیا ہم انہی مجاہدوں کے سہاب بہار نہیں ہیں جو کبھی عروسِ انام اور کائنات کی قسمت کے مالک تھے اور حق و باطل کے معرکوں اور رزم گاہوں میں جری، بے خوف اور بے خطر و بے غرض مجاہد کی طرح جم جاتے تھے۔ وہی خجستہ و فرخ دامن اسلاف جنہوں نے صلیبی زلزلوں اور تاتاری طوفانوں کا رخ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق موڑ کر رکھ دیا تھا جانے انڈونیشیا سے استنبول اور مراکش سے تاشقند تک پھیلی ہوئی مسلم قوم کب متحد ہوگی؟

کیا اس وقت جب پھانسی کا پھندا ہمارے گلے میں پیوست ہو چکا ہوگا اور ہم اپنے دشمنوں کے سامنے کھڑے اپنی قسمت کے بدترین نوشتے پڑھ رہے ہوں گے۔

ہلال و صلیب کی جنگ آج بھی جاری ہے اور اسرائیل آج بھی اپنے مغربی اور اسلام دشمن آقاؤں کی شہ پر صلیب کا ترسول بن کر مسلمانوں کے سینوں میں پیوست ہے۔ اس صلیب کی پشت کی نوک صحرائے سینا کو چیرتی ہوئی خلیج عقبہ میں دھنسی ہوئی ہے۔ اسی صلیب کا دایاں بازو اردن، سر شام اور بایاں بازو لبنان کے سینے میں پیوست ہے اور خون ابھی تک رس رہا ہے۔ کشمیری رو رہے ہیں، بے گھر بے مال و منال فلسطینی تپتے صحراؤں میں سرگرداں ہیں۔ آج بھی ہم متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں تو ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم اسی قوم کے فرزند ہیں جس کے ہاتھوں قدم قدم پر معجزات کا ظہور ہوا۔ کاش ——— کاش ہم اب تک متحد ہو گئے ہوتے۔

اسلم راہی ایم۔اے

۴۲۔ حیدر بلڈنگ موہنی روڈ لاہور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

صحرائی رات کی گہری خاموشی میں جزیرہ صقلیہ کے دریائے قارب کے کنارے کنارے ایک سوار درمیانہ روی سے اپنا گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ اس کے پاس سفید رنگ کا ایک فالتو گھوڑا بھی تھا جس کی عنان اس گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی تھی جس پر وہ سوار تھا۔

فالتو اور دودھ کی طرح سفید گھوڑے کی زین اور ساز سب نئے تھے جیسے ابھی تک انہیں کسی نے چھوا تک نہ ہو۔ گھوڑے کی حالت بھی ایسی تھی گویا اس پر کوئی سوار نہ ہوا یا اس نے کسی سوار کو اپنے نزدیک ہی نہ آنے دیا ہو۔ اس کی گردن خوب موٹی اور لمبے لمبے سفید بالوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس کے کان چھوٹے چھوٹے اور پتلے۔ دُم لمبی اور جسم کا پچھلا حصہ خوب چوڑا اور بھرپور تھا۔ جنوبی اٹلی کی طرف سے صقلیہ کے برف پوش پہاڑوں سے ٹکرا کر آنے والی شمالی ہوائیں رات کے اس وقت وادیوں کو طبقہ زمہریر بنا رہی تھی۔ ہر طرف کاٹ کھانے والی سردی ناچ اُٹھی تھی۔

اس سوار کے سر پر آہنی خود تھا اور اپنے جسم کو سردی سے بچانے کے لیے اس نے اپنے آپ کو بکرے کی سفید پوستین میں چھپا رکھا تھا۔ پچھلی رات کے سرد سناٹے میں وہ بڑی خاموشی سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جگہ وہ رُک گیا اور اپنے چاروں طرف غور سے دیکھنے لگا۔ شاید وہ راستے کا تعیّن کر رہا تھا۔ پھر اس نے شاید کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے دریا کا کنارہ چھوڑ دیا اور گھوڑے کا رُخ بائیں طرف موڑ کر وہ وادی زیدون میں داخل ہو گیا تھا۔

سوار سفر کرتا رہا، پُر عذاب شب انجام کو پہنچتی رہی۔ پھر چاند اس کے سامنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دُور بحیرہ رُوم میں غروب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مشرق سے سپیدۂ سحر نمودار ہوا۔ اندھیرے میں نُور کا زور بڑھنے لگا۔ صحرا خاموش، ستارے دم بخود اور رات پریشان ہو گئی تھی صحرا میں ٹیلوں کے خاکے اُبھرنے لگے، فطرت کے اسرار کی پردہ کشائی ہونے لگی اور ہوا دل میں درختوں کی خوشبو اور اداس رچ بس گئی تھی۔

صحرا کے اندر کناری کے ایک درخت کے قریب وہ سوار رُک گیا اور اپنے گھوڑے سے مشکیزہ اتار کر اس نے وضو کیا اور صحرا کی سفید ریت پر کھڑا ہو کر وہ فجر کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔

نماز سے فارغ ہو کر سوار پھر سفر کرنے لگا۔ مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا اور سفید صحرا یوں سُرخ ہو گیا تھا جس طرح طلوعِ آفتاب کے وقت کشتیوں کے بادبان سُرخ ہو جاتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ سوار بنو عباد کے عربوں کی ایک بستی علمارہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اپنے کام کاج میں مصروف بستی کے مرد اور عورتیں اس سوار کو دیکھ کر چونک اٹھے۔ انہوں نے اپنے کام چھوڑ دیئے اور گلیوں کے علاوہ مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر وہ اسے دیکھنے لگے تھے۔ اس سوار کو دیکھ کر سب لوگ پریشان اور اداس ہو گئے تھے جیسے وہ انسان نہیں عزرائیلؑ ہو اور ان سب کی رُوحیں قبض کرنے آ گیا ہو۔

وہ سوار جو بربری تھا ایک مکان کے سامنے رکا اور گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے عرب نے دروازہ کھولا اور اس بربری سوار کو دیکھتے ہی اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم؟"

اس بربری سوار نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی گردن جھکا لی۔ بوڑھے عرب نے پھر پوچھا۔ "کیا میرا دوسرا بیٹا بھی جنگ میں مارا گیا اور تم میرے تیسرے بیٹے کو لینے آئے ہو؟"

اس پر بربری سوار نے اپنا سر آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ بڑی مشکل سے کہہ سکا۔

"ہاں۔ میں تمہارے دوسرے بیٹے کی موت کی خبر اور تیسرے بیٹے کو لے جانے کی التجا لے کر آیا ہوں"۔

بوڑھے عرب نے اپنی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسوؤں کو سر ہلا کر جھٹک دیا اور پورا دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"اندر آ جاؤ۔ تم ایک ایسے مہمان ہو جسے میں کبھی خالی ہاتھ نہیں بھیج سکتا"۔ بربری گھوڑے سے اتر کر اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا ایک بوڑھی عورت جو اپنے دائیں بائیں دو بچوں کو لپٹائے ہوئے تھی ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی اور وہ دونوں بچے جن کی عمریں بمشکل بارہ اور چودہ برس کی ہوں گی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

بوڑھے عرب نے اس خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میری بیوی ہے۔ اپنے پہلے اور بڑے بیٹے کی موت پر رو رو کر اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے اور یہ دونوں بچے میرے بیٹے ہیں"۔

گھوڑوں کو ایک طرف باندھنے کے بعد اس بربری نے کہا "لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں کہ جنگ میں حصّہ لے سکے"۔

بوڑھے عرب نے چھاتی تان کر کہا۔

"میرا ایک بیٹا اور بھی ہے جو ان دونوں سے بڑا ہے، پر خوب توانا و تنا ور ہے"

"وہ کہاں ہے؟"

"وہ بستی کے ایک رئیس کا غلام ہے۔ وہ آہن گری کا پیشہ کرتا ہے۔ وہ ہمارا پیٹ پالنے کے علاوہ روزانہ دو درہم اپنے مالک کو بھی ادا کرتا ہے۔ وہ پچھلے سال ہی بالغ ہوا ہے"۔

"وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"مکان کے پچھواڑے میں اپنی بھٹّی پر کام کر رہا ہوگا"۔

"تو پھر مجھے اس کے پاس لے چلو"۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

”ٹھہرو! تم تھکے ہوئے اور بھوکے ہوگے“۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھا پیچھے ہٹا اور دودھ سے بھرا ہوا کٹورہ اس بربری کو پیش کیا۔ بربری گرم گرم دودھ پی کر اب سکون محسوس کر رہا تھا۔ پوری رات سردی میں سفر کرتے ہوئے اس کا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ تازہ دم ہو کر وہ پھر بولا۔

”مجھے اپنے اس بیٹے کے پاس لے چلو“۔

بوڑھا عرب باہر نکلتے ہوئے بولا ”آؤ میرے ساتھ“۔

بربری نے دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ بوڑھی عورت اور دونوں بچے بھی ان کے ساتھ ہو لیے تھے۔ مکان کے پچھواڑے میں آ کر ایک کمرے کے اندر اشارہ کرتے ہوئے اس عرب نے کہا۔

”وہ اندر بیٹھا بھٹی پہ کام کر رہا ہے“۔

بربری اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا اندر ایک جوان اپنے سامنے اہرن پر رکھے ہوئے سرخ لوہے پہ وزنی ہتھوڑے کی ضربیں لگا کر اسے تلوار کی شکل دے رہا تھا۔ اس کے ہتھوڑے برسانے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنی آہنی ضرب سے زمین کا سینہ چیر پھاڑ دے گا۔ بربری نے دیکھا کہ وہ جوان خوب لمبا اور بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ وہ کانسی کے مجسمے کی طرح سڈول دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پُراسرار چمک تھی جیسے کوئی چیتا حملہ آور ہونے کی حالت میں گھات لگا چکا ہو۔ بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس بیٹھا وہ اچانک جھپٹ پڑنے والا جوالامکھی لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی بڑی اور گہری تھیں گویا ان میں لامحدود زمانے سمٹ گئے ہوں۔

بربری سلام کہتا ہوا آگے بڑھا۔ بھٹی کے پاس بیٹھے ہوئے اس عرب نوجوان نے سلام کا جواب [illegible] دیوں سر گھما کر اس بربری کی طرف دیکھا جیسے کوئی درندہ نیند سے بیدار ہو گیا ہو۔ بربری کو دیکھتے ہی اس نوجوان عرب نے حیرت اور پریشانی میں پوچھا۔

”تم؟ میرے باپ کا چہرہ اور میرے دونوں چھوٹے بھائیوں کے سہارے کھڑی [illegible] ی اندھی ماں کا کانپتا جسم بتاتا ہے کہ تم کس نوعیت کی خبر لائے ہو۔ یقیناً ویسی ہی خبر ہوگی جیسی تم میرے سب سے بڑے بھائی کے متعلق لے کر آئے تھے“۔

سر جھکاتے ہوئے اس اجنبی نے کہا۔

”تمہارا بھائی جنوبی اٹلی کے بلاد قلوریہ کی ایک بندرگاہ نقوطرہ سے باہر نارمنوں سے لڑتا ہوا شہید ہو چکا ہے۔ اب جنگ کی بھٹی تمہیں پکارتی ہے۔ تمہارا بھائی اٹلی میں لڑنے والے رضاکاروں کا سالار تھا اور اس کی خالی جگہ پُر کرنے کے لیے جماعت کے سرکردہ اور سرخیل نے تمہیں پکارا ہے۔ میرے پاس اس کا تمہارے نام ایک خط بھی ہے“۔

اجنبی آگے بڑھا اور اپنی قبا کے اندر سے ایک خط نکال کر اسے تھما دیا۔ نوجوان عرب نے تہ کیا ہوا کاغذ کھولا اور بھٹی کی بھڑکتی ہوئی آگ کی روشنی میں پڑھنے لگا۔ خط پڑھتے ہوئے اس پر تین قسم کی کیفیات طاری ہوئیں۔ خط کے شروع میں اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، پھر اس کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ بکھر گئی اور آخر میں اس کی مٹھیاں کھنچ گئیں بالکل اس انداز میں جیسے وہ بہت کچھ کر گزرنے کا عزم کر چکا ہو۔

خط ختم کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”یہ خط کس کی طرف سے ہے؟“

”ابن العباع کی طرف سے“۔

”یہ کون ہے؟“

”اٹلی میں لڑنے والے رضاکاروں کا سرپرست اور قلعہ ملوطہ کا حاکم“۔

”رضاکاروں کا مقصد؟“

”نارمنوں کے حملوں کے خلاف جنوبی اٹلی کے مسلمانوں کی حفاظت“۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”سالم بن عطاف“۔

”بربری ہو؟“

”ہاں“۔

”کس قبیلے سے ہو؟“

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"بنو کنانہ سے۔"

"اس خط کا متن کون کون جانتا ہے؟"

"ابن البعباع اور میرے علاوہ کوئی بھی اس خط کے نفسِ مضمون سے واقف نہیں۔" اس خط میں جو دو مہمیں میرے سپرد کی گئی ہیں کیا وہ میری عملی زندگی کا امتحان ہیں

"نہیں"۔ وہ دو ایسی مہمیں ہیں جن کے لیے حقیقتاً آپ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ان دونوں مہموں میں کامیاب ہوئے تو آپ صقلیہ کے مجاہد ہوں گے۔"

"اس گروہ میں شامل ہونے کے بعد میرا اور تمہارا رشتہ کیا ہوگا؟"

سالم نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

"آقا اور غلام کا"۔ آپ میرے آقا اور میں آپ کا غلام ہوں گا۔ پہ آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔ بھٹی کے پاس بیٹھے ہوئے اس عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے "میں تمیم بن صالح ہوں"۔ اس کے ساتھ ہی اس کا سر جھک گیا اور دکھ سے اس نے کہا۔

"تم جانتے ہو میں غلام ہوں؟"

سالم نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں۔ میرے پاس اس قدر رقم ہے کہ میں آپ کو آپ کے آقا سے آزاد کرا سکتا ہوں"

"اگر اس نے آزاد نہ کیا تب؟"

سالم نے غصیلی آواز میں کہا۔ "تو ملت و مذہب کی خاطر یہ کام زبردستی ہو سکتا ہے"

تمیم نے بڑی دردمندی سے کہا۔

"نہیں وہ ایسا آقا ہے جس پر میں سختی برداشت نہیں کر سکتا"۔

"آپ اٹھ کر میرے ساتھ چلیے۔ میں اس سے بات کر لیتا ہوں"، تمیم نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہتھوڑا زمین پر رکھ دیا۔ دھونکنی کا منہ بھٹی سے باہر نکال کر وہ کھڑا ہو گیا اور سالم کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے ماں باپ اور دونوں کمسن بھائی بھی اس کے ساتھ تھے! کے پیچھے پیچھے بستی کے ان گنت مرد اور عورتیں ایک گروہ کی شکل میں چل پڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک وسیع حویلی میں داخل ہو رہے تھے۔ تمیم نے اصطبل کے پاس کھڑے ایک ضعیف اور خوش شکل عرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ ضعیف عرب جو اصطبل کے پاس کھڑا اپنے سائیسوں کے کام کی نگرانی کر رہا ہے میرا آقا ہے۔ اس کا نام خدیج بن معاویہ ہے۔ سب لوگ چلتے ہوئے اصطبل کے پاس آئے اور سالم نے تمیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدیج بن معاویہ کو مخاطب کیا۔

"کیا یہ تمہارا غلام ہے؟"

خدیج بن معاویہ نے مڑ کر تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ میرا غلام ہے۔ کیا ہوا ہے۔ کیا اس نے کوئی جرم کیا ہے"۔ سنو یہ ایسا جوان ہے جس سے گناہ کی امید نہیں کی جا سکتی۔ پھر اس نے تمیم کے ماں باپ اور بھائیوں کو دیکھنے کے بعد پوچھا۔ "کیا اس نے کوئی سنگین جرم کیا ہے۔ اس کے ماں باپ اور بھائی بھی اس کے ساتھ ہیں اور ان سب کے چہرے اترے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے اپنے سوال کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ دیا۔

"کیا تم وہی بربری نہیں ہو جو کچھ برس پیچھے اس کے بڑے بھائی کے مرنے کی اطلاع لے کر آئے تھے اور پھر تم اس کے دوسرے بھائی کو لے گئے تھے"۔

"آج کس لیے آئے ہو؟"

سالم نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"اس کا دوسرا بھائی بھی جنگ میں کام آ چکا ہے اور اب میں اسے لینے آیا ہوں۔ اب یہ اٹلی میں لڑنے والے رضاکاروں کا سپہ سالار ہوگا"۔

"کیا تم جانتے ہو یہ میرا غلام ہے اور میری اجازت کے بغیر تم اسے نہیں لے جا سکتے"۔

"میں جانتا ہوں اسی لیے تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ تم اس کی آزادی کی کیا قیمت مقرر کرتے ہو"

خدیج بن معاویہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"میں اسے بیچوں گا نہیں"

سالم نے خفگی سے کہا۔" یہ ملت و مذہب کی پاسبانی کا سوال ہے۔ تم جانتے ہو میں قلعہ بلوط کے حاکم ابن البعباع کی طرف سے آیا ہوں جو ان رضا کاروں کا سرپرست ہے"۔

خدیج بن معاویہ نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"تم جھوٹے ہو۔" قلعہ بلوط کا حاکم چھوڑ صقلیہ کا بادشاہ بھی آجائے تو بھی میں اپنے اس غلام کو نہ بیچوں۔ تم سمجھتے ہو میں بوڑھا تم سے مزاح کر رہا ہوں"۔

سالم نے بے بس ہو کر کہا۔

"کیا آپ کے دل میں مذہب و ملت کی محبت نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہاتھ ڈال کر نقدی کی کچھ تھیلیاں نکالیں اور خدیج بن معاویہ سے کہا۔

"بولو اس نوجوان کی آزادی کے لیے تم کیا قیمت لگاتے ہو؟"

خدیج بن معاویہ اپنے سکونتی مکان کی طرف جاتے ہوئے بولا۔" یہیں کھڑے رہو اور میرے جواب کا انتظار کرو"۔

سالم بن عطاف کا ہاتھ غیر ارادی طور پہ اپنی تلوار کے دستے پہ چلا گیا تھا۔ اسے شک ہوا تھا کہ خدیج بن معاویہ مسلح ہو کر باہر آئے گا۔ لیکن اس کے سارے شکوک رفع ہو گئے خدیج باہر آیا اور اس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک بڑی اور وزنی تھیلی تھی۔ وہ تمیم کے پاس آیا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ خدیج نے اسے بڑے نرم لہجے میں مخاطب کیا۔

"صالح کے بیٹے! سر اوپر کرو اور چھاتی تان کر کھڑے ہو۔ اب تم غلام نہیں ہو۔ یہ نقدی کی تھیلی پکڑو۔ تمہیں ملت کی پاسبانی کے فرائض سونپے جا رہے ہیں۔ تم جانتے ہو میرا کوئی بیٹا نہیں ہے تم اس بستی سے میرے بیٹے کی حیثیت سے رخصت ہو گے۔ جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ تمہارے بعد تمہارے ماں باپ اور بھائیوں کے سارے اخراجات میں پورے کروں گا۔ حطیم کعبہ کی قسم! تم خوش قسمت ہو جسے اس قدر مقدس کام سونپا جا رہا ہے"۔

تمیم کی چھاتی تن گئی تھی جیسے وہ بکھرا ہوا انسان مجتمع ہو کر بوند سے سمندر بن گیا ہو اس کی رگیں کھچ گئی تھیں اور چہرہ تانبے کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ ارد گرد کھڑے

مرد اور عورتیں مسکراتے نظر آ رہے تھے۔ پھر سالم بن عطاف حرکت میں آیا اور دودھ کی طرح سفید اپنے فالتو گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے تمیم سے کہا۔

"ابن البعباع نے آپ کے لیے یہ گھوڑا بھیجا ہے۔ یہ ایک ایسا بدآموز گھوڑا ہے جس پہ آج تک کوئی سوار نہیں ہوا اور نہ ہی یہ اپنے اوپر کسی کو بیٹھنے دیتا ہے۔ اس نے کہا تھا۔ اگر آپ اس گھوڑے پر سوار ہو گئے تو یقیناً ان دونوں مہموں میں بھی کامیاب رہیں گے۔ جو خط میں آپ کو سونپی گئی ہیں۔ اس گھوڑے کی خرجین کے اندر آپ کا جنگی لباس ہے۔ زین کے ساتھ آپ کے لیے تلوار، زرہ، ڈھال اور جوشن بھی ٹنک رہے ہیں۔"

تمیم نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور خدیج بن معاویہ کی حویلی سے باہر نکلنے لگا۔ لوگوں کے ہجوم کے ساتھ تمیم بستی سے باہر ایک کھلے میدان میں آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے گھوڑے کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر اس کی پیٹھ تھپتھپائی جواب میں گھوڑا کدکدانے اور دولتیاں جھاڑنے لگا تھا۔ تمیم نے سالم سے کہا۔

"اس کی لگام اتار دو"۔ اس کی آواز میں سمندر کی گہرائی اور بھیانک پن تھا۔

سالم آگے بڑھا اور حیرت و استعجاب میں کہا۔

"اس کی لگام اتار دوں؟"

تمیم کی آواز میں عزم کے دریاؤں کی سی روانی تھی۔

"ہاں اس کی لگام اتار دو۔ میں دیکھوں گا کہ یہ کس قدر بدرکاب اور بدآموز ہے ———— سالم نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام اتار دی۔ تمیم نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ کے نیچے لے جاتے ہوئے خوب زور سے اس کا منہ اوپر اٹھایا۔ اس کے جواب میں گھوڑا اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھاتے ہوئے سرکشی اور طغیانی کے انداز میں ہنہنایا۔

گھوڑے کے پاؤں ابھی زمین پر نہیں لگے تھے کہ تمیم نے کسی خونخوار چیتے کی طرح ایک زقند لگائی اور دوسرے ہی لمحے وہ گھوڑے کی زین پر تھا۔ جونہی تمیم اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرکش گھوڑے پر سوار ہوا وہ اپنی پوری رفتار سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک تمیم اپنے پاؤں رکاب میں جما چکا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لیے تھے اور گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگاتا جا رہا تھا۔ جب اس نے گھوڑے کو ایک گول چکر میں بھگانا چاہا تو اس نے اپنے آہنی ہاتھ کی ایک سخت ضرب گھوڑے کے منہ پر لگائی۔ اب گھوڑا پوری طرح مطیع و منقاد ہو کر ایک گول چکر میں بھاگ رہا تھا اور تمیم اسے اور تیز بھگانے کے لیے ابھی تک اسے ایڑی کی ضربیں لگا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فاتحانہ وقار اور جلالی آبرو تھی۔ سالم بن عطاف تمیم کو اس حالت میں دیکھ کر زور زور سے چلانے لگا۔

قسم اللہ پاک کی تم ایک چٹان ہو۔ تم شاہین صفت ہو۔ تیر جسم کی حرمت کی قسم آج سے تم میرے آقا اور میں تمہارا غلام۔

گھوڑے کو خوب تھکا کر تمیم اسے واپس لایا اور اپنے ماں باپ کے قریب آ کر نیچے اُترا۔ گھوڑا بری طرح ہانپ رہا تھا۔ تمیم نے پیار سے جب اس کی گردن تھپتھپائی تو وہ آہستہ آہستہ ہنہنانے لگا۔ شاید وہ سرکشی چھوڑ کر دوستی پر آمادہ تھا۔ تمیم آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

مجھے رخصت ہونے کی اجازت دو ماں! جنگ کی اسی بھٹی کی طرف جانے کے لیے جہاں میرے دونوں بڑے بھائیوں کی روحیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی ——— اندھی ماں نے تمیم کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور بڑی تیزی سے اس کے گال اور پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

جاؤ بیٹا: میں نے تمہیں بھی خدا کو سونپا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے اور بڑی رقت اور کرب کے انداز میں اس نے کہا۔

اگر میری ملت، میرے مذہب اور میرے وطن کی آبیاری میں میرا خون کارآمد ثابت ہو سکتا ہے تو میں ہزار بار اپنا خون دینے کو تیار ہوں ——— تمیم نے اپنے بوسیدہ اور پھٹے ہوئے جوتے پاؤں سے اتارے اور انہیں اپنی اندھی ماں کو تھماتے ہوئے کہا۔

یہ میرے جوتے اپنے پاس رکھ لو ماں۔ قسم مجھے کعبہ کے رب کی جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا، پاؤں میں جوتا نہیں پہنوں گا ——— اندھی ماں نے جوتے اس طرح سنبھال لیے جیسے وہ اس کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع ہو۔ تمیم اپنے باپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کا باپ صالح کچھ دیر تک اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر گلے لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

میرے بیٹے! میرے بچے! تم میرے ترکش کے سب سے کڑے تیر ہو۔ اگر تم بھی اپنے ہدف پر صحیح ضرب نہ لگا سکے تو میں سمجھوں گا میں دنیا کا بدقسمت ترین باپ ہوں۔ یہ جان کر جنگ میں حصہ لیتا کہ تم میرے ترکش کے آخری تیر ہو۔ تم جانتے ہو تمہارے دونوں بھائی ابھی کمسن ہیں۔ انہیں ابھی جنگ کی تربیت نہیں ہے اور کئی برس تک وہ جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ تمیم نے زور سے صالح کو لپٹاتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ! عنقریب آپ سنیں گے کہ صالح کا بیٹا بزدل نہ تھا۔

باپ نے بیٹے کو علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

میری ایک نصیحت یاد رکھنا تمیم! جس طرح طوفان بگولوں میں اڑنے والی ریت سے، جنگل اپنے درختوں سے اور درخت اپنے برگ و پھل سے پہچانے جاتے ہیں اسی طرح ایک سپاہی کی قوت و مہارت کا اندازہ اس کے آہنی بازوؤں اور تلوار کی ضرب سے لگایا جاتا ہے۔ میں تمہیں اس امید پر رخصت کرتا ہوں کہ آنے والی نسلیں یہ کہیں گی کہ صالح کا جوان، توانا اور تناور بیٹا تمیم صقلیہ کا مجاہد ثابت ہوا۔

تمیم پیچھے ہٹا اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں بکر اور عقال کو پیار کرنے کے بعد اس نے خدیج بن معاویہ کے علاوہ بستی کے دوسرے لوگوں سے مصافحہ کیا اور اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔ سالم نے اس وقت تک گھوڑے کو دوبارہ لگام چڑھا دی تھی۔ گھوڑے نے اس بار سرکشی کا اظہار نہ کیا اور بڑے پرسکون انداز میں تمیم کو اپنے اوپر سوار ہونے دیا۔ تمیم نے ایک الوداعی نگاہ اپنی بستی پر ڈالی اور گھوڑے کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایڑھ لگادی ۔ تھوڑی دیر بعد وہ سالم کے ساتھ اپنی بستی کی حدود سے نکل کر شمال طرف آرہے تھے ۔ مغرب کے رخ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا ۔

پہلے وہ دونوں نوطس شہر میں آئے ۔ وہاں سے انہوں نے اپنے زادِ کا بندوبست کیا ۔ پھر وہ آگے بڑھے اور کوہ اٹنا کے پہاڑی سلسلے کے ساتھ ساتھ وہ شمال کی طرف بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے تھے ۔

ایک روز وہ مسینا شہر میں داخل ہو رہے تھے ۔ یہ صقلیہ کے انتہائی شمال میں ایک بارونق بندرگاہ اور مشہور شہر ہے ۔ یہاں سے بحری جہاز جنوبی اٹلی کو آتے جاتے ہیں ۔ صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے درمیان آبنائے مسینا حائل ہے اور یہ پانی کی اس قدر تنگ اور مختصر سی پٹی ہے کہ اس کے ذریعے بحری جہاز دن میں چار پانچ بار صقلیہ اٹلی اور اٹلی سے صقلیہ آ یا جا سکتا ہے ۔

مسینا میں تمیم اور سالم نے ایک سرائے کے اندر رات بسر کی ۔ دوسرے روز وہ بندرگاہ پر آئے ۔ سرما کی تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور ان کے دائیں بائیں اطراف کے پہاڑ برف سے لدے ہوئے تھے ۔ تمیم سالم کو ایک کونے میں لے گیا اور رازدارا میں اس سے کہا ۔

میں اپنی پہلی مہم کی طرف روانہ ہوتا ہوں ——— سالم نے اس کی با کاٹ کر پوچھا ۔

کیا میں آپ کے ساتھ نہ جاسکوں گا ۔

نہیں ۔ وہ مجھ اکیلے کی مہم ہے ۔ جس سرائے میں ہم دونوں نے رات بسر کی ہے ۔ اسی میں ٹھہر کر میرا انتظار کرنا ۔ اگر میں دس روز تک واپس نہ آیا یا میرے متعلق تم کوئی خبر نہ سنو تو واپس لوٹ جانا ۔

دونوں پھر اس جگہ آئے جہاں سے بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز اٹلی کی طرف روانہ ہو رہے تھے ۔ بندرگاہ پر ان لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا جو اٹلی میں مسلمانوں کے شہروں میں نارمنوں کے حملوں کے باعث لٹی پٹی حالت میں ہجرت کر کے صقلیہ کی

دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا ۔ تمیم اپنے گھوڑے کے ساتھ بحری جہاز میں سوار ہوگیا اور سالم سرائے میں واپس چلا گیا ۔

آبنائے مسینا کو عبور کرنے کے بعد تمیم جنوبی اٹلی کی بندرگاہ ریو پر آترا وہاں سے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور شمال کے رخ ملیطو شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا ۔ اس کے سامنے اور اطراف میں اب برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ تھے اور اس نے گھوڑے کی خرجین سے وہ لباس نکال کر پہن لیا تھا جو سالم اس کے لیے لایا تھا ۔ وہ اپنی پہلی مہم پر روانہ ہو رہا تھا جو سالم کے لائے دے خط میں اسے سونپی گئی تھی ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نارمنوں نے جنوبی اٹلی کے مسلمان شہروں میں تباہی مچا رکھی تھی - ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا - کسی مسلمان عورت کی عزت محفوظ نہ تھی - جو مسلمان بچ سکے وہ صقلیہ کی طرف ہجرت کر گئے - جن مسلمان آبادیوں پر نارمن براہ راست حملہ آور ہوتے وہاں کے مکینوں کو انہوں نے بڑی فراخدلی سے قتل کیا - بہت کم ایسے خوش نصیب تھے جو اپنے مکانوں کے تہ خانوں یا کوہستانی غاروں اور کھوؤں میں گھس کر اپنی جان ان درندہ صفت نارمنوں سے بچا سکے تھے -

نارمن ناروے کے اصل اور وحشی باشندے تھے - وہ لوٹ مار کی غرض سے فرانس کی طرف روانہ ہوئے اور شارلیمان کے عہد میں انہوں نے فرانس پر پہلا حملہ کیا لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی - انہوں نے دوبارہ حملہ کیا - اس بار وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور انہوں نے پیرس کا محاصرہ کر لیا -

آخر فرانس کے بادشاہ نے ان سے صلح کر لی اور فرانس کے اندر دریائے سین کے دونوں جانب کا علاقہ ناروے کے ان وحشیوں کو دے دیا اور ان ہی کے انتساب سے اس علاقے کا نام نارمنڈی پڑ گیا -

فرانس میں آباد ہونے کے بعد ان وحشیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور اردگرد کے علاقوں میں انہوں نے قزاقی، رہزنی اور غارتگری شروع کر دی - آہستہ آہستہ ان وحشیوں نے اپنا دائرہ عمل وسیع کرنا شروع کر دیا - ان کی ایک شاخ نے، نے ایک سردار ڈیوک ولیم کی سرکردگی میں انگلستان پر حملہ کیا - وہاں کے مقامی باشندے ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور ان قزاقوں نے انگلستان میں اپنی ایک شاندار حکومت قائم

کر لی -

ان نارمنوں کا ایک اور گروہ نارمنڈی سے گیارہویں صدی عیسوی میں نکلا اور بحیرہ روم میں مسلمان آبادیوں پر چھاپے مار کر انہوں نے قتل و غارت گری شروع کر دی تھی -

عیسائیت قبول کرنے کے بعد یہ نارمن یروشلم کی زیارت کے لیے اکثر بحیرہ روم میں سفر کرنے لگے - اسی زمانہ میں سوءِ اتفاق سے نارمنوں کا ایک بحری جہاز اٹلی کی ریاست سرنوبن کے ساحل پر آ لگا - یہ علاقہ سارا مسلمانوں کا تھا - یہاں چونکہ مسلمانوں کی کوئی مستحکم حکومت نہ تھی بلکہ چھوٹے چھوٹے شہروں اور اضلاع کے علیحدہ علیحدہ حکمران تھے جو آپس میں برسرپیکار رہتے تھے - نارمنوں نے مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور مسلمان آبادیوں میں انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی - جب یہ لوگ لوٹ مار کا سامان لے کر نارمنڈی پہنچے تو نارمنڈی سے ان وحشیوں کے بے شمار مسلح لشکر جنوبی اٹلی کے مسلمان شہروں کا رخ کرنے لگے اور لوٹ مار اور قتل و غارت کی انتہا کر دی - مسلمان جوان مردوں کو وہ غلام بنانے لگے اور لوٹ مار کے سامان سے جہاز بھر بھر کر نارمنڈی کی طرف روانہ کرنے لگے - نوجوان اور خوبصورت مسلمان لڑکیوں کو وہ چن چن کر جمع کرتے اور اپنے ساتھ نارمنڈی لے جاتے -

اسی اثناء میں نارمنڈی سے ڈیوک اور معزز نائٹوں کی ایک بڑی تعداد نے جنوبی اٹلی کی طرف کوچ کیا - انہیں میں نارمنوں کا ایک معزز شخص رابرٹ گوسکارڈ تھا، اس نے اپنے چھوٹے بھائی راجر کے ساتھ مل کر جنوبی اٹلی میں غارت گری کرنے والے سارے نارمنوں کو متحد کر کے ایک جرار لشکر تیار کیا اور مسلمانوں سے ایک وسیع علاقہ چھین کر اس نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی - اب یہ دونوں بھائی بڑی تیزی سے مسلمانوں سے ان کے دیگر شہر بھی چھیننے لگے تھے اور ان کی افواج نے مسلم آبادیوں میں تباہی مچا رکھی تھی -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ارغوانی شام غروب ہو چکی تھی اور رات اپنی پوری قہرمانیت اور تاریکیوں کے ساتھ نزول کر چکی تھی ۔ جنوبی اٹلی کے شہر ریو اور ملیطو کا درمیانی علاقہ سنسان پڑا تھا ۔ پچھلے کئی روز سے نارمنوں کے ہاتھوں یہاں مسلمان بستیوں پہ لہو کی بارش اور ستم کی آندھیاں چلتی رہی تھیں ۔ برف پوش پہاڑوں کے دامن مسلمانوں کی لاشوں سے اٹے پڑے تھے ۔ ظلمتوں کا ایسا موسم اور مصائب کی ایسی آندھی چلی تھی جس نے انسانیت کے چہرے کو لہولہو کر دیا تھا ۔

ایک تباہ اور ویران کی ہوئی مسلمانوں کی آبادی کے ایک تہ خانے میں دو عورتیں دبک کر بیٹھی تھیں ۔ دونوں ماں بیٹی لگتی تھیں کہ ان کی صورتوں میں کافی مشابہت تھی ۔ ماں کمزور اور ناتواں تھی جیسے برسوں کی مریض ہو ۔ تاہم لڑکی نوعمر اور حسین ترین تھی ۔ تہ خانے میں اس کا تاباں و درخشاں چہرہ پتھروں کے اندر رکھے ہوئے موتی کی طرح چمک رہا تھا ۔ اس کی عمر سولہ برس کے قریب ہو گی ۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سنہری مائل بال کولہوں سے بھی نیچے تک بکھرے ہوئے تھے ۔ اس کی ستواں ناک کی نوک اوپر کو اُٹھی ہوئی تھی جو اس کے حُسن میں اضافہ تھا ۔ دونوں ماں بیٹی تہ خانے کے اندر جلتے ہوئے الاؤ کے پاس اُداس اور افسردہ بیٹھی تھیں ۔ لڑکی کا شنگرفی، حریری اور گلابی جسم الاؤ کی روشنی میں برق کے کوندے کی طرح چمک رہا تھا ۔ دونوں خاموش اور سوچوں میں گم بیٹھی تھیں کہ ایک دم لڑکی چونک کر کھڑی ہو گئی اور اپنی ماں سے کہا ۔ "ماں ! باہر کوئی چیز گرنے کی آواز آئی ہے" ۔

ماں بھی کھڑی ہو گئی اور خوفزدہ لہجے میں اس نے کہا ۔ تمہارا وہم ہو گا بیٹی ! یہاں اس وقت کون ہو سکتا ہے ۔ نارمن تو بستی کو تباہ کر کے پچھلے دو روز سے کہیں جا چکے ہیں ۔ ——— ماں کہتے کہتے فوراً رُک گئی اور اکھڑتے لہجے میں کہا ۔

ٹھہرو بیٹی ! غور سے سنو، کسی کے کراہنے کی آوازیں آ رہی ہیں ۔ شاید کوئی زخمی ہے ——— لڑکی بھاگ کر اس کھڑکی کی طرف گئی جو باہر کھلتی تھی اور جسے اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی ۔ وہ کھڑکی سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی ۔ پھر اس نے اپنی ماں سے سرگوشی کی ۔

تمہارا اندازہ درست ہے ماں کوئی کراہ رہا ہے لیکن کون ہے ؛ ماں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا ۔

تم یہیں رہو ۔ میں باہر جا کر دیکھتی ہوں کون ہے ؛ ہو سکتا ہے کوئی زخمی یا برف کے طوفان میں پھنسا ہوا مسلمان ہی ہو ۔

لڑکی نے کمر سے لٹکتی ہوئی اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے کہا ۔

میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں ماں ! اگر کوئی مصیبت آئے تو دونوں پر اکٹھی ہی آئے ۔

ماں نے بھی اپنی تلوار نکال لی ۔ پھر انہوں نے تہ خانے کا دروازہ کھولا اور باہر نکلیں انہوں نے دیکھا ان کے سامنے سفید رنگ کا ایک گھوڑا کھڑا تھا اور اس کے قریب ہی کوئی برف پر گرا پڑا تھا ۔ وہ ابھی تک کراہ رہا تھا ۔

باہر ابھی تک برف باری ہو رہی تھی ۔ دونوں ماں بیٹی آگے بڑھیں ۔ تاریک رات میں ماں نے جھک کر اس اجنبی کو بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی وہ اجنبی خوب وزنی تھا ۔ لہٰذا وہ اسے اُٹھا نہ سکی ۔ بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سرگوشی کی ۔

اسے اندر لے چلتے ہیں بیٹی ! بیچارہ زخمی لگتا ہے ۔

لڑکی نے تلوار نیام میں کرتے ہوئے کہا ۔

تم اس کے گھوڑے کو پکڑ لو ماں ! میں اسے اندر لاتی ہوں ۔

ماں نے پریشانی میں کہا ۔ تم اکیلی اسے کیونکر اٹھا سکو گی ۔

لڑکی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا ۔ یہ ہم دونوں سے بھی نہیں اُٹھے گا ماں ۔ تم گھوڑا تہ خانے میں لے چلو ۔ میں اسے برف پر گھسیٹ کر اندر لانے کی کوشش کرتی ہوں

لڑکی نے اس اجنبی کے دونوں بازو پکڑ لیے اور برف پر اسے گھسیٹنے لگی ۔

دونوں پھر تہ خانے میں آئیں اور دروازہ اندر سے بند کر دیا ۔ ماں نے گھوڑے کو تہ خانے کے ایک کونے میں باندھ دیا ۔ اتنی دیر تک لڑکی نے اس اجنبی کو گھسیٹ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر آگ کے الاؤ کے پاس لٹا دیا۔ لڑکی نے پہلی بار غور سے اجنبی کی طرف دیکھا۔ وہ بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھا اور سر پر آہنی خود تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ لڑکی نے اس کے چہرے سے خود اُتارنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی۔ یوں لگتا تھا وہ آہنی خود اس کی مضبوط زرہ کے ساتھ بندھا ہُوا تھا۔

لڑکی کچھ دیر اس کے پاس کھڑی ہوکر اسے دیکھتی رہی۔ پھر نیچے جھکی اور اوندھے منہ پڑے ہوئے اجنبی کو جب اس نے سیدھا کرکے لٹایا تو وہ ہلکی سی ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی اور اس کا رنگ غصے میں سرخ ہوگیا۔ ماں نے پریشان ہوکر پوچھا۔

ربیعہ! ربیعہ! کیا ہُوا؟

ربیعہ اپنی تلوار فضا میں لہرا چکی تھی اور جونہی اس نے اپنی تلوار اس اجنبی کی گردن پر گرانا چاہی، اس کی ماں سعیرہ نے بھاگ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور تنبیہاً کہا۔

یہ کیا حماقت ہے، پاگل ہوگئی ہو؟

ربیعہ نے غصے میں کانپتے ہوئے کہا۔

یہ نارمن عیسائی ہے ماں! انہی بھیڑیوں میں سے ایک جو میری قوم کی بیٹیوں کی عزت سے کھیلتے رہے ہیں۔ جنہوں نے ہم مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا ہے۔ اسے میرے ہاتھ سے نہ بچاؤ میں اس کی گردن کاٹ کر رہوں گی۔ تم دیکھتی نہیں ہو اس کے گلے میں صلیب لٹک رہی ہے۔

سعیرہ نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

جذباتی نہ بنو ربیعہ! جانتی ہو پچھلے کئی روز سے ہم دونوں اس تہ خانے میں بند ہیں اور ابھی تک یہاں سے نکل بھاگنے کا کوئی وسیلہ نظر نہیں آرہا۔ جب کہ تم جانتی ہو، ہماری خوراک اور پانی کا ذخیرہ بھی ختم ہونے والا ہے۔ یہ شاید زخمی یا برف کے طوفان کا مارا ہُوا ہے۔ آؤ اس کی تیمارداری کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ بھی قدرت کا کوئی معجزہ ہو اور وہ ایک دشمن کے ہاتھوں ہی ہمیں یہاں سے نکالنا چاہتا ہو۔

ربیعہ نے کچھ سوچا پھر اپنی تلوار نیام میں لے جاتے ہوئے کہا۔

تم خود ہی اس کی تیمارداری کرو۔ میں اس غلیظ اور ناپاک بھیڑیے کو ہاتھ نہ لگاؤں گی ———— سعیرہ خاموش رہی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ نیچے جھکی۔ پھر بڑی مشکل سے اس نے اجنبی کو گھسیٹ کے آگ کے جلتے ہوئے الاؤ کے اور قریب کردیا۔ اس نے اجنبی کا خود اُتارنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔

ایک دم سعیرہ چونک پڑی اور ربیعہ سے کہا۔

ربیعہ! ربیعہ! تم نے اس اجنبی کے پاؤں کو دیکھا۔

ربیعہ نے نفرت سے کہا۔ کیا ہے اس کے پاؤں کو؟ ———— پھر وہ اس اجنبی کے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے خود ہی پریشانی سے بولی۔

یہ پاؤں سے ننگا ہے۔ لیکن کیوں ماں؟ اس قدر سردی اور برف باری میں اس نے پاؤں میں جوتا کیوں نہیں پہن رکھا ہے۔

سعیرہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس اجنبی نے کروٹ بدلی۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر اِدھر اُدھر گھما کر چند لمحوں تک اس نے تہ خانے کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے سعیرہ کو دیکھا اور آخر میں اس کی نگاہیں جوان اور حسین ربیعہ کے چہرے پر گویا جم کر رہ گئی تھیں۔ جیسے وہ ربیعہ کے شنگرفی حُسن اور حریری جمال میں کھو کر رہ گیا ہو۔ ربیعہ نے محسوس کرلیا تھا کہ خود کے اندر سے اس کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس نے نفرت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

اجنبی شاید اسی طرح ربیعہ کو دیکھتا رہتا کہ سعیرہ اس سے مخاطب ہوئی اور وہ چونک پڑا۔

تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے اور تم پاؤں سے ننگے کیوں ہو؟

اجنبی نے سعیرہ کے سوالوں کا جواب دینے کے بجائے الٹا اس سے پوچھ لیا۔

میں کتنی دیر بے ہوش رہا ہوں گا۔

سعیرہ نے پریشانی میں کہا۔ تم تھوڑی دیر ہی بے ہوش رہے ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اجنبی کھڑا ہو گیا۔ سعیرہ اور ربیعہ حیرت اور پریشانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اجنبی اُٹھ کر تہ خانے کی دیوار کے پاس آیا۔ گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب اس نے اتار کر فرش پر رکھ دی۔ پھر ان دونوں ماں بیٹی کے دیکھتے دیکھتے اس نے تہ خانے کی دیوار پر ہاتھ پھیر کر تیمم کیا اور دیوار کے قریب ہی قبلہ رو ہو کر عشاء کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔

ربیعہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ گہری دل رُبا سی مسکراہٹ اس کے موتیوں جیسے شفاف اور چمکتے ہوئے دانت ایسا سماں باندھ گئے تھے جیسے پوری کائنات ناچ اُٹھی ہو۔ پھر اس نے اپنی ماں سے سرگوشی کی۔

یہ تو مسلمان ہے ماں!

سعیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم تو اس کی گردن کاٹ رہی تھی۔

ربیعہ اور زیادہ مسکرا دی۔ میں ان سے اپنے رویے کی معافی مانگ لوں گی ماں۔

سعیرہ نے مطمئن انداز میں کہا۔

میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ یہ قدرت کا کوئی معجزہ بھی ہو سکتا ہے اور تم دیکھتی ہو، میں نے ٹھیک کہا تھا۔

ربیعہ نے نماز ادا کرتے ہوئے اس اجنبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم نے ٹھیک کہا تھا ماں! یہ واقعی قدرت کا ایک معجزہ ہے۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اور اس نے یقیناً اس اجنبی کو ہماری مدد کے لیے بھیج دیا ہے میں اب محسوس کر رہی ہوں ماں کہ ہم دونوں محفوظ ہیں اور قدرت ہماری راہنمائی کا سامان پیدا کر چکی ہے۔

سعیرہ نے کوئی جواب نہ دیا اور دونوں ماں بیٹی بڑی ہمدردی، لطف و مہربانی اور رحم و محبت سے اس اجنبی کو دیکھنے لگی تھیں۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اجنبی نے نماز ختم کی اور دعا کے لیے اس نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھائے، پھر اس کے دعائیہ الفاظ دونوں ماں بیٹی کی سماعت سے ٹکرائے۔ اجنبی کی فکر مند اور ترحم سے بھرپور

آواز تہ خانے میں بلند ہوئی۔

میرے اللہ! اے دونوں جہانوں کے رب! سب تعریف و ثنا، صفت و منقبت اور توصیف و مناجات تیرے لیے ہیں۔ میرے مالک! ہمارے عصیان کے انبار اور اپنی ہستیوں کے کھو دینے کے سبب ہمیں ان وحشی نارمنوں کے ہاتھوں مصائب کی آندھیوں، ظلم کی طغیانی اور قساوت و قہور کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

میرے اللہ! میری قوم کو تباہی کے زنگار اور شقاوت و بدبختی سے بچا۔ یہ سرزمین ہمارا وطن، ہماری نمو اور آبرو ہے۔ ہمیں توفیق دے کہ وطن کی ناموس کی خاطر یقین کی شعلیں روشن کرتے رہیں۔

اجنبی دعا مانگ رہا تھا اور ربیعہ آگ کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ سعیرہ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ اجنبی کی آواز پھر سنائی دی۔

میرے مولیٰ! ہمیں درسِ صداقت اور ذوقِ طلاقت عطا فرما۔ ہماری راہنمائی فرما کہ ہم برق شکن اور عزم کا دریا بن کر اور تیغ و کفن باندھ کر اپنی قوی ضربوں سے اپنی قوم کے لیے نئے ساحل تراشیں۔

ربیعہ اب ہچکیاں لے لے کر زور زور سے رو رہی تھی۔ اجنبی کی آواز پھر بلند ہوئی۔ اے دلوں کا بھید جاننے والے! مجھ گنہگار کے پاس ندامت و انفعال کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ تو شافعِ محشر اور وادیٔ یثرب کے نخلستانوں کے صدقے میں راہ نورد کو قافلہ بنا دے۔ اے زمین و آسمان کے عز و فخر! اس ریاضِ دہر میں میری قوم کے گلستان کی آبرو رکھ۔ میری رہبری کا سامان پیدا کر کہ میں جو ایک گنہگار انسان ہوں ایک شعلہ بیدار بن کر ایک تازہ سفر کا آغاز کر سکوں۔ اپنی کھوئی ہوئی ہستی کے نشان تلاش کر سکوں اور فرزندانِ اسلام کے شانہ بشانہ غنیم کے سامنے ایک بند باندھ سکوں۔ تو نیل کے منبع اور فرات کے دہانے تک پھیلی ہوئی مسلم حکومتوں کی توجہ دلا کہ وہ جنوبی اٹلی اور صقلیہ میں اپنے بھائیوں کی پکار پر لبیک کہیں۔

اجنبی خاموش ہو گیا۔ ربیعہ نے روتے اور ہچکیاں لیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com.

وہ اور زیادہ پس گئی اور پہلے سے بھی زیادہ بدحال ہو کر رونے لگی - اس نے دیکھا اجنبی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں اپنے رب سے کوئی عہد کر رہا تھا - اس کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے اور آنسوؤں کے گہر اس کی آنکھوں سے نکل نکل کر اس کے دامن پر گر رہے تھے -

اجنبی دونوں ماں بیٹی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا - ربیعہ ابھی تک ہچکیاں لے رہی تھی - اجنبی اس کی ماں سے مخاطب ہوا -

کیا آپ کا نام سعیرہ اور آپ کی بیٹی کا نام ربیعہ ہے ؟

سعیرہ نے اپنے آنسو پونچھے اور استعجاب سے پوچھا -

ہمارے متعلق تمہیں کس نے بتایا ؟

ابن البعباع نے ایک خط میں مجھے یہ اطلاعات فراہم کی تھیں -

کیا تم ابن البعباع کو جانتے ہو ؟

قلعہ بلوط کے حاکم کو کون نہیں جانتا -

سعیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا -

وہ میرا بھائی اور ربیعہ کا ماموں ہے -

اسی نے مجھے آپ دونوں کی تلاش کے لیے روانہ کیا تھا -

سعیرہ نے بڑی آس سے کہا -

میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ابھی نوعمر ہو - کیا تم سر سے خود اُتار کر ہم سے بات کرو گے -

اجنبی جو تمیم بن صالح تھا - ان دونوں کے قریب ہی بیٹھتا ہوا بولا -

نہیں - میں خود نہ اتاروں گا - میں ایک خاص وقت تک گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں -

سعیرہ نے بڑے پیار سے پوچھا -

تمہارا نام کیا ہے -

فی الحال میرا کوئی نام نہیں ہے - میں آپ کو اپنے متعلق تفصیل سے بتا کر آپ پر یہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا کہ فلاں بن فلاں آپ کا محسن و مربی ہے -

ربیعہ اپنے آنسو خشک کرتی ہوئی پہلی بار تمیم سے مخاطب ہوئی -

آپ یہ تو بتا دیں آپ کا گھر کہاں ہے ؟

میں سرقوسہ کے صوبے میں نوطس شہر سے دس میل جنوب کی طرف ایک بستی علمارہ کا رہنے والا ہوں -

ربیعہ نے چونک کر کہا -

میں اس بستی کو جانتی ہوں - وہ بنو عباد کے عربوں کی بستی ہے - ہم بنو کنانہ سے ہیں اور ہماری بستی آپ کی بستی کے شمال میں سات میل کے فاصلے پر ہے - ہماری بستی کا نام قریۃ الشط ہے - نوطس شہر ہم سے تین میل کے فاصلے پر ہے - میرے والد سرقوسہ کے حکمران ابن ثمنہ کے جرنیل ہیں - میرا ایک ہی بھائی ہے اور کئی ماہ سے وہ رضاکاروں کے لشکر کے ساتھ اٹلی میں لڑ رہا ہے - ہم اس کے متعلق بھی پریشان ہیں اس کے متعلق ہمیں کوئی اطلاع نہیں مل رہی وہ کہاں اور کس حال میں ہے - یہ گھر جس کے تہ خانے میں اس وقت ہم ہیں میری خالہ کا ہے - ہم دونوں ماں بیٹی اسے ملنے یہاں آئی ہوئی تھیں کہ نارمنوں نے حملہ کر دیا - حالانکہ یہ دور افتادہ بستیاں ان کے حملوں سے محفوظ تھیں - میری خالہ اور اس کے گھر کے سب افراد قتل کر دیئے گئے - ہم دونوں ماں بیٹی کسی نہ کسی طرح اس تہ خانے کے اندر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گئیں -

تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا -

آپ نے اپنے متعلق بڑی تفصیل سے بتا دیا -

ربیعہ نے شکوے کے انداز میں کہا -

آپ نے تو اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا -

تمیم نے کہنا شروع کیا - میں علمارہ کا ایک معمولی آہنگر ہوں - میرا تعلق ایک معمولی گھرانے سے ہے - میرا باپ لاغر اور ماں اندھی ہے - دو بڑے بھائی جنگ میں شہید ہو چکے ہیں اور دو مجھ سے چھوٹے ہیں - میں غلام تھا - آزاد کرا کے آپ کی مدد پر روانہ کیا گیا ہوں - اس بستی سے تین میل دور تک میں نے بغیر کسی حادثہ کے سفر کیا، پھر اچانک ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہاڑی درے کے اندر چھ نارمن میرا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان سب کو موت کے
گھاٹ اتار دیا اور جب دوبارہ سفر پر روانہ ہوا تو کسی نے جو ایک ٹیلے کی بلندی پر چھپا
تھا مجھ پر ایک وزنی پتھر پھینک دیا۔ جو میرے شانے پر آکر لگا جس سے میں اپنے حواس
رہا اور میرا گھوڑا بدک کر سرپٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ مجھے خبر نہیں یہ مجھے کہاں لیے پھرتا رہا جب
ہوش میں آیا تو اس تہ خانے میں تھا۔

ربیعہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ اس تہ خانے سے باہر برف پر پڑے کراہ رہے تھے۔ میں آپ کو گھسیٹ کر
اندر لائی تھی۔

میں آپ کا مشکور ہوں۔

ربیعہ نے بڑی جستجو سے پوچھا۔ آپ کا جوتا کہاں ہے اور آپ پاؤں سے ننگے
کیوں ہیں

بھاری آواز میں تمیم نے جواب دیا۔

ابن البعاع کی طرف سے مجھے رضا کاروں میں ایک اہم عہدہ اور فرض سونپا
ہے۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے اس وقت تک جوتا نہ پہنوں گا۔ جب تک اپنے
فرض میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔ اب آپ دونوں تیار ہو جائیں اور یہاں سے کوچ
رات کی تاریکی میں ہم اپنی مسافت کا کافی حصہ کسی حادثے کے بغیر طے کرنے میں کا
ہو جائیں گے۔

ربیعہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

ایک ہی گھوڑے پر ہم تینوں کیسے سفر کر سکیں گے۔

آپ دونوں میرے پیچھے بیٹھ جائیں گی۔ میرا گھوڑا توانا اور سرکش ہے
تینوں کو برف کے اس طوفان سے نکال لے جائے گا۔ اس کے علاوہ میں نے آپ دو
کے لیے عیسائی راہباؤں کے لباس کا بندوبست بھی کر رکھا ہے۔ راستے میں میں
خانقاہ میں داخل ہوا تھا۔ وہاں میں نے خانقاہ کے دگّوں کو ڈرا دھمکا کر ان سے

لباس لے لیے تھے۔ وہ میرے گھوڑے کی خرجین میں پڑے ہیں۔ آپ دونوں اُٹھ کر ان
کپڑوں کے اوپر ہی وہ کپڑے پہن لیں۔

ربیعہ کی آواز پھر سنائی دی جیسے پوری کائنات کی گھنٹیاں ایک مدھر دھن اور خوش
کن موسیقی میں بج اٹھی ہوں۔

آپ نے یہ نارمنوں جیسا لباس کہاں سے حاصل کیا۔

جن نارمنوں سے راستے میں میرا تصادم ہوا تھا میں نے ان میں سے ایک کا لباس
اتار لیا تھا ——— تمیم نے گھوڑے کو کھولا اور تہ خانے کے دروازے کی طرف
بڑھتا ہوا ان دونوں کے قریب آیا اور خرجین سے راہباؤں کے دو لباس نکال کر ربیعہ کی
گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

میں تہ خانے سے باہر کھڑا ہوتا ہوں۔ آپ دونوں یہ لباس پہن کر باہر آجائیں۔
تمیم جونہی دروازے سے قریب ہوا کسی نے دروازے پر زوردار دستک دی۔ اس نے
چونک کر سعیرہ اور ربیعہ کی طرف دیکھا۔ ان دونوں ماں بیٹی کے رنگ فق ہو گئے تھے اور وہ
پھٹی پھٹی نگاہوں سے تمیم کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

تمیم نے اپنی ڈھال سنبھالی، اپنے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور سعیرہ سے قریب
ہو کر اس سے سرگوشی کی۔

میں نہیں جانتا دروازے پر دستک دینے والے نارمنوں کی تعداد کتنی ہے تاہم آپ
اٹھ کر دروازہ کھولیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میں ان سے آپ کی حفاظت کروں گا یہ
میرا فرض ہے اور میں اپنے فرض سے آنکھیں چرانا نہیں جانتا۔

سعیرہ اٹھی اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے اپنی تلوار بے نیام کر
لی تھی۔ ربیعہ خوفزدہ ہو کر تمیم کے گھوڑے کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بھی اپنی تلوار
سنبھال لی تھی۔ ربیعہ نے دیکھا تمیم نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نیام سے نکال لی تھی
ایک بھاری، وزنی اور کافی چوڑی تلوار تھی۔ نیام سے نکلتے ہی اس کی چمک تہ خانے
میں کوند گئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ربیعہ نے دم سادھ لیا تھا۔ سعیرہ دروازہ کھولنے لگی تھی اور تمیم دروازے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سعیرہ نے دروازہ کھول دیا اور باہر ہی کھڑے کسی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ میں کہتا تھا نا اس تہ خانے میں ضرور کوئی ہے۔ مجھے خود اس میں سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تھی۔ پھر دو آدمی تہ خانے میں داخل ہوتے وہ وحشی نارمن تھے۔ ان میں سے ایک ربیعہ کو دیکھتے ہی چلا اٹھا۔

یسوع مسیح کی قسم! جب سے میں نے مسلمانوں کی بستیوں میں لوٹ مار شروع کر رکھی ہے۔ میں نے ایسی حسین اور چمکدار لڑکی نہیں دیکھی۔ ہمارے ہاتھ ایک موتی لگ گیا ہے۔ ہم نے آج تک جو کچھ بھی لوٹا ہے یہ اس ساری متاع سے قیمتی اور اہم ہے۔

وہ نارمن جب ربیعہ کی طرف بڑھا اور اس کے پیچھے چار اور نارمن تہ خانے میں داخل ہو گئے تو تمیم جنگلی دراج کی طرح پھڑک کر حرکت میں آیا تھا۔ ابھی اور نارمن بھی اندر داخل ہونا چاہ رہے تھے ——— تمیم نے خوب زور سے ایک پٹ بند کرتے ہوئے انہیں پیچھے دھکیلا اور طرفۃ العین میں اس نے دوسرا پٹ بھی بند کر کے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی۔ پھر وہ پلٹا اور بڑی خونخواری سے تہ خانے میں کھڑے ان پانچ نارمنوں کی طرف بڑھا جو ربیعہ کی طرف بڑھتے ہوئے رُک گئے تھے ——— اور اب بھوکے بھیڑیے کی طرح تمیم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ باہر کھڑے ان کے ساتھی زور زور سے دروازہ پیٹ رہے تھے۔

سب سے آگے ربیعہ کی طرف بڑھنے والا بدہیئت نارمن جو ان کا سرخیل تھا۔ پلٹا اور درندوں کی طرح تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تو کیا تم سمجھتے ہو تم میرے ساتھیوں کو دو حصوں میں بانٹ کر ان سے نمٹ سکو گے ہاں گو تم اپنے چہرے پر خود ڈالے ہوئے ہو اس کے باوجود میں دیکھ رہا ہوں تم ابھی نوعمر ہو۔ اس لڑکی کی طرح نازک ہو گے جو میرے قریب کھڑی ہے۔ تمہارا جسم گو بھرا ہوا اور لمبا ہے پر کچا ہے جو میری تلوار کی ایک ضرب بھی نہ سہہ سکے گا۔

تمیم نے غراتے ہوئے کہا۔

تم بکتے ہو۔ قسم مجھے اپنے رب کی۔ میں تم پانچوں کو اپنی تلوار سے جانور سمجھ کر چیر پھاڑ دوں گا۔ میری طرف آؤ میں تم پانچوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔

وہی نارمن اپنی تلوار لہراتے ہوئے تمیم کی طرف بڑھا۔

میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ میرے ساتھی تمہاری بے بسی کا تماشہ دیکھیں گے۔

تمیم آگے بڑھا اور اس نارمن پر حملہ آور ہوا بالکل ابرق کے اس چمکے کی طرح جو لمحہ بھر میں پوری وادی کو روشن کر گیا ہو ——— یا ——— یا اس تیز اور بھڑکتے ہوئے شرارے کی طرح جو سوکھی گھاس میں گر کر چشم زدن میں اسے آگ لگا دے۔

نارمن نے تمیم کے حملے کو روکا لیکن وہ دنگ رہ گیا تھا۔ تمیم کے حملوں میں اس قدر تیزی تھی کہ وہ اپنے دفاع تک محدود ہو گیا تھا اور اسے حملہ کرنے کا موقع نہ مل رہا تھا۔ تمیم کے حملوں میں برق جیسی قوت، تیزی اور بیداری تھی۔ نارمن گھبرا گیا اور اس نے چلا کر اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہوئے کہا۔

میری مدد کرو۔ ورنہ یہ مجھے قتل کر دے گا۔ یہ نوعمر اور کچا نہیں۔ یہ زخمی درندے سے بھی زیادہ خطرناک ہے ——— اس کے چاروں ساتھی اپنی تلواریں لہراتے ہوئے آگے بڑھے۔ اسی لمحے تمیم نے پینترا بدل کر حملہ کیا اور اس نارمن کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ تہ خانے کے اندر ایک بھیانک چیخ بلند ہو کر ماحول کو سنسان بنا گئی تھی۔

تمیم دم لیے بغیر ان چاروں نارمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ان کے دوسرے ساتھی دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ربیعہ اور سعیرہ بھی پشت کی طرف سے ان نارمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور یوں ان میں سے تین تمیم اور ایک ربیعہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

تہ خانے سے باہر کھڑے نارمن ابھی تک دروازہ پیٹ رہے تھے۔ تمیم دروازے کی طرف بڑھا اور زنجیر کھول کر وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تین نارمن اپنی تلواریں لہراتے غصے کا اظہار کرتے ہوئے تہ خانے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے تہ خانے کے فرش پر بکھری ہوئی اپنے ساتھیوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمیم سے پوچھا۔

کیا میرے ان پانچ ساتھیوں کے قاتل تم ہو؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تیمم اس سے قریب ہوتا ہوا بولا۔
ان پانچوں کے بعد تم تینوں کا قاتل بھی میں ہی ہوں گا۔
تیمم کے گلے میں لٹکتی صلیب اور اس کے لباس کی طرف اشارہ کر کے اس
نے پوچھا۔
کیا تم نارمن عیسائی ہو اور اس حسین و دلکش مسلمان لڑکی کی خاطر اپنے نارمن بھا
سے جنگ کر رہے ہو۔
حملہ کے لیے پر تولتے ہوئے تیمم نے کہا۔
میں مسلمان ہوں اور ان دونوں کا محافظ ہوں۔
وہ نارمن اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا ——— تو پھر مرنے کے لی
تیار ہو جاؤ ——— تیمم ایک لمبی زقند لے کر آگے بڑھا اور حملہ آور ہوا تھا اور پلک جھ
میں ہی اس نے ان میں ایک کا سر کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے دونوں ایک ساتھ ہی
غلیظ کرگسوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے وہ شاہین بھی اپنی جگہ پوری طرح چوکس تھا۔
زاغ و زغن سے نمٹنے اور دفاع و جارحیت کے سارے گر جانتا تھا۔ تیمم فضا میں اپنے
پر پھیلانے والے شاہین کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ ایک نارمن کے منہ پر اس نے اپنی ڈھ
مار کر اسے دُور گرا دیا اور دوسرے کا وار اپنی تلوار پر روک کر اپنے آپ کو محفوظ کر کے
اپنی جارحیت اور حملہ آور ہونے کے لیے راستہ صاف کر چکا تھا۔ ایک دم اس نے حملہ
ہونے کا انداز بدلا اور ان میں سے ایک کے پیٹ میں اپنی بھاری چمکدار تلوار کا پھل
دیا۔ دوسرا جو اس کی ڈھال کی سخت ضرب کھا کر زمین پر گرنے کے بعد اٹھنے کی کوشش
رہا تھا ابھی حملہ آور ہونے کے لیے سیدھی طرح کھڑا بھی نہ ہو سکا تھا کہ تیمم کی تلوار اس
شانے سے پیٹ تک اُترتی چلی گئی۔
تہ خانے اور اس کے باہر اب خاموشی چھا گئی تھی۔ تیمم نے اپنے گھوڑے کی
بگڑی اور تہ خانے سے باہر نکلتے ہوئے اس نے ان دونوں ماں بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے
آپ دونوں راہباؤں کا لباس پہن لیں میں تہ خانے سے باہر آپ کا انتظ
ہوں ——— تیمم تہ خانے سے نکل کر اس طرف بڑھا جہاں اس کے ہاتھوں مرنے والے
نارمنوں کے گھوڑے برف کے اندر کھڑے تھے۔ جونہی وہ ان گھوڑوں سے قریب ہوا
ایک نارمن جو شاید وہاں کھڑا گھوڑوں کی حفاظت کر رہا تھا ایک دم گھوڑے پر سوار ہوا اور
شمال کے رُخ پر اسے سرپٹ دوڑا دیا۔ تیمم نے فوراً اپنے گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی کمان
سنبھالی۔ وقت ضائع کیے بغیر اس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور کمان پر چڑھاتے ہوئے
چلا کر اس نے کہا۔
ٹھہرو! یاد رکھو میرے پاس زہریلے تیر ہیں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا ———
جب وہ نارمن رکنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو اور تیزی سے ایڑ لگانے لگا تو تیمم نے
تیر چلا دیا۔ فضا میں ایک سنسناہٹ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نارمن کی ایک بھیانک
چیخ اس برفانی فضا میں بلند ہو کر تاریک اور ویران رات کو اور زیادہ بھیانک و پُراسرار
بنا گئی تھی۔ تیمم کا تیر اس نارمن کی کن پٹی کے پار ہو گیا تھا اور وہ وہیں برف پر گر کر دم توڑ
گیا تھا۔
ربیعہ بھاگتی ہوئی تہ خانے سے نکلی اور گھبرائی ہوئی آواز میں اس نے تیمم سے پوچھا
کیا ہوا؟
تیمم اس کی بدحواسی پر مسکرا رہا تھا۔ ایک نارمن جو اپنے گھوڑوں کی حفاظت
پر کھڑا تھا مجھ سے بچ کر بھاگ نکلا تھا۔
ربیعہ اور زیادہ پریشان ہو گئی۔
——— پھر؟
تیمم نے اپنی کمان گھوڑے کی زین سے لٹکاتے ہوئے کہا۔ میرے ایک ہی زہریلے
تیر نے اس کی زندگی کا چراغ بجھا دیا ہے۔ تم تہ خانے میں جاؤ اور لباس تبدیل کر کے فوراً
واپس آؤ۔ میں تمہارے لیے نارمنوں کے دو گھوڑے پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں تم کہہ رہی
تھیں ہم تینوں ایک ہی گھوڑے پر کیسے سوار ہوں گے۔ اب قدرت خود ہی ہماری رہبری
کا سامان پیدا کر رہی ہے۔ اسے ہمارا یہاں سے نکل جانا مقصود ہے۔ میں اتنی دیر تک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گھوڑے پکڑتا ہوں تم ماں کے ساتھ تیار ہو کر جلدی آؤ ——— ربیعہ چپ چاپ تہ خانے
کی طرف چلی گئی۔ تمیم آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ نارمنوں کے دو تومند گھوڑے پکڑ کر اس
نے ایک چٹان کے ساتھ باندھ دیئے اور وہیں کھڑا ہو کر وہ ان دونوں کا انتظار کرنے لگا
جلد ہی ربیعہ بھی اپنی ماں کے ساتھ تیار ہو کر باہر آگئی اور تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑوں پر
سوار وہاں سے کوچ کر رہے تھے۔

پوری رات انہوں نے بغیر کسی حادثے کے سفر کیا۔ ربیعہ اور اس کی ماں مقدس
راہباؤں کا لباس پہنے ہوئے تھیں جبکہ تمیم اپنے اسی جنگی لباس میں تھا۔ دوسرے روز
سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا اور وہ تینوں اس شاہراہ پر اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا
رہے تھے جو جنوبی اٹلی کی آخری بندرگاہ ریو کی طرف جاتی تھی تو انہیں اپنے سامنے چند
سوار دکھائی دیئے۔ جب وہ ان سے نزدیک ہوئے تو انہوں نے دیکھا وہ نارمن تھے اور ان
کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ جب وہ ان سے نزدیک ہوئے تو ایک نارمن آگے بڑھا اور
سخت لہجے میں پوچھا۔

تم کون ہو ؟ کہاں سے آئے ہو ؟ اور کدھر جاؤ گے ؟

تمیم نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب کو نمایاں کیا اور اپنا گھوڑا اس سے نزدیک
لے جاتے ہوئے اس نے ربیعہ اور اس کی ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ دونوں صقلیہ کے مشہور کلیسا انطا کی مقدس راہبائیں ہیں اور میں ان کا محافظ
ہوں۔ ہماری منزل صقلیہ ہے۔

نارمن نے اس بار بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔

کہاں سے آ رہے ہیں ؟

تمیم نے پھر بہانہ بنایا۔ نقوطرہ کے بشپ نے ان دونوں کو شرفِ ملاقات بخشا
تھا اور ہم تینوں اب وہیں سے لوٹ رہے ہیں۔

کیا تم صقلیہ کے رہنے والے ہو ؟

ہاں میں وہیں کا باشندہ ہوں۔

وہاں مسلمانوں کے تحت عیسائی رعایا کی حالت کیسی ہے۔ مسلمان ان پر ظلم تو نہیں کرتے

تمیم نے بڑی تیزی سے اپنی چھاتی پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔

آسمانی باپ ہم سب پر اپنی رحمت کرے۔ ہم سب وہاں محفوظ ہیں۔

کیا تمہیں ہماری کسی مدد کی ضرورت ہے ؟

تمیم آگے بڑھتا ہوا بولا۔ نہیں شکریہ۔

ان بھیڑیوں سے بچ کر ایک بار پھر وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ جب وہ جہاز پر
سوار ہونے کے لیے ریو کی بندرگاہ پر آئے تو تمیم نے دیکھا سالم وہاں کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔
تمیم نے گھوڑا اس کے قریب لا کر روکتے ہوئے کہا۔

میں نے تمہیں مسینا کی اس سرائے میں ٹھہرنے کو کہا تھا۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔ جواب
میں سالم مسکرا دیا اور دائیں طرف ذرا فاصلے پر کھڑے ایک راہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
اس نے کہا۔ یہ مجھے وہاں سے ساتھ لے آئے ہیں۔ یقیناً آپ انہیں جانتے ہوں گے۔ ابن العباع
نے اپنے خط میں بھی ان کا ذکر کیا تھا۔ یہ راہب یوحنا ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان سے
مل کر خوش ہوں گے۔ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار چند لمحوں تک اس جوان، خوبصورت،
قد آور اور کڑیل جسم والے راہب کو دیکھتا رہا۔ اس نے دیکھا راہب کے گلے میں ایک
بہت بڑی سنہری صلیب لٹک رہی تھی اور اس کے ہاتھوں میں انجیل تھی۔ راہب کی ایک
ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور وہ بیساکھی کے سہارے کھڑا ٹکٹکی باندھے تمیم کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

دونوں خاموش تھے جیسے مہیب سناٹے کی تاریک پنہائیوں میں اتر گئے ہوں۔

ایک دم تمیم اپنے گھوڑے سے کودا اور راہب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ جب وہ قریب
ہوا تو راہب نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور تمیم بھاگ کر ان بازوؤں میں اس طرح سما گیا جیسے
کوئی معصوم، مظلوم و مقہور بچہ اپنے باپ کی گود میں چھپ گیا ہو۔

راہب سے لپٹتے ہی تمیم نے راہب کے چہرے کی طرف دیکھا۔ راہب کے
چہرے پر کسی سالخوردہ عقاب کی سی سختی و سنجیدگی کے پس منظر میں ابھرتے گلستانوں اور بلبل کے
شوریدہ نغموں کا سماں تھا اور باوجود ضبط کے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com.

پھر راہب کے ہاتھ حرکت میں آئے اور اس نے تمیم کے چہرے سے اس کے خود کا نقاب ہٹا دیا۔ راہب نے دیکھا تمیم کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے سُرخ گالوں پر پھیل چکے تھے جنہیں ضبط کرنے کی خاطر وہ بُری طرح اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

راہب نے بڑے پیار سے تمیم کی پیشانی چُوم لی اور دوبارہ خود کا نقاب اس کے چہرے پر گراتے ہوئے اس نے قدرے بھاری آواز میں کہا۔

مجھے اُمید ہے تم اپنے آبا کی طرح صحرائیوں کا وعدہ استوار کرو گے۔ راتوں کی ظلمت میں تیز آبجو بن کر آگے بڑھتے رہنا۔ محمدؐ عربی کا رب تمہیں بے کراں محیط سے ہم کنار کرے گا۔ مَیں جانتا ہوں تم آشنائے شمشیر و سناں ہو۔ شعلہ سینائی کی طرح ان لوگوں کی راہنمائی کرنا۔ جنہیں تمہارے ماتحت فرائض سونپے جائیں گے۔ مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں تمہاری شجاعت کی داستانیں صقلیہ کی سرزمین میں اس طرح پھیل جائے گی جس طرح چمن میں پھُول بکھر جاتے ہیں۔ اگر تم برندہ و صیقل تلوار کی طرح رزم حق و باطل میں مُسلم قوم کے پیراہن پر سنہرے حاشیے لگاتے رہے تو فرض شناس قدرت ستاروں کی طرح تمہاری رہنمائی کرے گی۔ ابن البعباع نے اس اُمید کے ساتھ تمہیں اس رزم گاہ کی طرف پکارا ہے کہ تم شمشیر کی صورت میں دستِ قضا بن کر خیر و شر کی جنگ میں شجر سایہ دار کی طرح اس طرح چھا جاؤ کہ چشم یزدان و ملک تمہیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لے ——— راہب چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد بولا۔

صالح کے بیٹے! کیا تم اس معیار پہ پورا اُترنے کا عزم رکھتے ہو ——— تمیم کی آواز یوں سُنائی دی تھی جیسے فرازِ کوہ سے کوئی شاہین چلایا ہو۔

مَیں دشمن پر یوں برسوں گا جس طرح گرم اور سُرخ لوہے پر وزنی ہتھوڑا برستا ہے اور ——— اور مَیں کسی کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ یہ کہے کہ صالح کا بیٹا تمیم بزدل تھا۔

راہب یوحنا نے فیصلہ کُن انداز میں کہا ——— تو پھر میرے ساتھ چلو۔

کہاں؟

یہاں سے دس میل شمال مشرق کی طرف جہاں سمندر کے ایک گمنام ساحل پر ابن البعباع تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

کیا اِن دونوں ماں بیٹی کو مَیں ان کے گھر چھوڑ کر نہ آؤں گا؟

نہیں نہیں سالم انہیں گھر پہنچا دے گا۔ اس کے علاوہ انہیں کشتی میں جگہ حاصل کرنے کے لیے یہاں کم از کم دس بارہ روز تک انتظار کرنا ہوگا کیونکہ صقلیہ سے اٹلی کی طرف کشتیاں خالی آ رہی ہیں لیکن اٹلی سے صقلیہ جانے کے لیے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نارمنوں کے حملوں اور مظالم سے تنگ آ کر مسلمان اسی تیزی سے صقلیہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں کہ کرائے پر کشتی حاصل کرنا ایک دشوار مسئلہ بن گیا ہے۔ آج کل ریو کی اس بندرگاہ میں سراؤں کے اندر قیام کرنے کے لیے کمرے بھی نہیں ملتے۔ بہر حال بندرگاہ کے علاقے کی ایک سرائے میں مَیں ایک کمرہ حاصل کر چکا ہوں۔ یہ دونوں ماں بیٹی کشتی ملنے تک اسی کمرے میں ٹھہریں گی اور ان کی خدمت کے لیے سالم ان کے ساتھ ہوگا۔ تم ان دونوں سے جا کر کہہ دو سالم انہیں عافیت کے ساتھ ان کے گھر پہنچا دے گا۔

راہب کے پاس سے ہٹ کر تمیم ربیعہ اور اس کی ماں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ مَیں تم دونوں کو یہاں سے خدا حافظ کہتا ہوں ——— ربیعہ نے بوکھلا کر کہا۔ کیا آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر نہیں جائیں گے؟

نہیں، وہ شخص جو اس راہب کے پاس کھڑا ہے اس کا نام سالم بن عطاف ہے وہ تم دونوں کو تمہارے گھر پہنچا دے گا۔ اس کے علاوہ آپ کو صقلیہ جانے کے لیے کئی روز تک کشتی ملنے کی اُمید نہیں۔ تمہارے قیام کے لیے ایک سرائے میں کمرہ حاصل کیا جا چکا ہے۔ سالم تمہارے ساتھ ہوگا۔ وہ مخلص اور قابلِ اعتبار انسان ہے۔ تم دونوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھے گا اور بحفاظت تم دونوں کو تمہارے گھر پہنچا دے گا۔ ربیعہ نے مغموم آواز میں پوچھا۔ آپ اب کہاں جائیں گے؟

مجھے شمال مشرق کی طرف کوئی اور مہم سونپی جا رہی ہے ——— اس بار سعیرہ بولی۔ بیٹے! جب تمہیں فرصت ملے تو ہمارے ہاں ضرور آنا میں تمہارا انتظار کروں گی۔

وہاں سے ہٹ کر تمیم نے راہب کے پاس آتے ہوئے کہا۔ چلیے چلیں۔ سا...

اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔ جو اس کے پیچھے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ تمیم بھاگ کر آگے بڑھا اور راہب کو اس کے گھوڑے پر بیٹھنے میں مدد دی۔ پھر وہ خود بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے مشرق کی طرف چلے گئے۔

سعیرہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور سالم کے پاس آکر رکتی ہوئی بولی، کیا تمہارا نام سالم بن عطاف ہے ——— سالم نے سر کو قدرے جھکاتے ہوئے کہا ہاں میرا نام سالم بن عطاف ہے۔ سعیرہ نے پھر پوچھا۔

کیا تم بتا سکتے ہو، یہ راہب کون ہے اور یہ اس نوجوان کو کہاں لے گیا ہے جس نے ہمیں ظلمت کی شب اور برف کے طوفانوں سے نکالا ہے ——— سالم نے مختصر سا جواب دیا۔

میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ ایک ٹانگ والے اس راہب کا تعلق بلرم شہر کے مشہور کلیسا انطاکی سے ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے نارمنوں کی جاسوسی کرتا ہے۔

سعیرہ نے پریشانی میں پوچھا۔ وہ عیسائی ہو کر نارمنوں کی جاسوسی کیسے کرتا ہے جبکہ نارمن بھی عیسائی ہیں۔ سالم نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ آپ کے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔

اس بار ربیعہ نے پوچھا۔

اس جوان کا نام بتاؤ جو ہمیں برف کے طوفانوں سے نکال کر یہاں لایا ہے۔

سالم نے حیرت کا اظہار کیا۔ کیا اس نے آپ سے اپنا نام نہیں کہا؟

شکوے اور گلے کے انداز میں ربیعہ نے کہا۔ اپنا نام تو ایک طرف انہوں نے ہمیں اپنا چہرہ تک نہیں دکھایا۔ سالم نے چونکتے ہوئے کہا۔ وہ میرے آقا ہیں اور جو کام آقا نے نہیں کیا وہ اس کا غلام کیونکر کر سکتا ہے۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آئیے سرائے کی طرف چلیں۔ سالم اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور وہ دونوں ماں بیٹی اس کے ساتھ ہو لیں۔

سورج سمندر کی طرف غروب ہو رہا تھا۔ اجالا کسی بدیشی مسافر اور اجنبی کی طرح رخصت ہو گیا تھا۔ سمندر یوں سرخ ہو گیا تھا گویا الہامی قوتوں نے ڈھیروں مونگا ہیں کو اس میں حل کر دیا ہو۔ شام لہو لہو ہو گئی تھی سمندر کی تخریب کی پیاسی لہریں کف اور جھاگ اڑاتی ہوئی ایسی آوازیں پیدا کر رہی تھیں جیسے پرانی زنگ آلود زنجیریں ٹوٹ رہی ہوں۔ تمیم اور راہب یوحنا ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف سفر کر رہے تھے۔

تاریک سرد رات کے غمگین اندھیرے اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ راہب یوحنا اپنے سامنے بار بار غور سے یوں دیکھ لیتا تھا جس طرح تھکا ہارا اونٹ سرائے کی طرف دیکھتا ہے۔ تمیم نہیں جانتا تھا اس کی منزل کہاں ہے وہ صرف راہب کی راہبری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اندھیرے میں وہ اپنے پہلو میں سفر کرتے ہوئے راہب کی طرف کبھی کبھی یوں دیکھ لیتا تھا جس طرح ریوڑ کی بھوکی بھیڑ گڈریے کی طرف دیکھتی ہے۔

ایک دم راہب چلا اٹھا۔ ہماری منزل آگئی ——— تمیم نے غور سے اپنے سامنے دیکھا۔ ساحل سمندر پر کھڑے اسے کچھ بڑے بڑے مستولوں والے جہاز دکھائی دیئے جن کے بیچوں بیچ کچھ چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی کھڑی تھیں اور ساحل سمندر کی ریت پر آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن تھا جس کے گرد بے شمار لوگ بیٹھے تھے۔ اس الاؤ سے آگے کئی چھوٹے چھوٹے آگ کے الاؤ روشن تھے۔

راہب جب آگ کے اس بڑے الاؤ کے پاس آیا تو وہاں بیٹھے سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ راہب گھوڑے سے اترا اور اس کے پیچھے پیچھے تمیم بھی اپنے گھوڑے پر سے اتر چکا تھا۔ درمیانی عمر کے ایک عرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمیم کو مخاطب کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

راہب نے کہا۔ یہ ابن البعباع ہیں۔ قلعہ بلوطہ کے حاکم اور اٹلی میں لڑنے والے مسلمان رضا کاروں کے سرپرست۔ پھر راہب نے ابن البعباع کو مخاطب کر کے تمیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ تمیم بن صالح ہے وہی نوجوان جسے بلانے کے لیے آپ نے سالم بن عطاف کو روانہ کیا تھا۔ یہ اپنی پہلی مہم سر کر چکا ہے۔ آپ کی بہن اور بھانجی کو تلاش کر کے اس نے ربو پہنچا دیا ہے۔ جہاں سے سالم انہیں گھر تک پہنچا آئے گا ——— ابن البعباع آگے بڑھا اور الاؤ کی تیز روشنی میں وہ تمیم کو غور سے دیکھنے لگا۔ چند لحظوں تک وہ اسے سر سے پاؤں تک گھورتا رہا۔ پھر فسوں ساز اور خواب انگیز لہجے میں وہ بولا۔ وہی مردِ کہسار جس کے ہاتھ پتھر سے ہیرے تراشتیں۔ وہی شعلہ بیدار آنکھیں جن میں بجلیاں رقصندہ اور درخشندہ ہوں۔ ویسا ہی چٹانوں میں ڈھلا ہوا جسم جو ایک ہی اشارے میں سیل بلا انگیز کھڑا کر دے۔ وہی شاہین صفت نوجوان جو اپنی جلالی آبرو اور فاتحانہ وقار سے دریا کو دشت اور بوند کو سمندر بنا دے۔ خدا کی قسم یہ ان ہی جوانوں سے ہے جو جشنِ مقتل میں بھی مسکرانا جانتے ہیں۔ پھر ابن البعباع آگے بڑھا اور تمیم کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

اے ستودہ صفات نوجوان! یقیناً تو اس قابل ہے کہ تیری جنبشِ مژگان سے طوفان کھڑے ہو جائیں۔ میں تمہیں مرحبا کہتا ہوں ——— تمیم کا سر جھکا ہوا تھا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ راہب کچھ ایسی شفقت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے ایک مشفق باپ اپنے اکلوتے بیٹے کی طرف دیکھتا ہے جو ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہو رہا ہو۔ ابن البعباع نے پھر تمیم کو مخاطب کیا۔

اے ہمارے مویدِ حلیف میں تمہاری زبان سے بھی کچھ سننا چاہتا ہوں۔ تمیم نے اپنا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی۔ جیسے جور و استبداد کو کوئی دیوتا ایک جست کے ساتھ ابدی قربان گاہ کے کنارے سے کھڑا ہو کر اپنی پوری قوتوں کو یکجا کرنے لگا ہو۔ اس کی آنکھوں میں فطرت کے بے شمار نگوں کی پردہ ... تھی۔ پھر اس کی بھاری اور سمندری موجوں کی سی زوردار آواز بلند ہوئی اور الفاظ شعلہ بن کر فضاؤں میں بکھرنے لگے۔

مجھے جہاں بھی بھیجا جائے گا میں دشمن پر ایسی ضرب لگاؤں گا جس کے نشان نہ مٹ سکیں گے۔ میں ان کے ساتھ فشارِ قبر اور عدم و نیست کا وہ کھیل کھیلوں گا جس سے ان کے سر ہمارے سامنے بے کلاہ اور خمیدہ ہو جائیں۔ میرے پاؤں کے چھالوں میں بھی آپ کو وطن کی محبت میں آنسوؤں جیسی تپش محسوس ہو گی۔

ابن البعباع نے چونک کر پوچھا۔ تم پاؤں سے ننگے ہو۔ کیا تمہارے پاس جوتا نہیں؟ تمیم نے تاریک خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے۔ جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔ پاؤں میں جوتا نہ پہنوں گا اور وہ مقصد وہی ہے جو آپ مجھے سونپیں گے۔

چند لمحوں تک سکوت طاری رہا۔ فضا میں کہیں کہیں برفانی پرندوں کے غول گزرنے کی سنسناہٹ سنائی دے جاتی یا کبھی کبھی شمال اور مغرب کی برف پوش اور سنسان چٹانوں کے اندر بھیڑیوں کے غاروں میں چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگتی تھیں۔ کچھ وقفوں کے بعد ابن البعباع پھر بولا۔

تم ایک مہم سر کر چکے ہو۔ اب ایک اور مہم تمہارے سپرد کی جا رہی ہے اگر تم اس میں بھی کامیاب لوٹے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں آنے والے پُرآشوب دور میں تم ہی عالمِ اسلام کے اُفق پر صقلیہ کا مجاہد بن کر نمودار ہو گے ——— تمیم نے بیتاب ہو کر پوچھا اس مہم کی نوعیت کیا ہے۔

تمہارا دوسرا بھائی جو اٹلی میں لڑنے والے رضا کاروں کا سپہ سالار تھا جب وہ بلادِ قلوریہ میں نارمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تھا تو اس کے بیشمار ساتھی نارمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔ نارمن انہیں غلاموں کی طرح استعمال کر رہے ہیں۔ نارمنوں کو اٹلی کے مسلمانوں سے جو مال و دولت ہاتھ لگا ہے وہ کئی بڑے بڑے جہازوں میں لاد کر نارمنڈی کی طرف روانہ ہوں گے۔ اور ان دیو ہیکل جہازوں کے چپو چلانے کے لیے وہ ان ہی مسلمان سپاہیوں کو استعمال کریں گے جو ان کی قید میں ہیں۔ شاید ایک ماہ تک نارمن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان جہازوں کے ساتھ نارمنڈی کی طرف روانہ ہوں ۔ ہمارے پاس جو اطلاعات پہنچی ہیں ان کے مطابق ان جہازوں کی حفاظت کے لیے پانچ ہزار مسلح نارمن ان جہازوں میں سفر کریں گے ۔ ان مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے یہ مہم آپ کے سپرد کی جاتی ہے ۔ مجھے یقین ہے آپ اس مہم سے سرخرو ہو کر نکلیں گے ۔

ابن البعباع چند لمحوں تک خاموش رہا پھر وہ کسی کو زور زور سے پکارنے لگا ۔
ساریہ ! ساحل سمندر کے ساتھ کھڑے جہازوں کے اندر سے ایک نوجوان نمودار ہوا اور آگ کے الاؤ کے پاس رکتے ہوئے اس نے ابن البعباع سے پوچھا ۔

مجھے پکارا آپ نے ۔

ابن البعباع نے تمیم کی طرف اشارہ کیا ۔ ان سے ملو یہ تمیم بن صالح ہیں ۔ اٹلی میں لڑنے والے مسلم رضاکاروں کے نئے سالار ! ساریہ نے آگے بڑھ کر تمیم سے پُرجوش مصافحہ کیا ۔ ابن البعباع نے اس بار تمیم سے کہا ۔

تمیم یہ تمہارا نائب ہوگا ۔ اس کا نام ساریہ بن خصیب ہے ۔ یہ کبھی بحری قزاق ہوا کرتا تھا اور بحیرہ روم کے اندر عیسائی بحری قزاقوں کو لوٹنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا ۔ اب یہ مذہب و ملت کی پاسبانی کے فرائض انجام دے رہا ہے ۔ ساحل کے ساتھ ساتھ یہ جو بحری جہاز دکھائی دے رہے ہیں ان میں سے نصف کے قریب اس کے ہیں اور باقی کا تعلق میرے قلعہ بلوط سے ہے ۔ یہ ہر معاملے میں تمہارا دستِ راست ہوگا ۔ خصوصیت کے ساتھ سمندری جنگ میں یہ ایک بہترین معاون ثابت ہوگا ۔ سمندر میں لڑنے لڑانے کے یہ سارے گُر جانتا ہے ۔

ساریہ نے تمیم کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا ۔

آپ سب رضاکاروں کے سالار ہیں ۔ اس لحاظ سے میرے آقا اور امیر ہیں ۔
آپ کے ہر حکم کی پابندی میرا فرضِ اولین ہوگا ــــــ ابن البعباع پھر تمیم سے مخاطب ہو کر بولا ۔ آپ ساریہ سے مشورہ کر کے یہ طے کر لیں کہ آپ کو اپنی مہم کے لیے کب روانہ ہو کر کس جگہ دشمن سے تصادم کرنا چاہیے کیونکہ یہ سارے ساحلوں کی واقفیت رکھتا

ہے اور اسے علم ہے نارمن اٹلی کے مسلمانوں کا مال و دولت لے کر کب اور کہاں سے نارمنڈی کی طرف روانہ ہوں گے ۔ میں اب آپ سے رخصت ہوتا ہوں ۔ ہماری اگلی ملاقات قلعہ بلوط میں ہوگی جہاں آپ کی حیثیت ایک سالار اور معزز ترین جرنیل کی ہوگی ۔ میں صرف آپ کے استقبال کی خاطر یہاں آیا تھا ۔

ابن البعباع اور راہب یوحنا نے باری باری تمیم اور ساریہ سے مصافحہ کیا ۔ پھر وہ دونوں ساحل پر کھڑے ایک جہاز میں سوار ہو گئے ۔ جس کے اندر کھڑے بہت سے ملاحوں اور محافظوں کے ہاتھ حرکت میں آئے اور جہاز سمندر کے اندر جنوب کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔

○

دس بڑے بڑے بحری جہاز اور چند چھوٹی چھوٹی کشتیاں جن کے نیلے بادبان سمندر اور نیلی فضاؤں سے ہم رنگ ہو کر دھندلی دھندلی شکلیں اختیار کر گئے تھے بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ سب سے اگلے جہاز میں تمیم بن صالح اور ساریہ بن خصیب تھے اور ان کے ساتھ اس جہاز کے اندر پانچ سو مسلح جوان اور ان گنت گھوڑے تھے ۔ تمیم اور خصیب جہاز کے مستول کے پاس کھڑے سمندری پرندوں کا نظارہ کر رہے تھے جو کبھی سمندر میں بیٹھ جاتے اور کبھی فضاؤں کے اندر غوطے لگانے لگتے تھے ۔ تمیم کو شاید کوئی خیال گزرا اور اس نے خصیب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ۔

امن کے دنوں میں جب تمہارے سامنے کوئی مہم نہ ہو ۔ تمہارا ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے ۔

خصیب نے چونکتے ہوئے کہا ۔ صقلیہ کے سب سے بڑے اور بلند ترین آتش فشاں پہاڑ اٹنا کی ان آبناؤں اور غاروں کے اندر جو سمندر کی تخریب پسند لہروں کی شکست و ریخت سے وجود میں آئی ہیں ۔ کیا اس سے قبل ابن البعباع نے آپ کو ہمارے متعلق کچھ نہیں بتایا ۔

نہیں ساحل سمندر پر آگ کے الاؤ کے پاس میری اس کی پہلی ملاقات تھی اور اس سے قبل ــــــ تمیم کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا ۔ ساحل سمندر کی طرف سے چھوٹی سی ایک کشتی بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ تمیم نے دیکھا اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کشتی کا بادبان گہرے نیلے رنگ کا تھا جس کے وسط میں سرخ رنگ کا ایک شاہین بنا ہوا وانہ ڈوب گئی اور بڑی رقت کے ساتھ وہ بڑی مشکل سے کہہ سکا میرے آقا! ریو میں قیام
تھا۔ جس نے اڑان کے لیے اپنے پر پھیلا رکھے تھے اور اس کی چونچ سے خون کے قطرے ٹپکنے والے ہیں۔ بس مسلمان آپ کی فوری توجہ کے حق دار ہیں یا امیر! ریو کے ان مسلمانوں میں
ٹپک رہے تھے۔ تمیم نے فوراً مڑ کر اپنے جہاز کے بادبان کی طرف دیکھا وہ بھی گہرے سلم قوم کی نوجوان لڑکیاں بھی ہیں اگر آپ ان کی مدد کو نہ پہنچے تو ان کی عصمت محفوظ نہ
نیلے رنگ کا تھا اور اس کے وسط میں بھی سرخ رنگ کا پرواز کرتا ہوا شاہین بنا ہوا تھا۔ رگی اور نارمن بھیڑیے انہیں یوں داغ دار کریں گے جس طرح پھول کو پاؤں تلے مسل دیا
چھوٹی سی وہ کشتی جو بڑی تیزی سے ساحل کی طرف سے آئی تھی ان کے جہاز جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں آپ ایک اہم مہم پر جا رہے ہیں اس کے باوجود مجھے یقین
کے قریب آ کر رکی۔ اس میں چار آدمی سوار تھے۔ جو ہر لحاظ سے مسلح تھے۔ پھر ان میں ہے آپ ریو کے مسلمانوں کی طرف سے اپنی آنکھیں بند نہ کر لیں گے ——— اس
سے ایک نوجوان نے زور سے چلاتے ہوئے پوچھا۔ جوان نے اپنی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسو اپنے عمامے سے پونچھتے ہوئے لرزتی اور
ہمیں تمیم بن صالح سے ملنا ہے جو مسلمان رضا کاروں کے سالارِ اعلیٰ ہیں تمیم کپکپاتی آواز میں کہا۔ بس میں نے جو کچھ کہنا تھا آپ سے کہہ چکا۔
عرشے پر چلتا ہوا ان سے قریب ہوا اور بلند آواز میں پوچھا۔ تمیم نے وقت ضائع کیے بغیر پھر پوچھا۔
تم لوگ کون ہو؟ اور تمیم بن صالح سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ نارمن کس طرف سے حملہ آور ہو رہے ہیں اور ان کا لشکر اس وقت ریو سے کتنے
اسی نوجوان کی آواز پھر سنائی دی۔ ہم آپ کے لشکر کا ہی ایک حصہ ہیں۔ ہمارا فاصلے پر ہوگا۔ اس نوجوان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
کام اٹلی میں اپنے لشکر کے لیے جاسوسی کرنا ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ تمیم بن صالح مسلم نارمنوں کا لشکر کئی بحری جہازوں میں سوار ہے اور ان کا رخ نقوطرہ سے ریو
رضا کاروں کے لیے سالارِ اعلیٰ مقرر ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس ان کے لیے ایک انتہائی طرف ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس لشکر کو نقوطرہ کی بندرگاہ سے کوچ کرتے
اہم خبر ہے۔ نوجوان! ہمیں باتوں میں الجھا کر ہمارا وقت ضائع نہ کرو اور سالارِ اعلیٰ یہاں ہے۔ وہ انتہائی شمالی اور سمندری شہر اتربیہ کی طرف سے آئے اور نقوطرہ میں صرف
کو ہماری آمد کی اطلاع کرو۔ ہم جو خبر لائے ہیں اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اگر تم نے دو ساعتیں انہوں نے قیام کیا تھا۔ اگر وہ اپنی اسی رفتار سے سفر کرتے رہے تو اندیشہ ہے
ہمارا وقت ضائع کرنے کی کوشش کی تو واللہ میں تمیم بن صالح سے التماس کروں گا وہ آنے والی رات کے دوران کسی بھی وقت ریو کو اپنا آماج اور ہدف بنا سکتے ہیں۔
تمیم نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ جہاز کے ایک کمرے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اس
تمہارا محاسبہ کرے۔
تمیم نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا۔ حالت اس خونخوار تیندوے کی سی تھی جو ایک بار دھوکے سے شکاری کے ہاتھوں زخمی
کہو میں ہی تمیم بن صالح ہوں اور میرے ساتھ دوسرا سالار یہ بن خصیب ہے۔ ہو کر اپنی پوری قوت اور قہرمانیت کے ساتھ حملہ آور ہونے لگا ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ
وہی نوجوان اب مؤدب ہو کر بولا۔ پس لوٹا اس کے ہاتھ میں ناشر الصوت تھا۔ اس کا چہرہ غصے اور جذبات میں شعلہ بداماں
یا امیر! نارمنوں کا آٹھ دس ہزار کا ایک لشکر بڑی تیزی سے ریو کی بندرگاہ کی گیا تھا۔ سوئے ہوئے اس سمندر کی طرح جس کا سکون درہم برہم ہو گیا ہو اور وہ قہر کا طوفان
طرف بڑھ رہا ہے۔ ان کا مقصد ان ہزاروں مسلمانوں کو لوٹنا ہے جو اٹلی سے صقلیہ کی طرف ہجرت کر کر جاگ اٹھا ہو۔ یا اس قزاقِ اجل کی طرح جو اپنے پورے بڑ رقابت کے ساتھ قطع
کر رہے ہیں اور کشتیوں کے انتظار میں ریو کی سراؤں میں قیام کیے ہوئے ہیں۔ اس نوجوان کی برید کا کھیل کھیلنے نکلا ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنی اسی جگہ آکر جہاں وہ پہلے کھڑا تھا تمیم نے ناشر الصوت اپنے منہ سے لگا
پھر سمندر کی نم آلود فضاؤں میں اس کی جوان، توانا اور رعد کی طرح کڑکتی ہوئی آواز گو
گئی ۔ وہ اپنے ساتھی رضاکاروں سے مخاطب ہوا تھا۔

فرزندانِ کعبہ ! میں تمیم بن صالح بول رہا ہوں ۔ اپنے جہازوں اور کشتیوں کے
واپس موڑ لو ۔ ویرانہ نورد اور بوم خصلت نارمن ان بے بس مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے
جو اپنے قیمتی مال و متاع کے ساتھ صقلیہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے ریو کی سراؤں میں
کشتیوں کا انتظار کر رہے ہیں ۔ میرے ہم نفسو ! آندھی اور طوفان بن کر بڑھو، ہما
منزل ریو کی بندرگاہ ہوگی ۔

ایک ساتھ کئی بادبان حرکت میں آئے اور جہازوں نے اپنے رُخ موڑ لیے
اور ان گنت بازو ابھرے اور بڑی تیزی سے چپو چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور
بن صالح کی سرکردگی میں وہ رضاکار تیز طوفان کی طرح ریو کی طرف بڑھ رہے تھے

رات اپنی شیطنت کے پورے رنگوں کے ساتھ وارد ہوئی تھی ۔ اداس شفق
راز اپنے سینے میں لیے سسکتی ہوئی رخصت ہوگئی تھی ۔ جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے درم
خلیج مسینا کا پانی سُرخ ہو گیا تھا ۔ پھر آہستہ آہستہ قافلۂ آدم کی طرح ستارے نمودار ہو کر
خشک پتوں کی طرح آسمان پر بکھر گئے اور کافرانہ انداز کے ساتھ اس تاریک زمین کی
دیکھنے لگے جو اس وقت بھاگتی کسی بوڑھی اور سیاہ درخت کی طرح اداس ہو گئی تھی ۔ وقت
رہا ۔ پھر مشرق طنزیہ انداز میں مغرب کی طرف دیکھنے لگا تھا کیونکہ چاند طلوع ہوا تھ
پوری کائنات و انام اس کی روشنی میں نہا گئی تھی ۔

ربیعہ، اس کی ماں سعیرہ اور سالم رات کے اس وقت اس سرائے سے نکل کر
میں انہوں نے قیام کر رکھا تھا بندرگاہ کی طرف جا رہے تھے ۔ انہیں کشتی مل گئی تھی اور
کے اس وقت وہ صقلیہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے ۔

ابھی وہ ساحل کی اس جگہ سے دُور ہی تھے جہاں سے انہوں نے کشتی پر

ہوتا تھا کہ ایک دم خاموش فضائیں تلاطم آشنا ہو گئیں ۔ کئی بڑے بڑے جہاز ریو کی بندرگاہ
پر آ رکے وہ وحشی نارمنوں کے جہاز تھے اور ان میں وہ نارمن سوار تھے جو ریو پر حملہ آور ہونے
کے لیے آئے تھے ۔

جہاز جونہی ساحل پر رُکے، غارت گر اور خون آشام نارمن نیچے اترے اور اپنی پوری
حیوانی طلب اور شور و شر کے ساتھ ریو کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ۔ وہ ان سراؤں اور
گھروں کا رُخ نہ کر رہے تھے جہاں صلیب لہرا رہی تھی ۔ مسلمانوں کے گھروں کو انہوں نے لوٹنا
اور آگ لگانا شروع کر دیا تھی ۔ سراؤں میں ٹھہرے ہوئے مسلمانوں کی عجیب کیفیت ہو گئی
تھی ۔ ان کی حالت اس بدقسمت مسافر جیسی تھی جس کی منزل اس کے سامنے آکر نگاہوں سے
اوجھل ہو گئی ہو ۔ مسلمان بچارے لُٹ رہے تھے ۔ نارمنوں کی حالت کچھ ایسی تھی جیسے بےشمار
سؤر اپنے باڑے سے نکل کر مہذب انسانوں پر حملہ آور ہو گئے ہوں ۔

ربیعہ، سالم اور سعیرہ نارمنوں کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر پلٹے اور اس سرائے کی طرف
واپس بھاگے جس میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے ۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ دو نارمن
اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے تعاقب میں لگ گئے ۔

بھاگتے ہوئے بوڑھی سعیرہ، ذرا پیچھے رہ گئی تھی ان دونوں نارمنوں نے اسے فوراً
جا لیا اور اپنی تلواروں سے پے در پے حملے کر کے اسے ختم کر دیا ۔ سعیرہ زمین پر گری اور
تڑپ تڑپ کر مر گئی ۔ اس کا خون بہہ کر زمین پر پھیل گیا تھا ۔ ربیعہ نے واپس مڑ کر اپنی تڑپتی
ہوئی ماں کی طرف بڑھنا چاہا ۔ لیکن سالم نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا ۔

ایسا کرنا حماقت ہے ۔ میرے ساتھ تیزی سے بھاگو ورنہ یہ ہم دونوں کو بھی زندہ
نہ چھوڑیں گے ۔ اگر انہوں نے تمہیں پکڑ لیا تو میں پوری زندگی اپنے آقا کو منہ نہ دکھا سکوں
گا ـــــ ربیعہ اب اپنی پوری رفتار سے سالم کے ساتھ بھاگ رہی تھی ۔ دونوں
بھاگتے ہوئے ایک تنگ اور تاریک گلی میں داخل ہوئے جو آگے جا کر ایک کھلے میدان
میں کھلتی تھی ۔ ربیعہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی اور سالم اس کا بازو پکڑ کر دوڑ رہا تھا ۔
جب وہ اس کھلے میدان میں آئے جس کے اندر وہ تنگ گلی کھلتی تھی تو انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ سالم نے فوراً کچھ سوچا اور بائیں طرف ایک ایسے مکان کے بیرونی دروازے کے چھجے تلے کھڑا ہو گیا جو تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور جس کے اوپر لکڑی کی صلیب نصب تھی۔

وہ دونوں نارمن جوان کا تعاقب کر رہے تھے اس کھلے میدان میں اپنے گھوڑے دوڑانے لگے تھے شاید وہ ان دونوں کو تلاش کر رہے تھے۔

ربیعہ اور سالم جس دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے تھے اچانک وہ دروازہ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف کھلنا شروع ہو گیا۔ سالم نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی اور ربیعہ خستگی اور ماندگی کی حالت میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس مکان کے اندر سے کسی کے سرگوشی کرنے کی آواز سنائی دی۔

میں جانتا ہوں تم دونوں مسلمان ہو اور یہ دونوں نارمن تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اندر آ جاؤ تمہارا یہاں ٹھیرنا خطرے سے خالی نہیں ایسی صورت میں وہ دونوں تمہیں تلاش کر لیں گے۔ ربیعہ اور سالم اس مکان میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا دروازہ کھولنے والا ایک بوڑھا مرد تھا جس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ جب اس بوڑھے نے دروازہ بند کر دیا اور وہ ان کے ساتھ مکان کے اندرونی حصے کی طرف جانے لگا تو سالم نے اس سے سرگوشی میں پوچھا۔

کیا تم عیسائی ہو؟

بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اگر تم نے یہ اندازہ صدر دروازے پر نصب لکڑی کی اس صلیب سے لگایا ہے تو تم غلطی پر ہو۔ ہم مسلمان ہیں اور یہ صلیب عیسائی حملوں سے محفوظ رہنے کی خاطر احتیاط کے طور پر ہم نے لگا رکھی ہے ——— وہ بوڑھا کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ صدر دروازے کے قریب ہی انہیں ان دو نارمنوں میں سے ایک کی آواز سنائی دی وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہوا تھا۔

ان دونوں کو یہیں کہیں ہونا چاہیے۔ وہ بھاگ کر آگے نہیں گئے۔ یہیں کہیں چھپے ہوں گے۔ دوسرے نارمن نے قدرے جھلاتے ہوئے کہا۔ تم ان کے متعلق اس قدر بیتابی

اظہار کیوں کر رہے ہو۔ پہلا پھر بولا۔ تم بے وقوف ہو چاند کی روشنی میں اس لڑکی کا چہرہ میں نے دیکھا بالکل قوسِ قزاح کے گلابی رنگ جیسا اس کا چہرہ میں نے اپنی زندگی میں اس قدر حسین لڑکی نہیں دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے پورے عرب کا حسن اس میں سمو دیا گیا ہو۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جا کر اسے اپنی بیوی بناؤں گا۔ اگر وہ مجھے نہ ملی تو میں سمجھوں گا کوئی مجھ سے میری روح چھین کر لے گیا ہے۔

ربیعہ، سالم اور وہ بوڑھا دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو کر ان دونوں نارمنوں کی بات چیت سن رہے تھے ایک ساتھ بے شمار گھوڑے دوڑنے کی آواز سنائی دی پھر ایک نارمن کی آواز بلند ہوئی۔ ہمارے ساتھی آ گئے ہیں ہمیں اب ان میں شامل ہو جانا چاہیے۔ دوسرے نارمن نے ضد کرتے ہوئے کہا۔ میں اس لڑکی کو ضرور تلاش کروں گا۔ دیکھو اس مکان کے دروازے پر صلیب نصب ہے میں ضرور ان سے اس لڑکی کے متعلق پوچھوں گا۔ یہ ہمیں اس لڑکی کے گھر کا پتہ ضرور بتا دیں گے اور اس طرح میں اسے اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ان نارمنوں نے کوئی فیصلہ کیا اور پھر وہ اسی گھر کا دروازہ پیٹنے لگے جس کے اندر ربیعہ اور سالم تھے۔ اچانک اس بوڑھے میزبان کے منہ سے گھبراہٹ میں نکل گیا۔

غضب ہو گیا۔ وہ دونوں نارمن ادھر ہی آ گئے ہیں۔

دستک دینے والے نارمن نے چلا کر کہا۔ یسوع مسیح کی قسم! وہ لڑکی اسی مکان میں ہے۔ میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ وہ یہیں کہیں ہیں بھاگ کر نہیں گئے۔ پر یہ دروازہ کیوں نہیں کھل رہا۔ آؤ دونوں مل کر اسے توڑ دیتے ہیں۔ سالم اپنی تلوار مضبوطی سے تھامتے ہوئے مستعد ہو گیا تھا۔ باہر کھلے میدان میں ان گنت نارمنوں کے شور کرنے اور گھوڑے دوڑانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ایک دم دروازہ ٹوٹ کر گر گیا اور دونوں نارمن غضب آلود چہروں کے ساتھ اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک ربیعہ کو دیکھتے ہی چلا اٹھا۔ قسم خداوند یسوع مسیح کی یہی وہ لڑکی ہے اور اسی کی مجھے تلاش تھی۔ سالم نے اپنے سامنے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کڑک کر کہا۔

وہیں کھڑے رہو۔ اگر کوئی آگے بڑھا تو گردن کاٹ دوں گا۔ وہ نارمن غراتا ہوا آگے بڑھا۔ دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑتے ہو۔ میں ہر حال میں اس لڑکی کو حاصل کر کے رہوں گا۔

وہ نارمن ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا۔ کہ باہر اللہ اکبر کی زوردار اور پُر اثر تکبیریں بلند ہونے لگیں اور مسلمانوں کے گھروں کو لوٹنے والے نارمن زور زور سے چلا کر اپنے ساتھیوں کو مستعد و مطلع کرنے لگے تھے۔

مسلمان آ گئے، مسلمان آ گئے!

اب اللہ اکبر کی صدائیں لگاتار کچھ اس طرح سنائی دینے لگی تھیں جیسے برق و رعد کی آوازیں بلند ہو رہی ہوں۔ یا خوابیدہ سمندر برہم ہو کر جاگ اُٹھا ہو اور اس کے کنارے کی خاموش اور سیاہ چٹانیں بھیانک آوازوں میں ٹوٹنے لگی ہوں۔ دونوں نارمن مڑے اور باہر بھاگ گئے۔ وہ خوفزدہ دکھائی دے رہے تھے۔ اب چاروں طرف تکبیر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں جیسے فطرت کے جنگجو عناصر قدرت کی رہنمائی میں کائنات کے عدو پر جھپٹ پڑے ہوں۔

ربیعہ اور سالم بھاگتے ہوئے باہر آئے انہوں نے دیکھا بندرگاہ کی طرف سے بے شمار گھوڑے سرپٹ دوڑتے اور دھول اڑاتے ہوئے اس کھلے میدان کی طرف آ رہے تھے جس کے اندر نارمنوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ جب وہ سوار چاند کی روشنی میں ان کے سامنے آئے تو انہوں نے دیکھا ان سواروں کے آگے آگے تمیم بن صالح اپنے سفید اور سرکش گھوڑے پر سوار طوفان اور آندھی کی طرح بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سالم چلا اٹھا۔

میرے آقا آ گئے، میرے آقا آ گئے!

ربیعہ بڑے شوق سے تمیم کی طرف دیکھ رہی تھی جو تپتے صحرا میں اُٹھنے والے تیز اور بے کنار بگولوں کی طرح نارمنوں پر حملہ آور ہو رہا تھا بالکل اس چوپان، اس گڈریے اور اس چرواہے کی طرح جس کے ریوڑ پر بھیڑیوں نے حملہ کر دیا ہو اور وہ اپنی خون آشام تلوار سونت کر ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمیم بن صالح کی قیادت میں آنے والے مسلمان رضاکار راس و ذنب بن کر کسوف و خسوف کی طرح نارمنوں پر چھانے لگے تھے۔ شہر کے اندر اس کھلے میدان میں موت کا رقص شروع ہو گیا تھا۔

دفعتاً ربیعہ اور سالم چونک پڑے۔ چھ نارمن سوار اپنی تلواریں سونتے ہوئے اکیلے تمیم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ شاید وہ جان گئے تھے کہ وہ آنے والے مسلمان رضاکاروں کا سالار ہے۔ لہٰذا وہ اسے ختم کر کے میدان کو اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہتے تھے۔ ان چھ سواروں نے تمیم کو گھیر لیا تھا۔ تمیم ان کے درمیان خاموش چٹان اور پرسکون سمندر کی طرح کھڑا تھا۔ ربیعہ کی حالت یوں ہو گئی تھی جیسے ابھی کوئی دیر میں وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے گی۔

نارمن سوار تمیم کے گرد حصار تنگ کرتے جا رہے تھے۔ تمیم بار بار گھوڑے کی باگیں کھینچ کر کسی اچھے رخ پر ان کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا لیکن گھوڑا شاید اس کی خواہش کے مطابق عمل نہ کر رہا تھا۔ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی چمکتی ڈھال تمیم نے گھوڑے کے منہ پر مارتے ہوئے زور سے کہا۔

تمہیں میرا مطیع و منقاد بن کر لڑنا ہو گا۔

گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اُٹھا کر زور سے ہنہنایا۔ تمیم نے کربناک درد اور پُرالم آواز میں کہا۔ قسم کعبہ کے رب کی اگر میں آج تمہاری وجہ سے مارا گیا تو قیامت کے روز میں تمہارے خلاف اپنے رب سے فریاد کروں گا۔

اسی لمحے سارے نارمن ایک ساتھ تمیم پر حملہ آور ہوئے۔ تمیم نے زور سے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور اس کی اگلی ٹانگوں کے قریب خوب زور سے اپنے پاؤں کی ضرب لگائی۔ گھوڑا ہلکی ہلکی آواز میں ہنہنایا جیسے اپنے مالک کے ساتھ کوئی عہد کرنے پر رضامند ہو گیا ہو پھر چشم زدن میں اس نے اپنی اگلی دونوں ٹانگیں دوہری کرتے ہوئے اپنا بدن سمیٹا پھر گویا وہ زمین پر بچھ سا گیا تھا۔

ایک ساتھ چھ تلواریں تمیم پر برسیں تھیں۔ ربیعہ چونک پڑی تھی، وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکی تھی اس نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا یا اللہ میرے محسن کو فتح، پھر وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ اس کے قریب ہی کھڑے سالم نے لمحہ بہ لمحہ پگھلتی ہوئی آواز میں کہا۔ اے مشرق و مغرب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے رب ! میرے آقا کی خیر!

ایک دم تمیم کا گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا۔ سالم نے دیکھا تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ان چھ کے درمیان فضا میں ابھرا تھا اور اس کی ڈھال ان کی تلواروں سے ٹکراتی ہوئی بلند ہوئی تھی۔ ان سب کے حملوں کا دفاع کر چکا تھا۔

جونہی گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا تمیم بپھر گیا۔ جب وہ اپنی تلواریں علیحدہ کر رہے تھے تمیم عقاب کی مانند ان پر جھپٹا اور ان میں سے دو کی گردنیں کاٹ کر اپنا پینترا بدل کر علیحدہ ہو گیا تھا۔ فضا میں مرنے والے نارمنوں کی المناک چیخیں بلند ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی سالم نے خوشی میں چلاتے ہوئے زور سے کہا تھا۔

مرحبا ! صالح کے بیٹے ! مرحبا !

ربیعہ نے چونک کر اپنا رُخ بدلا اور اس نے دیکھا تمیم ایک نئے جذبے کے ساتھ اپنے چار دشمنوں پر جان لیوا حملے کر رہا تھا۔ ربیعہ کے ہونٹوں پہ ستاروں کی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ چاروں نارمن پھر تمیم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ تمیم نے گھوڑے کی لگام کو ایک زور کا جھٹکا دیا اور وہ ایک جگہ پر کھڑے ہی کھڑے اپنے بدن کو چاروں طرف گھمانے لگا تھا۔ اس حملے میں بھی تمیم کامیاب رہا اور اس نے دو نارمن اور ختم کر دیئے۔ باقی دو نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن تمیم نے انہیں موقع نہ دیا وہ ان کے سر پہ سوار ہو گیا تھا اور چند لمحوں بعد وہ انہیں بھی ختم کر چکا تھا۔ تمیم اب اپنے رضاکاروں کے ساتھ نارمنوں کے اندر گھس کر لڑنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی نارمن ابھی تک جم کر مقابلہ کر رہے تھے کیونکہ ان کی تعداد مسلم رضاکاروں سے کہیں زیادہ تھی۔ تاہم تمیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے کاٹ کر ان کی تعداد کم کرتا جا رہا تھا۔ اتنے میں بندرگاہ کی طرف سے تکبیر کی بلند آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر ان گنت گھوڑ سوار بندرگاہ کی طرف سے لڑائی کے میدان کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان نئے آنے والے سواروں کے آگے آگے ساریہ بھی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ نئے مسلم رضاکاروں کے آنے کے باعث جنگ کی بھٹی زیادہ گرم ہو گئی تھی۔ نارمن اب لمحہ بہ لمحہ پٹتے جا رہے تھے اور پھر ایک ایک کر کے وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے سب کو تہ تیغ کر دیا تھا۔

ساریہ اپنا گھوڑا تمیم کے قریب لایا اور ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کے کہنے کے مطابق بندرگاہ سے میں نے نارمنوں کو مار بھگایا ہے۔ ان میں سے کچھ ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور کچھ اپنے جہازوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہیں۔

تمیم جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے دیکھا ایک طرف سے سالم بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا تھا اسے دیکھتے ہی تمیم اس کی طرف بڑھا اور فکرمند لہجے میں پوچھا تم ابھی تک یہیں ہو ؟

سالم نے افسردگی سے کہا۔ ہم نے آج رات کشتی پر سوار ہونا تھا۔ بدقسمتی سے جب ہم کشتی پر سوار ہونے کے لیے بندرگاہ گئے تو نارمنوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملے میں ابن البعباع کی بہن اور ربیعہ کی ماں ماری گئی۔ تمیم نے چونک کر پوچھا۔

ربیعہ کی ماں ماری گئی ؟

سالم نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ ہاں میرے آقا ! ربیعہ کی ماں نارمنوں کے ہاتھوں قتل ہو گئی ہے۔ میں بے بس اور مجبور تھا میرے آقا ! دو نارمن ربیعہ کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے۔ وہ ربیعہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن آپ کے بروقت حملہ کرنے سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تمیم نے غمگین انداز میں پوچھا۔ ربیعہ کہاں ہے ؟

دیوار کے ساتھ اندھیرے میں کھڑی ربیعہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے سالم نے کہا۔ وہ سامنے تاریکی میں کھڑی ہے۔ تمیم نے اپنے نائب ساریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ساریہ سارے جوانوں کو بندرگاہ لے جاؤ۔ میں ابن البعباع کی بھانجی سے مل کر آتا ہوں۔ شہر میں منادی کرا دو کہ جس نے بھی صقلیہ جانا ہو وہ بندرگاہ آ جائے۔ ہم انہیں اپنے جہازوں میں صقلیہ چھوڑ کر آئیں گے۔ ہمارا لشکر بھی ہمارے ساتھ ہو گا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور صقلیہ کے ساحل سے ہی ہم شمال کی طرف اپنی مہم پر روانہ ہو جائیں گے یہاں مسلمانوں کیفیت پھیلنے لگی تھی اور تمیم جیسے وہ اپنے دل کے نہاں خانوں میں محفوظ کر چکی تھی ۔ اب اس کے

کا طویل قیام خطرناک ہے ۔ نارمن اپنی بھاری کمک کے ساتھ بہت جلد پھر ربیعہ سامنے کھڑی وہ شیر گرم سکون محسوس کر رہی تھی ۔

تمیم نے پھر اسے مخاطب کیا ۔ آؤ بندرگاہ کی طرف چلتے ہیں ۔ میں آج رات ہی

حملہ آور ہوں گے ۔ میں ان کے آنے سے قبل مسلمانوں کو یہاں سے نکال لے جانا چا

یوں میں رکے ہوئے مسلمانوں کو صقلیہ کے ساحل پر پہنچا کر دوبارہ اپنی اسی منزل کی طرف

ہوں ۔ روانہ ہونا چاہتا ہوں جس سے لوٹ کر میں یہاں آیا ہوں ۔

سارے لشکر کے ساتھ بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔ تمیم اپنے گھوڑے سے

اور اس کی باگ پکڑ کر آہستہ آہستہ وہ ربیعہ کی طرف بڑھا ۔ تمیم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر ربیعہ اس کے ساتھ ہو لی ۔ تینوں بندرگاہ آئے ۔ وہاں بے شمار اور ان گنت مسلمان

ربیعہ بھی آگے بڑھی اور اندھیرے سے نکل کر چاندنی میں وہ تمیم کے سامنے آ کھڑی ہوئی ۔ مرد عورتیں ان کے بحری جہازوں میں سوار ہو رہے تھے ۔ تمیم بھی ربیعہ اور سالم کے

اس کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ۔ بیچاری ماں ساتھ اپنے بحری جہاز میں سوار ہوا ۔ دونوں کو اپنے جہاز کے اس کمرے میں جو اس کے

ماں جو مر گئی تھی ۔ تمیم نے ربیعہ کو نظر بھر کر دیکھا جو اس کے سامنے سر جھکائے دونوں کے لیے مخصوص تھا بٹھانے کے بعد تمیم دوبارہ باہر آیا اور مسلمانوں کو بحری جہازوں میں بٹھانے

حسین مجسمے کی طرح کھڑی تھی ۔ ربیعہ نے روتے روتے ایک بار بڑے اعتماد اور بٹھانے کے انتظامات کی نگرانی کرنے لگا تھا ۔

سے تمیم کی طرف دیکھا ۔ دوبارہ اس کی گردن جھک گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو

لشکر کے بحری جہاز صقلیہ کی انتہائی شمالی بندرگاہ مسینا کے کنارے کھڑے تھے ۔

گرنے لگے ۔ تمیم نے کرب و مایوسی سے بھرپور آواز میں کہا ۔

ربیعہ ! ربیعہ مجھے تمہاری ماں کے مرنے کا دکھ ہے ۔ کاش میں اس حال اور جن مسلمان مرد و عورتوں کو وہ جنوبی اٹلی سے لے کر آئے تھے وہ جہازوں سے اتر کر اپنے

میں ہوتا کہ بروقت یہاں پہنچ کر تمہاری مدد کر سکتا ۔ ال و اسباب کے ساتھ اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو رہے تھے ۔ تمیم بھی سالم اور ربیعہ کے

ربیعہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے ۔ تاہم اس کے چہرے پر غم اور حسرت کی نقاب ساتھ اپنے جہاز سے نیچے اترا ۔ اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی ربیعہ کے چہرے پر خوشدلانہ

میں درد اور کرب کی ریت اڑ رہی تھی ۔ پھر اس نے اپنی پھولوں جیسی حسین آنکھیں مسکراہٹ تھی ۔ اس پر نشہ بہار کا مخمور تھا ۔ شاید اس لیے کہ تمیم اس کے ساتھ تھا

اٹھا کر تمیم کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی ایسی آواز بلند ہوئی جس میں ایک طرح ناداں تھی ، نہ جانتی تھی کہ چند لمحوں بعد وہ اس سے جدا ہونے والی ہے ۔

میٹھی تڑپ اور ستاروں کے گیتوں کا رس تھا ۔ وہ تمیم سے مخاطب ہوئی تھی ۔ جب وہ جہاز سے اترے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے سفید رنگ کے

میں اب بھی آپ کی مشکور ہوں کہ آپ وقت پر ہماری مدد کو آئے ہیں ۔ گھوڑے کھڑے تھے اور لشکر کے دو سپاہی ان کی لگامیں پکڑے کھڑے تھے ۔ تمیم نے

میں آپ کی طرف سے مایوس تھی اس لیے کہ میں جانتی تھی آپ انتہائی شمال میں ربیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

کٹھن مہم کو سر کرنے میں مصروف ہوں گے ۔ آپ اگر نہ آتے تو ظالم نارمن شاید مجھے اور ربیعہ ! یہ تم دونوں کے گھوڑے ہیں ۔ اب تم سالم کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ۔

کو بھی قتل کر چکے ہوتے ۔ ربیعہ خاموش ہو گئی ۔ اس نے کافی حد تک اپنے کو سنبھال بحفاظت تمہیں تمہارے گھر پہنچا دے گا ۔ ربیعہ کے چہرے سے زندگی کا سارا سرمایہ

تھا ۔ موت کی مسکراہٹ کی جگہ اب اس کے ہونٹوں پر پہاڑی جھرنوں کے گیتوں لٹا جا رہا اور اس نے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے ہمتر بانی ہوئی آواز میں کہا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا آپ میرے ساتھ نہ جا سکیں گے؟

برف جیسے ٹھنڈے الفاظ میں تمیم نے کہا۔ نہیں میں تمہارے ساتھ نہ جاسکوں گا۔ مجھے ایک نہایت اہم اور مقدس فریضہ ادا کرنے کی خاطر شمال کی طرف روانہ ہونا ہے۔ تھوڑی دیر قبل مسکراتی ہوئی ربیعہ کی حالت یوں ہو گئی تھی جیسے وہ کسی صحرا میں کھڑے اس تنہا اور خشک درخت کی مانند ہو جو برسوں کا پیاسا کسی راہ گزر کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا ہو۔

ربیعہ کے تخیلات کی ساری اڑانیں ختم ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے اور وہ طفلانہ معصومیت اور سادگی سے بس تمیم کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے سُرخ گالوں پر آنسو بہہ نکلے تھے اور وہ بیچاری بُری طرح اپنے پنکھڑیوں جیسے اور نازک ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ تمیم تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ربیعہ کو دیکھتا رہا، پھر اس کی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

ربیعہ! ہم دونوں کی کرب و مایوسی میں یہ دوسری ملاقات ہے۔ نہیں جانتا ہم پھر کب ملیں گے۔ ہو سکتا ہے ہم دونوں کی یہ آخری ملاقات ہو۔ میں تیغ و کفن باندھ کر ایک ایسے میدان میں اتر چکا ہوں جہاں ہمہ وقت موت کشت کاری کا بازار گرم رکھتی ہے۔

ربیعہ نے ہچکیاں لے کر روتے ہوئے کہا۔ آپ وعدہ کیجئے جب آپ مہم سے سرخرو ہو کر واپس آئیں گے تو ہماری بستی کے پاس سے گزرتے ہوئے کتراکر آگے نہ نکل جائیں گے۔ یہ سوچ کر اس بستی میں ضرور آئیے کہ کوئی آپ کا انتظار کر رہا ہوگا۔

تمیم نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔ اس کی گردن جھک سی گئی تھی اور وہ ربیعہ کو خدا حافظ کہتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ربیعہ اسے التجا بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں غم کی چلمن کے پس منظر میں آن جانا اور گہرا سوگ تھا۔ اس نے دبے لہجے اور لرزتی آواز میں کہا۔

مجھے معلوم نہیں آپ کیا سوچتے ہوئے رخصت ہو رہے۔ تاہم میں آپ کو یقین دلاتی ہوں قریۃ الشط کی ایک لڑکی ہر روز آپ کی راہ دیکھتی رہے گی —— تمیم جھکائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے جہاز میں آیا اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جہاز اور کشتیاں حرکت میں آئے اور شمال کی طرف بڑھنے لگے۔ ربیعہ ساحل پر اس وقت تک کھڑی رہی جب تک اسے تمیم کے جہاز کے بادبان نظر آتے رہے۔ جب وہ سمندر میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور سالم کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

○

سورج اپنے پیچھے لہو کے چھینٹے اُڑاتا ہوا دور مشرق کی طرف سے طلوع ہوا تھا۔ سمندر کی مہیب لہروں کے خاکے عیاں ہو گئے تھے۔ جنوبی اٹلی کے مشرقی ساحل کے شمالی حصے میں جہاں میلوں دور دور تک کوئی بندرگاہ اور شہر نہ تھا، تمیم بن صالح اپنے لشکر کے ساتھ ساحلی چٹانوں کے اندر گھات لگائے بیٹھا تھا۔ ان کے جہاز چٹانوں کے ساتھ دور دور تک کھڑے ہوئے تھے۔ تمیم کنارے کی ایک بلند اور سیاہ چٹان پر کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بھوکے اور خونخوار شاہین کی مانند سمندر کے اندر جنوب کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اس کا رنگ غصے میں تانبے جیسا ہو گیا۔ اور ذہن لاوے کی طرح کھول اُٹھا تھا۔

سمندر کے اندر دور سے کئی بحری جہاز دکھائی دیئے تھے جن پر نارمنوں کے پرچم لہرا رہے تھے اور وہ بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ تمیم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ کے اطراف میں جمائے اور پھر اس کی آواز بلند ہوئی جیسے کوئی رعد، کوئی نالہ، کوئی ندی کوہ کا جگر چیر کر نکلی ہو۔ وہ اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوا تھا۔

میرے باجبروت ساتھیو! جنوب کی طرف دیکھو، نارمنوں کے وہ جہاز جن کا ہمیں انتظار تھا آ رہے ہیں۔ اپنے جہازوں کو سمندر میں ڈال دو۔ ہمارے امتحان کا وقت آن پہنچا ہے۔ مسلم ملاح طوفان کی طرح حرکت میں آئے تھے اور اپنے جہازوں کو انہوں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمندر کے اندر آگے بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ تمیم بھی ساریہ کے ساتھ بھاگتا ہوا جہاز سے لیے ہوئے جہازوں کے چپو چلا رہے ہیں۔
اُترا اور اپنے جہاز میں سوار ہو گیا تھا۔

مسلمانوں کے جہاز ایک انوکھے وقار اور ولولے کے ساتھ سمندر کے جنوب کی طرف بڑھے تھے۔ سب سے آگے تمیم کا جہاز تھا اور وہ عرشے پر یوں تمکین کھڑا تھا۔ جیسے کوئی دیوتا ابدی قربان گاہ پر کھڑا قربانی دینے والوں کا انتظار کر رہا ہو۔ دھوپ اب خوب چڑھ آئی تھی اور اس کی نئی زرہ اور خود چمک رہے تھے۔ اس نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ڈھال پکڑ رکھی تھی۔ کندھے پر کمان رہی تھی اور کمر پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش تھا۔ وہ اپنے سامنے آنے والے نارمن بیڑے کو یوں دیکھ رہا تھا جس طرح زہریلا سانپ اس شخص کو دیکھتا ہے جس کے ڈسنے کا وقت آ گیا ہو۔

جب دونوں بیڑے کھلے سمندر میں ایک دوسرے کے قریب آئے تو بیڑے کے سالار نے اپنی پوری آواز سے چلاتے ہوئے پوچھا۔

تم لوگ کون ہو؟

تمیم نے بھی جواب میں چلاتے ہوئے کہا۔ کیا تم اندھے ہو گئے ہو جو ہمارے بادبانوں پر سرخ شاہین کو نہیں دیکھ رہے۔ اگر تم سمعی بصری قوتوں سے محروم ہو تو سنو، میرا نام تمیم بن صالح ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا تعلق صقلیہ سے ہے۔

نارمن سالار نے غصیلی آواز میں پوچھا۔ تم کیا چاہتے ہو؟

تمیم نے بچھاڑ دینے والے رعد کی سی چنگھاڑتی ہوئی آواز میں کہا۔ سمندر میں تمہارے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ۔

اس جنگ کی وجہ؟

تمیم نے پہلے جیسے لہجے میں کہا۔ اس جنگ کی وجہ وہ دولت ہے جو تم مسلم بھائیوں سے چھین کر نارمنڈی کی طرف لے جا رہے ہو۔ اس جنگ کی وجہ وہ مسلمان ہیں جو تم لوگوں نے غلام بنا رکھے ہیں اور جو اس وقت تمہارے بھاری بھر

نارمن بیڑے کے سالار نے اژدھے کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ تو پھر میں تمہاری اس مبارزت اور جنگ کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔ اگر یسوع مسیح تمہاری تباہی میرے ہاتھوں ہی دیکھنا چاہتا ہے تو میں اسے فرض سمجھ کر پورا کرتا جاؤں گا۔

تمیم نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور وہ اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوا تھا۔

اے ساکنانِ ارضِ صقلیہ! تمہارے معاند و عدو تمہارے سامنے ہیں اپنی ازلی اور وہبی قوتوں کو یک جا کر کے سرخ سیلاب اور کالی آندھی بن کر آگے بڑھو اور ان وحشی قزاقوں سے ان کے ہر ظلم کا حساب لو۔

میرے ہم نفسو! حب ذات سے بالاتر ہو کر اور حرارتِ دین بن کر آگے بڑھو اور انہیں بجھے ہوئے شعلوں کی طرح فنا کر دو۔ آج جمعہ کا دن ہے اور فرض شناس قدرت تمہاری ہر حرکت کا جائزہ لے رہی ہو گی۔ اپنے رب کی طرف سے قضا و قدر کا فیصلہ بن کر نارمنوں پر بارش اور اولوں کی طرح برس پڑو۔

مذہب و ملت کی ناموس کی خاطر، یقین کی شعلوں کے ساتھ کڑی چٹانیں بن کر اپنے بازو علم کی طرح بلند کرو اور دشمنوں کو شکست کی خلعتیں پہنا دو۔ اس قدغن و اہتمام سے حملہ آور ہونا جس طرح خیاط سوفار کو حرکت دیتا ہے۔ جس طرح بقال آٹے کو غربال سے نکالتا ہے۔ میرے باجبروت ساتھیو! اس جنگ کو اپنی زندگی کی آخری جنگ سمجھ کر لڑو اور نارمنوں کے مبتدا و خبر، اوّل و آخر اور ابتدا و انجام کے سارے اوراق ان کے سامنے بکھیر دو۔ نعرہ مارو دوستو! اس زور سے تکبیریں بلند کر کے حملہ آور ہو جاؤ کہ سمندر تک کا سینہ دہل جائے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مسلم ملاحوں نے اپنی چنگھاڑتی آوازوں میں اس طرح برق شکن تکبیریں بلند بے شمار فالتو اسلحہ پڑا ہے اور وہ اس سے لیس ہو کر ہمارے پہلو بہ پہلو ان خونی بھیڑیوں
لیں گویا سمندر کی بھوکی موجیں زوردار گرج کی طرح اٹھ کھڑی ہوں اور اس سکے بے جنگ کریں ۔ آج کا دن تمہاری زندگی کا کٹھن اور سخت ترین دن ہوگا ۔ اپنے رب
ساتھ ہی وہ حملہ آور ہوتے تھے ۔ سب سے آگے تمیم اور ساریہ تھے اور دونوں کی پُراسرار قوتیں بن جاؤ اور ان دشمنانِ اسلام کو ذلت و رسوائی اور فنا کے دلدلوں
شکر کو ہدایات بھی جاری کرتے جا رہے تھے ۔ نزدیک آ کر تمیم نے پھر چلّاتے ہوئے کہیں اتار دو ۔ دشمن کے ان جہازوں کو اپنی صید گاہ جان کر ان دشمنوں کا شکار کرو ۔
آج میں تمہیں ضراب کی طرح ماروں گا ۔ دونوں لشکراریب آج کا دن تمہاری فتح کا دن ہوگا ۔
غلیظ و گناہ آلود نارمنو !
کے جہاز آہستہ آہستہ قریب ہونے لگے ۔ دونوں طرف سے اندھا دھند تیر برسنا شروع ہو مسلمان سپاہی اپنے سالار کی پکار پر پوری خصومت اور عداوت کے ساتھ طوفان
ہو گئے تھے ۔ نارمنوں کے جہازوں کے چپو چونکہ وہ مسلمان سپاہی چلا رہے تھے جنہیں برق و باد ، برق شکن اور عزم کے دریا بن کر اپنی قوی ضربوں کے ساتھ حملہ آور ہوتے
نارمنوں نے گزشتہ جنگوں میں قیدی بنا لیا تھا ۔ لہٰذا انہیں اندیشہ تھا کہیں وہ بغاوت دیتے ۔ پہلے انہوں نے ان نارمنوں کو تہ تیغ کیا جو مسلمان قیدیوں کی نگرانی پر معمور تھے
پر آمادہ نہ ہو جائیں اس لیے نارمن سالار کے حکم پر ان سارے قیدیوں پر مسلح نارمنوں کا فائدہ یہ ہوا وہ مسلمان قیدی بھی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنے مسلمان بھائیوں
کا پہرہ لگا دیا گیا تھا ۔ وہ قیدی چونکہ نہتے اور بے سر و سامان تھے لہٰذا وہ مسلح نارمنوں کے شانہ بشانہ جنگ کی ابتدا کر چکے تھے ۔
نارمن گو تعداد میں زیادہ تھے اس کے باوجود مسلمان سپاہی اس شاہین کی طرح
خلاف کوئی انقلاب برپا کرنے کی کوشش نہ کر سکتے تھے ۔
جب دونوں اطراف کے جہاز ایک دوسرے کے قریب آئے تو تیر برسانا بند حملہ آور ہو رہے تھے جو گدھوں اور چیلوں کی تعداد سے بے پرواہ ہو کر نیلی فضاؤں
دیے گئے ۔ دونوں لشکروں کے سپاہی ایک دوسرے کے جہازوں پر کود گئے اور تلوار کو چیرتا ہوا ان پر حملہ آور ہو جاتا ہے ۔ سمندر میں موت کی سی خاموشی کے اندر زخمی اور
ڈھالوں کے ٹکرانے کی خوفناک آوازیں بلند ہونے لگی تھیں ۔ تمیم بن صالح تیز پرواز اہنے والوں کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں ۔ تمیم لڑتا لڑتا نارمن سالار کی طرف بڑھ رہا تھا
جنگلی دراج کی طرح نارمن سالار کے جہاز پر پھلانگ گیا ۔ ساریہ بن خصیب نارمن سالار بھی آہستہ آہستہ تمیم سے نزدیک ہوتا جا رہا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں
تمیم کے پیچھے کچھ اس طرح نارمن سالار کے جہاز میں گیا تھا جس طرح کوئی نوعمر چیتا ایک دوسرے کے سامنے تھے اور اندھا دھند خطرناک وار کرتے ہوئے ایک دوسرے پر
کے گُر سیکھنے کے لیے اپنے سالخوردہ باپ کے پیچھے جنگل میں پھلانگتا ہوا گزر جاتا ہے ٹوٹ پڑے تھے ۔ نارمن سالار جس نے تمیم کو نوعمر اور ناپختہ سمجھ کر اس پر چھا جانے کی
تمیم اور ساریہ کے پیچھے پیچھے ان کے سپاہی بھی غول بیابانی کی طرح دشمن پر جھپٹ بھرپور کوشش کی تھی ، بُری طرح ناکام ہو رہا تھا ۔ اس کے سارے دعوے اور خوش
فہمیاں اندیشوں میں بدل گئے تھے ۔ تمیم بن صالح اس پر یوں حملہ آور ہوا تھا گویا کوئی درندہ
پڑے تھے ۔
جنگ جب اپنے بلوغ اور شباب پر تھی ، سمندری لہروں پر گونجتی ہوئی روز تک بھوکا رکھ کر کسی مجرم پر چھوڑ دیا گیا ہو ۔ اپنے دفاع کے علاوہ نارمن سالار
جارحیت اور ضرر رسانی کے سارے گُر فراموش کر چکا تھا ۔ تمیم نے بڑی آسانی کے
تمیم کی آواز بلند ہوئی ۔
پہلے ان قیدیوں کو رہا کراؤ جو ان دشمنوں ساتھ اسے اپنے آگے آگے لگا لیا تھا ۔
صقلیہ کے ملکوتی صفات مجاہدو !
جہازوں میں بند چپو چلا رہے ہیں ۔ انہیں کہو کہ وہ ہمارے جہازوں کی طرف جائیں ۔ دفعتاً اور یک بارگی تمیم نے رعد کی طرح چنگھاڑتی ہوئی آواز میں تکبیر بلند کی ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نارمن سالار بوکھلا گیا ۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا اور تمیم کی تلوار اس کی گردن کاٹ کر ہوا کو چیر
ہوئی اس پار نکل گئی تھی ۔ تمیم اب اپنے سپاہیوں کی مدد کرنے کے لیے دوسرے رخ
حملہ آور ہو گیا تھا ۔ ایک مسلمان سپاہی جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا بھاگا بھاگا ایک طرف
اور ایک خوب لمبا چھوا اٹھا لایا ۔ اس نے نارمن سالار کا کٹا ہوا سر اس چھتو سے باندھا اور
اس سر کو فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا ۔

نارمنو ! ادھر دیکھو ہمارے سالار نے تمہارے سالار کا سر کاٹ دیا ہے ۔ یاد رکھو
تمہاری حالت اب ان جانوروں سے مختلف نہیں جن کے ذبح کرنے کا وقت آگیا ہو ۔ نارمنوں
میں بھگدڑ اور بوکھلاہٹ مچ گئی تھی ۔ دوسری طرف مسلمان سپاہیوں کے حوصلے بلند
ہو گئے تھے اور پھر ایک ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے انہوں نے ایک زوردار حملہ کیا ۔
نارمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے انہوں نے پسپا ہونے کی کوشش کی مگر ناکام رہے ۔ کچھ سمندر میں کود
کر ہلاک ہو گئے اور باقی مسلم مجاہدوں کی تلواروں کا شکار ہو گئے تھے ۔ نارمنوں کے سامان
سے لدے ہوئے سارے جہاز مسلمانوں کے قبضہ و استیلا میں آگئے تھے ۔

پہلے سارے جہازوں کو نزدیک ترین ساحل پر لایا گیا ۔ جنگ میں شہید ہونے والے
مجاہدوں کو وہاں ایک بلند پہاڑ کے دامن میں دفن کر دیا گیا ۔ تمیم نے اب اپنے چہرے
سے خود کا نقاب ہٹا رکھا تھا اور اس کا ہر سپاہی اسے دیکھ سکتا تھا ۔ مال غنیمت
ایک حصہ وہیں مجاہدوں میں تقسیم کر دیا گیا اور باقی کا سارا مال و اسباب قلعہ بلوط کے
ابن العباع کے حوالے کرنے کے لیے چند جہازوں میں علیحدہ کر کے لاد دیا گیا تھا ۔

لشکر کو کوچ کا حکم دینے کے لیے تمیم جب ساریہ کے ساتھ اپنے جہاز میں
ہونے لگا تو ایک جوان جو عمر میں تمیم سے بڑا تھا اور جس کا جسم خوب بھرا اور گٹھا ہوا تھا
ایک طرف سے بھاگتا ہوا آیا اور تمیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

یا امیر ! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے ۔

تمیم نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ۔ کہو کیا بات ہے ۔

اس جوان نے فکرمند سے لہجے میں کہا ۔ میں ابن العباع کا بھانجا ہوں ۔
سعد بن زبیر ہے ۔ میں نے سنا ہے آپ ابن العباع کے پاس سے آئے ہیں ۔ کیا اس نے
میرے نام آپ کو کوئی ایسا پیغام دیا ہے جس کا تعلق میری ماں اور بہن کی سلامتی سے ہو ۔ میں
ان کے متعلق فکرمند ہوں ۔ وہ صقلیہ سے جنوبی اٹلی میری خالہ سے ملنے آئی تھیں ۔ ان پر کیا
بیتی ہے مجھے کچھ خبر نہیں ۔

تمیم جواب میں کچھ نہ کہہ سکا تاہم اس کی گردن جھک گئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں
کھو گیا تھا ۔ اس جوان نے پھر تمیم کو چونکا دیا ۔

یا امیر ! آپ کیا سوچنے لگے ۔ اگر آپ جانتے ہیں تو میرے اطمینان کی خاطر ہی
کچھ کہہ دیجیے ۔

تمیم نے دکھتی آواز میں کہا ۔ تمہاری ماں نارمنوں کے ہاتھوں قتل ہو چکی ہے تاہم
تمہاری بہن بحفاظت اپنے گھر پہنچ چکی ہے ۔

سعد نے غمزدہ لہجے میں کہا ۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے میں چند روز کے لیے
اپنے گھر چلا جاؤں ۔

تمیم نے سعد کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ۔ ہمارا لشکر پہلے یہاں سے
سیدھا قلعہ بلوط کے ساحل پر لنگر انداز ہوگا ۔ وہاں ہم سامان سے لدے ہوئے یہ جہاز خالی
کریں گے اور وہ سب جوان جو نارمنوں کی قید میں رہے ہیں انہیں اجازت ہوگی وہ جتنے
روز چاہیں اپنے گھر گزار آئیں ۔ ان پر کوئی پابندی نہ ہوگی ۔ قلعہ بلوط سے ہم پھر جنوبی
اٹلی کے ان ساحلوں کی طرف مسلمانوں کے قافلوں کی حفاظت کرنے آئیں گے ۔

سعد قدرے مطمئن ہو کر لوٹ گیا ۔ تمیم نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور لشکر روانہ
ہو کر اپنے نیلے بادبانوں کے زور پر جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بدبختی اور شقاوت کے اس دور میں جبکہ فتان و فتنہ انگیز نارمن بڑی تیزی سے غارت غول کرتے ہوئے جنوبی اٹلی میں اپنی فرودگاہیں مضبوط کرتے جا رہے تھے۔ صقلیہ کے اکابر یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنوبی اٹلی سے صقلیہ صرف چند ساعتوں کی مسافت ہے وہ اپنے شمال میں نارمنوں کی شکل میں اٹھنے والے طوفان اور ادبار کی بجلیوں کی طرف سے آنکھیں بند کیے اپنے کاخ و ایوانوں میں غفلت و بے حمیتی کی گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کے سامنے جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کی قبائیں انہی کے خون سے گلگوں ہو رہی تھیں لیکن صقلیہ سے کوئی فرد بھی ایسا نہ اٹھا جو مسلمانوں کے لیے کسی تازہ سفر کا آغاز کرتا۔

جس وقت جنوبی اٹلی میں مسلم قوم کے افراد کو بے آبرو، نگوں سر کیا جا رہا تھا، بڑی بے رحمی سے ان کی امیدوں کی کلیوں کو کچلا مسلا جا رہا تھا۔ صقلیہ طوائف الملوکی کا شکار تھا۔ اٹلی اور افریقہ کے درمیان پڑنے والا یہ جزیرہ جس میں بڑی تگ و دو اور دھوپ اور جد و جہد کے بعد افریقہ کے قاضی اسد بن فرات[1] نے اسلام کا پرچم بلند کیا تھا، کئی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹا ہوا تھا۔ چند چھوٹے چھوٹے آزاد ذیلعوں کے حکمرانوں کے علاوہ صقلیہ اس وقت پانچ خود مختار حکومتوں میں تقسیم تھا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

اولاً۔ بلرم اور اس شہروں اور ان کے مضافات میں دوسرے چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبوں پر بلرم شہر کے چند شرفاء مل کر اس علاقے کی حکومت کا کاروبار سنبھالے ہوئے تھے۔

ثانیاً۔ مازر، طرابنش، شاقہ، مرسی اور ان کے اردگرد کے سارے علاقے پر عبداللہ بن منکبوت کی حکومت تھی۔

ثالثاً۔ قصریانہ، جرجنت اور چند دیگر شہروں پر ایک شخص ابن حواس حکومت کر رہا تھا۔

رابعاً۔ سرقوسہ، نوطس، شکلہ، اغوص، ابن ثمنہ کے زیر اثر تھے۔

خمساً۔ قطانیہ، طبرین، مسینا اور صقلیہ کے مشہور زمانہ آتش فشاں پہاڑ اتنا کا سارا علاقہ ایک شخص ابن کلابی کے تحت تھا۔

یہ سب حکمران ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ صرف ابن کلابی اور ابن حواس ایک دوسرے کے معاون و حلیف تھے وہ بھی اس لیے کہ ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن کلابی کی بیوی تھی۔ اس لیے ان دونوں میں مصاحبانہ تعلقات تھے ورنہ ہر حکمران دوسرے کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔

ان ہی دنوں جب کہ جنوبی اٹلی کے مسلمان اپنی کوتاہیوں کے سبب قدرت کی طرف سے نارمنوں کی شکل میں ایک تباہ کن طوفان اور فنا کی پکار کا شکار ہو رہے تھے سرقوسہ کے حکمران ابن ثمنہ کے جی میں نہ جانے کیا سمائی کہ اس نے صقلیہ کے اندر دیگر حکمرانوں کو مفتوح و مغلوب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ابن ثمنہ ایک ادھورا اور غیر مکمل انسان تھا۔ ہر برے فعل کا عادی تھا۔ دن رات شراب پیتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے بلرم کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ جن لوگوں نے اس کے اس ارادے سے اختلاف کیا انہیں طرح طرح کے حیلوں سے اپنے ساتھ ملانے اور ہم خیال بنانے کی کوشش کی اور جن لوگوں نے

؎ قاضی اسد بن فرات افریقہ کے قاضی تھے۔ افریقہ کے والی نے انہیں اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا جو افریقہ سے صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ قاضی اسد بن فرات نے بڑی بہادری و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صقلیہ کو فتح کیا اور یہاں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعتراض کیا کہ صقلیہ میں مسلمانوں کو آپس میں نہیں ٹکرانا چاہیے، نا عاقبت اندیش ابن ثمنہ نے ایسے لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

بہر حال ابن ثمنہ بلرم پر حملہ آور ہوا۔ اس کے ساتھ ایک جرار لشکر تھا۔ بلرم پر چونکہ شہر کے شرفا مل کر حکومت کا کاروبار سنبھالے ہوئے تھے اور کسی شخص واحد کی بہار کوئی پختہ و پائیدار حکومت نہ تھی لہٰذا اہل بلرم ابن ثمنہ کا مقابلہ نہ کر سکے اور بلرم پر بڑی آسانی کے ساتھ ابن ثمنہ قابض ہو گیا۔

اس فتح سے ابن ثمنہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور اس نے قطانیہ کے حکمران ابن کلابی پر حملہ کر دیا۔ ابن کلابی نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ابن کلابی مارا گیا اور ابن ثمنہ کو پھر فتح نصیب ہوئی۔ اب ابن ثمنہ کے مقابلے میں صقلیہ کے اندر دو بڑے اور طاقتور حریف تھے۔ ایک قصریانہ اور جرجنت کا حکمران ابن حواس اور دوسرا مازر طرابنش اور شاقہ کا حکمران عبداللہ بن منکوت۔

لیکن ابن کلابی کو قتل کر کے ابن ثمنہ ایک اور مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ قصریانہ کے حکمران ابن حواس کی بہن میمونہ ابن کلابی کی بیوی تھی لہٰذا ابن ثمنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ابن کلابی کے قتل کا انتقام لینے کے لیے کہیں ابن حواس اس پر حملہ نہ کر دے۔ یہاں ابن ثمنہ نے دور اندیشی سے کام لیا اور اس خطرے سے بچنے کے لیے اس نے فیصلہ کیا کہ میمونہ سے شادی کر لے گا۔ لہٰذا اس نے ابن حواس کے پاس اس کی بیوہ بہن میمونہ کے لیے پیغام بھجوا دیا۔ ملک کے امن و امان پر نگاہ رکھتے ہوئے ابن حواس نے یہ پیغام قبول کر لیا اور یوں ابن ثمنہ کی شادی میمونہ سے ہو گئی۔

یہ اتحاد تھوڑا عرصہ ہی قائم رہ سکا۔ پھر ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے صقلیہ کو مسلمانوں کی خانہ جنگی کا میدان اور ہدف بنا کر رکھ دیا۔ ایک روز جب کہ ابن ثمنہ شراب کے نشے میں بری طرح مدہوش تھا کسی بات پر میمونہ سے تکرار ہو گئی۔ بات بڑھ کر سخت کلامی اور پھر جھگڑے تک جا پہنچی۔ ابن ثمنہ نے طیش میں آ کر میمونہ کے ہاتھ کی بڑی نسیں کٹوا دیں تاکہ ان سے اس کے جسم کا سارا خون نکل جائے اور

سے وہ مر جائے۔ جب میمونہ کے ہاتھوں سے خون کا فوارہ بہہ رہا تھا۔ ابن ثمنہ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اتفاق سے ابن ثمنہ کی دوسری بیوی سے اس کے ایک لڑکے ابراہیم کو اس کی خبر ہو گئی وہ طبیب کو بلا لایا جس نے میمونہ کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گئی۔

اگلے روز جب ابن ثمنہ سے شراب کا نشہ دور ہوا تو اس نے میمونہ سے گزشتہ شب کی اپنی اس زیادتی کی معذرت چاہی اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا۔ میمونہ نے ظاہری طور پر پھر ابن ثمنہ سے خوشگوار تعلقات پیدا کر لیے لیکن اس کا دل صاف نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے اپنے بھائی کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ابن ثمنہ نے اسے جانے کی اجازت دے دی اور بڑے اہتمام و شوق کے ساتھ قیمتی تحائف دے کر میمونہ کو رخصت کیا۔ اپنے بھائی ابن حواس کے پاس جا کر میمونہ نے سارے واقعات کہہ دیئے اس نے رو رو کر اپنے بھائی سے اپنی بے بسی اور درد کی داستان کہی۔ اس پر ابن حواس آگ بگولا ہو گیا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ میمونہ کو اب کبھی ابن ثمنہ کے پاس نہ بھیجے گا اور یہ کہ وہ ابن ثمنہ سے اپنی بہن پر اس ظلم کا خوفناک انتقام لے گا۔ ان واقعات کی اطلاع ابن ثمنہ کو بھی ہو گئی اور یوں دونوں طرف سے وسیع پیمانے پر جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔

○

تیز شور مچاتی برفانی آندھیوں میں تمیم بن صالح کی سرکردگی میں بحری جہاز اور چھوٹی چھوٹی کشتیاں سمندر کی لازوال نیلاہٹوں کو چیرتی ہوئیں، اپنے وہ بادبان اڑاتیں جن پر سرخ عقاب کا نشان تھا ساحل پر آ کر لگی تھیں۔ سمندری ساحل کی اس جگہ سے قلعہ بلوط بارہ[۱۲] میل دور تھا اور وہاں سے صقلیہ کا مشہور شہر جرجنت تیس [۳۰] میل کے فاصلے پر تھا۔

سورج کی ترچھی کرنیں ڈھلوانوں پر سرکتی ہوئیں عمیق برفانی گڑھوں سے بلندیوں کی طرف جا رہی تھیں۔ بلوط و صنوبر سے گھری ہوئی وہ پگڈنڈی جو وادی زیدان کی خاموش حسین و دلکش چٹانوں سے ہو کر قلعہ بلوط کی طرف جاتی تھی کسی نیم خوابیدہ اژدہے کی طرح بل کھاتی ہوئی شام کے دھندلکوں میں بڑی حسین دکھائی دے رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساریہ بن خصیب کے اشارے پر لشکر کے جوان بڑی تیزی سے حرکت میں آئے تھے اور مال غنیمت جہازوں سے اُتار کر ساحل پر ڈھیر کرنے لگے تھے۔ کچھ جوانوں نے وہاں خیمے نصب کر کے ایک شہر آباد کر دیا تھا۔ پھر بڑے بڑے الاؤ روشن ہوئے اور لشکر کا کھانا تیار ہونے لگا تھا۔

تمیم اور ساریہ جس وقت آگ کے ایک الاؤ کے پاس کھڑے تھے اور شمال کی طرف کہیں سے دھواں اُٹھ کر رات کے سینے میں جذب ہو رہا تھا۔ طوفانی شام کے ٹھٹھرے سکوت میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی۔ پھر آن کی آن میں شمال مغرب کی طرف سے دو سوار نمودار ہوئے وہ اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے آرہے تھے۔ دونوں سوار آگ کے اس الاؤ کے پاس آکر گھوڑوں سے اُترے جہاں ساریہ کے ساتھ تمیم کھڑا ہوا تھا۔ پھر ان میں سے ایک مؤدب ہو کر بولا اور تمیم کو مخاطب کیا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ تمیم بن صالح ہیں۔

تمیم مسکرا دیا۔ ہاں میں ہی تمیم بن صالح ہوں۔

ابن البعباع نے آپ کو بلایا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ آج شام کا کھانا ان کے ساتھ قلعہ بلوط میں کھائیں ——— انہیں ہماری آمد کی اطلاع کیسے ہوئی ——— ان کے جاسوس انہیں پل پل کی خبریں دیتے ہیں ——— انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ مال غنیمت کے تین حصے ساریہ بن خصیب اپنے ساتھ لے جائیے۔

تمیم نے ساریہ بن خصیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ساریہ! وہ سب جوان جن کو ہم نے نارمنوں کی قید سے رہائی دلائی ہے اجازت دے دو کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ ان میں سے اگر کوئی ہمارے لشکر میں لوٹ کر آئے گا تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا اور جو کی اس زندگی کو خیر باد کہنا پسند کرے گا اس پر کوئی پابندی و قید نہ ہوگی ——— میں ان کے ساتھ ابن البعباع کے پاس جاتا ہوں اگر مجھے روکنے کی کوشش کی گئی تو میں کل تک لوٹ آجاؤں گا۔ قریب ہی کھڑا ایک سپاہی بھاگتا ہوا گیا اور تمیم کا گھوڑا لے آیا۔ تمیم جب گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو اپنے قریب ہی کھڑے ربیعہ کے بھائی سعد بن زبیر پر اس کی نظر پڑی۔ تمیم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

سعد! اپنے ماموں سے ملنے میرے ساتھ نہ چلو گے۔

سعد نے بڑی بے رُخی سے جواب دیا۔ میرا کوئی ماموں نہیں۔ اس نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے۔

اپنا پاؤں رکاب میں جماتے جماتے تمیم پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا تھا۔ اپنا گھوڑا چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹا اور ساریہ کو ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

یہ سعد بن زبیر کیسا انسان ہے ساریہ! اور ابن البعباع نے اس کے ساتھ کیسا دھوکہ کیا ہے۔ واللہ اگر میں اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہوتا اور پھر یہ میرے ساتھ سب سپاہیوں کے سامنے اس طرح غلط اور گستاخانہ رویہ اختیار کرتا تو قسم مجھے حطیم کعبہ کی میں اسے اس کے گریبان سے پکڑ کر اسے اس نیلے سمندر کی پاتال میں اُتار دیتا۔

ساریہ نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ یہ سخت لالچی، حریص اور کینہ پرور انسان ہے یہ اس اُمید پر رضا کاروں کے لشکر میں شامل ہوا تھا کہ ابن البعباع جو اس کا ماموں ہے، رضا کاروں کا سرپرست ہوتے ہوئے اسے جنوبی اٹلی میں لڑنے والے رضا کاروں کا سالار بنا دے گا لیکن چونکہ ابن البعباع نے اسے نظر انداز کر کے مایوس کیا ہے لہٰذا اس نے اس کے خلاف زہر اُگلا ہے ——— تمیم نے پھر پوچھا۔ میدانِ جنگ میں اس کی کارکردگی کیسی ہوتی ہے۔

مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے ساریہ نے کہا۔ ایک عام بلکہ تیسرے درجے کا سپاہی ہے۔

——— تمیم واپس مڑا اور اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔ رکاب میں پاؤں جمانے سے پہلے اس نے ایک ایسی نگاہ سعد بن زبیر پر ڈالی جس میں نفرت اور بیزاری تھی۔ سعد بھی تمیم کی ان نگاہوں کا مطلب جان گیا تھا۔ لہٰذا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

میں نے سنا ہے آپ کا تعلق عرب کے مشہور یمنی قبیلہ بنو عبادہ سے ہے اور آپ نوطس شہر کی ایک نواحی بستی علمارہ کے رہنے والے ہیں۔ میرا گھر بھی نوطس کی ایک نواحی بستی قریۃ القسط میں ہے۔ میرے باپ کا نام زبیر ہے اور وہ سرقوسہ کے حکمران ابن ثمنہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے حرنیل ہیں۔ اگر آپ کبھی وہاں سے گزر کر اپنے گھر جائیں تو ہمارے ہاں ضرور آئیں۔ میں آ
کا خیر مقدم کروں گا۔ آپ نے مجھے نارمنوں سے رہائی دلائی ہے۔ اس لحاظ سے آپ میر
محسن ہیں۔ تمیم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ایک جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑ
پر سوار ہوا۔ غصے میں اس نے اپنے سرکش گھوڑے کو ایک سخت ایڑ لگائی اور وہ دو سوا
اسے لینے آئے تھے ان کے ساتھ وہ شمال مغرب کے رخ پر اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تو

○

صنوبر اور بلوط کے درختوں سے گھری ہوئی اس پگڈنڈی پر جو پُر اسرار برف پو
اور بلوریں چٹانوں کے اندر گھوڑے کی نعل کی طرح طویل چکر کاٹتی ہوئی آگے بڑھتی تھی گئی تھی
کا سفید گھوڑا اس بگلے کی طرح اُڑا جا رہا تھا جو دن بھر پیٹ بھرنے کے بعد شام کے وقت
آشیانے کی طرف لوٹتا ہے۔

دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ایک
ندی کا چوبی پل عبور کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ اس پار کھڑے ایک محافظ نے اپنے
کی پوری قوت سے قرن پھونک دیا تھا۔ شاید وہ ابن العباع کو تمیم کی آمد کا اشارہ تھیں
کوہی ندی کا وہ چوبی پل عبور کرنے کے بعد تمیم نے دیکھا وہاں سے صرف ایک فرلانگ ایک
قلعہ بلوط کی فصیل کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ پہاڑ کے اوپر سیاہ پتھر سے بنا ہوا ایک مضبوط
ترین قلعہ تھا جس کے تین اطراف میں بلند پہاڑ تھے چوتھی طرف وہ کوہی ندی تھی جسے
نے چوبی پل سے عبور کیا تھا اور یہ ندی مشرق کی طرف قلعے کے لیے بہترین حصار کا کام
رہی تھی۔

تمیم جب اپنے ان دونوں ساتھیوں کی راہنمائی میں قلعہ بلوط کے صدر دروا
پر آیا تو اسے دیکھتے ہی کئی مسلح پہرہ دار حرکت میں آئے اور انہوں نے بھاری بھرکم دروا
دیا۔ تمیم جب قلعے کے اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا قلعے کے اندر ایک عظیم
آباد تھا۔ سڑکیں، گلیاں، کوچے اور در و بام سب مشعلوں کی تیز روشنی میں دوپہر
کی طرح چمک رہے تھے۔

ایک سپاہی بھاگتا ہوا آیا اور تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑی۔ اس نے تمیم کے گھوڑے
کو روک لیا تھا۔ تمیم نے دیکھا مشعلوں کی تیز روشنی میں اس سے تھوڑی ہی دور ابن العباع
اور راہب یوحنا کھڑے تھے۔ پھر اس نے یہ بھی دیکھا۔ ایک سپاہی جس کے ہاتھ اطلس کے
غلاف میں لپٹا ہوا قرآن پاک تھا راہب یوحنا کے پاس آ کر رکا۔ اسے دیکھتے ہی راہب نے
پہلے اپنے گلے سے صلیب اتاری پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی انجیل اور وہ صلیب اس نے قریب
ہی کھڑے ایک دوسرے سپاہی کو تھما دی۔

راہب یوحنا نے اس سپاہی کے ہاتھ سے قرآن پاک لے لیا۔ اس کی گردن جھک
گئی تھی اور وہ قرآن پاک کو بوسے دینے لگا تھا۔ کافی دیر تک راہب کی گردن جھکی رہی۔
تمیم کو یوں محسوس ہوا جیسے راہب مقدس کتاب کو بوسے دینے کے ساتھ ساتھ ہچکیاں لے
لے کر رو رہا ہو۔ اس کے قریب ہی کھڑے قلعہ بلوط کے حاکم ابن العباع کی گردن بھی
جھکی ہوئی تھی۔

راہب یوحنا نے اپنا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر
تھیں۔ پھر راہب دائیں طرف بڑھا اور اپنی بیساکھی ٹیکتا ہوا وہ چھ سیڑھیاں چڑھ کر
ایک بلند شہ نشین پر کھڑا ہو گیا اور قرآن پاک اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے سر تک
بلند کر کے کھڑا ہو گیا۔

اسی لمحہ وہ سپاہی جس نے تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی تمیم کو لے کر اس
شہ نشین کی طرف بڑھا۔ جب تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہ نشین کے پاس سے گزرا
راہب قرآنِ پاک کو تمیم کے سر پر لے جاتے ہوئے زور سے چلاتے ہوئے بولا۔

اَھلاً وَّسَھلاً یَا اِبْنُ الصَّالح ! اَھلاً وَّسَھلاً

(خوش آمدید اے صالح کے بیٹے ! خوش آمدید)

تمیم نے اس جوان تنومند اور خوبصورت راہب کی طرف دیکھا جو اپنی کٹی
ہوئی بائیں ٹانگ کی جگہ بیساکھی کے سہارے کھڑا تھا۔ جس وقت اس نے قرآن مقدس بلند
رکھا تھا اور تمیم اس کے نیچے سے گزرا تھا۔ تمیم نے مشعلوں کی تیز روشنی میں دیکھا اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پُراسرار راہب کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے تیر رہے تھے، شاید ام مسیح کے خداوند کی دشمن کی گردن کاٹ کر ابھری ہوئی تمہاری تلوار سے ٹپکنے والا لہو کا صرف
شکر اور خوشی کے آنسو ہوں۔ پر اس کی اس حالت پر تمیم بن صالح پس کر رہ گیا تھا ایک قطرہ ایک گناہ گار کا خون ہونے کے باوجود میرے پورے جسم کے خون سے خوش نصیب
ابن البعباع آگے بڑھا اور تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ تمیم نے اپنے گھو ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ تم جیسے مجاہد کی تلوار کو چھو کر ٹپکتا ہے۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو
سے کود جانا چاہا لیکن ابن البعباع نے اسے پکڑ کر روک لیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ ہمار جاؤ۔ یہی وقت کا تقاضا اور میری خواہش ہے۔ اگر تم نے میرا کہا نہ مانا تو میں سمجھوں گا تم
سامنے تم جیسا مجاہد گھوڑے پر بیٹھا ہی اچھا لگتا ہے۔ میرے خط کے مطابق تم نے میری زندگی کی سمرن کو توڑ کر اس کے موتی اپنے پاؤں تلے مسل دیئے ہیں اور یہ میرے
لیے سب سے بڑی شقاوت اور بدبختی ہوگی۔
ڈد تمہیں سَرکی ہیں، ان پر میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ تمیم کی حالت ایسی ہو گئی تھی گویا وہ کسی ڈراؤنے خواب سے چونک کر اٹھا ہو۔
تمیم نے اپنی گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے میں آپ کی بہ ن کی آنکھوں میں آنسو تھے موٹے موٹے شفاف آنسو اس نے اپنی پوری بے بسی سے راہب
بچا سکا۔ وہ ریو کی بندرگاہ میں نارمنوں کے ہاتھوں ماری گئی تھی۔ آپ کی بھانجی کی طرف دیکھا۔ راہب نے پھر درد آمیز آواز میں کہا۔ صالح کے بیٹے میری خواہش سے روگردانی
سالم کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ کے مجھے سعادت کے فرازِ کوہ سے قساوت و شقاوت کی تاریک نشیب میں نہ پھینکو——
اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ابن البعباع نے کہا۔ مجھے اپنی بہن کے وحنا دم لینے کو رکا اور پھر بے آباد و بے چین روح کی سی آواز میں کہا۔
اطلاع ہو چکی ہے لیکن اس سے تمہاری شجاعت و بسالت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یا ابن الصالح! اگر تم میری پیشانی پر بدبختی کی مہر ہی لگانا چاہتے ہو تو لو میں تمہارے
تم رضاکاروں کے ہی نہیں میرے قلعہ کی حفاظتی افواج کے بھی سپہ سالار ہو۔ آج تمہار گھوڑے کی باگ چھوڑ دیتا ہوں۔ راہب نے تمیم کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور
قلعہ بلوط میں ایک معزز مہمان کی ہے۔ آج رات تم میرے ساتھ میری رہائش گاہ میں گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ ابن البعباع اور ارد گرد کھڑے دوسرے فوجی افسر اور سپاہی
گے۔ اتنی دیر تک راہب یوحنا آہستہ آہستہ شہ نشین سے اُترا، قرآن پاک اس نے ڑی پریشانی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔
کو تھما دیا۔ پہلے کی طرح اس نے گلے میں صلیب اور کندھے پر انجیل لٹکا لی تھی۔ پھر اُ تمیم نے اپنے سر کو نفی میں زور سے ہلایا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر اس
تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اپنی بیساکھی ٹیکتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ تمیم بن صا ے جوان و تر و تازہ گالوں پر بہہ نکلے اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی پوری قوت سے
ایک ہی جست میں اپنے گھوڑے سے کود گیا اور راہب یوحنا کے ہاتھ سے اپنے ہلاتے ہوئے کہا۔
کی باگ واپس لینے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے رقت آمیز آواز اور ایثار زدہ لہجے نہیں نہیں۔ قسم اللہ پاک کی! آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے میں اپنی
واللہ! جس گھوڑے کی باگ آپ نے پکڑ رکھی ہو اس پر تمیم بن صالح ردن بھی کاٹ کر آپ کے قدموں میں پھینک سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی تمیم پلٹا اور غول بیابانی
ہو سکتا۔ تمیم نے دیکھا یوحنا کی کیفیت عجیب و غریب ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں طرح ایک ہی جست میں رکاب میں پاؤں جمائے بغیر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ راہب
چمک عود کر آئی تھی۔ جیسے خرمن کے طویل سلسلے کو آگ لگ گئی ہو۔ پھر اس کی حنا اور ابن البعباع کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ راہب نے گھوڑے کی باگ
جیسی مسحور کن آواز سنائی دی۔ وبارہ پکڑ لی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا تھا۔
صالح کے بیٹے! تم ہر طرح سے مجھ جیسے لنگڑے انسان سے اجمل وا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

راہب جب تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑے آگے بڑھ رہا تھا تو ایک سپاہی ر
اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا -

کیا تم بتا سکتے ہو یہ راہب یوحنا ابن العباع پہ اس قدر حاوی کیوں ہے - میرا
کہتا ہے کہ یہ راہب عیسائی نارمنوں کے لیے ہماری جاسوسی کرتا ہے - کیا ہم اس قدر
ہو گئے ہیں جو یہ نہیں دیکھ سکتے کہ یہ راہب کون ہے اور ہماری طرف اس کا اس قدر
کیوں ہے - میرا دِل کہتا ہے رضا کاروں کے اس نئے سالار تمیم بن صالح کے جو دو بھائی
اٹلی میں نارمنوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں - ان میں بھی اس راہب کا ہاتھ تھا - اے میر
دوست ! کیا تم مجھے بتا سکتے ہو - یہ راہب یوحنا کون ہے اور یہ کہاں سے آتا ہے -

دوسرے سپاہی نے بھی اپنے ساتھی کی طرح سرگوشی میں جواب دیا - سنو ! میں تم
بتاتا ہوں - راہب یوحنا کا تعلق بلرم شہر کے انطاکی نام کے کلیسا سے ہے وہ ایک معزز
راہب ہے - یہ صقلیہ کے اندر سارے عیسائی مبلغوں کا سرکردہ بھی ہے اور اس کے
شہر شہر اور قریہ قریہ گھوم کر عیسائیت کی تبلیغ کرتا ہے - اس کے سارے اخراجات
کلیسا پورے کرتا ہے - سنتا ہے یہ ابن العباع کے لیے جاسوسی اور مسلمانوں سے محبت
کرتا ہے -

پہلے سپاہی نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا - یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک راہب
کے خلاف کام کرے ——— وہ سپاہی کچھ کہتے کہتے رک گیا - راہب اب گھوڑے
باگ پکڑے ایک مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا - پھر سب نے دیکھا مسجد کے سامنے
گزرتے ہوئے راہب کی گردن جھک گئی تھی اور جب تک وہ مسجد کی دیوار کے ساتھ
چلتا رہا اس کی گردن جھکی رہی تھی - وہ دونوں سپاہی گہری سوچوں میں کھو گئے تھے -

ابن العباع - تمیم اور راہب یوحنا کے ساتھ اپنی وسیع حویلی میں داخل
دہاں پہلے سے ایک شاندار ضیافت کا اہتمام ہو چکا تھا - تینوں نے مل کر کھانا کھایا اور
وہ دیوان خانے میں آکر اکٹھے بیٹھ گئے تو ابن العباع نے تمیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا -
اب تمہارا لائحہ عمل کیا ہو گا ——— تمیم نے اپنے سر پہ سفید عمامہ درست

کرتے ہوئے کہا - میرا خیال ہے پہلے مجھے جنوبی اٹلی سے صقلیہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں
کو بحفاظت صقلیہ پہنچانے کا فریضہ ادا کرنا چاہیئے - اس کے بعد جو بھی فرائض آپ مجھے سونپیں
گے میں ان پر آپ کی خواہش کے مطابق عمل کروں گا -

ابن العباع نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا - مسلمانوں کو جنوبی اٹلی سے صقلیہ منتقل
کرنے کے بعد میں چاہتا ہوں تم اپنے ماں باپ اور دونوں چھوٹے بھائیوں کو یہاں لے آؤ
یہاں اُن کے لیے بہترین رہائش کا بندوبست کیا جا چکا ہے - ایسی صورت میں تم بھی
دلجمعی سے اپنے فرائض ادا کر سکو گے ——— تمیم جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ
قریب ہی مسجد میں عشاء کی اذان ہوئی - ابن العباع اور تمیم نماز ادا کرنے کے لیے باہر نکل
گئے - تاہم راہب یوحنا وہیں بیٹھ کر ان دونوں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا -

دوسرے روز ساحل سمندر سے سارا مال غنیمت قلعہ بلوط میں منتقل کر لیا گیا تھا -
وہ سب جوان جنہیں نارمنوں کی قید سے چھڑایا گیا تھا اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تھے -
ان میں ربیعہ کا بڑا بھائی سعد بن زبیر بھی تھا - وہ بھی اپنے گھر روانہ ہو گیا تھا - اسی روز پچھلے
پہر جب کہ سورج افق سے گلے ملنے کو خوب جھک گیا تھا تمیم بن صالح بھی ابن العباع اور
راہب یوحنا سے مل کر ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گیا تھا کیونکہ اسی روز اس کے بحری
جہازوں نے جنوبی اٹلی کے ساحل کی طرف روانہ ہو جانا تھا تاکہ وہاں سے بچے کھچے مسلمانوں
کو نکال کر صقلیہ لایا جا سکے - راہب یوحنا بھی اسی روز رخصت ہو گیا تھا - اس کی منزل
کہاں اور کدھر تھی کوئی نہ جانتا تھا -

سورج اپنی ژولیدہ و بوسیدہ منزلوں کے قریب تر ہو گیا تھا - شام کے ارغوانی سائے
ہالے کی خیرہ کن اور طلسمی دیویوں سے تانک جھانک کر رہے تھے - تمیم جب صنوبر اور
بلوط کے درختوں سے گھری ہوئی پگ ڈنڈی پر گھوڑا دوڑاتا ہوا قلعہ بلوط سے ساحل سمندر کی طرف
اڑا جا رہا تھا سامنے اپنے بائیں طرف ایک کوہسار کی چوٹی سے کسی کے گانے کی آواز سنائی دی عجیب
محرکن آواز تھی جیسے بے شمار قوار یر آپس میں ٹکرائی ہوں ——— آواز ———

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صلاتِ صبح کی طرح پُرسرور ــــــ کسی کے گیت کی صدا ــــــ پچھلے پہر کی کوئل او اور اس بوڑھے کے پاس رُکتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے پوچھا۔

صبح کی آذان کی طرح فسوں ساز۔ تمیم نے گھوڑے کا رُخ موڑا اور اسے بائیں طرف اس کہ خدا کے لیے بتایئے آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے۔ کاش آپ وہ رُوح میں تڑپ

پرچڑھا دیا۔ جس پر سے اسے گانے کی آواز سنائی دی تھی۔ اور دل میں حرارت پیدا کرنے والا گیت گاتے رہتے اور میں وہاں چٹان کے پاس کھڑا ہو کر

پہاڑ کے اُوپر آ کر اس نے دیکھا اس سے تھوڑی دُور آگے ایک بوڑھا جو اپنی ذہنی سنتا رہتا۔

قطع سے عرب لگتا تھا اور جس کے ایک ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرا ہاتھ وہ فضا میں بلند کئے اس بوڑھے عرب کی آواز یوں سُنائی دی جیسے ــــــ جیسے کوئی سمندر کی

گا رہا تھا۔ تمیم نے دیکھا اس کے سامنے وادی میں اَن گنت بھیڑ بکریاں چر رہی تھیں۔ شا تنہائیوں سے مدد کے لیے پکار رہا ہو ــــــ میرا نام کعب ہے۔ کعب بن نعمان ــــــ

وہ بوڑھا عرب چروا ہا تھا۔ اس بوڑھے کی زوردار آواز بلند ہوئی اور تمیم اس کے گیت پھر وہ تمیم سے مخاطب ہُوا۔ تم اپنے متعلق بھی کچھ کہو۔ کہاں سے آئے ہو، کدھر جا رہے ہو، اور

کھو سا گیا۔ بوڑھا عرب گا رہا تھا جس کا مفہوم کچھ ایسا تھا۔ کون ہو؟

"غاروں کے اندھیرے بڑھ گئے ہیں۔ ظلمتوں کے پہاڑ بلند ہو رہے ہیں۔ اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے تمیم نے جواب دیا۔ میرا نام تمیم بن صالح ہے۔

صقلیہ کے مسلمان زنجیروں میں جکڑے جا رہے ہیں۔ کوئی ستارہ نہیں لعہ بلوط سے ساحل سمندر کی طرف جا رہا تھا آپ کی آواز سن کر رُک گیا۔ بوڑھے کعب نے

جو بھٹکے ہوؤں کو روشنی دے۔ شاید مٹی کو ابھی نمی اور مزرع تاریخ کو چونک کر پوچھا۔ کیا تم وہی تمیم بن صالح ہو جسے قلعہ بلوط کے حاکم ابن البعباع نے اٹلی

آبیاری کی ضرورت ہے۔ شاید ــــــ شاید وقت کی سمرن کے موتی ں لڑنے والے مسلم رضا کاروں کا سالار مقرر کیا ہے۔

ابھی پورے نہیں ہوئے۔ کیا صقلیہ کے شیشے کو ابھی صیقل کی ضرورت ہے" ہاں میں وہی تمیم بن صالح ہوں۔ مجھے کوئی نصیحت بھی کیجئے جو میرے فرائض میں

تمیم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اس بوڑھے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہو۔ بوڑھے کعب کی گردن جھک گئی۔ وہ اس مقبرے کی طرح اداس اور

دیکھ رہا تھا۔ بوڑھا چند لمحے خاموش رہا پھر پہلے سے بھی زیادہ کرب آمیز اس کی آواز سنائی ویران ہو گیا تھا جس کا کوئی نگہبان و محافظ نہ ہو ــــــ آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر اٹھایا۔ شاید

اے میرے اللہ! وقت کی یہ تقویم کب پوری ہوگی۔ صقلیہ میں مسلم تہذیب ہ کوئی فیصلہ کر چکا تھا۔ پھر اس کی آواز بلند ہوئی گھمبیر و کربناک آواز ــــــ اس کے

کا قافلہ کب سلامتی کی راہ پہ گامزن ہوگا۔ کب بگولوں کے اندر اڑتی ریت رے پر طویل مسافتوں کے نشان تھے اور ایک ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے اس بوڑھے

کو سکون نصیب ہوگا۔ آہ یہ سمندر کی طوفانی لہریں کس مجاہد کا انتظار کر عب نے تمیم سے کہا۔

رہی ہیں اور یہ بے کراں و محیطِ کائنات سمندر اپنے بیش بہا خزانے لیے اگر تم نیک نیتی اور مذہب و ملّت کا جذبہ لیے مجاہدانہ زندگی اختیار کر چکے ہو تو سنو!

کس کا منتظر ہے کہ آنے والا آئے اور صقلیہ کے چہار دانگ امن و سلامتی بھی بھی مسلمانوں کی رفاقت کے رشتوں کو نہ ٹوٹنے دینا۔ اپنوں کے لیے اندھیرے اور تاریکیوں

اور اتحاد و یگانگت کی پُرجوش صدائیں بکھیرے" ہ شعاعوں کا نور بن کر رہنا۔ مسلم قوم اور اسلام کے عدو اور مخالفوں کے لیے ستم کی آندھی میں

ایک دم بوڑھا خاموش ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ذرا دُور چٹان کے پاس کھڑے تمیم کی بارش بن کر برسنا۔ سنو! اگر تم صقلیہ میں اسلام کے جلتے ہوئے چراغ میں روغن ختم نہ ہونے دو

دیکھ لیا تھا۔ تمیم نے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پونچھے پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا اس سرزمین میں عالمِ اسلام کی سیپ کے صدف کی حفاظت اپنی جان پر بھی مقدم جانو تو تمہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شب اسریٰ کی، یاقوت و مرجان تمہارے قدموں کی دھول بن جائیں گے۔ اگر صقلیہ پر کبھی میں ریوڑ کو ہانکتی ہوں، چلو گھر چلیں۔
وقت آئے تو شعلہ سینائی بن کر صقلیہ کے ایک افق سے دوسرے افق تک کوند جانا۔ بڑے کعب نے اس لڑکی کے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے تمیم سے کہا۔
کر صقلیہ سے ہجرت کے متعلق کبھی نہ سوچنا۔ اگر کبھی تمہیں لشکروں کا سپہ سالار بننے کا شرف یہ میری بیٹی مرجانہ ہے۔ میرا کوئی بیٹا نہیں صرف یہی ایک بیٹی ہے۔ میری
ہو تو دشمن پر صحرائے عرب سے نکلنے والے شتر سواروں کے ان قافلوں کی طرح حملہ آور ہونا جنہوں نے پچھلے برس فوت ہو گئی تھی۔ اب یہ بیٹی ہی میرا سب کچھ ہے۔ پھر کعب نے اپنی
نے ایک طرف روما اور دوسری طرف فارس کی صدیوں پرانی اور جابر سلطنتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو گردش شام و سحر اور مرجانہ! یہ تمیم بن صالح ہے۔ وہی تمیم بن صالح جس کے دو بڑے بھائی رضا کارو
مہر و ماہ و انجم تمہارے ایک اشارے پر تم پر فدا و نثار ہونے کو تڑپ اٹھیں گے۔ سالار کے طور پر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے اور اب یہ رضا کاروں کا سالار بنا ہے۔
بوڑھے کعب نے دیکھا تمیم کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کی گہری نیلگوں آنکھوں یہی تمیم ہے میری بچی جس کی کامیابی کے لیے تم دن رات دعائیں مانگا کرتی ہو۔
آنسو ٹپک کر اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ کعب نے اپنی بھرائی اور کپکپاتی آواز مرجانہ چونک سی پڑی۔ اس کے چہرے پر ضیا انگیز کیفیت طاری ہو گئی تھی۔
تو اس کی مترنم آواز سنائی دی۔
کہا قسم اللہ پاک کی تمہارے آنسو بتاتے ہیں تو دم بدم، پے در پے اور قدم قدم پر
السلام علیکم یا اخی! (اے میرے بھائی! تم پر سلام ہو)
کے لیے شور محشر اور پیام موت بن جانے کا جذبہ رکھتے ہو۔
تمیم نے آگے بڑھ کر مرجانہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
تمیم کا سر جب پہلے کی مانند ہی جھکا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے
آج سے تم میری بہن اور میں تمہارا بھائی ہوں۔
اس بوڑھے کعب نے شفقت آمیز لہجے میں اسے پکارا۔
مرجانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ یقین کیجئے اخی! جب سے میں نے سنا
تمیم! تمیم! میری طرف دیکھو!
تمیم نے جب سر اٹھا کر کعب کی طرف دیکھا تو اس نے اپنی بھیڑ بکریوں کے آپ مسلم رضا کاروں کے سالار مقرر ہوئے ہیں۔ میں ہر روز آپ کی کامیابی کے لیے دعائیں
کرتی ہوں۔
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اپنی بہن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب آپ دونوں
تم دیکھتے ہو۔ یہ میرا ریوڑ ہے اور میں اس کا چرواہا اور گڈریا ہوں اور اس
اجازت دیں۔ ساحل سمندر پر میرا لشکر میرا انتظار کر رہا ہوگا ——— کعب
نگرانی و نگہبانی کرتا ہوں۔ یاد رکھو جس ریوڑ کا کوئی محافظ اور نگہبان نہ ہو اس بدقسمت
نے تمیم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ آج رات کا کھانا ہم دونوں
لیے گیدڑ بھی شیر بن جاتے ہیں۔ صقلیہ کے بیٹے! سنو ایک غیر متحد اور منتشر قوم کی حالت
بیٹی کے ساتھ کھاؤ۔
اس ریوڑ جیسی ہوتی ہے جس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو اور کمزور سے کمزور دشمن بھی
تمیم نے ممنون انداز میں کہا۔ میں کھانا کھا کر ابن البعاع سے رخصت ہوا ہوں۔
کا بدن بھنبھوڑنے کو ٹوٹ پڑتا ہے۔
اجازت دیں۔ پھر کبھی آپ کے پاس آؤں گا۔
تمیم جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک جوان اور حسین ترین لڑکی جنگلی ہرنی
کعب نے دائیں طرف پہاڑ کے دامن میں ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
اتراتی بھرتی ہوئی وہاں آئی اور بڑے پیار سے اس نے بوڑھے کعب سے کہا۔ بابا!

www.iqbalkalmati.blogspot.com

——— اس بستی میں میرا گھر ہے ۔ تم جس سے بھی پوچھو گے وہ تمہیں میرے گھر پہنچا دے گا
تمیم اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور جب اس نے رکاب میں اپنا ننگا پاؤں رکھا
نے چونک کر پوچھا ——— تمہارے پاؤں میں جوتا کیوں نہیں ہے ———
تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے ، جب تک اپنے مقصد
نہیں ہو جاتا اپنے پاؤں میں جوتا نہ پہنوں گا ———

اس کے ساتھ ہی تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کو ہسار سے نیچے
پگڈنڈی کی طرف اترنے لگا جو ساحل سمندر کی طرف جاتی تھی ۔ کعب اور مرجانہ ہاتھ ہلا ہلا
کر اسے الوداع کہہ رہے تھے ۔

گرمیوں کا پورا موسم تمیم اور ساریہ اپنے رضاکار دستوں کے ساتھ مسلمانوں کے لٹے ہوئے
قافلوں کو صقلیہ منتقل کرتے رہے ۔ جنوبی اٹلی کے انتہائی شمال میں بلاد قلوریہ سے لے کر
، اور وہاں سے نقوطرہ اور ریو کی بندرگاہوں تک انہوں نے اٹلی کا مغربی ساحل کھنگال
ڈالا وحشی نارمنوں کے ہاتھوں مسلم کاروانوں کی عزت و مال کی حفاظت کرتے رہے ۔
سردیوں کے آغاز پر وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے ۔ پھر وہ اپنے جہازوں اور
...ل کے ساتھ صقلیہ اور اٹلی کو ملانے والی خلیج مسینا کی معروف بندرگاہ مسینا آئے ۔ وہاں
...م اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور ساریہ لشکر کے ساتھ طبرین
تے سیاہ چٹانوں والے کوہ اٹنا کے اندر اپنے اس مستقر کی طرف روانہ ہو گیا جو ان کی
پناہ گاہ تھی ۔
گہرے نیلے آسمان پر سرما کا ٹھٹھرا ہوا سورج مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہو گیا تھا ۔
...ا کے اندر درختوں اور کوہساروں کے سائے طویل ہونے لگے تھے ۔ تیز و تند اور تلوار
...کاٹتی ہوئی سرد ، منجمد اور برفانی ہوائیں ان وحشیوں کی طرح چنگھاڑ رہی تھیں جنہیں کسی
...ا کا سبق نہ دیا ہو ۔ تمیم اپنے اسی سرکش اور سفید گھوڑے پر سوار جو ابن العباغ نے
...ا تھا بڑی تیزی سے جنوب کی طرف سفر کر رہا تھا ۔ شمالی ڈھلوانوں سے اتر کر وہ اس
...ہ پر چڑھ گیا جو نوطس سے جرجنت شہر کی طرف جاتے ہوئے پہلے وادی زیدول
...کے بعد وادی قوارب ... سے ہو کر گزرتی تھی ۔
ایک چوراہے پر آکر تمیم نے اپنے گھوڑے کو ... لیا ۔ وہاں سے ایک شاہراہ
آگے نکل جاتی تھی جو تمیم کی بستی المازرہ سے ... فرسنگ کے فاصلے سے گزرتی ہوئی قلعہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لوط سے ہوتی ہوئی جنت شہر اور پھر وہاں سے بھی آگے اپنا رُخ مغرب کی طرف موڑتے ہوئے اٹھ رہے ہیں ـــــــ الماس کچھ کہنے والا تھا کہ حویلی کے اندر سے ایک کھنکتی اور پھول برساتی
مازر اور طرابنش شہروں سے ہوتی ہوئی صقلیہ کے دوسرے بڑے سلسلہ کوہ ایرکس کے دامن ہوتی آواز سُنائی دی ـــــــ الماس کون ہے ؟ تمیم پہچان گیا وہ ربیعہ کی شیریں آواز
جا ملتی تھی ۔ دائیں طرف مڑنے والی شاہراہ صقلیہ کے مرکزی اور انتہائی بلند شہر قصریانی ۔ الماس نے ذرا اُونچی آواز میں کہا ۔ آقا سعد کا کوئی دوست ہے ۔ پھر تمیم نے دیکھا
طرف چلی گئی تھی اور وہ سڑک جو بائیں طرف مڑی تھی ربیعہ کی بستی قریۃ الشط کے ہرنی کی طرح بھاگتی ہوئی دروازے پر آئی تھی ۔ تمیم اسے دیکھتا رہ گیا ۔ وہ چاند کی طرح
سے گزرتی ہوئی مشرقی ساحل کے مشہور شہر سرقوسہ (سیراکیوز) تک جا نکلتی تھی ۔ ایران ، بہار کی طرح حسین اور اس کا رنگ پھولوں کی طرح رنگین تھا ۔ اس کے چہرے پر
پر کھڑے ہو کر تمیم چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا ۔ پھر اس کے کانوں میں ربیعہ کے وہ الفاظ گونج اور شیریں زندگی کے آثار تھے ـــــــ پر وہ تمیم کو پہچان نہ سکی کیونکہ تمیم اس
اُٹھے ۔ جو اس نے مسینا کی بندرگاہ پر اس سے جدا ہوتے وقت کہے تھے ۔ ت جنگی لباس میں نہ تھا ۔ اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور ربیعہ نے اس سے قبل اس
"مجھے معلوم نہیں آپ کیا سوچتے ہوئے رخصت ہو رہے ہیں ۔ تاہم میں آپ چہرہ تک نہ دیکھا تھا ۔ ربیعہ شاید اس کے ننگے پاؤں ہی سے اسے پہچان جاتی لیکن تمیم
یقین دلاتی ہوں قریۃ الشط کی ایک لڑکی ہر روز آپ کی راہ دیکھتی رہے گی ۔" ۔ عربوں کی جو روایتی قبا پہن رکھی تھی وہ اس قدر لمبی تھی کہ وہ زمین کو چھو رہی تھی ۔
تمیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی ۔ اس نے اپنے گھوڑے کو بائیں طرف اس کے اندر تمیم کے ننگے پاؤں چھپ گئے تھے ۔
موڑتے ہوئے ایڑ لگائی اور گھوڑا شاہراہ پر دھول اڑاتا ہوا ہوا سے باتیں کر رہا تھا ۔ قریۃ ربیعہ کی پھر میٹھی آواز سنائی دی ۔ انہیں دیوان خانے میں بٹھاؤ ۔ ابھی آنے والے
میں داخل ہو کر تمیم نے سعد بن زبیر کے گھر کا پتہ پوچھا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک بہت ہوں گے ۔ الماس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی ۔ اور اسے اصطبل کی طرف
حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا ۔ گیا ۔ ربیعہ نے تمیم سے کہا ۔ آپ اندر آ جائیے ۔ تمیم ربیعہ کے پیچھے پیچھے چل پڑا ۔ ربیعہ
دروازہ کھلا اور ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک بربر جس کی کن پٹیوں کے بال سفید ہو اسے دیوان خانے میں بٹھایا اور خود حویلی کے سکونتی حصے کی طرف چلی گئی ۔
تھے تمیم کے سامنے کھڑا تھا ۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے پوچھا تمیم کو دیوان خانے میں بیٹھے ابھی چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ ربیعہ آہستہ آہستہ اندر
یہ سعد بن زبیر کا گھر ہے ۔ بربر نے اپنے سر کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے کہا ۔ آپ کا اور شرماتے ہوئے تمیم سے پوچھا ۔
درست ہے ۔ یہ گھر سعد بن زبیر کا ہے ۔ کیا آپ بھی ان جوانوں میں شامل تھے جو میرے بھائی کی طرح نارمنوں کے ہاتھوں
تمیم نے پھر اس بربر سے پوچھا ۔ تم کون ہو ؟ رہو گئے تھے ـــــــ تمیم نے اس خیال سے کہ ربیعہ کہیں اسے پہچان نہ جائے اپنی
اس بربر نے بجھے ہوئے سے لہجے میں کہا ۔ میرا نام الماس ہے ۔ میں انداز میں بھاری پن پیدا کرتے ہوئے کہا ـــــــ میں اس لشکر میں شامل تھا جس نے
کا غلام ہوں ۔ کیا سعد گھر پر ہے ـــــــ نہیں وہ تھوڑی دیر ہوئی باہر رہے ہیں نوں کے ہاتھوں مسلمان قیدیوں کو رہائی دلائی تھی ۔
آپ اندر آ کر بیٹھئے وہ آنے والے ہی ہوں گے ۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کس سلسلے ربیعہ چونک سی پڑی اور مسکراتے ہوئے پوچھا ۔
ان سے ملنا چاہتے ہیں ۔ آپ کے اس لشکر کا سردار کون تھا ؟
وہ میرا دوست ہے اور جنوبی اٹلی میں نارمنوں کے خلاف ... بنو عباد کا ایک جواں سال عرب ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا وہ ننگے پاؤں والا ایک عرب ہے ؟

ہاں وہ پاؤں سے ننگا رہتا ہے ۔

اس کے باپ کا نام تو صالح ہے ۔ کیا آپ بتا سکیں گے اس کا نام کیا ہے ــــ

تمیم نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا ـــــــ تمہیں اس کے باپ کے نام کا کہاں سے پتہ چلا ـــــــ ربیعہ کے چہرے پر ویرانی چھا گئی اور ہکلاتے ہوئے اس نے کہا ۔

وہ میرے محسن ہیں ۔ انہوں نے مجھے ایک مصیبت سے نکالا تھا ۔ اس وقت میں جنوبی اٹلی میں اپنی ماں کے ساتھ نارمنوں میں گھری ہوئی تھی ۔ جب ہم ریو کی بندرگاہ آئے تو وہاں ہم پر نارمنوں نے حملہ کر دیا ۔ ننگے پاؤں والا وہ عرب وہاں بھی میری مدد کو پہنچا اور اس نے مجھے نارمنوں سے بچایا ۔ جب وہ نارمنوں سے لڑ رہا تھا تو اس کے ایک شیدائی نے جوش سے لہجے میں کہا ۔ کو اس کا غلام سمجھتا ہے اور مجھے میرے گھر پہنچانے پر مامور تھا ۔ اس کے لڑنے کے انداز پر خوش ہو کر اپنی پوری قوت سے چلا کر کہا تھا ۔

مرحبا ! صالح کے بیٹے ! مرحبا !

تمیم خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا ۔ ربیعہ نے پھر اس سے پوچھا ۔ کیا آپ بتا سکیں گے اس کا نام کیا ہے ؟ ـــــــ

لمبا سانس لیتے ہوئے تمیم نے جواب دیا ۔ اس کا نام تمیم ہے ۔ تمیم بن صالح ــــ

کیا آپ جانتے ہیں ، وہ اس وقت کہاں ہے ؟ ـــــــ

وہ اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ کوہ اٹنا کی ان غاروں میں ہوگا جہاں اس کے لشکر کا مستقل ٹھکانہ ہے ۔

کیا آپ یہاں سے لوٹ کر اس کے پاس جائیں گے ؟

ہاں میں واپس لشکر میں جاؤں گا ۔

کیا آپ اسے میرا ایک پیغام پہنچا دیں گے ؟

آپ مجھے پیغام لکھ دیں میں ضرور پہنچا دوں گا ۔

ربیعہ نے بڑی تیزی سے کہا ۔ لکھنے کی ضرورت نہیں آپ اسے صرف یہ کہہ دیجئے کہ قریۃ المشطہ کی ایک لڑکی اس کا انتظار کر رہی ہے ۔ ربیعہ وہاں سے ہٹی اور بھاگتی ہوئی حویلی کے رہائشی حصے کی طرف چلی گئی ـــــــ تمیم وہیں بیٹھ کر ہلکے ہلکے مسکرا رہا تھا ۔ شاید وہ ابھی تک ربیعہ کے ساتھ اپنی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد الماس اندر آیا اس کے ہاتھ میں چاندی کی ایک طشتری تھی وہ اس نے تمیم کے سامنے رکھ دی ۔ تمیم نے دیکھا چاندی کے برتنوں میں طشتری کے اندر تازہ پنیر نرمای کھیر ، بھنا ہوا گوشت اور گرم گرم دودھ تھا ـــــــ تمیم کے سامنے برتن رکھتے ہوئے الماس نے میٹھی آواز میں کہا ـــــــ کھائیے !

مسکراتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ تم بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ ! الماس نے مجھے آپ جانیے میں غلام ہوں اور ان برتنوں میں میرے آقا کھاتے ہیں ۔ آقا اور غلام میں تمیز ہوتی ہے ۔ میرے لیے کھانے کے برتن علیحدہ ہیں جو مٹی کے ہیں ۔ پھر آپ ہی سوچیے غلام اپنے آقا کے برتنوں میں کیونکر کھا سکتا ہے ؟

تمیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا ۔ ہمارے مذہب میں آقا اور غلام کی تمیز نہیں

الماس نے بڑے دکھ سے جواب دیا ۔ لیکن اس حویلی کے اندر آقا اور غلام میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا مشرقی اور مغربی افق میں ـــــــ تمیم نے اپنی آواز میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا ۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو میں یہ برتن اٹھا کر باہر پھینک دوں گا ـــــــ الماس ڈرتے ڈرتے تمیم کے سامنے بیٹھ گیا ۔ اس کا سارا جسم بری طرح کانپ رہا تھا ۔ کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمیم نے کہا ـــــــ کھاؤ ـــــــ الماس نے اپنا کپکپاتا ہوا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا مگر فوراً ہاتھ کھینچ کر اس نے منت کرنے کے انداز میں تمیم نے کہا ۔

ضد نہ کریں ۔ آپ کھائیں ۔

تمیم نے دائیں ہاتھ میں طشتری اٹھاتے ہوئے کہا ۔ کھاؤ ورنہ میں اسے باہر پھینکتا ہوں ۔ الماس نے ڈرتے ڈرتے کہا ۔ اچھا رکھیے میں کھاتا ہوں ـــــــ تمیم نے طشتری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نیچے رکھی۔ الماس نے نوالہ لیا۔ وہ اس بُری طرح کپکپا رہا تھا کہ نوالہ طشتری میں گر گیا۔ تمیم نے اس کی ہمت بندھائی۔ کوئی بات نہیں اور لو ـــــــ بڑی ہی بے بسی سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے الماس نے پھر کہا۔

میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ اکیلے کھائیں اگر کسی نے مجھے آپ کے ساتھ کھاتے دیکھ لیا تو میرے ساتھ بُرا سلوک ہوگا ـــــــ تمیم نے پھر اس کی ہمت بندھائی اگر کسی نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ میں تمہیں ان سے خرید کر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ الماس نے اس بار ذرا بیباکی سے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر میں ضرور کھاؤں گا۔ دونوں مل کر کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد جب الماس برتن سمیٹ رہا تھا۔ باہر صحن میں گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ الماس نے چونک کر کہا۔ آقا سعد آگئے ہیں۔ الماس نے برتن وہیں چھوڑ دیئے اور باہر بھاگا۔ صحن کے وسط میں اس نے سعد کو جا لیا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ الماس نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور سعد نیچے اُتر گیا۔ گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے جاتے ہوئے الماس نے سعد سے کہا۔

آپ کا ایک دوست آیا ہوا ہے۔ میں نے اسے دیوان خانے میں بٹھا رکھا ہے۔

سعد دیوان خانے کی طرف بڑھا اور اندر داخل ہو کر اس نے جو تمیم کو دیکھا تو خوش ہوتے ہوئے کہا۔ میں اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اس قدر اچانک ہمارے ہاں آجائیں گے۔ اس نے آگے بڑھ کر تمیم سے مصافحہ کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اتنے میں الماس برتن اٹھانے کے لیے اندر آیا۔

تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمیم نے سعد سے کہا ـــــــ تمہارا یہ غلام بہت اچھا ہے۔ سعد نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف تعریفی نگاہوں سے اس نے الماس کی طرف دیکھا اور الماس چپ چاپ برتن اُٹھا کر باہر نکل گیا ـــــــ سعد نے تمیم سے پوچھا۔ میرے گھر والوں نے کوئی تواضع بھی کی ہے یا یوں ہی بٹھا رکھا ہے۔ تمیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ تم نے خالی برتن جاتے نہیں دیکھے

سعد نے اپنی صفائی پیش کرنے کے انداز میں کہا۔ دراصل جب سے میری ماں جنوبی اٹلی میں نارمنوں کے ہاتھوں ماری گئی ہے ہم اپنے مہمانوں کے متعلق سخت فکرمند رہتے ہیں۔ ماں کے بعد اس گھر میں میری ایک ہی چھوٹی بہن ہے۔ جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ مہمانوں کے معاملہ میں وہ سخت لاپرواہ ہے۔ اور سارا کام گھر کے غلام الماس اور ایک لونڈی جس کا نام اُم کاشان ہے اپنی اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔

تمیم کی گردن جھک گئی اور اس نے بڑے دکھ سے کہا۔

مجھے افسوس ہے میں تمہاری ماں کی حفاظت نہ کر سکا۔ سعد نے چونک کر پوچھا آپ میری ماں کو کیسے جانتے ہیں۔ تمیم نے سر اوپر اٹھا کر سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جنوبی اٹلی میں تمہاری خالہ کے مکان سے تمہاری ماں اور بہن کو میں ہی نکال کر لایا تھا اور اس کے بعد مجھے لشکر کا سالار بنا کر تمہاری طرف روانہ کیا گیا تھا۔

سعد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ نے میری ساری ہی مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ ربیعہ روز ہی مجھے اپنے محسن کا پتہ کرنے کو کہتی ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ آپ ہی ہیں۔ وہ صرف یہ بتاتی تھی کہ میرے محسن کے باپ کا نام صالح ہے ـــــــ پھر سعد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ میں ربیعہ کو بلاتا ہوں وہ آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوگی ـــــــ تمیم نے اس کا بازو پکڑ کر بٹھا لیا۔ بیٹھو میں خود اسے بتاؤں گا ـــــــ پہلے یہ بتاؤ تم لشکر میں لوٹ کر واپس کیوں نہیں آئے جب کہ تمہارے ساتھ والے قیدی تمام کے تمام ایک .... ماہ تک اپنے گھروں میں رہنے کے بعد لشکر میں واپس آگئے تھے۔

سعد نے بڑی بیزاری سے کہا۔

میں اپنے ماموں ابن الصباغ اور اس کے لشکر کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ چکا ہوں۔ ـــــــ چونک کر تمیم نے پوچھا۔ کیوں؟ ـــــــ بڑی نفرت سے سعد نے کہا۔ کیا یہ انصاف ہے کہ میں اس کا بھانجا ہوتے ہوئے اس کے لشکر میں ایک عام سپاہی کی حیثیت سے لڑتا رہوں۔

تمیم نے کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ تو کیا تم صرف عہدہ کے لالچ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

البعاع کے لشکر میں شامل ہوئے تھے ـــــــ سعد نے بلا تامل کہہ دیا ـــــــ میں
رف اچھے عہدے کی اُمید پر لشکر میں شامل ہُوا تھا لیکن ابن البعاع نے مجھے مایوس کیا
ے اور اب خدا نے میری خواہش پوری کر دی ہے ۔ بلرم کے حکمران ابن ثمنہ نے اپنے
لشکر میں مجھے میرے ابّی کی جگہ ایک ہزار سواروں کا سالار مقرر کر دیا ہے اور میں کل ربیعہ
ور گھر کے لونڈی غلام کے ساتھ بلرم کی طرف روانہ ہو جاؤں گا ۔ اپنی یہ حویلی ہم اپنے
یک عزیز کے حوالے کر کے جا رہے ہیں ۔ میرے ابّی پہلے ہی بلرم پہنچ چکے ہیں ۔ ان کے
حکم کے مطابق ہمیں آج یہاں سے روانہ ہونا تھا لیکن وقت پر ربیعہ کے لیے بگھی کا انتظام
نہ ہونے کی وجہ سے ہم اب آنے والی صبح کو یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ۔ میں ابھی ابھی
بگھی کا انتظام کر کے ہی واپس آیا ہوں اور پھر آپ یہ بھی سوچیے کہ ابن ثمنہ سارے صقلیہ
کو اپنے سامنے زیر اور نگوں کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور جس وقت وہ سارے صقلیہ
کا حکمران بن جائے گا ۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اس لشکر میں پھر میری کیا حیثیت ہو گی؟
اپنی بڑھتی ہوئی تلخی کو ضبط کرتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ زبیر کے بیٹے ! کسی لشکر
میں اچھا عہدہ یا اس کا سالار ہونا کسی خاندانی پس منظر کا محتاج نہیں اگر ایسا ہوتا تو نبی
اکرمؐ کبھی بھی خلفائے راشدین اور سینکڑوں مسلمان اکابر کو نظر انداز کر کے ایک غلام
کے بیٹے اسامہؓ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر شام کی طرف روانہ نہ کرتے اور پھر یہ بھی جانو،
اس لشکر میں فاروقؓ اعظم جیسی عظیم شخصیت بھی شامل تھی اور صدیقؓ اکبر نے اسامہؓ کے
گھوڑے کی باگ پکڑ کر [illegible] تھا جب کہ اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور صدیقؓ
اکبر اس کے ساتھ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر پیدل چل رہے تھے ۔
بات کا رُخ بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے سعد نے کہا میں آپ کو بھی ابن ثمنہ
کے لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں ۔ میں اپنے ابّی سے کہہ کر آپ کو کوئی اچھا
سا عہدہ بھی دلا سکتا ہوں اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں عنقریب ابن ثمنہ پورے
صقلیہ کا حکمران ہو گا ۔ تمیم کے شاید ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے ۔ اس لیے وہ
اپنی پوری [illegible] تلخیوں کے ساتھ کسی آگ اگلنے والی اور آتش دہن عفریت کی طرح

پھٹ پڑا ۔
میں لعنت بھیجتا ہوں اس رتبہ و منصب پر جو خریدا گیا ہو اور یہ بھی یاد رکھو،
زبیر کے بیٹے ! ابن ثمنہ فاسق، فاجر، شرابی اور خناس ہے اور ایسے شخص کو ہم صقلیہ
کا حکمران بننے کی کبھی اجازت نہ دیں گے ۔ کیا یہ وہی شیطان نہیں جس نے شراب کے
نشے میں اپنی بیوی اور قصریانہ کے حکمران ابن حواس کی بہن میمونہ کے ہاتھ کی نسیں کاٹ
دی تھیں اور اس مظلوم عورت کے جسم سے چشمے کی طرح خون بہہ نکلا تھا ۔
سعد نے بھی اس بار سنگین تلخی میں پوچھا ۔ ابن ثمنہ اور ابن حواس میں عنقریب
جنگ ہونے والی ہے اس جنگ میں تمہاری ہمدردیاں کس کے ساتھ ہوں گی ـــــــ
غصے میں اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ لے جاتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ لاریب، میں اور
ابن البعاع ابن ثمنہ کے خلاف ابن حواس کا ساتھ دینے کا عزم کر چکے ہیں ۔ سعد نے
بھی وحشیوں کی طرح چنگھاڑتے ہوئے کہا ـــــــ تو پھر آنے والی اس جنگ میں ہم
دونوں ایک دوسرے کے دشمن اور معاند ہو کر ملیں گے ۔
تمیم نے کھڑے ہوتے ہوئے غصے میں کہا ۔
واللہ صقلیہ کی سلامتی اور آزادی کی خاطر مجھے تم جیسے ایک نہیں ہزاروں شیطان
نما انسانوں کو اپنا دشمن بنانا پڑا تو مجھے کوئی دریغ کوئی افسوس نہ ہو گا ـــــــ اس
کے ساتھ ہی تمیم غصے کی حالت میں کمرے سے باہر نکل گیا ۔ اس نے دیکھا دروازے کے
قریب ہی ربیعہ کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی ۔ شاید وہ دونوں کے درمیان تلخ
کلامی سن کر احتیاط کے طور پر وہاں آ گئی تھی کہ اس کے گھر آیا ہوا اجنبی اس کے بھائی پر
حملہ نہ کر دے ـــــــ ربیعہ کو نظر انداز کرتا ہوا تمیم صحن میں چند قدم ہی اصطبل
کی طرف بڑھا تھا کہ اپنے پیچھے اسے سعد کی آواز سنائی دی ۔
تم نے میرے ساتھ اپنی حدود سے بڑھ کر بات کی ہے جب کہ تم جانتے ہو
میری اجازت کے بغیر اس گھر سے تم اپنی جان تک بچا کر نہیں لے جا سکتے ۔ کسی وحشی درندے
کی طرح ایک پاؤں پر گھوم کر تمیم واپس مڑا اور اپنا دایاں ہاتھ خوب قوت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے سعد کی طرف لہراتے ہوئے کھولتے اور غراتے لہجے میں کہا۔

جبل نور کی اس مقدس غار کی قسم جس کے اندر میرے رب نے محمد عربیؐ پر اپنی آخری کتاب کا نزول شروع کیا تم جیسے ایک نہیں ہزاروں خناس اور ابلیس بھی میرا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں تو میں جلتے ہوئے شہاب ثاقب اور زہر آلود خنجر کی طرح ان کے بیچ میں سے گزر جاؤں گا۔

چند لمحے تمیم وحشت ناک طریقے سے سعد کو گھورتا رہا اس کی طرف سے کوئی رد عمل نہ پا کر جونہی وہ مڑ کر اصطبل کی طرف روانہ ہوا۔ ربیعہ اپنی تلوار لہراتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی اور اس پر حملہ کر دیا۔ تمیم یوں واپس مڑا گویا اس کے پاؤں میں آنکھیں ہوں۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنی بھاری اور چمکدار تلوار نکالی اور قبل اس کے ربیعہ اس پر وار کرتی تمیم نے اس قوت سے اس کی تلوار پر تلوار ماری کہ ربیعہ کی تلوار دستے کے قریب سے کٹ کر زمین پر گر گئی اور دستہ ربیعہ کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا تھا۔ پھر تمیم کو کھولتی ہوئی آواز ربیعہ کے کانوں میں پڑی۔

ربیعہ! تمیم بن صالح اتنا غافل نہیں کہ ایک کمزور و ناتواں لڑکی اس کی زندگی کا چراغ بجھا دے۔ اس کے ساتھ ہی تمیم نے اپنے دائیں ہاتھ کا اُلٹا حصہ خوب زور سے طمانچے کی صورت میں ربیعہ کے منہ پر دے مارا۔ ربیعہ بیچاری بُری طرح لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر گئی۔

اپنا گال سہلاتے ہوئے ربیعہ آہستہ آہستہ کھڑی ہوئی۔ تمیم کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے نشان اس کے نازک اور سرخ گال پر واضح ہو گئے تھے۔ خفت و شرمندگی سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے ربیعہ نے ریزہ ریزہ ہو جانے والے خواب انگیز لہجے میں کہا

تمیم بن صالح! ربیعہ کے چہرے پر اب حقارت کے طعن اور آنکھوں نفرت کے سنگ کے بجائے دور دور تک ہمدردی اور پیار تھا۔ یوں لگتا تھا اس کے سارے پندار ریزہ ریزہ ہو گئے ہوں۔ وہ آہستہ آہستہ تمیم کی طرف بڑھی اسی لمحہ نے سعد کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی غراتی آواز میں کہا۔

زبیر کے بیٹے! تم کس قدر بے غیرت ہو میں نے تمہاری بہن پر ہاتھ اُٹھایا ہے۔ اور تم نے آگے بڑھ کر اپنی بہن کی مدد نہیں کی جب کہ یہ صرف تمہاری حمایت میں مجھ پر حملہ آور ہوئی تھی ——— سعد دیوان خانے سے ملحقہ ایک کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ———

صالح کے بیٹے! وہیں کھڑے رہو، میں ابھی تمہارے ساتھ فیصلہ کن تصفیہ کرتا ہوں۔ سعد جب اس کمرے کے اندر چلا گیا تو ربیعہ تمیم کے نزدیک ہوئی اور منت کرتے ہوئے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ خدا کے لیے بتائیے آپ کون ہیں۔ کیا آپ وہی محسن ہیں جن کی مجھے تلاش ہے۔ تمیم نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ خاموش و ساکن کھڑا اس کمرے کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے اندر سعد داخل ہوا تھا ——— ربیعہ نیچے جھکی اور تمیم کی عبا اوپر اُٹھا کر جب اس نے تمیم کے ننگے پاؤں دیکھے تو وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور بے کسی کی حالت میں بُری طرح چلا اٹھی۔

نہیں نہیں، میں اپنے محسن پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتی۔ پھر ربیعہ اپنا وہ ہاتھ جس سے اس نے تلوار پکڑ کر تمیم پر وار کیا تھا اپنے منہ میں لے کر دانتوں سے بُری طرح چبانے لگی تھی اور سسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگی۔ میں ان پاؤں کو پہچانتی ہوں۔ یہ میرے محسن کے ہوئے پاؤں ہیں۔ پھر دفعتاً اس نے تمیم کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں مجھ سے خطا ہوئی۔

تمیم شاید کوئی جواب دیتا لیکن اسی لمحہ سعد اس کمرے سے نکلا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں نقدی کی ایک وزنی تھیلی تھی۔ غصے کی حالت میں چلتا ہوا وہ تمیم کے قریب آیا اور نقدی کی وہ خریطی اس نے تمیم کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔

تم نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا۔ نقدی کی یہ تھیلی اس احسان کا صلہ ہے اسے اٹھاؤ اور میرے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تمیم آگے بڑھا نقدی کی تھیلی کو اپنے ننگے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر ماری اور وہ تھیلی جا کر سعد کی ٹانگ پر لگی اس کے ساتھ ہی تمیم کی غصے سے بھرپور آواز سنائی دی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس گھر کو مبارزت گاہ بنانے کے بجائے کاش تم نے کسی رزم گاہ میں مجھے پکارا
ہوتا تو میں تمہیں بتاتا تمیم بن صالح سے ٹکرانا اس قدر سہل نہیں جس قدر تم خیال کرتے ہو
ـــــ سعد اپنی تلوار لہراتا ہوا آہستہ آہستہ تمیم کی طرف بڑھا ۔ تو پھر تم بزدل ہو
مقابلے سے پہلو تہی کر رہے ہو ۔ قبل اس کے تمیم کوئی جواب دیتا ربیعہ تڑپ کر تمیم کے
سامنے کھڑی ہوگئی اور سعد کی طرف دیکھتے ہوئے غصّے میں اس نے کہا ۔

اخی ! یہ آپ ہی کے محسن نہیں میرے محسن بھی ہیں ۔ تمیم بن صالح ۔ جنہوں نے
مجھے اور میری ماں کو اس تہ خانے سے نکالا جہاں ہمارا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا ۔ وہی تمیم بن
صالح جنہوں نے میری عزت ریو کی بندرگاہ میں اس وقت نارمنوں کے ہاتھوں بچائی جب
میں ہر طرف سے مایوس ہو چکی تھی ـــــ یا اخی ! (اے میرے بھائی) اسے کچھ کہنے
سے قبل آپ کو اپنی چھوٹی بہن پہ ہاتھ اٹھانا ہوگا ۔

ریچھ کی طرح جھاگ چھوڑتے ہوئے سعد نے کہا ۔

ربیعہ ! میری بہن ! تم ایک طرف ہٹ جاؤ ۔ میں ابھی اسے بتاتا ہوں کہ
البعاع نے اسے اپنے رضاکاروں کا سالار بنا کر یقیناً غلط فیصلہ کیا ہے ۔

تمیم نے ایک جھٹکے کے ساتھ ربیعہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے سعد کو ٹوٹ
کڑکے ٹوٹ کر برسنے والے رعد کی طرح چنگاڑتے ہوئے کہا ۔

زہر کے بیٹے ! اپنی زبان کو اپنے دانتوں کے حلقے میں رکھ کر بات کرو
خدا کی قسم تمیم بن صالح ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہے ۔ اگر تم اپنی حدود سے گزر گئے
واللہ اس گھر کے صحن میں ذبح ہونے والے بکرے کی طرح میں تمہارا حلقوم کاٹ کر چلا جاؤں
گا ـــــ تمیم جب آگے بڑھنے لگا تو ربیعہ ایک بار پھر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی
اور منت کرتے ہوئے کہا ۔

میں جانتی ہوں میرا بھائی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ اس کے باوجود اگر آپ
اس گھر کے صحن کو رزم گاہ میں بدلنے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو میرے بھائی کی بجائے میری
گردن کاٹ دیجیے ۔ ربیعہ خاموشی سے تمیم کے سامنے اپنی گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی

سعد اس سارے ردِعمل پر ابھی تک مبہوت کھڑا تھا ۔ تمیم نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور مڑ
کر اصطبل کی طرف بڑھنے لگا ۔ سعد اور ربیعہ وہیں کھڑے رہ گئے تھے ۔

تمیم جب اصطبل میں داخل ہوا تو وہاں الماس اس کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا
تھا ـــــ تمیم نے دیکھا الماس کی آنکھوں میں آنسو تھے ۔ تمیم جب اس سے گھوڑے
کی باگ لینے لگا تو الماس نے کپکپاتی آواز میں کہا ۔

اس گھر میں آپ پہلے اجنبی ہیں جس نے مجھے انسان سمجھ کر عزتِ نفس سے روشناس
کرایا ہے ۔ کاش میں اس حالت میں ہوتا کہ آپ کے ساتھ جا کر آپ کی خدمت کر سکتا ۔ تمیم
نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا ۔ الماس ! میں تمہیں خرید کر ضرور اپنے ساتھ لے
جاتا لیکن اب اس گھر میں تمہارا رہنا بے حد ضروری ہے ۔ تم جانتے ہو ربیعہ ـــــ

الماس نے تمیم کی بات کاٹ کر آنسوؤں میں مسکراتے ہوئے کہا ۔ میں جانتا ہوں
ربیعہ آپ کو پسند کر چکی ہے اور آپ اس کی حفاظت کے لیے مجھے اس گھر میں دیکھنا چاہتے
ہیں ۔ کیا میں نے درست کہا ہے ـــــ تمیم ہنس دیا ، تم بہت دانشمند ہو الماس!

تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ۔ الماس پہ ایک الوداعی نگاہ ڈالی اور گھوڑے
کو ایڑ لگا ۔ سعد کی حویلی سے نکل کر اپنے گھوڑے کو درمیانہ روی سے بھگاتا ہوا جب وہ
حویلی کے عقب میں اس جگہ آیا جہاں چھوٹے بڑے ٹیلوں پہ صنوبر کے گھنے درختوں کے
اندر ایک پگ ڈنڈی بل کھاتی ہوئی قریۃ الشط سے باہر نکلتی تھی تو اس نے دیکھا ، اس
پگڈنڈی پر ربیعہ کھڑی تھی ۔ کسی صدیوں پرانے معبد میں رکھے ہوئے بت کی طرح اداس
ـــــ یا ـــــ اس پرندے کی طرح غمزدہ جو اندھیری اور طوفانی رات میں
اپنے غول سے جدا ہو کر راستہ بھٹک گیا ہو ۔ ربیعہ کے نزدیک آکر تمیم نے گھوڑے کی
باگیں کھینچیں اور وہ احتجاجاً ہنہناتا ہوا اور اپنی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھاتے ہوئے رک گیا ۔
تمیم نے نیچے اتر کر دیکھا ۔ ربیعہ رو رہی تھی اور آنسو اس کے سرخ چکنے گالوں پر پھسلتے
ہوئے اس کی ریشمی عبا میں جذب ہو رہے تھے ۔ تمیم نے اسے بڑے پیار سے پکارا ۔

ربیعہ ! ربیعہ ! ـــــ تم نے میرا راستہ کیوں روکا ؟ ـــــ ربیعہ نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ۔ آپ میرے محسن ہیں ۔ میں آپ کو نہ پہچانتے ہوئے آپ پر گرم ہوئی تھی ۔ میں اپنے رویے پر نادم ہوں ۔ مجھے معاف کر دیجئے ۔

تمیم نے بڑی فراخدلی سے کہا ۔ میں نے تمہاری غلطی معاف کی ۔ ربیعہ نے دکھتے لہجے میں کہا ۔ میں جانتی ہوں آپ خفا ہو کر اس گھر سے جا رہے ہیں ۔ اس کے کیا میں اُمید رکھوں اگر حالات کبھی آپ کو اجازت دیں تو آپ بلرم ضرور آئیں گے کل یہاں سے بلرم روانہ ہوں گے ۔ وہاں ابن ثمنہ کی طرف سے شہر کے محلہ حارہ ابی حماز میرے ابی کو حویلی ملی ہے ۔ وہاں میں اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک آپ کا انتظار رہوں گی ۔

اکھڑے اکھڑے سے لہجے میں تمیم نے جواب دیا ۔ ربیعہ ! میرے اور تمہارے خا کی راہیں ہمیشہ کے لیے علیٰحدہ ہو گئی ہیں ۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اب ایک دوسرے کی نہیں دیکھ سکتا ۔ مجھے ایک دھوکہ اور خواب سمجھ کر بھول جانا' ربیعہ ! ——— کے ساتھ ہی تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ۔ ایک طرف سے اس نے گھوڑا آگے بڑھا پھر اسے ایک زوردار ایڑ لگائی اور گھوڑا اس بل کھاتی ہوئی پگ ڈنڈی پر طوفان کی بھاگ نکلا تھا ۔ ربیعہ وہیں کھڑی ہو کر تمیم کو دیکھتی رہی ۔ جب وہ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح ٹوٹ کر گرنے لگے اور ہچکیاں کر روتے ہوئے اس نے کہا ۔

آپ بیشک بھول جائیں لیکن ربیعہ آپ کو نہ بھول سکے گی ۔ اپنے آنسو اس پونچھ لیے اور مُردہ سی چال کے ساتھ وہ اپنی حویلی کی طرف بڑھنے لگی تھی ۔

دریائے قارب کے کنارے کنارے اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑانے کے بعد تمیم وادی زیدو ل میں داخل ہو کر صحرا کے ٹیلوں کے اندر بل کھاتی ہوئی اس پگ ڈنڈی پر اپنا گھوڑا دوڑانے لگا جو اس کی بستی کی طرف جاتی تھی ——— تھوڑی دیر بعد جب وہ علمارہ میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا ۔ یمن کے قدیم قبیلے بنو عباد کی وہ بستی اداس اور اُجڑی اُجڑی سی دکھائی دے رہی تھی ۔ لوگ بدلے بدلے اور پریشان تھے جگہ جگہ جلے ہوئے مکانوں کے ملبے پڑے تھے ۔ یوں لگتا تھا بستی کے کافی حصّے کو کسی نے آگ لگا دی ہو ۔

جب وہ اپنے گھر کے سامنے آیا تو اس نے دیکھا وہاں ملبے کے سوا کچھ نہ تھا ۔ پورا گھر یوں جلا ہوا تھا جیسے اس پر سماوی برق گر گئی ہو ۔ مکان کی پشت کا وہ حصّہ جس کا دروازہ دوسری سمت تھا اور جس کے اندر کبھی تمیم کی بھٹی ہوا کرتی تھی اپنی اصلی حالت میں کھڑا تھا ۔ اپنے گھوڑے پر سوار تمیم ابھی کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ بستی کا ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس سے گزرا ۔ تمیم نے فوراً اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ۔

اے ابی نوفل ! کیا تم بتا سکتے ہو ۔ یہ میرا اور بستی کے اور بہت سے گھر کیسے جل کر راکھ ہو گئے ہیں ۔ بوڑھا نوفل وہاں کھڑا ہو گیا اور غمزدہ لہجے میں کہا ۔

ہماری اور اِرد گرد کی اور بہت سی بستیوں کو ابن ثمنہ کے آدمی آگ لگا گئے ہیں ۔ بڑے تلخ لہجے میں تمیم نے پوچھا ۔ مگر کیوں ؛ بوڑھے نے کپکپاتی آواز میں کہا ۔ کیا تم نہیں جانتے ۔ ابن ثمنہ جو اب بلرم کا حکمران بن گیا ہے ، قصریانہ کے حاکم ابن حواس کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا ہے ۔ اس کے کچھ گماشتے ہماری بستی میں بھی آئے اور لوگوں کو تاکید کی کہ وہ جنگ کی صورت میں ابن ثمنہ کا ساتھ دیں ۔ جن لوگوں نے بدکار اور شرابی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن ثمنہ کا ساتھ دینے سے انکار کیا انہیں ان بھیڑیوں نے قتل کر دیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا گئے ہیں ۔

کھڈتی ہوئی آواز میں تمیم نے پوچھا ۔

ان کا سرکردہ کون تھا ؟ ــــــ اس بوڑھے نے اپنی آنکھوں کی نمی اپنے عمامے سے صاف کرتے ہوئے کہا ۔ قریۃ الشط کے ایک رئیس ابو رافع کا بیٹا علقمہ ۔ وہ ان گنت سپاہیوں کے ساتھ آیا تھا اور ہماری بستی کو ویران کر گیا ۔

تمیم نے اس بار خدشوں سے بھرپور آواز میں پوچھا ۔

کیا تم بتا سکتے ہو ۔ میرے ماں باپ اور میرے دو چھوٹے بھائی بکر اور عقال کہاں ہیں ۔ بوڑھے نے لرزتے لرزتے کہا ۔ تمہارے باپ کو علقمہ نے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا ۔ وہ تمہارے دونوں چھوٹے بھائیوں کو بھی قتل کرنے لگا تھا لیکن تمہارے پرانے خدیج بن معاویہ نے کہا ۔ ان بچوں کو چھوڑ دو ورنہ ان کا بڑا بھائی جو اس وقت اٹلی میں کی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے تم سے خوفناک انتقام لے گا ۔ اس پر علقمہ نے بڑے فخر سے کہا تھا ۔ میں اس سپاہی کے بھائیوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں ۔ جب وہ واپس آکر تو اسے میرے پاس بھیج دینا ۔ اس طرح وہ بکر اور عقال کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا ۔ اب سنا گیا ہے وہ دونوں بھائی علقمہ کے اصطبل میں کام کرتے ہیں ۔

انتہائی دکھے ہوئے زخمی لہجے میں تمیم نے پوچھا ۔ میری ماں کہاں ہے ؟ اس بوڑھے نوفل نے پھر عمامے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا ۔ وہ اس کمرے میں رہی ہے جس میں کبھی تمہاری بھٹی ہوا کرتی تھی ۔ وہ بڑی کس مپرسی کی زندگی بسر کر رہی بستی والے اسے کھلا پلا دیتے ہیں اور تمہاری بھٹی والے کمرے میں ہی وہ سو رہتی وہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہے ــــــ دانت پیستے ہوئے تمیم نے معاویہ بن خدیج کہاں گیا اس نے مجھے بیٹا کہا تھا اور میرے خاندان کی کفالت کا ذ

بوڑھا نوفل بیچارہ رو پڑا ۔ سب سے زیادہ افتاد اسی پر گری ۔ خدیج بن کو اس کے سب اہل خانہ سمیت قتل کر کے اس کی حویلی کو جلا دیا گیا ہے ۔ وہاں گئی

اب کافی لوگ جمع ہو گئے تھے ۔ تمیم نے سب کو نظر انداز کر دیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ بھٹی والے کمرے کے سامنے آکر نیچے اترا ۔ اس کا رنگ کسی آہن گر کی اس بھٹی کی مانند ہو گیا تھا جسے تپا کر خوب سرخ کر دیا گیا ہو ۔

تمیم جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا ۔ کمرے میں ایک چارپائی پر بستر لگا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی اس کی بوڑھی اور اندھی ماں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے سرخ رنگ کے کپڑے کی ایک پوٹلی کھلی ہوئی تھی جس کے اندر تمیم کے پرانے کپڑوں کا ایک جوڑا اور اس کے وہ بوسیدہ اور ٹوٹے ہوئے جوتے تھے جو وہ پاؤں سے اتار کر اپنی ماں کے حوالے کر گیا تھا ۔ تمیم کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ماں نے وہ جوتے اٹھائے اور ان جوتوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے انتہائی کرب اور بے بسی سے کہا ۔

تو کب آئے گا میرے بیٹے ! اور آکر اپنی اندھی ماں کی بے کسی دیکھے گا ؟

تمیم کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سوتا پھوٹ نکلا اور اس نے چلاتے ہوئے کہا ۔

میں آ گیا ہوں ماں !

بوڑھی ماں چونک کر کھڑی ہو گئی اور فضا میں ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے کہا ۔ یہ کیسی شناسا سی آواز میری سماعت سے ٹکرائی ہے ۔ کون ہو تم ؟ بولتے کیوں نہیں ۔ یا میں خواب دیکھ رہی ہوں ــــــ تمیم بھاگ کر آگے بڑھا اور ماں سے لپٹتے ہوئے بولا ــــــ میں آ گیا ہوں ماں ! میں تمہارا بیٹا تمیم ہوں ۔

بوڑھی ماں نے تمیم کو لپٹا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا ۔ آہ تمیم ! تم کہاں تھے میرے بچے ! کیا تم نے دیکھا لوگوں نے تمہارے گھر کو آگ لگا دی ہے ۔ تمہارا باپ قتل ہو گیا اور تمہارے چھوٹے بھائیوں کو وہ پکڑ کر لے گئے ہیں ــــــ زنگ گزیدہ سی آواز میں تمیم نے کہا ۔ ماں ! مجھے ابی نوفل سب کچھ بتا چکا ہے ۔ تم اطمینان رکھو تمہارا بیٹا بزدل نہیں ۔ میرے باپ اور بھائیوں پر ظلم کرنے والے اگر صقلیہ کے آسمان میں یا زمین کی پاتال میں نہیں کھو گئے تو قسم ہے مجھے سات آسمان اور زمین پیدا کرنے والے کی میں انہیں انتقام کے لپکتے شعلوں اور جہنم کی بھٹیوں سے گزار کر ان کے چہرے یوں مسخ کر دوں گا کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کو جنم دینے والی ان کی مائیں بھی انہیں پہچان نہ سکیں گی ۔ میں انہیں وشت وجبل میں ، وسعتِ افلاک اور سمندر کی نیلاہٹوں کے اس پار تک تلاش کروں گا اور پھر ایک روز نار سے میں تمہارے پاس یہ مژدہ لے کر آؤں گا کہ میں نے اپنے سارے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی ہیں

ماں نے ایک عجیب سے قلق اور اضطراب میں کہا ۔ نہیں تمیم ! میں اب تمہیں کہیں نہ جانے دوں گی ۔ انہوں نے جانے بکر اور عقال کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہوگا ۔ کون جانے وہ زندہ بھی ہیں یا تمہارے باپ سے جا ملے ہیں ———— دفعتاً وہ بیچاری اپنی پوری قوت کے ساتھ تمیم سے لپٹ گئی ———— نہیں بیٹے ! میں تمہیں خون اور آگ کے دریا اور لاشوں کے بے کراں محیط سے نہ گزرنے دوں گی ۔ تم جانتے ہو تم میری کائنات کی عروس ہو ۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو تمہارے شیشۂ جاں کی کرچیاں میری روح کو بھی زخمی کر دیں گی ۔ تم کہیں نہیں جا سکتے تمیم تم میرے درد کی قیمت اور آنسوؤں کی جلن پر ٹھنڈک ہو ۔ تم ایک جفاکش اور ہنرمند بیٹے ہو ۔ پہلے کی طرح میرے پاس اپنی بھٹی پر کام کرتے رہو ۔ میں جانوں گی میں نے کچھ نہیں کھویا ۔

تمیم نے چشموں کی یورش جیسی آواز میں کہا ۔ ماں ! میرے چند سوالوں کے جواب دو ۔ بوڑھی ماں نے شکست خوردہ اور خجل سی آواز میں کہا ۔ پوچھو ؟

کیا میں اس گھر کی تڑپ نہیں ہوں ؛

ہو ————

کیا میں اپنے باپ کے حوصلوں کا امین ہوں ؟

واللہ ! تم اپنے باپ سے بھی زیادہ شجاع اور طاقت ور ہو ۔

کیا تم چاہتی ہو میرے اور میرے باپ بھائیوں کے ساتھ میرے خون کی وہ ریسمان ٹوٹ جائے جسے لوگ اپنی عزت اور آن جان کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ۔

ہرگز نہیں !

کیا آج تک کسی عرب ماں نے اپنے بیٹے کو بزدلی کا سبق دیا ہے ۔

نہیں ! ————

تمیم اس بار بپھر کر بولا ۔ پھر تم مجھے کیوں خون اور آگ کے دریاؤں اور لاشوں کے خوفزدہ کرتی ہو ۔ کیوں مجھے دشمن کے تعاقب میں نکلنے سے روکتی ہو ۔ کیوں تم مجھے مجبور دیکھنا چاہتی ہو ۔ تم میرے سر پر اپنا دستِ مسیحا جیسا ہاتھ رکھ کر دعا دو ماں ! پھر دیکھنا تمہارا بیٹا کس طرح قضا بن دشمن کے سر پر کھیل جاتا ہے ۔ بوڑھی ماں چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر شاید اس نے کوئی فیصلہ کیا اور تمیم کا چہرہ سہلاتے ہوئے کہا ۔

تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں تمیم ! اس گھر کی تیرہ شبی میں مشعل کی طرح ن ہو جاؤ ۔ پھر اس نے تمیم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ۔ جاؤ فطرت کا ستم بن کر پنے دشمنوں پر ٹوٹ پڑو اور ان سے ایسے خنجر کی زبان میں بات کرو کہ وہ جان جائیں صالح جواں سال بیٹا اپنے باپ اور بھائیوں کے انتقام کی جرأت رکھتا ہے ۔ جاؤ میں نے تمہیں ا کو سونپا ۔ زمین کے گرد آلود طوفان اور فضا کی امن بدوش نیلاہٹیں دستِ قدرت کر تمہاری حفاظت کریں گی ۔

ماں سے علیحدہ ہو کر تمیم باہر آیا ۔ ایک لمبی جست کے ساتھ اپنے گھوڑے پر وار ہو کر اس نے اسے ایڑ لگائی اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنی بستی سے نکل کر صحرا کے بل کھاتی ہوئی پگ ڈنڈی پر ربیعہ کی بستی قریۃ الشط کی طرف طوفان کی طرح اڑا جا رہا تھا ۔

○

قریۃ الشط کا رئیس ابو رافع جس کے بیٹے علقمہ نے تمیم کے باپ کو قتل کر کے اس کے نوں بھائیوں کو یرغمال بنا لیا تھا، وہی تھا جس کے حوالے ربیعہ کا بھائی سعد اپنی حویلی کر کے م کی طرف روانہ ہونے والا تھا ۔

شام سے پہلے ہی ابو رافع اپنے غلاموں ، خادموں اور سائیسوں کی لمبی لائن کے تھ سعد کی حویلی میں منتقل ہو گیا ۔ اس کے گھوڑوں سے حویلی کا اصطبل بھر گیا تھا اور نت غلام اور خدمت گار ادھر ادھر بھاگ کر کمروں کے اندر سامان رکھ رہے تھے رافع کی بیوی اور بیٹیاں ان خادموں کو ہدایات دے رہی تھیں ۔

ان غلاموں میں تمیم کے بھائی بکر اور عقال بھی شامل تھے اور وہ دونوں اصطبل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں گھوڑوں کو کھریرا کر رہے تھے۔ ابورافع کا لومڑی کی طرح چالاک ایک سائیس ان دونوں بھائیوں کے کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک کام کرنے کے بعد چھوٹا بھائی عقال کھریرا ایک طرف رکھتے ہوئے دم لینے کو زمین پر بیٹھ گیا۔ چارپائی پر بیٹھے ہوئے سائیس نے اپنی پوری قہرمانی اور غضب سے عقال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اُٹھ کر کام کرو۔ ابھی تو کافی گھوڑے ایسے ہیں جنہیں کھریرا نہیں ہوا۔

عقال نے بڑی بے بسی سے کہا۔ میں تھک گیا ہوں۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا۔ ہم نے آج تک اپنے گھر بھی یہ کام نہیں کیا۔ سائیس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ تمہارا باپ بھی قبر سے نکل کر یہ کام کرے گا۔ عقال کھڑا ہو گیا اور تن کر جواب دیا۔ میرے باپ تک نہ پہنچو ورنہ بُرا ہوگا۔ سائیس غصے کی حالت میں عقال کی طرف لپکا۔ بڑا بھائی بکر بڑی بے کسی سے کبھی اپنے چھوٹے بھائی اور کبھی اس سائیس کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں اب غصے میں آگ برسا رہی تھیں۔ عقال کے پاس آکر اس سائیس نے اس کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔ مجھے کام نہ کرنے کی دھمکی دیتے ہو۔ میں آقا سے کہہ کر تمہاری چمڑی اتروا دوں گا۔ عقال بھی بپھر گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے سائیس کے پیٹ میں ضربیں لگانے لگا۔ ابورافع کے بہت سے خادم جو اب کام سے فارغ ہو گئے تھے وہاں جمع ہو کر ان دونوں کا تماشہ دیکھنے لگے تھے۔

سائیس نے عقال کو پکڑ لیا اور دو غلاموں کی مدد سے عقال کو اس چارپائی کے نیچے لٹایا جس پر وہ تھوڑی دیر قبل بیٹھا ہوا تھا اور عقال کے بازو پھیلا کر چارپائی کے دونوں پائے عقال کے ہاتھوں پر رکھنے کے بعد وہ چارپائی پر بیٹھ گیا اور دونوں غلاموں کو بھی اس چارپائی پر بٹھا لیا۔ درد کی شدت سے عقال چیخنے چلّانے لگا تھا۔ اس کے ہاتھ پھٹ گئے تھے اور ان سے خون بہہ نکلا تھا۔ بے پناہ کرب کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنے بڑے بھائی کی طرف امداد طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

چھوٹے بھائی کو تکلیف میں دیکھ کر بڑے بھائی کے جسم کی چربی تک پگھل گئی تھی وہ بھاگتا ہوا آیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا لوہے کا کھریرا سائیس کے منہ پر دے مارا اور پوری قوت کے ساتھ چلاتے ہوئے کہا۔

ذلیل کُتّے! کیا وہ انسان نہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا اس کے ہاتھ پھٹ گئے ہیں خدا کی قسم یہ خون اس کے ہاتھوں سے نہیں میرے دل سے نکلا ہے۔ سائیس غصے کی حالت میں کھڑا ہو گیا اور اس کی دیکھا دیکھی دونوں غلام بھی کھڑے ہو گئے۔ بکر نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور لپک کر چارپائی کو اُلٹ دیا۔ عقال جس کے ہاتھ لہولہان ہو چکے تھے بیچارہ اُٹھ کر اپنے کپڑوں سے اپنے ہاتھ سہلانے لگا تھا۔

اپنے منہ پر لوہے کا کھریرا کھا کر سائیس زخمی سؤر کی طرح بپھر گیا تھا۔ وہ بکر کی طرف بڑھا اور اس کی گردن پکڑ کر اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے پیٹ پر اپنے دونوں گھٹنے رکھ کر اسے مارنے لگا۔ عقال اس موقع پر اور تو کچھ نہ کر سکا کیونکہ اس کے ہاتھ زخمی تھے بھاگ کر آگے بڑھا اور بکر پر سوار سائیس کی پشت پر اپنے دانت گاڑ دیئے۔

سائیس درد کی شدّت سے کراہ اٹھا۔ بکر کو چھوڑ کر وہ کھڑا ہو گیا اور عقال کو بُری طرح مارنے لگا۔ بکر ہمت کر کے پھر اُٹھا اور اس نے بھی سائیس کو مارنا شروع کر دیا۔ سائیس گھبرا گیا اور ان دونوں غلاموں کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ سائیس کے ساتھ اب وہ دونوں غلام بھی بکر اور عقال کو مارنے لگے تھے۔ حویلی کے اندر سعد، ربیعہ، ابورافع، اس کی بیوی اور بیٹیوں کے علاوہ الماس اور دیگر سب غلام اور خادم اصطبل کے پاس آکر یہ تماشہ دیکھتے رہے تھے۔

سائیس کے ہاتھ میں اصطبل کے اندر پڑا ہوا ایک ڈنڈا آگیا۔ پہلے اس نے تابڑ توڑ کئی ڈنڈے بکر کے سر پر دے مارے۔ بکر کے سر سے خون بہہ کر اس کے چہرے پر ابھرا اس کے کپڑوں میں جذب ہونے لگا تھا۔ عقال بیچارہ ایک بار پھر بڑے بھائی کی مدد کو آیا اور سائیس کی ٹانگ پر کاٹ کھایا۔ سائیس کی ٹانگ سے خون بہہ نکلا تھا۔ غصے کی حالت میں وہ پلٹا اور اندھا دھند عقال پر ڈنڈے برسانے لگا۔ عقال بیچارہ وہیں نڈھال ہو کر گر گیا اور دم توڑ گیا تھا۔ سائیس اب بکر پر ڈنڈے برسانے لگا تھا۔ اسی لمحہ اپنے بھائی اور دوسرے افراد کی پرواہ کیے بغیر بھاگ کر آگے بڑھی اور سائیس کے منہ

پڑتا بڑے توڑ طمانچے مارتے ہوئے برس پڑی -

تم انسان نہیں جانور ہو- کیوں ان معصوم بچوں کو مار رہے ہو- سائیس نے ڈنڈا پھینک دیا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا ——— بکر کی حالت بے حد نازک دکھائی دے رہی تھی - بڑی مشکل سے وہ ڈگمگاتا اور لڑکھڑاتا ہوا عقال کی لاش کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور عقال کا سر اپنی گود میں لیتے ہوئے وہ اونچی آواز میں رونے لگا -

میرا بھائی مرگیا ہے ——— میرا بھائی مرگیا ہے -

اسی لمحہ ایک گھوڑ سوار حویلی کے صحن میں نمودار ہوا - اس کے سر پہ چمکتا ہوا خود تھا جس کا نقاب اس نے اپنے چہرے پر گرا رکھا تھا - اس کے کندھے پر کمان اور پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش تھا - اس کے گھوڑے کی زین کے ایک طرف ایک لمبے پھل کا نیزہ اور دوسری طرف ایک بھاری کلہاڑا تھا - اس کے ہاتھ میں اس کی وزنی اور خم دار چوڑی تلوار تھی جس کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی - وہ سوار صحن کے وسط میں آکر رکا پھر جب اس کی نگاہیں اصطبل کے پاس کھڑے لوگوں پر پڑیں تو اس نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت ضرب لگائی اور اسے بھگاتا ہوا اصطبل کے پاس آیا - کوئی بھی اسے پہچان نہ سکا تھا - تاہم ربیعہ اسے دیکھ کر ضرور فکر مند ہوگئی تھی -

وہ اجنبی سوار اس جگہ آ کر اپنے گھوڑے سے اترا - جہاں بکر جس کا سر، چہرہ اور سارا جسم خون میں بھیگا ہوا تھا - عقال کا سر اپنی گود میں لے کر رو رہا تھا - اجنبی بکر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور عقال کی طرف اشارہ کرکے بڑی ہمدردی اور پیار کے ساتھ اس نے بکر سے پوچھا -

کیا ہوا اسے ؟

بکر نے دھاڑیں مار کر روتے ہوئے کہا - یہ میرا چھوٹا بھائی ہے اور ان ظالموں نے اسے ڈنڈے مار مار کر جان سے مار دیا ہے - اجنبی کی غصے میں کھولتی ہوئی آواز سنائی دی -

کس نے مارا ہے اسے ؟

بکر نے سائیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ——— اس نے ——— پھر لمحہ بہ لمحہ نڈھال ہوتے ہوئے اس نے اپنی ڈوبتی آواز میں کہا ——— کاش میرا بھائی یہاں ہوتا تو دیکھتا اس کے دونوں چھوٹے بھائی کس بے بسی کی حالت میں پڑے ہیں - بکر سانس لینے کو رکا پھر بے حد مدھم آواز میں کہا ——— خدا کی قسم میرا بھائی اگر یہاں ہوتا تو ہمارے سارے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دیتا - اس کے ساتھ ہی یوں محسوس ہونے لگا جیسے بکر زمین پر چھپنے لگا ہو -

اجنبی نے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال زمین پر رکھ دی اور فوراً بکر کو سنبھالتے ہوئے کہا ——— مجھے پہچانو بکر ! میں تمیم ہوں ——— تمہارا بھائی تمیم بن صالح ——— بکر کے منہ سے آہ کی صورت میں نکلا - آہ اخی ! آپ دیر سے آئے ہیں - اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی اور وہ ختم ہوگیا - ربیعہ جو دونوں بھائیوں کی گفتگو بڑے غور سے سن رہی تھی اصطبل کے ایک ستون کا سہارا لے کر ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی -

تمیم نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - میرے اللہ ! ایک بھائی تو پہلے ہی مر گیا تھا دوسرے کو بھی میری ہی گود سے رخصت ہونا تھا ——— پھر ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ڈھال سنبھال کر تمیم کھڑا ہوا اور بے پناہ غصے کی حالت میں وہ سانپ کی سی تیزی کے ساتھ سائیس کی طرف بڑھا ——— اسی لمحہ ابو رافع نے چلاتے ہوئے کہا -

خبردار ! اسے کچھ مت کہنا -

تمیم نے ابو رافع کی اس تنبیہہ کی کوئی پرواہ نہ کی - سائیس نے بھاگ جانا چاہا تمیم نے اسے پکڑ کر اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ دی وہ اس درندے کی طرح مڑا جس نے کھلے جنگل کے اندر اچانک مڑ کر اپنے شکار کو دبوچ لیا ہو - ابو رافع نے گونجتی ہوئی آواز میں اپنے غلاموں سے کہا -

اسے پکڑ لو اور جان سے مار دو -

غلام بچارے اپنے آپ کو مسلح کرنے کے لیے حویلی کی طرف بھاگنے لگے - غصے کی حالت میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا تمیم جب ابو رافع کے قریب آیا تو اس نے کڑک کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پوچھا ——— تم نے میرے سائیس کو کیوں قتل کیا ہے۔

تمیم نے اپنی خون آلود تلوار ابو رافع کی طرف لہراتے ہوئے کہا۔ جب تمہارے سائیس نے میرے ان دو چھوٹے بھائیوں کو مارا تھا تو کیا تم نے اس سے ایسا ہی سوال کیا تھا۔ ابو رافع نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔ تمیم نے ابو رافع کو قہر کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے طوفانی بادلوں کی سی گرجتی آواز میں کہا۔

میرے ہاتھوں مرنے سے قبل بتاؤ تم کون ہو، تمہارا نام کیا ہے ——— اس لمحے ربیعہ کا بھائی سعد اپنی تلوار بے نیام کر کے تمیم کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں، یہ کون ہے ——— سنو! یہ قریۃ الشطّ کا رئیس ابو رافع اور میرا مہمان ہے اور اس کی حفاظت میرا فرض ہے۔

تمیم ایسی آواز میں بولا جیسے بے رحم زمانے کی ضربوں نے اسے دیوانہ بنا دیا ہو تو پھر سنو سعد! میں وہی تمیم بن ضالح ہوں جس کے باپ کو ابو رافع کے بیٹے علقمہ نے قتل کر کے میرے گھر کو آگ لگا دی تھی۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شخص کا قتل مجھ پر واجب ہے اور اگر تم میرے راستے کی دیوار بنے تو میری تلوار تمہاری گردن سے بھی گزر جائے گی۔ میں اس کی حویلی سے ہو کر آ رہا ہوں۔ وہاں سے مجھے پتہ چلا تھا کہ یہ تمہارے ہاں ہے۔

اسی دوران حویلی کی طرف گئے ہوئے ابو رافع کے غلام مسلح ہو کر باہر آئے۔ تمیم نے فوراً ترکش سے تیر کھینچ کر چلّے پر چڑھاتے ہوئے چلّا کر کہا۔ میں نے اپنے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔ میری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں۔ اس کے باوجود تم میں سے کوئی مجھ پر حملہ آور ہوا تو میں اس کا سینہ اپنے زہریلے تیروں سے چھید دوں گا۔

سارے غلام ایک جگہ رک کر کچھ سوچنے لگے۔ پھر ایک غلام نے مشورہ دیا۔

سنو میرے ساتھیو! ابو رافع قتل ہو چکا ہے اب کوئی ہم سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ ہم کیوں اس بُری طرح مسلح اور وحشی جوان سے ٹکرا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔ سارے غلاموں سے جذبہ تہوّر جاتا رہا اور جب وہ مڑ کر واپس جانے لگے تو تمیم پھر تحکمانہ انداز میں بولا

ٹھہرو! میرے ایک سوال کا جواب دو۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی جھوٹ بولا تو میں اسے بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ بتاؤ ابو رافع کا بیٹا علقمہ کہاں ہے۔ اسی غلام نے جواب دیا جس نے اپنے ساتھیوں کو جنگ سے باز رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔

سنو جوان! ابو رافع کا بیٹا علقمہ بلرم میں ہے اور اس کی حیثیت ابن ثمنہ کے لشکر میں ایک جرنیل کی ہے ——— کیا تم بتا سکو گے وہ کس محلے میں رہتا ہے؟

حارہ ابی حماز میں ——— تمیم نے تیر نکال کر ترکش میں رکھ لیا اور اپنے دونوں بھائیوں

سعد نے آگے بڑھ کر تمیم پر حملہ کر دیا۔ ربیعہ ابھی تک ستون سے لگی رو رہی تھی۔ تمیم کی لاشوں کی طرف بڑھا ——— سعد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور تمیم کی پشت
نے سعد کا وار اپنی ڈھال پر روکا اور ساتھ ہی اپنی تلوار کے دستے کی ایک بھرپور ضرب سے اس پر حملہ آور ہوا۔ وہ تمیم کے شانے پر تلوار گرانا ہی چاہتا تھا کہ تمیم برقِ طبعی کی سی
سعد کے شانے پر لگاتے ہوئے اس کے پیٹ میں پاؤں کی ٹھوکر مار کر دور گرا دیا۔ پھر تیزی سے مڑا اور اپنی ڈھال پر سعد کی تلوار کو لیا۔ پھر وہ اپنی پوری ستم کیشی کے ساتھ ایک
خزاں کی بھرپور شدّت، طوفانی یلغار اور لہروں کے پُراسرار تموج کی طرح ابو رافع کی طرف کہنہ مبارز کی طرح حملہ آور ہوا اور تلوار مار کر اس نے سعد کی تلوار کاٹ دی۔
بڑھا۔ ابو رافع بھی تلوار سونت کر مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ لیکن تمیم پر تو اس لمحہ جنون دوبارہ برسنے کے لیے تمیم کی تلوار جب پھر بلند ہوئی تو ستون کے ساتھ لگ کر
طاری تھا۔ اس نے اللہ اکبر کا ایک آسمان گیر نعرہ مارا اور لاتذر کے کوندے اور صورت تمیز روتی ہوئی ربیعہ تڑپ کر بھاگی اور سعد کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس بچاری نے اپنے
ابو رافع پر حملہ آور ہوا تھا۔ ابو رافع نے بچنے کی پوری کوشش کی پر تمیم نے چھاتی کے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے متالم اور دکھی آواز میں کہا۔ خدا کے لیے میرے بھائی کو معاف کر
قریب اس کے جسم کو دو حصّوں میں کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ دیا ——— تمیم کا ہاتھ رک گیا۔ اس کے چہرے پر رقص کرتے ہوئے موت کے سائے امن بدنش

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرخیوں میں تبدیل ہونے لگے تھے پھر اس نے آنکھ بھر کر ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے دُکھ
جاؤ ربیعہ ! اسے میں نے تمہارے صدقے معاف کیا ۔ کاش ——— کاش
تمہارا بھائی نہ ہوتا ۔ اسے میرے سامنے سے دُور لے جاؤ ربیعہ ! ورنہ اس کی شکل دیکھ
میرا خون پھر کھول اُٹھے گا ۔ ربیعہ اپنے بھائی کو پکڑ کر حویلی کی طرف لے جاتے ہوئے
تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے اشک آلود آنکھوں میں کہا ۔

مجھے آپ کے دونوں بھائیوں کے مرنے کا ایسا ہی غم ہے جیسے وہ آپ کے
میرے بھائی مرگئے ہوں ۔ کاش آپ ——— اس سے آگے ربیعہ کچھ نہ کہہ سکی
ہچکیاں لے کر روتی ہوئی سعد کو پکڑ کر وہ حویلی کی طرف چلی گئی تھی ۔ تمیم جب بکر اور
کی لاشوں کے پاس آیا تو اس نے دیکھا وہاں الماس کھڑا رو رہا تھا ۔ تمیم وہاں آیا اور
کو پکارا ، الماس ! الماس !

الماس نے گردن اٹھا کر تمیم کی طرف دیکھا ۔ اس کی آنکھوں سے تواتر کے ساتھ
گر رہے تھے ۔ تمیم نے اپنی ڈوبتی اور روتی ہوئی آواز میں کہا ——— الماس ! یہ آ
تم میرے دُکھ میں بہا رہے ہو ۔ خدا کی قسم کبھی وقت آنے پر میں ان کی پوری قیمت
کروں گا ۔ تمیم نیچے جُھکا اپنے دونوں بھائیوں کی لاشیں اُٹھا کر گھوڑے پر رکھیں
خود بھی سوار ہُوا اور حویلی سے باہر نکل گیا ۔ حویلی کے برآمدے میں ربیعہ کسی قدیم اداس
مجسمے کی طرح اداس کھڑی اسے جاتا ہُوا دیکھ رہی تھی ۔

○

سرمئی بادلوں میں شفق آگ لگاتی ہوئی اجالے کے فرار اور تاریکیوں کے
...... کا منظر دیکھ رہی تھی ۔ برندہ وصیقل سورج کرہ ارض کے اس ٹکڑے کو الوداع
اپنی نادیدہ و ناشنیدہ منزلوں کی طرف غوطہ لگا یا گیا تھا ۔ انام کی ہر چیز کے گوش و چشم
کسی انقلاب کے منتظر تھے ۔ دن کے شعور کے پردوں پر تاریکیوں کے سائے رینگ گئے
اور تیزی سے نزول کرتی ہوئی شب کسی پیٹ بھرے وحشی کی طرح قہقہے لگا رہی تھی
ایسے میں تمیم اپنے دونوں بھائیوں کی لاشیں لیے اسی کمرے کے سامنے

گھوڑے سے اترا جس کے اندر اس کی بھٹی ہوا کرتی تھی ——— اس نے دیکھا کمرے
اندر چھوٹا سا ایک چراغ روشن تھا ۔ جس کے اندر اونٹ کی چربی جل رہی تھی اور ننھے
سے ٹمٹماتے ہوئے اس چراغ کی ملگجی روشنی میں تمیم نے اپنی ماں کو دیکھا وہ چارپائی کے
پائے کی ٹیک لگا کر بڑی خستہ حالت میں فرش پر بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کی اندھی آنکھیں
دروازے کی طرف یوں اٹھی ہوئی تھیں جیسے وہ وہاں بیٹھی صدیوں سے کسی کا انتظار
کر رہی ہو ۔

تمیم نے بکر اور عقال کی لاشیں اتار کر جب کمرے کے اندر رکھیں تو اس کی بوڑھی
ماں چونک کر کھڑی ہو گئی اور تار رتبار و غیر مسلسل سی آواز میں پوچھا کون ہے ———
تمیم نے کوئی جواب نہ دیا وہ سنجیدہ و متین کسی ورطہ و گرداب میں غرق اپنی ماں کو دیکھتا رہا
اس نے اپنے سر سے خود اتار رکھا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے ۔

ماں کی پھر گم گشتہ سی آواز سنائی دی ۔ کیا رات کا تیز طوفان میرے گھر کے دروازے
پر دستک دے رہا ہے یا میری بیداری ہی ایک واہمہ بن گئی ہے ۔ وہ کبریائی ہستی ہی
جانے کب تمیم واپس آئے گا اور شدّت کے انتظار کی یہ صبر آزما پابندی ختم ہوگی ۔

ایک ہیجان کے عالم میں بے ادعا سے جذبے کے ساتھ تمیم جب آگے بڑھا تو
بوڑھی ماں نے پھر پوچھ لیا ——— کون ہو تم بولتے کیوں نہیں ؟ اگر تم کوئی چور
اور سارق ہو تو اس گھر میں تمہیں کچھ نہ ملے گا ۔ میری کل متاع ایک گٹھڑی ہے جس
میں میرے بیٹے کے بوسیدہ جوتے اور پرانے کپڑوں کا ایک جوڑا ہے ——— دُکھتی
ہوئی مغموم آواز میں تمیم بولا ——— میں تمیم ہوں ماں ! ——— اگر تم
تمیم ہو تو یوں رُک رُک کر اس کمرے میں کیوں داخل ہوئے ہو ۔ کیا تم اس کمرے سے شناسا
نہیں ۔ میرے نزدیک آؤ بیٹے ! ———

تمیم ماں کے قریب جا کھڑا ہُوا ۔ ماں نے پہلے بیٹے کو لپٹا لیا پھر اس کی آنکھوں
پر اپنے ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے پھیرتے ہوئے اس نے سسکتی ہوئی آواز میں پوچھا ———
تم رو رہے ہو میرے بیٹے ! کیا تم اپنی مہم سے ناکام لوٹ آئے ہو ؟ ——— تمیم سسک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑا ——— مَیں بکر اور عقال کی لاشیں لایا ہوں ماں ! انہوں نے میرے جانے سے
ہی دونوں کو قتل کر دیا تھا - مَیں بھی اپنے بھائیوں کے قاتل اور اس شخص کے باپ کو جو
باپ کا قاتل ہے قتل کر آیا ہوں - میرے باپ کا قاتل جس کا نام علقمہ ہے وہ اِن دِ
بلرم میں ہے اور مَیں اس سے انتقام لینے کے لیے آج ہی بلرم روانہ ہو جاؤں گا اور
تمیم ایک دم خاموش ہو گیا - اس کی ماں جھُول کر گِرنے لگی تھی - اس نے اسے فوراً تھا
اور جب اس نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی - اس
ماں مر چکی تھی -

تینوں لاشوں کو تمیم نے چارپائی پر رکھ دیا تھا اور ان کے پاس بیٹھ کر رونے
تھا - باہر برفانی وادیوں سے ٹکرا کر آنے والی تیز آندھیاں درختوں اور مکانوں سے ٹکر
چیخ چلّا رہی تھیں اور کمرے کے اندر تمیم کے سِسک سِسک کر رونے کی آوازیں بلن
رہی تھیں -

شام کے دھندلکے گہرے ہو گئے تھے - ہَوا بند تھی اور برف بڑی تیزی سے گِر رہی تھی
ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا جیسے فِطرت اپنی ناشنیدہ سرگوشیوں کے ساتھ کرۂ خاک پر برف
کے گالوں کی وحی اور الہام کی نگرانی کر رہی ہو - برف کے اس تیز طوفان میں تمیم بلرم میں داخل ہُوا -
شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں برف ہی برف تھی - ہر چیز سفید ہو کر رہ گئی تھی -

صنوبر کے ایک درخت کے نیچے اس نے اپنے گھوڑے کو کھڑا کیا اور نیچے اُتر کر بلرم
کے کلیسا انطاکی کے دروازے پر دستک دی - سڑکیں اور گلیاں ویران پڑی تھیں اور اس
کی دستک کا کوئی ردِ عمل نہ ہُوا تھا - دوبارہ اس نے کلیسا کے دروازے پر زوردار دستک دی
تھوڑی دیر بعد ایک راہب نے دروازہ کھولا جس نے اپنے آپ کو ایک دبیز اور موٹے کمبل
میں چھپا رکھا تھا - تمیم کی طرف دیکھتے ہی اس راہب نے پوچھا -

برف باری کے اس طوفان میں تم نے کلیسا کے دروازے پر دستک دینے کی کیوں
زحمت کی ہے - کیا تم کوئی انصاف چاہتے ہو یا تمہاری روح کی غایت تمہیں یہاں لے آئی
ہے - تمیم نے اپنے لباس سے برف کے گالے جھاڑتے ہوئے کہا - مجھے راہب یوحنا سے ملنا ہے -
راہب نے چونک کر کہا ——— راہب یوحنا سے ؟ کیا تم جانتے ہو ان کی حیثیت ایک
بشپ کی ہے اور پورے صقلیہ میں وہ تبلیغی جماعتوں کے سرخیل ہیں - وہ اس وقت اپنے
اوطاق (حجرہ) میں آرام کر رہے ہیں - اتنی شب گئے مَیں انہیں اٹھانے کی جرأت نہیں
کر سکتا -

تمیم نے اضطراب و پریشانی میں کہا - مقدّس راہب آپ بھُول رہے ہیں - مَیں ان
کے لیے جاسوسی کرتا ہوں - میرے پاس ایک ایسا پیغام ہے جس میں عیسائیت کی بہتری ہے -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور اگر یہ پیغام ابھی ان تک نہ پہنچایا گیا تو وہ آپ کو کبھی معاف نہ کریں گے۔ اگر تم انہ
جگانے سے خوفزدہ ہو تو مجھے ان کے حجرے کی نشاندہی کرو۔ میں خود انہیں جگاتا ہوں
راہب نے اس بار سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ اگر معاملہ اس قدر اہم ہے تو اندر
تمیم نے اپنے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نوطس شہر کی طرف سے آیا ہوں
میرے ساتھ میرا گھوڑا بھی ہے۔

آپ اندر آجائیے۔ پہلے میں آپ کو بشپ کا کمرہ دکھا دیتا ہوں پھر میں خود
گھوڑے کو اصطبل میں باندھ دوں گا۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں اس کے چارے کا بندو
بھی کر دوں گا۔ راہب کے ساتھ تمیم کلیسا میں داخل ہوا۔ راہب نے پہلے اسے یوحنا کا
دکھایا پھر تمیم کا گھوڑا اصطبل میں لے جانے کے لیے وہ باہر چلا گیا تھا۔

تمیم نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے راہب یوحنا کی دبی دبی سی آواز
کون ہے ؟ دروازے کے ساتھ منہ لگا کر تمیم نے سرگوشی۔ میں تمیم بن صالح ہوں۔ راہب
نے اُٹھ کر اس تیزی سے دروازہ کھولا جیسے تمیم کا نام سُن کر وہ بوکھلا گیا ہو۔ پھر وہ تمیم کو
کر اندر لے جاتے ہوئے اس سے بغلگیر ہو رہا تھا۔

راہب سے علیحدہ ہو کر تمیم نے دیکھا۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک چٹائی
راہب کا بستر لگا تھا اور دائیں طرف مٹی کا ایک چومکھا چراغ روشن تھا۔ جس کے اندر
کا تیل جل رہا تھا۔ تمیم کا ہاتھ تھام کر راہب چٹائی پر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ اور بڑی ہمدر
سے پوچھا۔

تم نے میرے پاس آنے کی کیسے تکلیف کی اور وہ بھی رات کے اس وقت تیز
طوفان میں ؟ ـــــــ تمیم نے اپنی گردن جھکا لی اور اس کی آنکھوں سے آنسو گر پڑ
راہب نے تڑپ کر پوچھا ـــــــ کیا ہوا ؟ ـــــــ تمیم جب پھر بھی خاموش رہا تو
نے اس کے ننگے پاؤں ڈھانپتے ہوئے کہا ـــــــ صقلیہ کے بیٹے ! تمہاری آنکھوں
آنسو ؟ ـــــــ یوں لگتا ہے کسی بہت بڑے طوفان سے گزر کر آ رہے ہو۔ بتاؤ تم پر
افتاد گزری ؟

مغموم لہجے میں تمیم کی آواز سنائی دی۔
دشمنوں نے میرے باپ اور دونوں چھوٹے بھائیوں کو قتل کر دیا اور میری ماں بیچاری
یہ غم برداشت نہ کر سکی اور وہ بھی مر گئی ہے ـــــــ راہب نے طوفان کی طرح دھاڑتے
ہوئے پوچھا۔

کب ؟ کیوں ؟ اور کیسے ؟ ـــــــ اور جواب میں تمیم اسے پوری داستان
سنا رہا تھا اور اس کے سامنے بیٹھا وہ کڑیل جسم والا راہب روتا رہا ـــــــ تمیم اپنی
داستان سُنا کر خاموش ہو چکا تھا لیکن اس کے سامنے بیٹھا ہُوا راہب ابھی تک سسک سسک
کر رو رہا تھا۔ تمیم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اور اس کی گردن دوبارہ جھک گئی تھی
اس کے گلے سے ہلکی ہلکی ہچکیوں کی آوازیں بھی سُنائی دے رہی تھیں۔

راہب نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اپنے سامنے سر جھکا کر آنسو بہاتے
تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا ـــــــ صقلیہ کے سحر خیز مجاہد ! ابھی
تو تمہارے تاریک دَور کی ابتدا ہوئی ہے تمہیں تو تاریکیوں میں نُور کی قندیل بن کر روشن ہونا ہے
ابھی سے جی چھوڑ رہے ہو۔ میرے باجبروت بھائی ! ابھی تو تمہیں آگ کے شعلوں اور
خون کی متموج جھیلوں سے ہو کر لاشوں کے انبار اور ظلموں کے دوزخ کو عبور کرنا ہے۔ اپنے
ذاتی دشمنوں کے علاوہ ابھی تو تم نے مذہب و ملت کے دشمنوں سے بھی نبرد آزما ہونا ہے۔
ایک نئے ولولے کے ساتھ کمر باندھ کر اٹھنا اور اپنی ملت کے ان دشمنوں کے ساتھ قطع
و برید، شکست و ریخت اور ہست و نیست کا وہ کھیل کھیلنا ہے کہ آنے والی نسلیں
تمہارے کردار پر فخر کر سکیں ـــــــ تمہارے شمال میں نارمنوں کی شکل میں آگ کا ایک
طوفان اٹھ رہا ہے۔ عنقریب تم محسوس کرو گے۔ آگ کے اس طوفان کے شعلے صقلیہ کی
طرف بھی بڑھیں گے۔ اس وقت مسلم قوم کو تم جیسے مجاہدوں کی ضرورت محسوس ہوگی، جو
اپنے آہنی بازو عَلم کی صورت میں اٹھا کر ایک ایسا بند باندھ دیں جو صقلیہ میں عالم اسلام کے
لیے ایک ناقابلِ تسخیر حصار ثابت ہو۔
تمیم نے سر اُوپر اُٹھا کر اپنی تیز عقابی نگاہوں سے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا۔ مَیں علقمہ بن رافع کو قتل کرنے یہاں آیا ہوں اور آج رات ہی اس کام سے فارغ ہو کر مَیں ابن الصباع کے پاس قلعہ ملوط کی طرف روانہ ہو جاؤں گا ——— راہب نے چونکتے ہوئے کہا۔ آج رات آرام کرو اور کل دن کے وقت پہلے یہ پتہ کرو کہ علقمہ کہاں رہتا ہے اور پھر آنے والی شب اس سے اپنے انتقام کی ابتدا کرو ——— تمیم کے جواب کا انتظار کیے بغیر یوحنا اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ دو راہب تھے۔ ایک کے پاس تمیم کے لیے کھانا اور دوسرے کے پاس بستر تھا۔ زمین پر ایک اور چٹائی بچھا کر وہاں تمیم کا بستر لگا دیا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ یوحنا کے سامنے بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

دوسرے دن بھی برف باری جاری رہی لیکن تمیم برف کے اس طوفان کی پرواہ کیے بغیر علقمہ کے گھر کا پتہ چلانے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے جسم اور رُوح میں تو برف کے اس طوفان سے بھی زیادہ بھیانک طوفان چل رہا تھا۔ انتقام کا طوفان ——— جس کی حدت میں وہ ننگے پاؤں شہر کے اندر گلیوں کے اندر لوگوں سے علقمہ کے گھر کا پتہ پوچھ رہا تھا۔

جب وہ ایک چوک سے گزر رہا تھا تو کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ آقا! آپ یہاں؟ ——— تمیم نے فوراً مڑ کر دیکھا' وہ الماس تھا ——— الماس! ربیعہ اور سعد کا غلام۔ تمیم نے الماس کو گلے لگاتے ہوئے پوچھا

تم کب یہاں پہنچے؟ ——— الماس مسکرا رہا تھا۔ کل پچھلے پہر ——— کیا تم اکیلے آئے ہو یا ——— الماس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ سعد اور ربیعہ بھی یہاں آ گئے ہیں۔ ربیعہ نے آپ کی پوری داستان اپنے باپ زبیر سے کہہ دی ہے۔ وہ آپ کے کردار پر بے حد خوش ہیں۔ خُدا کی قسم کبھی آپ اُن کے گھر آئیں وہ آپ کا استقبال ایک محسن کی طرح کریں گے ——— تمیم نے بات کا رُخ بدلا ——— الماس! ایک معاملے میں میری راہنمائی کرو گے؟

الماس نے بڑے خلوص سے کہا۔ راہنمائی نہیں' خدمت کہو میرے آقا! ———

تمیم نے الماس کا ہاتھ تھام لیا ——— تم غلام نہیں' میرے بھائی ہو الماس! مجھے صرف یہ بتا دو ——— الماس نے تمیم کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ آپ یہی کہیں گے نا۔ مجھے یہ بتا دو' علقمہ بن رافع کا گھر کہاں ہے ——— تمیم نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ تم نے کیسے اندازہ لگا لیا ——— مَیں عربوں کی سرشت اور خصلت سے واقف ہوں۔ جس دشمن سے انہوں نے انتقام لینا ہو۔ وہ سمندر کی تہہ میں ہی کیوں نہ اُتر جائے وہ اس کا تعاقب کر کے اس سے انتقام ضرور لیتے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی مَیں نے اندازہ لگا لیا تھا' آپ علقمہ کے پیچھے یہاں آئے ہیں۔ آئیے مَیں بتاتا ہوں وہ کہاں رہتا ہے۔ الماس تمیم کو لے کر آگے بڑھنے لگا۔ ایک چوراہے پر آ کر الماس نے دائیں طرف ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ علقمہ کا گھر ہے۔ پھر اس نے بائیں طرف ایک کھلی چار دیواری والی حویلی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ سعد کی حویلی ہے۔ مجھے اُمید ہے کبھی آپ اس حویلی میں ضرور آئیں گے۔ سعد آپ کا دشمن ہی سہی لیکن یہاں دو ہستیاں ایسی بھی ہیں جو آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہیں اور وہ سعد کا باپ اور اس کی بہن ہیں۔ تمیم نے الماس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا الماس! مَیں اب چلتا ہوں۔ آنے والی شب علقمہ سے بات کروں گا۔ الماس سے علیحدہ ہو کر تمیم راہب یوحنا کے کلیسا کی طرف جا رہا تھا۔

○

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ برف باری ابھی تک جاری تھی۔ لوگ عشاء کی نماز کے بعد اپنے اپنے گھروں میں دبک گئے تھے اور اس پُراسرار ماحول میں تمیم علقمہ کے گھر میں اندرونی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے دروازہ کھولا اور قازو راج ہنس جیسی آواز میں پوچھا۔

آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟

تمیم نے اس شخص کو پہلے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر سخت آواز میں پوچھا کیا علقمہ بن رافع اندر ہے ——— مشکوک نگاہوں سے اس نے تمیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ ہاں وہ اندر ہی ہیں ——— اسے کہو مَیں قریتہ الشط سے اس کے لیے ایک اہم خبر لایا ہوں ——— اس شخص نے طنزاً کہا۔ اگر تم انہیں یہ بتانا چاہتے ہو کہ کسی نے ان کے باپ کو قتل کر دیا ہے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ سعد بن زبیر پہلے ہی اسے یہ اطلاع کر چکا ہے۔

غصّے کا اظہار کرتے ہوئے تمیم نے کہا ـــــ تم جاہل ہو میں اس سے بھی اہم ایک خبر لے کر آیا ہوں ۔ وقت ضائع کیے بغیر اسے میرے آنے کی اطلاع کرو ۔ وہ شخص اندر چلا گیا اور تمیم وہیں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور تمیم سے کہا اندر آجاؤ ۔ علقمہ نے تمہیں بلایا ہے ۔

تمیم اس شخص کے ساتھ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کے اندر پندرہ بیس تنومند جوان بیٹھے ہوئے تھے ۔ تمیم جب ذرا آگے بڑھا تو ان کے درمیان سے ایک جوان اٹھ کر آگے بڑھا اور تمیم سے کہا ۔

میرا نام علقمہ ہے ۔ کہو تم میرے لیے کیسی خبر لائے ہو ـــــ تمیم نے علقمہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ علمارہ کا تمیم بن صالح جس کے باپ کو تم نے قتل کیا تھا تم سے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے بلرم میں وارد ہو چکا ہے اور وہ کسی بھی لمحہ تم پر حملہ کر سکتا ہے ۔ علقمہ کا رنگ پیلا ہو گیا ۔ تاہم اس نے سنبھلتے ہوئے کہا ـــــ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ پھر اس نے کمرے میں بیٹھے جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہو کہا ۔ تم دیکھتے نہیں یہ سب میرے محافظ ہیں جنہیں بلرم کے حکمران ابن ثمنہ نے میری حفاظت پر مامور کیا ہے ۔ کیا ان لوگوں کی موجودگی میں وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی جرأت کر سکتا ہے ۔

تمیم نے علقمہ کو خوفزدہ کرنے کی خاطر کہا ۔ تمہارے ساتھ بےشک اتنے محافظ ہیں لیکن میں تمیم بن صالح کو بھی جانتا ہوں ۔ وہ اتنے محافظوں کی موجودگی میں بھی تم پر حملہ کرنے سے نہ چوکے گا اور پھر اپنے باپ اور بھائیوں کے قتل کے بعد وہ تمہارے لیے قابیل کی رُوح بن چکا ہے اور تم جانتے ہو روحوں کے آگے ـــــ علقمہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سخت لہجے اور جھنجھلاہٹ میں کہا ۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ؟

ٹھہرے ٹھہرے سے لہجے میں تمیم نے کہا ـــــ میں کہنا چاہتا ہوں جس طرح آدم کے بیٹے قابیل نے اپنی بہن قلیما کے حسد میں اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا اسی طرح تمیم بھی اپنے باپ کے حسد میں تمہیں قتل کرنے کا عزم کر چکا ہے ۔

علقمہ نے سختی سے پوچھا ۔ تمہیں ان سب باتوں کا کیسے علم ہو گیا ـــــ میں بھی علمارہ کا رہنے والا ہوں اور آج ہی بلرم میں داخل ہوا ہوں ۔ جب کہ تمیم بن صالح مجھ سے بھی ایک روز قبل یہاں پہنچ چکا ہے ۔ میرا مطلب آپ کی سلامتی کی خاطر آپ کو متنبہ کرنا تھا ۔ اگر آپ میری باتوں کا بُرا مان گئے ہیں تو میں لوٹ جاتا ہوں ۔ میں تو آپ کو یہ بھی بتانے آیا تھا کہ بلرم میں تمیم کہاں ٹھہرا ہوا ہے تاکہ آپ اس سے نمٹ سکیں ـــــ ان الفاظ کے ساتھ ہی تمیم مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا ۔

علقمہ اس کے پیچھے لپکتے ہوئے اسے پکارنے لگا ۔ ٹھہرو ! مجھے تم پر اعتماد ہے ۔ میں اپنے رویے پر نادم ہوں ۔ بتاؤ تمیم بن صالح کہاں ٹھہرا ہوا ہے ۔ میں آج رات ہی اس کا کام تمام کر دوں گا ۔

علقمہ جب کمرے سے باہر آیا تو اس نے دیکھا وہاں تمیم اپنی ننگی تلوار لیے کھڑا تھا ۔ علقمہ کو دیکھتے ہی اس نے غراتے ہوئے کہا ۔ میری طرف دیکھو علقمہ میں ہی تمیم بن صالح ہوں اس کے ساتھ ہی تمیم نے علقمہ پر تلوار برسائی اور اس کا جسم دو حصوں میں کاٹ دیا اور بیرونی دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ۔ کمرے کے اندر بیٹھے ہوئے سارے محافظ اپنی تلواریں سونت کر اس کے تعاقب میں لگ گئے تھے ۔

تمیم جب حویلی کے صحن میں آیا تو پیچھے سے کسی نے سنسناتا ہوا ایک تیر مارا جو تمیم کی ران میں پیوست ہو گیا اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا ۔ درد کی شدت سے تمیم نے ہلکی سی ایک سسکی لی اور اپنی ران کو تھام کر وہ پیلے کی طرح بھاگتا رہا ۔ حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف جانے کے بجائے وہ بائیں باغ میں گھسا اور چاردیواری پھلانگ کر باہر نکل گیا ۔ اس کے جسم سے خون نکل رہا تھا ۔ برف باری جاری تھی، سردی کے باعث زخم سے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں اور علقمہ کے محافظ بڑی تیزی سے تعاقب کر رہے تھے ۔

گلی میں آ کر ایک جگہ جہاں اندھیرا تھا ایک درخت کی آڑ میں تمیم رُک گیا اور جب اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی ران سے تیر نکالنا چاہا تو کسی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔ یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے ۔ میرے ساتھ آئیے ۔ اندھیرے میں سر گھما کر تمیم نے دیکھا، وہ الماس تھا ـــــ الماس ـــــ سعد اور ربیعہ کا غلام ۔ قبل اس کے تمیم کچھ کہتا الماس نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ آئیے۔ جلدی کریں ——— دیکھئے تعاقب کرنے والے بھی علقمہ کے گھر کی دیوار پھاند کر باہر آرہے ہیں۔ تمیم الماس کے ساتھ ہولیا اور دیوار پھاند کر وہ ربیعہ کی حویلی میں داخل ہو گئے تھے۔ تعاقب کرنے والے اب گلی میں آکر شور کرنے لگے تھے اور مختلف حصوں میں بٹ کر چاروں طرف پھیل گئے تھے اور بڑی تیزی سے تمیم کو تلاش کرنے لگے تھے۔

الماس تمیم کو لے کر اپنی اس کوٹھڑی کی طرف بھاگا جو حویلی سے الگ تھلگ اس جگہ تھی جہاں غلاموں اور خادموں کے رہنے کو چھوٹے چھوٹے کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ اپنی کوٹھڑی کی طرف جاتے ہوئے جب وہ درختوں کے بیچوں بیچ گزر رہے تھے تو الماس نے پریشانی سے پوچھا۔

آپ کی ران سے خون نکل رہا ہے۔ کہیں وہ اس کی نشان دہی پر آپ کو تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں؟ ——— اپنے زخم کو زور سے دباتے ہوئے تمیم نے کہا۔ برف بڑی تیزی سے گر رہی ہے۔ خون کے یہ دھبے برف تلے دب جائیں گے اور یوں میرے لیے یہ خطرناک ثابت نہ ہوں گے ——— تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ میں یہیں بیٹھتا ہوں اگر ہو سکے تو تم کہیں سے مرہم پٹی کا سامان لے آؤ۔ میں اپنے زخم پر پٹی باندھ کر یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ میں ایک دشمن سے بچ کر دوسرے دشمن کے گھر زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ یہ میرے لیے ایسے ہی ہوگا گویا کوئی بھولا ہوا اجنبی موت سے بھاگ کر اسیری کے کنوئیں میں جا گرے۔ علقمہ کو قتل کرنے کے بعد میں اس حویلی میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

الماس نے پریشان لہجے میں جواب دیا۔ میں نے اگر آپ کو اس حالت میں جانے دیا تو ربیعہ مجھ سے خفا ہوگی ——— چونک کر الماس کی طرف دیکھتے ہوئے تمیم نے پوچھا اسے میری آمد کی اطلاع کیونکر ہو گئی ——— الماس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ کل جب آپ مجھے ملے تھے تو اس ملاقات کا سارا ذکر میں نے ربیعہ سے کیا تھا۔ وہ مجھ سے خفا ہوئی تھی کہ تم تمیم کو گھر کیوں نہیں لائے۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ تمیم علقمہ سے انتقام لینے آیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس وقت بھی وہ کہیں کھڑی ہم دونوں کو دیکھ رہی ہوگی۔

الماس کی کوٹھڑی قریب آگئی تھی اور وہ اس میں داخل ہونے لگے تھے کہ حویلی کے برآمدے سے سعد کی آواز گونجی

الماس! ——— الماس!

الماس نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمیم سے کہا۔ آپ اس کمرے میں چلے جائیں۔ میں سعد کی بات سن کر آتا ہوں ——— الماس واپس بھاگا اور سعد کے قریب ہوتے ہوئے پوچھا۔ آپ نے مجھے آواز دی ——— سہمے ہوئے لہجے میں سعد نے پوچھا۔ یہ باہر گلی اور علقمہ کے گھر میں شور کیسا ہے ——— بھاگتے جاؤ اور پتہ کرو۔ میں یہیں کھڑا ہوں ——— سعد کو خوفزدہ کرنے کی خاطر الماس نے بدحواسی میں کہا۔ میں ادھر سے ہی آرہا ہوں۔ شور سن کر میں جاگ گیا تھا ——— علقمہ قتل ہو گیا ہے اور اس کے محافظ گلیوں میں بھاگتے ہوئے قاتل کو تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ اسے ڈھونڈ نہیں سکے۔

مغموم آواز میں سعد نے کہا۔ اسے یقیناً تمیم بن صالح نے قتل کر دیا ہے۔ بنو عباد کے عرب قصاص لینے میں سخت انتہا پسند ہوتے ہیں۔ پھر وہ سر جھکائے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تمیم، الماس کے کمرے میں داخل ہوا۔ کافی بڑا کمرہ تھا۔ وسط میں ایک چارپائی پر معمولی سا بستر تھا اور ایک کونے میں کڑوے تیل کی ایک شمع روشن تھی۔ تمیم آگے بڑھ کر بستر پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ سنائی دی۔ وہ تیزی سے مڑا اور شمع کی مدھم روشنی میں اس نے دیکھا کمرے کے اندر ربیعہ کھڑی تھی ——— وہی ربیعہ ——— نب امنگوں کا بہتا ہوا چشمہ۔ اس کا چہرہ متین اور اس پر ندرت و نسوانی وقار تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے تمیم کو دیکھ رہی تھی جس کے کپڑے خون آلود تھے۔

ربیعہ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ان آنسوؤں کی جھلملاہٹ میں تمیم نے دیکھا ان میں ایک تفویض، سپردگی اور حوالگی تھی ——— تمیم کے دیکھتے ہی دیکھتے ربیعہ کے آنسو نکلے اور تمیم کو یوں لگا۔ گویا پیار، ایثار، انکساری اور محبت کا کوئی سوتا پھوٹ پڑا ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے بڑے دُکھ سے ربیعہ کو پکارا۔

ربیعہ !۔ ——— ربیعہ !

ربیعہ بھاگ کر آگے بڑھی۔ بلاجھجک وہ تمیم سے لپٹ گئی اور اپنا سر اس کی چھاتی پر رکھ کر وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ کمرے سے باہر آہٹ ہوئی اور ربیعہ نے علیحدہ ہو کر اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ——— آپ کے زخم کہاں آیا ؛ تمیم نے حیرانگی سے پوچھا تمہیں کیسے علم ہوا کہ میں زخمی ہوں ——— جہاں آپ الماس کے ساتھ ہماری حویلی کی چار دیواری پھاند کر اندر آئے تھے وہاں سے لے کر اس کمرے تک میں آپ اور الماس کی گفتگو سنتی رہی ہوں۔ میں آپ دونوں کے پیچھے پیچھے تھی۔

الماس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ربیعہ نے مڑ کر ایک نگاہ الماس پر ڈالی پھر تمیم سے کہا۔ بتائیے نا آپ کا زخم کہاں ہے میں پٹی باندھتی ہوں ——— تمہارے پاس مرہم پٹی کا سامان ہے ؛ ——— ربیعہ مسکرادی اور ایسی آواز میں کہا۔ جیسے آبشاروں کے ہونٹ حرکت میں آئے ہوں ——— میں اپنے ابّی سے سارا سامان لے کر آئی ہوں۔

تمیم بستر پہ بیٹھ گیا ——— ربیعہ نے دیکھا تمیم کی ران میں تیر لہرا رہا تھا۔ تمیم جب تیر نکالنے لگا تو ربیعہ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔ تمیم نے ایک جھٹکے سے تیر نکال کر پھینک دیا ——— ربیعہ آگے بڑھی۔ پہلے اس نے زخم دھویا اور پھر اس پر پٹی باندھتے ہوئے اس نے الماس سے کہا۔

الماس ! میرے کمرے میں جاکر میرا بستر، پلنگ اور ابی کا کوئی اچھا سا لباس لے آؤ۔

الماس چُپ چاپ باہر نکل گیا۔ ربیعہ کے گداز ہاتھوں کی خوب صورت مخروطی انگلیاں تمیم کی ران کو چھو رہی تھیں اور اس نشا ٓ آفریں لمس پر اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ مرہم پٹی سے فارغ ہو کر ربیعہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی ——— میں نے عارضی طور پہ پٹی باندھ دی ہے۔ میں ابی سے کہہ کر طبیب کو منگواتی ہوں۔ زخم کافی گہرا ہے اور نمی کے اس موسم میں خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

تمیم سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا ——— ربیعہ ! اتنا ہی کافی ہے کہ تم نے میر[ی] پٹی باندھ دی ہے۔ میں تمہارا مشکور ہوں۔ اب میں یہاں سے روانہ ہوں گا۔ تم جانتی ہو، [ا]ب میرا دشمن ہے۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تم دونوں بہن بھائیوں میں تلخی بڑھے۔ جس [مقص]د کے تحت میں یہاں آیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ اس زخم کے باعث اگر مجھے چند روز رکنا بھی [پڑا] تو اس شہر میں میرا ایک ٹھکانا ہے جہاں میں یہ برفانی رات بسر کر سکتا ہوں۔

ربیعہ کوئی جواب دینے والی تھی کہ ادھیڑ عمر کا ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور [تمی]م سے قریب ہوتے ہوئے کہا ——— بیٹے ! تم اس گھر کے محسن ہو۔ اگر سعد کو خبر ہو بھی گئی [کہ تم] نے یہاں پناہ لے رکھی ہے تو اسے اپنی بہن کے علاوہ اپنے باپ کی مخالفت کا سامنا بھی کرنا [ہوگا]۔ میرا نام زبیر ہے اور میں سعد اور ربیعہ کا باپ ہوں

تمیم نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ربیعہ پر ڈالی۔ اپنے باپ کی موجودگی میں ربیعہ کا چہرہ [شر]م اور حیا سے یوں سرخ ہو گیا تھا جیسے مونگے کی کسی چٹان پہ ہزاروں شمعیں روشن کر دی گئی [ہوں] ——— تمیم زبیر سے مصافحہ کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ زبیر نے اسے شانوں سے پکڑ [کر بس]تر پہ بٹھاتے ہوئے کہا۔ تمہیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے بیٹھے رہو۔ اسی وقت الماس [ربیعہ]کا بستر، کپڑوں کا ایک جوڑا اور پلنگ اٹھا کر لے آیا۔ زبیر نے الماس کو مخاطب کر کے کہا۔

الماس ! تم اس کام کو چھوڑ دو۔ ربیعہ بیٹی ! تم خود بستر لگاؤ۔ الماس تم جاکر طبیب [کو بلا]لاؤ۔ جب الماس باہر نکلنے لگا تو تمیم نے اسے پکارا۔

الماس ! ——— ۔ ——— الماس !

الماس نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ کہئیے آقا ! ——— طبیب کو لانے سے قبل انطاکی[ہ کے گرجے م]یں جاؤ۔ وہاں راہب یوحنا سے ملنا۔ اس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور وہ عیسائیوں کی [ج]ماعت کا سرخیل ہے۔ اسے کہنا تمیم بن صالح زخمی ہے اور وہ آپ کے پاس نہ آسکے گا۔

الماس جب باہر نکل گیا تو بوڑھے زبیر نے تمیم سے پوچھا۔ تمہارا اس راہب سے کیا تعلق [ہے] بیٹے ! تمیم سنجیدہ اور اداس ہو گیا۔ پھر مدہم سی آواز میں اس نے کہا۔ میرا اور اس راہب کا تعلق [ایس]ا ہے جیسے رُوح اور قالب کا ——— ربیعہ نے بستر لگا دیا تھا لہٰذا وہ تمیم کی طرف دیکھتے [ہوئے ا]پنی طلسماتی آواز میں بولی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس بستر میں آجائیے ۔ زبیر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دینا چاہا لیکن تمیم خود ہی اُٹھا اور دوسرے بستر کی طرف جاتے ہوئے کہا ۔ زخم ایسا نہیں کہ مجھے کسی سہارے کی ضرورت ہو ۔ اگر یہاں میری کوئی پناہ گاہ نہ ہوتی تو مَیں اس زخم اور برف کے طوفان کی پرواہ کیے بغیر واپس لوٹ گیا ہوتا ۔ تمیم بستر میں گھُس ——— اس بستر میں جس کے تو شک ، چادر ، تکیے اور پلنگ کی ایک ایک رَتی سے ربیعہ کے جوان جسم کی خوشبو آرہی تھی ۔ وہ پلنگ اور بستر ربیعہ کا تو تھا ——— زبیر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا ۔

ربیعہ ! تم یہیں بیٹھو بیٹی ! مَیں تمیم کے کھانے کا بندوبست کراتا ہوں ۔ زبیر باہر نکل گیا ۔ ربیعہ تمیم کے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئی اور اس کے پاؤں تھامتے ہوئے کہا ۔

مَیں آپ کو دباتی ہوں ۔ تمیم نے فوراً اپنے پاؤں کھینچ لیے ۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے بڑے پیار اور خلوص سے تمیم کو دیکھتے ہوئے ربیعہ نے شفیق اور حلیم لہجے میں کہا ۔ مجھے آپ کے دونوں بھائیوں کی موت کا سخت صدمہ ہُوا ہے ۔ تمیم کا چہرہ ایک دم پیلا ہوگیا ۔ تھوڑی دیر تک وہ کانپتا رہا پھر اس کی پلکیں بھیگ گئیں ۔ ربیعہ اس کی حالت دیکھ کر پسیج سی گئی اور بڑی ہمدردی سے

آپ کی ماں کہاں ہے ۔ کیا انہیں بکر اور عقال کی موت کا علم ہوچکا ہے ———

کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ سسک پڑا ۔ بکر اور عقال کی موت کا سُن کر میری ماں بھی مر گئی تھی ۔ ربیعہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور سسک سسک کر رونے لگی تھی ۔ کافی دیر تک ربیعہ بیٹھی سسکتی رہی اور تمیم بستر میں لیٹا اپنی بھیگی پلکوں سے اسے دیکھتا رہا ۔ کمرے سے باہر کھٹکا ہُوا اور دونوں اپنے آنسو پونچھ کر سنبھل گئے ۔

زبیر ، راہب یوحنا اور الماس ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے ۔ ان کے پیچھے ایک غلام تھا جس نے کھانے کے برتن اُٹھا رکھے تھے ——— زبیر نے الماس سے ڈانٹ کے انداز میں کہا ۔ الماس ! تم طبیب نہیں لائے ۔ الماس نے بڑی بے بسی سے راہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ——— انہوں نے کہا تھا ، طبیب کی ضرورت نہیں ، مَیں زخم کا علاج کر دوں گا ۔

راہب بیٹھ گیا ۔ ہاتھ میں پکڑا ہُوا اس نے صنوبر کی لکڑی کا چھوٹا سا صندوق کھولا ۔ پہلے اس نے الماس سے پانی منگا کر زخم دھویا پھر مرہم لگا کر بڑی نفاست سے پٹی کرنے کے بعد اس نے تمیم سے کہا ۔

زخم خطرناک نہیں ہے ۔ دو یا تین روز تک بھر جائے گا ——— بلرم میں تمہارا زیادہ ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں ہے ، تم پرسوں یہاں سے چلے جاؤ ——— تمہارا گھوڑا کلیسا میں ہی رہے گا تاکہ روانہ ہونے سے قبل مَیں تمہیں مِل سکوں ——— راہب باہر نکل گیا ۔ زبیر نے ربیعہ سے کہا ۔ آؤ بیٹی ہم بھی چلیں ۔ حویلی سے ہماری غیر حاضری سعد کو مشکوک بنا دے گی ۔ الماس تم تمیم کو کھانا کھلاؤ اور رات کو اس کا خیال رکھنا ۔ زبیر اور ربیعہ باہر نکل گئے اور الماس تمیم کے سامنے کھانے کے برتن جمارہا تھا ۔

○

تمیم نے تین روز تک ربیعہ کے ہاں قیام کیا ۔ ربیعہ بچاری دل و جان سے اس کی خدمت کرتی رہی ۔ تمیم کا زخم مندمل ہوچکا تھا ——— چوتھے روز صبح ہی صبح تمیم رخصت ہونے کے لیے تیار بیٹھا تھا کہ ربیعہ کمرے میں داخل ہوئی ۔ تمیم کھڑا ہوتا ہوا بولا ۔

ربیعہ ! مَیں آج جارہا ہوں ۔ تمہارے ابّی اور الماس کہاں ہیں ۔ جانے سے قبل میں انہیں ملنا چاہتا تھا ۔ تمیم کی رخصت کا سُن کر ربیعہ پیلی پڑگئی اور مُردہ سی آواز میں کہا ۔ رات آپ نے ابّی سے اپنی روانگی کا ذکر کیا تھا لہٰذا ابّی اور الماس اسی کو کسی کام کے بہانے باہر لے گئے ہیں تاکہ آپ کسی حادثے کے بغیر یہاں سے رخصت ہوجائیں ——— دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے تمیم نے کہا ——— ربیعہ ! مَیں تم سب کا شکر گزار ہوں ۔ کبھی وقت آیا تو تمہارے اس خلوص کا صلہ ضرور دوں گا ۔

ربیعہ رو پڑی ——— مَیں نے کسی صلے کی خاطر آپ کی خدمت نہیں کی ۔ یہ آپ کا مجھ پر حق تھا ۔ تمیم نے مُڑ کر دیکھا ۔ ربیعہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں ۔ تمیم نے پیار سے پوچھا ۔ رو رہی ہو ربیعہ ! ——— ربیعہ نے سسکتے ہوئے کہا ۔ کیا صقلیہ کی سرزمین کو وہ نازک شاخ یاد رہے گی جس پر اس نے اپنی زندگی کے تین دن بسر کیے ہیں ۔ اس کی آواز ایسی تھی جیسے سحر اور شبنم نے آپس میں کوئی سرگوشی کی ہو ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم نے غمزدہ سی آواز میں کہا - ربیعہ! اپنی ماں، باپ اور بھائیوں کی موت بعد میں ایک ایسا پھول ہوں جس میں خوشبو نہ ہو - ایک ایسا بادل ہوں جس کے پاس کے لیے پانی کا ایک قطرہ نہ ہو - میں ایک نئی زندگی کی ابتدا کر رہا ہوں اور میں نہ وقت اور تقدیر کی دسترس میں اس زندگی کے راستے کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہو اس کے باوجود تم میرے لیے فطرت کے حسن و جمال کا تمثیل اور میری زندگی کی اندھیر کے ماتھے پر چاندنی کی طرح روشن ایک جھومر ہو ——— تمیم چند لمحوں تک خا رہا - اس کے چہرے پر ماضی کی تمام المناک داستانیں بکھر گئی تھیں - ربیعہ روتے رو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی - تمیم کی بھرائی ہوئی آواز پھر سنائی دی -

ربیعہ! آج میں در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوں - لیکن عنقریب تم دیکھ زندگی کی شب کی یہ تاریکیاں صبح کے نور میں معدوم ہو جائیں گی اور سورج کی گھری کرن کے اس دور کی کہر کو نگل جائیں گی - اس روز مجھے اس قدر استطاعت ضرور ہو گی منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو عملی جامہ پہنا سکوں اور کسی سے تمہیں اپنے لیے مانگ سک

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے ربیعہ نے کہا - آپ ایسی ہستی ہیں جس نے مجھے زند کے لیے مسخر کر لیا ہے - میں آپ کا انتظار کروں گی - کیا میں امید رکھوں اپنی زندگ پر آشوب دور میں بھی آپ قریۃ الشطّ کی اس بے بس لڑکی کو نہ بھولیں گے جسے آپ جنوبی اٹلی میں برف کے طوفانوں اور نارمن بھیڑیوں کی خونخواری سے بچایا تھا - آپ زندگی کی ایسی روشن و تابناک سحر ہیں جسے میں بھولنا بھی چاہوں تو نہ بھول سکوں

تمیم واپس مڑا اور ربیعہ کا گداز سرخ ہاتھ اپنے سخت کھردرے اور چٹان کی مضبوط ہاتھوں میں لیتے ہوئے ملاطفت و ہمدردی سے کہا ——— ربیعہ! تم زندگی کا ساحل ہو اور منجدھار میں پھنسا ہوا ایک بے کس مسافر ساحل کو کیونکر فراموش ہے -

ربیعہ منہ سے کچھ نہ کہہ سکی اور ٹکٹکی باندھ کر تمیم کو دیکھے جا رہی تھی - جو اس سے رخصت ہو رہا تھا ——— وہ خاموش تھی، تاریک سرد فضا کی طرح اداس اور افسردہ تھی - اس زخم کی طرح جس سے لہو کی بوندیں رِس رہی ہوں - اس سمرن کی طرح جس کے موتی بکھر گئے ہوں - اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں -

تمیم اسے تھوڑی دیر تک کرب آشنا روح کی طرح دیکھتا رہا - پھر اس نے ربیعہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں اسے الوداع کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گیا - ربیعہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی بیرونی دروازے تک آئی - گلی میں آ کر تمیم بڑی تیزی سے ایک طرف چلا گیا اور دروازے پر کھڑی ربیعہ آنسو بہاتے ہوئے خزاں زدہ ان پتوں کی طرح اداس کھڑی تھی جو تیز آندھی میں بکھر گئے ہوں -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ربیعہ، الماس کی کوٹھڑی کے اسی بستر میں جہاں سے تھوڑی دیر قبل تمیم اُٹھ کر گیا تھا بیٹھی رو رہی تھی۔ اس کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی جیسے اس سے زندگی کا ضمیر چھن گیا ہو یا کوئی غیر مرئی بندھن ٹوٹ گیا ہو اور وہ اپنے تمام و کمال کے ساتھ اس پھول کی طرح بکھر گئی ہو جس کے مقدر میں مقدس خیابانوں کے بجائے پتھروں کے اندر کھل کر مرجھانا لکھا ہو۔

کمرے سے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یوں لگا جیسے کوئی بھاگتا ہوا آرہا ہو۔ ربیعہ نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے اور بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اسی لمحہ الماس بھاگتا کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا پھر ہکلاتے ہوئے کہا۔ آپ کا اداس چہرہ بھیگی پلکیں بتاتی ہیں کہ تمیم یہاں سے جا چکا ہے۔ ربیعہ نے اپنا بیزار و اداس چہرہ جھکاتے ہوئے کہا۔ ہاں وہ یہاں سے جا چکے ہیں ——— میں ان کے لیے ایک اہم خبر لایا ہوں ———

ربیعہ نے چونک کر پوچھا کیسی خبر؟ ——— ان کی زندگی خطرے میں ہے۔

اضطراب کی چتا میں گیلی لکڑی کی طرح سلگتے ہوئے ربیعہ نے پوچھا۔ انہیں کیا خطرہ ——— سعد کو پتہ چل گیا ہے کہ تمیم نے ہماری حویلی میں پناہ لے رکھی ہے۔ اس لیے اس نے اس کے تعاقب میں پانچ ایسے جوان لگائے ہیں جو لڑنے کے فن میں عدیل و بے مثل ہیں اور جب تمیم بلرم سے نکل کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگا تو وہ اسے راستے میں ختم کر دیں گے۔

ربیعہ نے اپنی پگھلتی اور کھولتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ تمہیں کیسے اور کہاں سے اس کا علم ہوا؟ ——— میں اور آپ کے ابی صبح ہی صبح جب سعد کو لے کر باہر گئے تو راستے میں وہ رُک گیا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ علقمہ کے گھر داخل ہوا۔ آپ کے ابی کے اشارے پر میں نے کر اس کا تعاقب کیا۔ اس نے اندر جا کر علقمہ کی بیوی کو بتا دیا کہ تمہارے شوہر کا قاتل عمار ابن صالح ہے اور وہ آج بلرم سے روانہ ہوگا۔ لہٰذا ان دونوں نے آپس میں ساز باز کی اور علقمہ کے ... وں میں سے پانچ کو تمیم کے تعاقب میں لگانے کا فیصلہ کیا ———

ربیعہ بدحواس ہوگئی۔ اس کا رنگ سرسوں کے پھولوں جیسا ہوگیا تھا۔ پھر اس نے ... ہم کو اچھی طرح شال میں چھپاتے ہوئے کہا۔ الماس! تم حویلی میں رہو۔ تمیم ابھی روانہ نہ ہوا ... میں انطاکی کلیسا جاتی ہوں اور تمیم کو آج واپس اپنے گھر جانے سے روکتی ہوں ——— اپنی حویلی سے نکلی اور پھر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی کلیسا کی طرف جا رہی تھی۔

○

تمیم راہب یوحنا کے اوطاق میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کمرے میں راہب یوحنا کے ساتھ سالم بن عطاف بیٹھا تھا ... ی بربری جوان جب اس نے ربیعہ کو اس کے گھر پہنچانے ... ور کیا تھا ——— تمیم کو دیکھتے ہی سالم اُٹھ کر تمیم کی طرف بھاگا اور اس سے لپٹتے ہوئے ... میں گذشتہ شب سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے ابن البعباع نے بھیجا ہے۔ اس نے ... کو بلایا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں صقلیہ کے آسمان پر بلرم کے حاکم ابن ثمنہ اور قصریانہ کے ... ان ابن حواس کے درمیان جنگ کے بادل اُمڈ رہے ہیں۔ ان دنوں ابن البعباع اور ابن ... ن کے درمیان راہ و رسم اور ربط کا ایک سلسلہ چل رہا ہے۔ شاید وہ دونوں مل کر ابن ثمنہ ... ابلہ کرنا چاہتے ہیں اور اسی سلسلے میں ابن البعباع نے آپ کو بلایا ہے ——— سالم چند ... خاموش رہا۔ پھر جیسے اس پر زہریلی اوس گر گئی ہو اور اس نے اپنی بکھری اور گھٹی گھٹی سی آواز ... ہا ——— آقا! مجھے آپ کے ماں باپ اور بھائیوں کی موت کا دُکھ ہے۔ کاش آپ مجھے اطلاع کرتے اور میں بھی انتقام میں آپ کے ساتھ شامل ہوتا۔ یہ خبر ابن البعباع تک پہنچ چکی ... خدا کی قسم یہ خبر سن کر اس نے دو دن تک کچھ کھایا پیا نہ تھا۔

تمیم چند لمحوں تک خاموش رہا، پھر وہ سنبھلا اور یوحنا کی طرف التجا بھری نظروں سے ... ہوئے کہا۔ مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیجئے۔ راہب چپ چاپ آگے بڑھا اور تمیم سے بغلگیر ... ہوئے کہا۔ میں تمہیں ان دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتا ہوں کہ آنے والے پُر آشوب دور ... صقلیہ کی تڑپ بن کر ابھرو۔ جاؤ اللہ تمہارا حامی و نگہبان ہوگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم اور سالم نے اصطبل سے اپنے گھوڑے لیے اور جب وہ کلیسا سے نکل کر آ کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے تو پیچھے سے کسی نے پکارا ——— تمیم ! تمیم !! تمیم نے مڑ کر دیکھا۔ ربیعہ بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔ تمیم رک گیا۔ ربیعہ بھاگتی ہوئی ت اور ویران و پُرملال لہجے میں کہا۔ تمیم ! آج یلرم سے روانہ مت ہونا۔ تمیم نے آنکھ بھر کر طرف دیکھا۔ ربیعہ کے چہرے پر حزن و اندوہ اور کرب و غم کے گہرے سائے تھے۔ تمیم کیفیت میں پوچھا۔

کیا بات ہے ربیعہ ! کھل کر کہو ——— ربیعہ رو پڑی۔ ابھی ! ابھی ! کوئی گیا ہے کہ آپ نے ہماری حویلی میں قیام کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے علقمہ کی بیوی سے مل کر تعاقب میں پانچ ایسے لڑاکا جوان لگائے ہیں جن کا ثانی پورے یلرم میں کوئی نہیں کسی مناسب جگہ آپ پر حملہ آور ہوں گے۔

تمیم نے غضب و قساوت اور قہر و شقاوت کا ایک بھرپور و غیر مانوس سا قہقہہ لگا یوں جیسے کسی جنگلی نے پیٹ بھر کر کھانا ملنے کے بعد وحشیانہ انداز میں اپنے رب کا کیا ہو۔ پھر اس کی طوفانِ یم کی سی آواز سنائی دی۔

ربیعہ ! تم غمگین نہ ہو۔ واپس لوٹ جاؤ۔ عنقریب تم سنو گی تمیم بن صالح نے پانچ جوانوں کو اپنی تلوار سے بدآموز گھوڑے کی طرح مار مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ جا کر سکون کی گہری نیند سو جاؤ، ربیعہ ! ——— قسم ہے مجھے تمہاری ہمدردی کی میں انہیں اس طرح ماروں گا جس طرح نقارے پہ مضراب کی چوٹ پڑتی ہے طرح نخلِ بلند سے طوفان ٹکراتا ہے ——— ربیعہ ! یہ ایک رسم قدیم ہے کہ درغن اور شیر بھیڑیوں کا سامنا کرتے ہوئے اپنا جبلی اور فطری جذبۂ تہور مجہول نہیں میں ان پانچوں جوانوں کو شکستوں کے جال میں جکڑ کر بے کلاہ و خمیدہ سر کرنے کروں۔ تمیم گھوڑے پر سوار ہوا اور سالم کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ربیعہ شب ہجر ستارے کی طرح ڈگمگاتی ہوئی واپس جا رہی تھی۔

شام کی ارغوانی کہر اپنا نزول شروع کر چکی تھی۔ درخشاں اجالا تاریکی کی عریانی کے نظارے سے پہلو تہی کرتا ہوا اَن جانے منافذ و راستوں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ہوائیں شاخوں کے ساز پر مدھر گیت گا رہی تھیں۔ مرغزاروں میں سبزہ و شبنم گلے مل رہے تھے۔ تمیم اور سالم اس شاہراہ پر اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے تھے جو قصر یانہ کے شمال سے گزر کر جنوب مغرب کے شہروں کی طرف جاتی تھی۔

جب وہ دونوں ایک وادی کے اندر سے گزر رہے تھے اور فضا میں ہلکی ہلکی تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ سالم نے چونک کر تمیم سے کہا۔ ذرا اپنے پیچھے دیکھیے۔ تمیم نے مڑ کر دیکھا پانچ سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے اُن کا تعاقب کر رہے تھے۔ تمیم کے چہرے پر جابر و قاہر جذبے تڑپ گئے تھے۔ اس نے ایسی آواز میں سالم سے گفتگو کی جیسے اس کا حلق گرفتہ ہو گیا ہو۔

سالم ! مجھے اسی لمحہ کا انتظار تھا۔ اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر دو اور جب وہ نزدیک آئیں تو میرے اشارے پر اپنے گھوڑے کو ایسی ایڑ لگانا کہ وہ بھاگنے میں میرے گھوڑے کا ساتھ دے سکے۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار کم کر لی تھی اور جب تمیم نے دیکھا کہ تعاقب کرنے والے سوار ان سے صرف چند قدم کے فاصلے پر رہ گئے ہیں تو اس نے سرگوشی کی۔

سالم اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاؤ اور اسے اس قدر تیز بھگاؤ جتنا تم بھگا سکتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی تمیم اپنے گھوڑے کو بھی ایڑ لگا چکا تھا۔ تعاقب کرنے والے بھی ان کے قدم سے قدم ملاتے ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ سالم کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ تمیم کیا کرنے والا ہے۔

اچانک تمیم نے اپنے گھوڑے کو اس جولانی و تیزی سے روکا جیسے برقِ طبعی کا کوئی کوندا لمحہ بھر میں وادیوں اور کوہساروں کو روشن کر گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی نعرہ مارتے ہوئے اس نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ کچھ ایسے انداز میں گویا فطرت کے کارکن اور زہریلے عناصر کُن فیکون کی صدائیں بلند کرتے ہوئے شعلوں کی مانند زمین کی طرف لپکے ہوں یا ——— یا تمت کے کسی معبد میں وہم و گمان کے کسی پجاری نے اَن دیکھے ہیولوں سے خوفزدہ ہو کر کوئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھیانک چیخ بلند کی ہو۔ تمیم مڑ کر اپنے پورے ہنگام واژدہام کے ساتھ تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

تعاقب کرنے والے اس اچانک رونما ہونے والے انقلابات سے بے خبر تھے اور تمیم وحشیوں کی طرح مڑ کر حملہ آور ہوتا ہوا ان کے درمیان سے گزر کر ان کے دو ساتھیوں کی گردنیں کاٹ کر دوبارہ تیزی سے مڑا تھا اور باقی بچنے والے تین ساتھی ابھی اپنے گھوڑوں کو روک کر واپس مڑنے کی تیاری کر رہے تھے کہ تمیم دوبارہ ان پر حملہ آور ہو کر ان سے ایک اور ساتھی کو ختم کر چکا تھا۔

زندہ بچنے والے دونوں متعاقب جب مڑے تو انہوں نے دیکھا ان کے عین سامنے تمیم ستون کی مانند خاموشی سے ایستادہ بالکل آگ اگلنے والے اس اژدھے کی طرح کھڑا تھا جس نے خاکستر کر دینے کا کھیل کھیلنے کی خاطر اپنا پھن اٹھا لیا ہو۔ پھر تمیم کی آواز سنائی دی جیسے شب کے سکوت میں بحر کا تلاطم ابھرا ہو۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ تمیم ——— صالح سے نمٹنا اتنا آسان و سہل نہیں جس قدر تم سوچ کر بلرم سے روانہ ہوئے تھے۔ یاد رکھو جس طرح کبوتر اپنے ششتر کی پہچان رکھتا ہے۔ اس طرح میں بھی گھوڑے، تلوار اور کمان کا کھیل جانتا ہوں جس طرح تم لوگ موت کو زندگی کا لبادہ نہیں اوڑھا سکتے اور تارِ عنکبوت کو ریسمان نہیں بنا سکتے ویسے ہی میرا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے اور اس وادی میں تمہاری ساری امیدیں فنا کی راکھ بن کر باطل ہو جائیں گی۔

سالم پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ لہٰذا وہ دونوں مڑے اور ایک ساتھ سالم پر ٹوٹ پڑے اور یہی ان کی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری غلطی ثابت ہوئی۔ ان کے پیچھے ہٹوکے اور خونخوار اسد کی طرح لپکا تھا اور دونوں کو خون میں نہلا گیا تھا۔ سالم نے بڑی عقیدت سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خدا کی قسم آپ طوفان ہیں۔ رزم گاہ کا وہ مرگ آفریں طوفان جس کے سامنے کوئی بند نہ باندھ سکے۔ تمیم خاموش رہا۔ اپنی تلوار صاف کر کے اس نے نیام میں کر لی اور پہلے کی طرح وہ اپنی منزل کی طرف اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

ایک روز جب کہ شب کے خاتمے پر مشرق سے نور کا آنچل پھیلنا شروع ہو گیا تھا اور ہر طرف عروسِ فطرت کے رنگ اور خوشبو بکھر گئے تھے۔ تمیم سالم کے ساتھ ندی کا چوبی پل عبور کر کے قلعہ بلوط کے مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ اسی شہ نشین کے قریب جس پر کھڑے ہو کر کبھی راہب یوحنا نے قرآن ہاتھ میں لے کر اس کا استقبال کیا تھا۔ ابن البعاع کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ شاید اس کے جاسوس اسے تمیم کی آمد کی اطلاع کر چکے تھے۔ ابن البعاع آگے بڑھا اور تمیم کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ مجھے تمہاری ماں، باپ اور بھائیوں کے مرنے کا دکھ ہے۔ کاش تم نے مجھے اطلاع کی ہوتی تو میں ان لوگوں سے ایسا انتقام لیتا جو صقلیہ میں ضرب المثل بن کر یاد رہتا۔ واللہ اگر میرا بھانجا سعد بھی اس ظلم میں شریک ہوتا تو میں اس کی گردن بھی کاٹ دیتا۔ اس لیے کہ تم مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز ہو ——— تمیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا سر جھکا رہا تھا۔ ابن البعاع نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے لے کر اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک سپاہی تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

کئی روز کے بعد طوفانِ برق و باد تھما تھا۔ وادی و کوہساروں میں تیز دھوپ نے برف کے ساتھ غارتِ غول اور تاخت کا کھیل شروع کر رکھا تھا۔ چھ سوار جنہوں نے جنگ کا بہترین لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کوہی ندی کا چوبی پل عبور کرنے کے بعد جو قلعہ بلوط کے مشرقی حصے میں ایک حصار کا کام دیتی تھی۔ شہر بلوط کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ پہریداروں نے دروازہ کھول کر جب آنے والوں سے ان کے متعلق استفسار کیا تو ان میں سے ایک جو اپنے گھوڑے، اس کے ساز اور اپنی شخصیت سے منفرد اور سرخیل لگتا تھا اپنی بھاری آواز میں پہریدار سے مخاطب ہو کر بولا۔ میں قصریانہ کا حکمران ابن حواس ہوں اور ابن البعاع سے ملنا چاہتا ہوں۔ پہریدار بڑی تکریم سے پیش آئے اور ان میں سے ایک ان کی راہنمائی کرتا ہوا انہیں لے کر شہر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ابن البعاع، ابن حواس اور اس کے چھ محافظوں کا استقبال ایک ایسی حویلی میں کر رہا تھا جس کی تعمیر پہاڑی پتھروں کو تراش کر کی گئی تھی۔ پھر وہ انہیں لیکر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ایسے دیوان خانے میں آیا جو آراستگی و مرصّگی سے عاری تھی ۔ ساتھ ہی اس نے ابن حواس کو مخاطب کر کے بڑی انکساری میں کہا ۔ آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی ؛ مجھے قصریانہ میں طلب کر لیا ہوتا ۔

پگھلی پگھلی سی آواز میں ابن حواس نے جواب دیا ۔ مَیں ایک ضرورت مند ہوں اور آپ جانتے ہیں ضرورت مند خود چل کر وہاں آتا ہے جہاں اسے روشنی کی جھلک دکھائی دے ابن ثمنہ عنقریب اپنی بے پناہ افواج کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہونے والا ہے ——— ابن حواس کی بات کاٹتے ہوئے ابن العباع نے کہا ۔ اس جنگ میں ہم پوری طرح آپ کے ساتھ ہیں ۔ ابن حواس نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا مَیں جانتا ہوں آپ ہمارا ساتھ دیں گے ۔ میرے پاس تربیت یافتہ سپاہیوں کی کمی نہیں لیکن میرے پاس کوئی ایسا سالار نہیں جو ان مجاہدوں کو جنگ میں استعمال کر سکے اور شاہین بن کران کی پرواز کی سمت کا تعین کر سکے ۔ کیا آپ کے ترکش میں کوئی ایسا تیر ہے جو امن کی تلاش میں ہمارا رفیق ، مصاحب اور جلیس ثابت ہو ۔

چند ثانیوں تک ابن العباع نے اپنی گردن جھکائے رکھی ۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا ۔ شاید اپنے دل سے اُٹھنے والے خیالات کو وہ ایک نقطہ پر مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا ۔ ذرا سا مسکرایا اور بڑے غور سے گہری نگاہوں کے ساتھ ابن حواس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

ہاں میرے پاس ایک ایسا جوان ہے جو تباہی کی آگ اور مایوسی کے اندھیروں میں بھی فتح کے گیت گانا جانتا ہے ۔ وہ بلند پرواز ، تیز رفتار اور شکاری شاہین کی طرح پَر تول کر دشمن پر چھا جاتا ہے ۔ وہ سمندر کی طرح گہرا ، متلاطم اور خاموش ہے ۔ بے زین گھوڑے پر سوار ہو کر بھی وہ اپنی پوری صلابت ، سختی اور مضبوطی کے ساتھ زدکوبی و ضرابی کا مظاہرہ کر سکتا ہے آپ اسے صقلیہ کی جوان نسل کا ایسا گرم خون کہہ سکتے ہیں ۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے کن فیکون کی صداؤں کی طرح دشمن کے سروں کی فصل کاٹ کر تاریخ کے قافلے کا رُخ موڑ دے ۔ خدا کی قسم وہ دجلہ و فرات کی لہروں کی طرح طرّاز اور چیتے کی طرح فطین و ذہین ہے ۔ اسے دیکھ کر آپ یقیناً خوش ہوں گے ۔ ابن حواس نے بڑی بے صبری سے کہا ۔ مَیں ابھی اسے

۔ بر دوں گا ——— دروازے پر کھڑے ایک سپاہی کو مخاطب کرتے ہوئے ابن العباع نے واز میں کہا ۔

تیم بن صالح کو بلاؤ ——— وہ سپاہی بھاگتا ہُوا ایک طرف چلا گیا ———

ا دیر بعد تمیم آتا دکھائی دیا ۔ چھت دار راہ داری میں ابھی وہ دُور ہی تھا کہ ابن العباع ن حواس سے سرگوشی کی ۔ یہ ہے وہ نوجوان جس کا مَیں آپ سے ذکر کر چکا ہوں ۔ اس کا ابن صالح ہے ——— تمیم جب کمرے میں داخل ہُوا تو ابن حواس کی طرف اشارہ کر کے بعباع نے تمیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

تمیم ! یہ قصریانہ کے حکمران ابن حواس ہیں ۔ بلرم کا حکمران ابن ثمنہ عنقریب ان پر حملہ ہوا لاہے اور یہ جنگ میں تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ تمیم نے آگے بڑھ کر اِن سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن ابن حواس اُٹھا اور آگے بڑھ کر تمیم کو گلے لگاتے ہوئے ۔ آپ جیسے مجاہد سے صرف مصافحہ پر اکتفا کرنا گناہ ہے ۔ تمیم بھی مسکراتا ہُوا اس سے گلے ملا ۔ جب دونوں علیٰحدہ ہوئے تو ابن حواس نے پوچھا ۔

آپ نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جو ابن العباع نے آپ سے کہی ہے ۔ تمیم ان کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اپنی بھاری آواز میں کہا ۔ مَیں مذہب کی سربلندی اور انسانیت ال و تمکنت کے لیے ہر جگہ آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں ۔ پھول کی طرح کھِلتے ہوئے اس نے کہا ۔ تو پھر میرے ساتھ قصریانہ چلئے ۔ تمیم نے فیصلہ کن انداز میں کہا ۔ مَیں ابھی آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہوں ۔ ابن العباع کی طرف دیکھتے ہوئے ابن حواس نے پوچھا ۔

کیا آپ ہمیں رخصت کی اجازت دیں گے ۔ مَیں ضرور آپ کے پاس قیام کرتا لیکن اس وقت اور مخدوش دنوں میں میرا قصریانہ سے باہر ٹھہرنا خطرہ ہے ۔ ابن العباع کھڑا ہوتا ہُوا ۔ آپ کو روکوں گا نہیں لیکن کھانا کھائے بغیر آپ یہاں سے رخصت نہیں ہو سکتے ۔ اس طرح بوط کے اس لشکر کو بھی تیاری کا موقع مل جائے گا جو آپ کی ہمراہی میں تمیم کے ساتھ جا ۔ ابن العباع ، سب کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا ۔ سب نے مِل کر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر تمیم اپنے سپاہیوں کے ساتھ ابن حواس کے ہمراہ قصریانہ کی طرف کُوچ کر رہا تھا ۔

○

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بلرم کے حکمران ابن ثمنہ نے اپنی بیوی میمونہ کو جو قصریانہ کے حاکم ابن حواس
بہن تھی واپس لانے کی کوشش کی لیکن ابن حواس نے جب اس ظالم و کوتاہ اندیش کے
اپنی بہن کو بھیجنے سے انکار کر دیا تو ابن ثمنہ نے قصریانہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا - اس مقصد
لیے ایک بھاری لشکر کے ساتھ وہ بلرم سے نکلا اور قصریانہ کی طرف کوچ کیا - اس لشکر
ربیعہ کا بھائی سعد بھی شامل تھا جو لشکر کے ایک حصے کا سالار تھا -

دوسری طرف ابن حواس کو بھی اس لشکر کی روانگی کا علم ہو چکا تھا لہذا اس نے
اپنے لشکر کو شہر سے باہر نکالا اور اس کے اس لشکر کا سالار تمیم بن صالح تھا - شہر سے باہر
کھلے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے - تمیم اپنے لشکر
وسط میں قلب کی کمانداری کر رہا تھا جب کہ میمنہ اور میسرہ کی راہنمائی قصریانہ کے دو
جرنیل کر رہے تھے - قلعہ بلوط سے آنے والے سارے سپاہی تمیم کے تحت قلب میں
تمیم کے عین پیچھے نوجوان بربر سالم بن عطاف تھا -

صفیں درست کرنے کے بعد ابن ثمنہ نے عام حملہ کا حکم دیا اور اس کا لشکر
تیزی سے جنگ کے طبل اور نقارے بجاتا ہوا آگے بڑھا - تمیم ابھی تک ستون کی طرح
اور ساکن اپنی صفوں کے آگے کھڑا تھا اس کے لشکر کے سپاہی ششدر تھے کہ دشمن حملہ
ہو رہا ہے اور ان کا سالار ابھی تک حرکت میں نہیں آرہا -

ابن ثمنہ کا لشکر جب بالکل نزدیک آگیا تو تمیم نے مڑ کر اپنے لشکر کی طرف
بغیر دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی اپنی تلوار سے اپنے میمنہ کے جرنیل کو آگے بڑھنے کا اشارہ
اسی لمحہ اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال سے میسرہ کے جرنیل کو بھی ویسا ہی

اپنے سالار کا اشارہ پا کر میمنہ اور میسرہ کے جرنیلوں نے ایک ساتھ تکبیر بلند کی اور اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی اور یوں میمنہ اور میسرہ ایک ساتھ ابن ثمنہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے -

تمیم ابھی تک مجسمے کی طرح اپنی اسی جگہ کھڑا تھا اور اس کے پیچھے قلب کا لشکر بھی صفیں باندھے اس کے حکم منتظر تھا - میمنہ اور میسرہ جب دشمن پر حملہ آور ہو چکے اور ان کے پیچھے قلب دشمن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا - تو تمیم حرکت میں آیا تھا - اس نے اپنے گھوڑے کو واپس موڑ کر ایڑ لگائی اور قلب کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور سارا لشکر اپنے گھوڑے دوڑاتا ہوا اس کے پیچھے ہو گیا -

دشمن سے لڑنے والے اپنے میسرہ کے پیچھے ہی پیچھے تمیم نے ایک مختصر ترین کاوا بڑی تیزی سے کاٹا اور دشمن کے میمنہ پر ایک طرف سے حملہ آور ہوا - تمیم کا یہ حملہ اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ ایک طوفان سا برپا ہو گیا تھا - تمیم اس خونخواری اور خون فشانی سے حملہ آور ہوا تھا گویا کسی بھوکے درندے نے جنگل کے اندر کسی کمزور اور ناتواں بارہ سنگھے کو اپنے دانتوں اور پنجوں سے بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہو -

لڑتے لڑتے اچانک تمیم کے سامنے ربیعہ کا بھائی سعد آگیا - تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چیتے کی طرح سعد پر حملہ آور ہوا - سعد بھی سنبھل کر تمیم پر حملہ آور ہوا تھا - تمیم نے سعد کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا اور اپنی ڈھال کی ایک سخت ضرب سعد کے کندھے پر لگائی - سعد اپنا توازن کھو بیٹھا اور گھوڑے سے نیچے گر گیا - تمیم بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا - اتنی دیر تک سعد اٹھ کھڑا ہوا تھا، پر قبل اس کے وہ تمیم پر دوبارہ حملہ آور ہوتا تمیم نے اسے دبوچ کر زمین پر گرا لیا - ایسے انداز میں جیسے کوئی ذابح اور قصاب ذبح کیے جانے والے مینڈھے کو جکڑ کر زمین پر گرا لیتا ہے -

تمیم سعد پر سوار ہو گیا اور اپنا خنجر نکال کر جب اس نے سعد کے سینے میں گھونپ دینا چاہا تو اچانک تمیم کی نگاہ سعد کے شانے پر پڑی جہاں ایک گہرا زخم تھا اور اس سے خون نکل رہا تھا - تمیم نے کچھ سوچا پھر اس نے اپنا خنجر نیام میں کر لیا اور سعد کے اوپر سے اٹھتے ہوئے کہا - کاش تم ربیعہ کے بھائی نہ ہوتے - جاؤ میں نے تمہیں صقلیہ کی اس دوشیزہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بلرم کے حکمران ابن ثمنہ نے اپنی بیوی میمونہ کو جو قصریانہ کے حاکم ابن حواس
بہن تھی واپس لانے کی کوشش کی لیکن ابن حواس نے جب اس ظالم و کوتاہ اندیش کے
اپنی بہن کو بھیجنے سے انکار کر دیا تو ابن ثمنہ نے قصریانہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا۔ اس مقص
لیے ایک بھاری لشکر کے ساتھ وہ بلرم سے نکلا اور قصریانہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر
ربیعہ کا بھائی سعد بھی شامل تھا جو لشکر کے ایک حصے کا سالار تھا۔

دوسری طرف ابن حواس کو بھی اس لشکر کی روانگی کا علم ہو چکا تھا لہذا اس نے
اپنے لشکر کو شہر سے باہر نکالا اور اس کے اس لشکر کا سالار تمیم بن صالح تھا۔ شہر سے باہر
کھلے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔ تمیم اپنے لشک
وسط میں قلب کی کمانداری کر رہا تھا جب کہ میمنہ اور میسرہ کی راہنمائی قصریانہ کے دو
جرنیل کر رہے تھے۔ قلعہ بلوط سے آنے والے سارے سپاہی تمیم کے تحت قلب میں
تمیم کے عین پیچھے نوجوان بربر سالم بن عطاف تھا۔

صفیں درست کرنے کے بعد ابن ثمنہ نے عام حملہ کا حکم دیا اور اس کا لشکر
تیزی سے جنگ کے طبل اور نقارے بجاتا ہوا آگے بڑھا۔ تمیم ابھی تک ستون کی طرح خ
اور ساکن اپنی صفوں کے آگے کھڑا تھا اس کے لشکر کے سپاہی ششدر تھے کہ دشمن حملہ
ہو رہا ہے اور ان کا سالار ابھی تک حرکت میں نہیں آ رہا۔

ابن ثمنہ کا لشکر جب بالکل نزدیک آ گیا تو تمیم نے مڑ کر اپنے لشکر کی طرف
بغیر دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی اپنی تلوار سے اپنے میمنہ کے جرنیل کو آگے بڑھنے کا اشا
اسی لمحہ اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال سے میسرہ کے جرنیل کو بھی ویسا ہی

اپنے سالار کا اشارہ پاکر میمنہ اور میسرہ کے جرنیلوں نے ایک ساتھ تکبیر بلند کی اور اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی اور یوں میمنہ اور میسرہ ایک ساتھ ابن ثمنہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

تمیم ابھی تک مجسمے کی طرح اپنی اسی جگہ کھڑا تھا اور اس کے پیچھے قلب کا لشکر بھی صفیں باندھے اس کے حکم کا منتظر تھا۔ میمنہ اور میسرہ جب دشمن پر حملہ آور ہو چکے اور ان کے پیچھے قلب دشمن کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تو تمیم حرکت میں آیا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو واپس موڑ کر ایڑ لگائی اور قلب کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور سارا لشکر اپنے گھوڑے دوڑاتا ہوا اس کے پیچھے ہو لیا۔

دشمن سے لڑنے والے اپنے میسرہ کے پیچھے ہی پیچھے تمیم نے ایک مختصر ترین کاوا بڑی تیزی سے کاٹا اور دشمن کے میمنہ پر ایک طرف سے حملہ آور ہوا۔ تمیم کا یہ حملہ اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ ایک طوفان سا برپا ہو گیا تھا۔ تمیم اس خونخواری اور خون فشانی سے حملہ آور ہوا تھا گویا کسی بھوکے درندے نے جنگل کے اندر کسی کمزور اور ناتواں بارہ سنگھے کو اپنے دانتوں اور پنجوں سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

لڑتے لڑتے اچانک تمیم کے سامنے ربیعہ کا بھائی سعد آ گیا۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چیتے کی طرح سعد پر حملہ آور ہوا۔ سعد بھی سنبھل کر تمیم پر حملہ آور ہوا تھا۔ تمیم نے سعد کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکا اور اپنی ڈھال کی ایک سخت ضرب سعد کے کندھے پر لگائی۔ سعد اپنا توازن کھو بیٹھا اور گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ تمیم بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا۔ اتنی دیر تک سعد اٹھ کھڑا ہوا تھا، پر قبل اس کے وہ تمیم پر دوبارہ حملہ آور ہوتا تمیم نے اسے دبوچ کر زمین پر گرا لیا۔ ایسے انداز میں جیسے کوئی ذابح اور قصاب ذبح کیے جانے والے مینڈھے کو جکڑ کر زمین پر گرا لیتا ہے۔

تمیم سعد پر سوار ہو گیا اور اپنا خنجر نکال کر جب اس نے سعد کے سینے میں گھونپ دینا چاہا تو اچانک تمیم کی نگاہ سعد کے شانے پر پڑی جہاں ایک گہرا زخم تھا اور اس سے خون نکل رہا تھا۔ تمیم نے کچھ سوچا پھر اس نے اپنا خنجر نیام میں کر لیا اور سعد کے اوپر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ کاش تم ربیعہ کے بھائی نہ ہوتے۔ جاؤ میں نے تمہیں مقابلہ کی اس دوشیزہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے صدقے معاف کیا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ خرجین سے مرہم پٹی کا سامان نکال کر سعد کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

یہ لو اپنے شانے پر پٹی باندھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ سعد ابھی تک ششدر کھڑا تھا کہ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے نکل گیا۔ تمیم کے سپاہیوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے سالار نے سعد کو چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی اسے نظر انداز کر گئے۔ سعد نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنے گھوڑے کو لے کر ایک طرف کھسک گیا۔

اپنے قلب کو مجتمع کرتے ہوئے تمیم نے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے کئی بار اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں اور اس زور کا حملہ کیا کہ وہ ابن ثمنہ کے میمنہ کو کاٹتا ہوا رزم گاہ کے وسط میں دشمن کے قلب تک بڑھتا چلا گیا۔ دشمن کا میمنہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔

تمیم جس وقت اپنے پورے شور و شر اور ہجوم و ہنگام کے ساتھ دشمن کے قلب پر حملہ آور ہوا تھا اسی وقت اس کے میمنہ اور میسرہ نے اپنے انتہائی کہرام اور آشوب کے ساتھ حملہ کر دیا تھا ابن ثمنہ کے لشکر میں پسپائی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ پھر وہ سپاہی جو اپنی رسد گاہ کے خیموں کے پاس ایک خوفناک دفاعی جنگ کر رہے تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے اس فرار کا اثر لشکر کے دوسرے سپاہیوں پر بھی ہوا اور وہ بھی اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگنے لگے۔ ان بھاگنے والوں میں بلرم کا حکمران ابن ثمنہ اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ سب سے آگے آگے تھا۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ ابن ثمنہ کے لشکر کو کاٹتا ہوا ابن ثمنہ کا تعاقب کر رہا تھا۔ ابن ثمنہ نے اپنے دارالحکومت بلرم کے رُخ پر مغرب کی طرف بھاگنے کی بجائے مشرق کی جانب کوہ اٹنا کے رُخ پر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ تمیم بن صالح اس کے تعاقب میں اس طرح لگا ہوا تھا جس طرح کوئی چیتا کھلے میدان میں اپنے آگے بھاگنے والی لومڑیوں کا تعاقب کرتا ہے۔

تمیم نے قطانیہ تک یہ تعاقب جاری رکھا اور ابن ثمنہ کے سارے لشکر کو تہ تیغ کر دیا۔ تاہم ابن ثمنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ تمیم قطانیہ سے اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ ابن ثمنہ قطانیہ سے صقلیہ کے انتہائی

شہر مینا آیا۔ اس شہر میں رُکے اور دم لیے بغیر اس نے ایک کشتی کے ذریعے خلیج مسینا کو کیا اور جنوبی اٹلی کے ساحل پر اُتر گیا۔

جنوبی اٹلی کی بندرگاہ ریو سے ابن ثمنہ نے چند گھوڑوں کا بندوبست کیا اور اپنے ہیوں کے ساتھ اس نے وہاں سے کوچ کیا۔ کئی روز کے لگاتار سفر کے بعد ایک روز ابن جنوبی اٹلی کے ایک شہر قلبریہ میں داخل ہو رہا تھا یہ وہی شہر تھا۔ جسے نارمنوں نے جنوبی پر قبضہ کرنے کے بعد اپنا دارالحکومت بنا لیا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے فوراً بعد نارمنوں کے حکمران رابرٹ گوسکارڈ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رابرٹ گوسکارڈ جنوبی اٹلی میں مُسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نارمن لشکر کا سپہ سالار تھا اور جنوبی فتح کر لینے کے بعد نارمنوں نے گوسکارڈ کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا تھا۔

ابن ثمنہ نے رابرٹ گوسکارڈ کو اپنی بدبختی کی پوری داستان سُنائی اور التجا کی کہ تمیم اس کے خلاف اس کی مدد کرے۔ گوسکارڈ نے خود کوئی مناسب جواب نہ دیا۔ تاہم اس نے چھوٹے بھائی راجر کو طلب کیا اور ابن ثمنہ سے کہا کہ وہ راجر سے گفتگو کرے۔ جو لشکر تمہاری مدد کو روانہ ہو گا اس کا سالار راجر ہی ہو گا۔

راجر ایک تنومند، دیو ہیکل اور خوفناک انسان تھا اور مسلمانوں کا قتل عام اس نے ہمیشہ لذّت محسوس کی تھی۔ راجر کے ساتھ اس کا ایک معتمد خاص اور اس کا جرنیل فاجو راجر کی طرح کوہ پیکر، تنا ور اور ناقابلِ شکست تھا اور جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کے اکثر معرکوں میں نارمنوں کی راہنمائی اسی نے کی تھی اور یہ نارمنوں کا وہی سالار تھا۔ جس نے اپنے ہاتھ سے تمیم کے دونوں بڑے بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ تمیم کے دونوں بڑے بھائی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود ماکس نے ان دونوں کو قتل کر دیا تھا۔

ابن ثمنہ نے ان دونوں کے سامنے اپنا مدعا پیش کیا۔ راجر نے پہلے تو پس و پیش فرار پیش کیا کہ صقلیہ میں مسلمانوں کی بہت زیادہ فوج ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ حالانکہ یہ غلط تھا شاید راجر صقلیہ کے اصل حالات سے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ ایسے راجر بھی ٹھیک ہی کہتا تھا کیونکہ کچھ عرصہ قبل رومن حکومت کے ایک جرنیل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ادھر روم نے صقلیہ پر ایک جرار لشکر کے ساتھ حملہ کیا تھا اور صقلیہ کی متحدہ افواج نے لشکر کو عبرت ناک شکست دی تھی لیکن اب صقلیہ کی حالت مختلف تھی - یہ جزیرہ مختلف حکومتوں میں بٹ کر طوائف الملوکی کا شکار تھا -

ابن ثمنہ نے راجر کے یہ سارے شبہات رفع کر دیئے - اس نے راجر کو یقین دلایا کہ صقلیہ میں ہر حکمران ایک دوسرے کے خلاف ہے اور صقلیہ کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ اس کے حق میں ہے - اگر آپ صقلیہ پر حملہ کریں تو وہ ہمارا ساتھ دیں گے - اس کے علاوہ صقلیہ میں عیسائیوں کی ایک کثیر آبادی ہے - جنگ میں وہ بھی آپ کے ساتھ ہوں گے - ان وجوہات کی بنا پر راجر غدار اور نمک حرام ابن ثمنہ کی ترغیب پر صقلیہ پر حملہ کو تیار ہو گیا اور اس نے ابن ثمنہ سے کہا کہ وہ ایک ہفتہ کی تیاری کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ صقلیہ کی طرف کوچ کرے گا - اس طرح ملت فروش ابن ثمنہ نے صقلیہ کے لیے تباہی کے دروازے کھول دیئے تھے -

سورج نے مشرق کی اپنی آن جانی منزلوں سے سر ابھارتے ہوئے وادیوں اور پہاڑوں پر احمری چادر بکھیر دی تھی اور اس کی کرنیں بڑی تیزی سے کہر کا نقاب توڑنے لگی تھیں معاش کی تلاش میں فضاؤں میں تیرتے ہوئے طیور نغمہ سرا تھے - ہر طرف ہر سمت فطرت کے حلاوت بھرے نغمے بکھر گئے تھے -

سعد بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے قریب ربیعہ بیٹھی بڑی پریشانی و فکرمندی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جب کہ سعد کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ٹکٹکی باندھے چھت کی طرف دیکھا رہا تھا - تھوڑی دیر بعد سعد نے سر گھمایا اور ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا -

ربیعہ ! جانتی ہو میرے شانے پر یہ زخم کس نے لگایا ہے ——— ربیعہ نے اپنی بھیگی پلکیں خشک کرتے ہوئے کہا - کس نے آپ کو زخمی کیا اخی ! اپنے دبے دبے لہجے میں بھرپور نفرت پیدا کرتے ہوئے سعد نے کہا ——— تمیم بن صالح نے جو ابن حواس کی افواج کا سپہ سالار تھا اس نے میرے شانے پر ڈھال ماری اور میرا شانہ پھٹ گیا اب اس کا قتل مجھ پر واجب ہو چکا ہے - ربیعہ نے پریشان اور دکھے لہجے میں پوچھا -

کیا جنگ میں تمیم کے ساتھ آپ کا ٹکراؤ ہوا تھا -

ہاں وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا تھا - میں نے اس پر حملہ کیا لیکن وہ اپنا آپ بچا گیا - پھر اس نے میرے شانے پر ڈھال مار کر مجھے گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور ابھی میں اٹھ کر سنبھلا بھی نہ تھا کہ اس نے گھوڑے سے کود کر مجھے دبوچ لیا - اس نے مجھے زمین پر پچھاڑ دیا - اپنا خنجر نکال کر جب اس نے میرے سینے میں اتارنا چاہا تو وہ کسی سوچ میں پڑ گیا اور وہ خنجر کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پُر ملال سے لہجے میں کہا - کاش تم ربیعہ کے بھائی نہ ہوتے -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاؤ میں نے تمہیں صقلیہ کی اس دوشیزہ کے صدقے معاف کیا۔

ربیعہ کے حسین چمکدار چہرے پر دھیمی دھیمی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی ——— کو تمیم کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا۔ غصے میں دانت کچکچاتے ہوئے سعد نے کہا۔ اس نے ... کر کے مجھے ایک نئی اذیت میں مبتلا کیا ہے اور میں اس سے اس اذیت کا انتقام ضرور ... میں جانتا ہوں وہ مجھ سے طاقت ور اور زیادہ جنگی مہارت رکھتا ہے اس کے باوجود اسے قتل کرنے کا پختہ عزم کر چکا ہوں۔ اس نے جنگ میں دھوکا دیکر ہمیں شکست دی اس نے اپنے میمنہ اور میسرہ کو آگے بڑھایا اور خود اپنے میسرہ کی اوٹ میں چکر کاٹ ... ہمارے میمنہ پر ٹوٹ پڑا اور یوں جنگ میں ہمارے قدم اکھڑ گئے۔

ربیعہ نے اپنے بڑے بھائی کے سامنے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ... نہیں دانش مندی ہے ——— ربیعہ کی بات کاٹتے ہوئے سعد نے زمین پر تھوکتے ... کہا۔ وہ کمینہ ہے۔ جاہل ہے۔

اداس لہجے میں ربیعہ نے کہا۔ اگر جنگ میں کسی کو معاف کر دینا جہالت ہے ... ایسے جاہل کو ہزار بار سلام کرتی ہوں ——— سعد نے مغموم آواز میں کہا۔ میں جانتا ... اس کی طرف داری کرو گی۔ اس لیے کہ تم اسے پسند کرتی ہو ——— ربیعہ میں یہ جا... ہوئے بھی کہ تمیم میری بہن کی پسند ہے اسے قتل کر دینے کا عزم کر چکا ہوں۔

ربیعہ نے فیصلہ کن مگر غصیلے لہجے میں کہا۔ اخی! جب آپ تمیم سے نفـ... کرتے ہیں تو میرے سامنے بار بار اس کا ذکر کیوں کرتے ہیں؛ سعد نے بڑی ڈھٹا... کہا اس لیے کہ تم اپنے آپ کو اس کی موت کی خبر سننے کے لیے تیار کر لو ——— بیچاری بجھ سی گئی مجھے اس کی موت کا کوئی دکھ اور صدمہ نہ ہو گا میں سمجھوں گی ——— کمرے سے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور ربیعہ خاموش ہو گئی۔ کمرے میں ا... زبیر داخل ہوا اس کے ساتھ جراح تھا جسے وہ شاید سعد کے لیے لایا تھا۔ تھوڑی د... جراح سعد کے زخم کی پہلی پٹی کھول کر دوسری پٹی باندھ رہا تھا۔

○

نارمن حکمران رابرٹ گوسکارڈ کے چھوٹے بھائی راجر اور ان کے ناقابل شکست جرنیل ماکس نے ایک جرار نارمن لشکر کے ساتھ اٹلی سے کوچ کر کے صقلیہ کا رخ کیا۔ دشمنِ وطن اور غدار مذہب و ملت ابن ثمنہ ان کے ساتھ تھا۔ ان گنت بحری جہازوں کے ذریعے انہوں نے خلیج میسنا کو عبور کیا اور صقلیہ کے انتہائی شمالی شہر اور بندرگاہ میسنا پر حملہ آور ہوئے۔ اس شہر میں انہیں کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ شہر کی اکثر آبادی عیسائی تھی۔ جنہوں نے شہر سے نکل کر نارمنوں کا استقبال کیا تھا۔

میسنا کے ہاتھ سے نکل جانے پر پورے صقلیہ میں افراتفری اور پُرآشوب دور شروع ہو گیا تھا۔ جہاں جہاں عیسائیوں کی آبادی زیادہ تھی انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا اور جہاں وہ تعداد میں کم تھے اندر ہی اندر نارمنوں سے ساز باز اور سازشیں کرنے لگے تھے۔

صقلیہ کے سب مسلمان حکمرانوں پر سکوت اور وحشت طاری ہو گئی تھی۔ سوائے قصریانہ کے حکمران کے جو ابن العباش کے ساتھ مل کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔

میسنا کو فتح کر لینے کے بعد ابن ثمنہ نے اپنے پرانے حواریوں اور دوستوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لشکر میں آ کر شامل ہو جائیں۔ مختلف شہروں سے ان گنت بدبخت لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ان میں ربیعہ کا بھائی سعد بن زبیر بھی تھا جس کا زخم اب مکمل طور پر مندمل ہو چکا تھا۔

سقوط میسنا کے بعد نارمن لشکر نے وہاں سے کوچ کیا۔ رابرٹ گوسکارڈ کو جب یہ خبر پہنچی کہ اس کے بھائی نے میسنا فتح کر لیا ہے تو اس نے اپنے بھائی راجر کے لیے کمک بھیجنا شروع کر دی۔ اب وقفے وقفے کے بعد چھوٹے چھوٹے لشکروں کی ٹولیاں جنوبی اٹلی سے کوچ کر کے صقلیہ میں آ کر راجر اور اس کے جرنیل ماکس کے لشکر میں شامل ہونے لگی تھیں اور یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔

میسنا سے قصریانہ کی طرف سفر کرتے ہوئے نارمن لشکر نے کچھ ایسی تباہی، نوچا نوچی اور درندگی کا مظاہرہ کیا تھا کہ ان کے لشکر میں ابن ثمنہ کے حواری شرمندگی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

محسوس کرنے لگے تھے کہ وہ کیوں اس قلت عدد لشکر میں شامل ہوئے۔ راستے میں نارمنوں کے ہاتھوں کسی مسلمان عورت کی عزت محفوظ نہ تھی۔ انہوں نے دست برد اور غارت گری کا کچھ ایسا مظاہرہ کیا جیسے کرگس کسی مرے ہوئے جانور کو نوچ جھنجھوڑ لیتے ہیں۔

آخر نارمن درندوں اور وحشیوں کا یہ لشکر منزل پر منزل مارتا اور راستے میں آنے والے مسلم شہروں پر قبضہ کرتا ہوا قصریانہ پہنچا۔ شہر سے باہر خیمے نصب کیے اور جنگی تیاریوں میں لگ گئے۔

○

قصریانہ کا لشکر شہر کے وسط میں ایک کھلے میدان کے اندر جمع تھا اور میدان کے ایک طرف تمیم، ابن حواس، ابن البعباع اور راہب یوحنا کھڑے آپس میں صلاح و مشورہ کر رہے تھے۔ ابن حواس اور ابن البعباع کی طرف دیکھتے ہوئے تمیم نے کہا۔

دس ہزار چیدہ چیدہ اور بہترین جنگی مہارت رکھنے والے جوان ایک جرنیل کی سرکردگی میں شہر کے اندر ہی رہیں گے اور باقی کا سارا لشکر جنگ میں حصہ لے گا۔ ابن حواس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ ان دس ہزار سپاہیوں کو شہر کے اندر روک لینے کا فائدہ ——

کیا آپ سمجھتے ہیں میں کوئی غلط کام کروں گا۔ ابن حواس نے معذرت طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں آپ کا ہر فعل، عمل اور قدم قوم کی بہتری کی خاطر ہوگا۔ میں نے تو صرف تسکین قلب کی خاطر ایسا سوال کیا تھا۔

راہب یوحنا نے بھی بڑی شفقت کے ساتھ تمیم سے پوچھا۔ ان دس ہزار جوانوں کو شہر کے اندر روکنے کے سلسلے میں آپ کے ذہن میں کوئی علت و غایت ہو تو کہیے ——

راہب یوحنا کی طرف دیکھتے ہوئے تمیم نے بڑی عقیدت سے کہا۔ جنگ جب اپنے بلوغ اور شباب و کمال پر ہوگی میری طرف سے ایک سفید عمامہ ہوا میں لہرایا جائے گا اور یہ ان دس ہزار سپاہیوں کے جرنیل کو اشارہ ہوگا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔ یہ لشکر شہر کے مغربی دروازے سے نکلے گا۔ لشکر سے نکل کر میں ان دس ہزار سپاہیوں کی کمانداری سنبھال لوں گا اور اس جگہ حملہ آور ہوں گا جہاں نارمنوں کی رسدگاہ اور ان کے حرم کی عورتیں ہوں گی اس ——

مجھے امید ہے کہ ہم ان پر غالب آجائیں گے اور اگر ہم انہیں کوئی واضح شکست نہ دے سکے تو بھی ہم انہیں شہر کا محاصرہ اٹھا کر یہاں سے چلے جانے پر مجبور کر دیں گے۔ جس جرنیل کو میں نے ان دس ہزار مجاہدوں کا سالار مقرر کیا ہے اسے میں نے ہر بات واضح و مشرح کر دی ہے۔ وہ ایک بہادر جوان ہے اور میری تجویز پر عمل کرنے کی پوری استطاعت رکھتا ہے۔

ابن البعباع نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ ہم تو آپ کے اندھے مقلد ہیں۔ جو طریق کار بھی آپ وضع و ساخت کریں گے ہم اس پر لبیک کہیں گے۔ تمیم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ میں لشکر کو کوچ کا حکم دینے لگا ہوں۔ ابن حواس، راہب یوحنا اور ابن البعباع شہر کے مشرقی دروازے کی طرف بڑھ گئے اور تمیم لشکر کی طرف چلا گیا۔

لشکر کے اندر سالم بن عطاف کھڑا بڑے غور سے تمیم کو لشکر کی طرف آتے دیکھ رہا تھا۔ وہ تمیم کی طرف آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ اس کے قریب ہی ایک سپاہی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ راہب یوحنا ہم پر اس قدر کیوں مسلط ہے۔ یہ تمیم بن صالح کو نقصان پہنچائے بغیر دم نہ لے گا۔ میں سمجھتا ہوں جنوبی اٹلی میں تمیم کے دو بڑے بھائیوں کی موت اس راہب کی جاسوسی کی وجہ سے ہی ہوئی تھی۔ نہ جانے ہم اس مارِ آستین کو کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ جب کہ ہم جانتے ہیں وہ عیسائی ہے اور ہم پر حملہ آور ہونے والے نارمن بھی عیسائی ہیں۔

سالم کے قدم وہیں رک گئے اور اس سپاہی کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے ابال کھاتی ہوئی آواز میں کہا۔ اپنی زبان کو لگام دو۔ اس سے آگے راہب یوحنا کے خلاف تم نے ایک لفظ بھی کہا تو واللہ میں تیری گردن کاٹ دوں گا۔

وہ سپاہی کچھ مدہم پڑ گیا۔ تاہم اس نے مصالحت آمیز لہجے میں سالم سے کہا۔ یا امیر! اکیلا میں ہی نہیں لشکر کے اور بہت سے جوان بھی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ راہب یوحنا کون ہے اور اس کا تسلط ہمارے سالار اور ابن البعباع پر اس قدر مضبوط کیوں ہے۔ خدا کی قسم ہمارا اس سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ لیکن یہ بات ہمیں کھٹکتی ہے کہ آنے والے پرآشوب اور فتنہ انگیز دور میں کہیں یہ راہب ہمارے لیے کہیں نقصان کا باعث نہ بنے۔

سالم نے اس بار بڑی شفقت سے کہا۔ تم لوگ اطمینان رکھو۔ خدا کی قسم اگر تمہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پتہ چل جائے کہ راہب یوحنا کون ہے اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے تو تم اس کے قدم چومنے کو اپنے لیے ایک سعادت و فخر جانو۔ اس کی اہمیت کا اندازہ تم اس سے لگا سکتے ہو کہ اگر میری ڈاڑھی کے کسی بال کو بھی پتہ چل جائے کہ راہب یوحنا کی اصل حقیقت کیا ہے تو قسم مدینہ کی عزت و حرمت کی میں اس بال کو بھی نوچ کر پھینک دوں۔ وہ سپاہی کچھ مطمئن ہو گیا۔ سالم بھی خاموش ہو گیا۔ کیونکہ تمیم اب قریب آ گیا تھا ——— تمیم آتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ سپاہی بڑے منظم و منفرخ انداز میں شہر کے مغربی دروازے کی طرف کوچ کرنے لگے۔ لشکر کے آگے آگے تمیم بن صالح اور اس کے ساتھ سالم بن عطاف کے علاوہ چند اور جرنیل بھی تھے جن کا تعلق قصریانہ سے تھا۔

جب وہ شہر کے مغربی دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا وہاں ایک بلند قامت و توانا اونٹنی پر راہب یوحنا سوار تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے راہب نے اپنے گلے سے صلیب اتار کر کجاوے سے لٹکا دی اور کندھے پر لٹکتی ہوئی انجیل اپنے سامنے گود میں رکھتے ہوئے اس نے اپنی بغل سے قرآن پاک نکالا اور اسے آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اس نے بڑی رقت اور وجد میں کہا۔ اے ربِ اکبر! یہ مٹھی بھر سپاہی جو صقلیہ کے اندر مسلمانوں کی آخری امید ہیں تیرا نام بلند و برتر رکھنے کی خاطر ایک ایسی رزم گاہ میں اتر رہے ہیں۔ جہاں ان کا مقابلہ لاکھوں دشمنانِ دین سے ہو گا۔ میرے اللہ تو اپنے حبیبؐ کے صدقے میں، آدمؑ و نوحؑ کے صدقے میں، خلیلؑ و عمرانؑ کے صدقے میں، موسٰےؑ، عیسٰیؑ، ہارونؑ و اسمٰعیلؑ کے صدقے میں۔ طور و سینین اور حسینؓ کے پھٹے ہوئے حلقوم کے صدقے میں اس لشکر کو فتح عطا فرما۔ راہب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور وہ خاموش ہو گیا۔

تمیم جس وقت راہب کی اونٹنی کے پاس سے گزرا تو اس کا سر اپنے گھوڑے کی گردن کے ہنے پر جھک گیا تھا اور روتے، آنسو بہاتے ہوئے اس نے بڑی انکساری اور عاجزی سے کہا۔ اے میرے رب! آج کا دن میری زندگی کا کٹھن اور مشکل ترین دن ہو گا۔ میرے اس امتحان میں تو مجھے کامیاب و سرفراز نکالنا۔ پھر ایک دم اس کی چھاتی تن گئی اور اس نے گھوڑے کو ایک زور دار ایڑ لگائی۔ اس کا گھوڑا سرپٹ دوڑ نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے لشکر بھی دھول اڑاتا ہوا شہر سے نکلا اور نارمنوں کے لشکر کے عین سامنے اپنی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

○

دونوں طرف لشکروں کی صفیں درست ہو چکی تھیں۔ جنگ کے طبل، نقارے اور دفیں زور زور سے پیٹی جا رہی تھیں۔ مسلمانوں کے قلب کا سالار خود ابن حواس تھا۔ میمنہ ابن البعباع کے پاس اور میسرہ کے سامنے سالم بن عطاف کھڑا تھا۔ لشکر کی صفوں کے سامنے تمیم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا ابن حواس کے پاس آیا اور اس سے نزدیک ہو کر سرگوشی کی۔ جنگ کے شروع میں میں میسرہ کو لڑاؤں گا اور جب شہر سے وہ دس ہزار مجاہد نکلیں گے تو میں میسرہ سے نکل کر ان کی کمانداری سنبھال لوں گا میرے بعد میسرہ کا سالار سالم بن عطاف ہو گا۔

ابن حواس نے تجویز پیش کرنے کے انداز میں کہا۔ کیا آپ میرے ساتھ قلب میں نہ رہیں گے؟ قلب سے نکل کر ان دس ہزار مجاہدوں کو سنبھالنا میرے لیے مشکل اور دقت طلب کام ہو جائے گا۔ اپنے گھوڑے کی باگیں موڑتے ہوئے تمیم نے پھر کہا۔ میں ابن البعباع سے مل کر آ رہا ہوں وہ میمنہ کو لڑانے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ میں دوبارہ آپ کے پاس آتا ہوں مجھے ابھی سالم بن عطاف کو کچھ ہدایات دینی ہیں۔ تمیم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا میسرہ کی طرف چلا گیا تھا۔

تمیم سالم کے پاس آ کر رکا اور بڑی ہمدردی و عواطف سے اسے کہا۔ سالم! میں جانتا ہوں تم میرے دونوں بڑے بھائیوں کے نائب کے طور پر اَن گنت جنگوں میں حصہ لے چکے ہو اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہو، اس کے باوجود میں تمہیں کہوں گا آج کا دن ہمارے لیے سخت ترین آزمائش اور بھیانک امتحان ہو گا۔ آج ہم اگر ظلمات کے اس توسن اور وقت کے سرکش عفریت کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو ہم صقلیہ میں باعزت زندگی بسر کر سکیں گے۔ بصورتِ دیگر ہمارا رب ہماری قسمت میں انام بھر کی بدبختیاں لکھ دے گا۔ آج اپنی پوری دانش مندی اور شجاعت کے ساتھ ——— تمیم فوراً خاموش ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گیا اور برق کے کوندے کی سی تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ نارمن لشکر سے ایک جوان نے نکل کر رزم گاہ کے وسط میں کھڑے ہو کر اپنے جسم کی پوری طاقت سے چلّا کر کہا تھا۔

میرا نام ماکس ہے۔ تم میں کوئی ایسا ہے جو میرے مقابلے پر آئے۔

تمیم نے دیکھا مقابلے پر آنے والا نارمن اونٹ کی طرح لمبا اور ہاتھی کی طرح جسیم ایک پہلوان تھا اور پاؤں سے سر تک لوہے میں ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ڈھال تھی اور دوسرا ہاتھ جس میں چمکتی ہوئی تلوار تھی وہ اس نے فضا میں بلند کر رکھا تھا۔ تمیم اپنے گھوڑے کو اس کی طرف بڑھانے ہی لگا تھا کہ قلب سے قصریانہ کا ایک بھاری بھرکم اور قد آور جوان نکلا اور اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس نارمن کی طرف بڑھا۔

دونوں کچھ دیر تک تلواریں سونتے ایک دوسرے کے گرد چکر لگاتے رہے پھر صحرا کے بھیڑیوں کی طرح وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ شروع میں دونوں کا پلّہ برابر تھا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ کوہ پیکر نارمن قصریانہ کے پہلوان پر چھانے لگا۔ پھر گویا اس نارمن کے حملوں میں ایسی تندی اور تیزی پیدا ہوئی کہ اس نے فوراً قصریانہ کے اس مسلمان جوان کو جو برابر نعرہ زن تھا پر پچھاڑتے ہوئے اس کی گردن کاٹ دی۔ نارمنوں نے لشکر میں تحسین آمیز صدائیں بلند ہونے لگی تھیں جب کہ مسلمانوں کے لشکر پر ایسا سکوت اور خاموشی طاری تھی گویا بیابان میں کسی تنہا مسافر کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر اپنے پیچھے نہ ختم ہونے والی خاموشی کا سلسلہ پھیلا گیا ہو۔

میدان میں ابھی دہشت ہی پھیلی ہوئی تھی کہ سالم نے تمیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آقا! آپ جانتے ہیں میدان میں مقابلے کے لیے للکارنے والا یہ نارمن کون ہے۔ تمیم نے خوابیدہ سے لہجے میں اس نارمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ تاہم میں اس کے مقابلے میں جانے کا عزم کر چکا ہوں۔

سالم کی لرزتی اور مغموم آواز پھر سنائی دی۔ میں اس نارمن کو جانتا ہوں اس کا نام ماکس ہے۔ یہ جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے نارمنوں کا سالار تھا اور —— اور یہی وہ ماکس ہے جس نے آپ کے دونوں بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ تمیم کے چہرے پر ایسی درندگی خونخواری بکھر گئی جیسے کسی شیر سے زبردستی اس کا شکار چھین لیا گیا ہو۔ سالم سے کوئی بات کیے بغیر اس نے اپنے سرکش اور توانا گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان کے وسط میں کھڑے اس نارمن کی طرف بڑھا۔

اپنی تلوار اور ڈھال کے ساتھ گھوڑے سے اُتر کر تمیم کچھ ایسے انداز میں اس نارمن کی طرف بڑھا گویا وہ کوئی غیر فانی عمل شروع کرنے لگا ہو۔ تمیم جب آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے لگا تو اس نارمن نے اپنی ڈھال ہوا میں لہراتے ہوئے تضحیک و استہزا سے کہا۔ توقف! اے نوجوان ذرا سا توقف! تمیم رک گیا۔ تاہم وہ حملہ اور دفاع کرنے کے لیے پوری طرح چوکس تھا۔

ماکس نے ہلکی ہلکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ تمہارا نام کیا ہے؟

تمیم نے کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔ تمیم بن صالح۔

ماکس نے حیران کن سے لہجے میں دہرایا —— بن صالح! جنوبی اٹلی میں میرا مقابلہ دو ایسے مسلمان سالاروں سے ہوا تھا۔ جن کے ناموں کے ساتھ بن صالح لگتا تھا۔ کیا تمہارا ان دونوں سے کوئی تعلق کوئی رشتہ ہے؟

ہاں وہ دونوں میرے بھائی تھے۔

ماکس نے بھرپور طنز سے کہا۔ کیا تمہارے پورے خاندان نے میرے ہاتھوں ذبح ہونے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ تمیم ایسی آواز میں دھاڑا جیسے کسی سروشِ یزداں نے پرسکون فضاؤں میں رعد کی طرح دھاڑتے ہوئے کسی کو پکارا ہو —— یمن سے یرموک تک پھیلی ہوئی مقدس سرزمین کی قسم! جنگ کے اس میدان میں تمہاری روح کو میں غبار آلود اور تمہاری بصیرتوں کو اندھا کر دوں گا۔ میں تم سے جنوبی اٹلی میں تمہارے مرگ آفرین گناہوں کا پورا پورا حساب لوں گا۔ ماکس نے یوں غراتے ہوئے کہا جیسے کسی بے سُرے ساز پر کسی دیو کا ہاتھ پڑا ہو۔ تم بھولتے ہو نوجوان! تم مجھ سے بچ کر واپس نہ جا سکو گے۔ تمیم نے عجیب بیخودی کے عالم میں کہا۔

ربِ علیم و بصیر کی قسم! اس میدان میں تمہارے آغاز و انجام دونوں کو میں مغلوب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مفتوح نہ کر دوں تو میرا نام تمیم نہیں۔ سُن اے باطل تہذیب کے پروردہ جوان! جس طرح آواز اور وقت آپس میں توام ہے اسی طرح میں موت کو تمہارا توام بنا دوں گا۔ یاد رکھو تم کتنی ہی صوابدید اور بصیرت سے میرے ساتھ مقابلہ کرو میں تمہاری سانس کی ڈوری ضرور توڑ دوں گا۔

غصے میں ماکس کی حالت اس سؤر جیسی ہو گئی تھی جو زخم کھا کر اپنے نوکیلے سینگ سے کسی کو تار تار کرنے کا عزم کر چکا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر تمیم پر حملہ کر دیا۔ تمیم بھی اپنی پوری بتیات وغیر بتیات سرگرمیوں سے آگے بڑھا اور ماکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دو بھوکے درندوں کی طرح ایک دوسرے کو نوچ لینا چاہ رہے تھے۔ دو لا انتہا ہی پرواز رکھنے والے عقابوں کی طرح وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تھے۔

دونوں جم کر لڑ رہے تھے۔ ماکس نے تمیم کو نوعمر جان کر اسے اپنے آگے آگے لگانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہا تھا۔ تمیم یوں اس کے سر پر سوار ہو گیا تھا جس طرح تیز طوفان نرسل اور سرکنڈے کے جنگل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ دونوں لشکر یہ خونناک مقابلہ بڑی دل چسپی اور خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ ماکس مطمئن تھا اس لیے کہ وہ پوری طرح لوہے میں ڈھکا ہوا تھا۔ جبکہ تمیم سر پر خود کے علاوہ زرہ اور بازوؤں پر جوشن پہنے ہوئے تھا پھر بھی اس نے ماکس کی ساری اُمیدوں کو پانی کی طرح بہا کر رکھ دیا تھا۔

مقابلہ طول پکڑ رہا تھا۔ تمیم کو ماکس کے جسم کا کوئی حصّہ ننگا نہ مل رہا تھا جہاں وہ اس پر کاری ضرب لگا کر اسے مغلوب کر سکے۔ تمیم نے جب ایک جھٹکے کے ساتھ بھاری بھرکم ماکس کو پیچھے جھٹکا دیا تو وہ اپنے خود کے اندر اونچے اونچے سانس لیتے ہوئے دوبارہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

نوجوان! تم بچ کر نہیں جا سکتے۔

اپنی دھاڑتی ہوئی آواز میں تمیم نے کہا۔ اگر زیادہ نہیں تو تمہیں اپنی موت کے چند ستارے ضرور نظر آ گئے ہوں گے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں تمہاری زندگی کے پُرانے غلاف اتار دوں۔ دونوں پھر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ تمیم نے تیزی سے ایک

دکھ کاٹا پھر اپنے مخصوص انداز میں ایک وحشی نعرہ مارا اور جب اس کی تلوار ماکس کی تلوار پر پڑی تو ماکس کی تلوار دستے کے قریب سے کٹ کر زمین پر گر گئی۔ تمیم نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

ماکس! میری تلوار لوہا کاٹتی ہے، تم کیا چیز ہو۔ ماکس کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔

ں کی حالت اس بیکس مسافر جیسی تھی جو آگ کے اندر شبنم تلاش کرنے کی سعی و جستجو کر رہا ہو۔ ماکس ابھی تک مضطرب و منتظر کھڑا تھا کہ تمیم نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ڈھال لے کر وہ ماکس کی طرف بڑھا۔ ایک دھماکا ہوا۔ دونوں کی ڈھالیں اس زور سے آپس میں ٹکرائی تھیں کہ دن کے وقت بھی ان سے شرارے پھوٹ پڑے تھے۔ چند لحظوں تک دونوں ایک دوسرے پر اپنی ڈھالوں سے تابڑ توڑ اور تواتر کے ساتھ وار کرتے رہے۔ پھر دفعتاً ماکس نے داؤ کھیلا۔ اپنے پاؤں کی ایک سخت ضرب ایسے انداز میں تمیم کی ٹانگ پر ماری کہ تمیم اپنا توازن کھو بیٹھا اور زمین پر گر گیا۔ ماکس نے آگے بڑھ کر اس پر سوار ہو جانا چاہا۔ لیکن تمیم چوکس تھا اس نے ماکس کے منہ پر ڈھال دے ماری۔ ماکس لڑکھڑا کر دوسری طرف زمین پر گر گیا اور تمیم ایک جست کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں نے ایک بار پھر جب ڈھالیں آپس میں ٹکرائیں تو تمیم نے بڑی مضبوطی سے ماکس کا بازو پکڑ لیا اور چنگاڑتے ہوئے کہا۔

اپنے اس بازو کو چھڑاؤ تو جانوں۔

ماکس نے تمیم کو اپنی طرف کھینچ کر دبوچ لینا چاہا۔ لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ نہ ہی وہ تمیم کو اپنی طرف کھینچ سکا اور نہ اس سے اپنا بازو چھڑا سکا تھا۔ پھر تمیم نے ایک جھٹکے کے ساتھ ماکس کو اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ ماکس نے اپنا آپ چھڑانا چاہا لیکن تمیم کی گرفت تو ایسی تھی گویا کسی شتر کو مضبوط اور وزنی زنجیروں سے باندھ دیا گیا ہو۔ تمیم نے ماکس کے سر سے خود اُتار کر دُور پھینک دیا اور اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ اب اپنا پُورا زور لگا لو میں نے تمہاری موت کا دروازہ کھول دیا ہے میں چاہتا تھا تمہارے جسم کا کوئی حصّہ ننگا ہو اور اس میں تم دیکھتے ہو میں کامیاب ہو چکا ہوں۔

دونوں کی ڈھالیں جب ایک بار پھر ٹکرائیں تو تمیم نے ماکس کے منہ پر اپنے بائیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہاتھ کی ایک سخت ضرب لگائی۔ تکلیف کے باعث جب ماکس نے اپنا سر ایک طرف پھیرا
تمیم نے اپنی ڈھال علیحدہ کر کے پوری قوت سے اس کے منہ پر دے ماری۔ ماکس لڑکھڑا
تمیم نے اسے سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا اور لگاتار بڑی تیزی سے اس کے منہ پر اپنی آہنی
لگانے لگا۔ ماکس کا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے اس کا دِل پگھلنے
رُوح مضطرب ہونے لگی ہو۔ دوسری طرف تمیم عزم و رجا کی قندیلیں بلند کرنے کا تہیہ
کر چکا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کے حملوں میں تیزی اور اس پر وحشت و جنون اور درندگی
سبعیت چھاتی جا رہی تھی۔

لڑکھڑاتے ہوئے ماکس کو تمیم نے ایک بار پھر اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔
اس نے اپنا دایاں بازو ماکس کی گردن پر جما کر اس کو اوپر اٹھایا اور پوری قوت سے اپنے
پر پٹخ دیا۔ ماکس کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور وہ بڑے کرب کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر اس نے
کی طرف دیکھتے ہوئے لرزتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

اے طفلِ کہسار! میرے نزدیک آؤ۔ تمیم جب ماکس کے قریب جا کھڑا
اس نے بڑی فراخدلی سے کہا۔ تم مجھے زیر کر چکے ہو۔ قسم خداوند یسوع کی نوعمر ہونے
باوجود تم پہلے طاقتور ترین انسان ہو جس نے مجھے شکست دی ہے۔ ورنہ میں نے
میں بڑے بڑے سورماؤں کو پچھاڑ دیا تھا۔ کاش میں زندہ رہ کر اس باپ کو دیکھ
جس کے تم شیر دِل فرزند ہو۔ مجھ پر ایک احسان کرو۔ میں سخت تکلیف میں ہوں۔ میری
زندگی کا خاتمہ کر دو۔ پر میرے قتل سے پہلے اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹا دو تاکہ
دیکھ سکوں وہ نوجوان کون ہے جو مجھ سے بھی طاقتور اور شجاع ہے۔

اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹاتے ہوئے تمیم محیطِ انام سمندر کی طرح آگے
ہُوا بولا۔ میں تمہیں ضرور ختم کروں گا اس لیے کہ مجھے تمہارے ساتھ اپنے دونوں بھائیوں
کا حساب بے باق کرنا ہے۔ تمیم نے ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نیام سے نکالی
ماکس کی گردن کاٹ دی۔ ماکس کے بازو زمین پر اس طرح پھیل گئے تھے جس طرح
بھری خزاں اپنے بازو پھیلائے بہار کی طرف لپکتی ہے۔ تمیم نے اپنی خون آلود تلوار

میں بلند کی اور نارمن لشکر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنے پھیپھڑوں کے پورے زور
سے چلاتے ہوئے کہا۔ نارمنو! میں مسلمانوں کے لشکر کا سپہ سالار تمیم بن صالح ہوں اور تمہارے
سپہ سالار راجر کو مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمانوں کے لشکر میں اللہ اکبر کی فلک بوس
صدائیں بلند ہو رہی ہیں جب کہ نارمنوں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ راجر مقابلے کے لیے میدان
میں نہ اُترا۔ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر میں لوٹ آیا۔

دونوں لشکر ایک ساتھ اپنی پوری وحشت کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے
تھے۔ ہر طرف آگ، شعلے اور خاک اڑتی دکھائی دے رہی تھی۔ رن بُری طرح کراہ اٹھا تھا۔
رزم گاہ میں موت کے سایے رینگنے لگے تھے۔ آہوں، سسکیوں اور چیخ و پکار کا ایک
طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

جنگ کی بھٹی جب خوب گرم ہو گئی۔ میسرہ میں لڑتے ہوئے تمیم نے سالم بن عطاف
کو اشارہ کیا تو اس نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے سفید رنگ کا ایک عمامہ تھوڑی دیر تک فضا
میں لہرایا اور دوبارہ اسے خرجین میں ڈال کر وہ جنگ لڑنے لگا تھا۔ تمیم میسرہ سے نکل گیا اور
اب میسرہ کی کمانداری سالم کے ہاتھ میں تھی۔

تمیم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا ابھی شہر کی فصیل سے دُور ہی تھا کہ شرق سے اس کے دس
ہزار انتخاب کیے ہوئے نایاب جان نثاروں کا لشکر دھول اڑاتا ہوا میدانِ جنگ کی طرف بڑھتا
دکھائی دیا۔ تمیم ایک جگہ رُک کر ان کا انتظار کرنے لگا تھا۔ جب وہ نزدیک آئے تو اس نے
گھوڑے کو موڑ کر اسے ایڑ لگاتے ہوئے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ دس ہزار وہ مجاہد اب تمیم کے
پیچھے پیچھے طوفان کی طرح اپنے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ ان کا رُخ نارمن لشکر کے پیچھے ان کی
رسدگاہ اور حرم کے ان خیموں کی طرف تھا جہاں ہزاروں نارمن اور رومن عورتیں جنگ کی خبر
اپنے حق میں سُننے کو بیتاب تھیں۔

نارمن لشکر کی پشت پر تمیم اپنے لشکر کے ساتھ زندگی کی پوری حرارت و توانائی کے
کے ساتھ ایسے انداز میں حملہ آور ہوا تھا جیسے مخفی مشیعت کا کوئی عنصر حرکت میں آیا ہو۔ اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے حرم کی کسی عورت کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ تاہم ان کے خیموں کو آگ ضرور لگا دی گئی
نارمن عورتیں خیموں سے نکل نکل کر واویلا کرنے لگی تھیں۔ اس کے بعد تمیم رسد گاہ کے خیم
پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے محافظوں کو تہ تیغ کر کے رسد کے سارے سامان کو آگ لگا دی

رومن لشکر کا کچھ حصہ پلٹ کر تمیم پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ لیکن تمیم کی حالت
اس وقت تنہائی کے سمندر میں عین قلب کے اندر اٹھنے والی اس مہیب موج کی
تھی۔ جس نے ہر چیز کو نگل جانے کا تہیہ کر لیا ہو۔ وہ بادل کے اس ٹکڑے کی مانند
آور ہو رہا تھا جو دوسری اشیاء پر اپنا اثر چھوڑتے ہوئے انہیں نم کر دے لیکن اپنے
کو ان اشیاء میں ضم ہونے سے بچاتا ہوا آگے بڑھ جائے۔

نارمنوں کے لشکر کا وہ حصہ جو بڑھ کر تمیم پر حملہ آور ہوا تھا۔ تمیم اسے بھی گا
مولی اور کھیرے ککڑی کی طرح کاٹتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور ایک لمبا کاٹ کر وہ ا
میمنہ سے آ ملا تھا۔ جس کی رہبری ابن العباع کر رہا تھا۔ اپنے حرم اور رسد کے خیمو
کو آگ لگی دیکھ کر نارمن لشکر میں کھلبلی اور بے چینی سی کوند گئی تھی اور پھر اسی وقت
نے اپنے لشکر کو پوری قوت سے حملہ کرنے حکم دیا۔ دس ہزار تازہ دم مجاہدوں کے
آنے سے مسلمان سپاہیوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے تھے اور وہ تمیم کی راہنمائی میں ا
قدر یورش و یلغار اور غلبہ و ہنگام کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے کہ نارمن لشکر جو اب
مسلمانوں سے تعداد میں کئی گنا زیادہ تھا، پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ ا
میں شکست کے آثار دکھائی دینے لگے تھے۔

سیاہ پوش شام کی کالی گھٹائیں جب زمین پر خیمہ زن ہو رہی تھیں تو اندھیرے کا
آڑ لے کر نارمن پسپا ہو گئے۔ تمیم نے ان کا تعاقب نہ کیا۔ ایک تو ان کی تعداد اب بھی ا
قدر تھی جیسے سمندر موجیں مار رہا ہو اور وہ کہیں بھی دوبارہ جم کر لڑنے پر مجبور ہو سکتے تھے
دوسرے انہیں اپنی پشت سے برابر کمک مل رہی تھی۔ اس کے علاوہ تمیم کے اپنے لشکر
ایک بڑا حصہ جنگ میں کام آ چکا تھا اور اسے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تازہ
سپاہیوں کی بھی ضرورت تھی۔ تاہم یہ ایک بہت بڑی غنیمت تھی کہ اس نے نارمنوں

ہمت دے کر انہیں قصر یانہ کا محاصرہ اٹھا لینے اور پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

تمیم اپنے لشکر کے ساتھ جب قصر یانہ شہر میں داخل ہوا تو راہب یوحنا نے ان
استقبال کیا۔ وہ اسی اونٹنی پر سوار تھا جس کا پالان قیمتی اور اس پر رنگ دار پردے تھے
یم کو دیکھتے ہی اس نے چلا کر کہا۔

صالح کے بیٹے! ماکس کو قتل کر کے اور نارمنوں کو شکست دے کر تم نے ثابت
کر دیا ہے کہ تم ہی صقلیہ کے مجاہد ہو۔ خدا کی قسم اب تم بہت قیمتی انسان بن گئے ہو۔ اب
ہر قدم پر مجھے تمہاری حفاظت کرنا پڑے گی۔ تمیم اپنے لشکر کی راہنمائی کرتا ہوا خاموشی
سے آگے بڑھتا رہا۔ راہب یوحنا ابن حواس اور ابن العباع اس کے ساتھ تھے اور مکانوں
کی چھتوں سے ان پر پھول پتیاں پھینکی جا رہی تھیں۔ مرد دفیں بجا کر خوشی کا اظہار کر رہے
تھے اور عورتیں فتح و نصرت کے گیت گا رہی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب صقلیہ دو حصّوں میں بٹ گیا تھا۔ ایک حصّہ جس میں قصریانہ نوطس، جرٰ
اشافہ، مازر، طرابنش، رغوص، شکلہ اور سرقوسہ کے علاوہ قلعہ بلوط اور اس جیسے
اور قلعے مسلمانوں کے تسلط میں تھے اور بلرم سمیت جو کبھی متحدہ صقلیہ کا دارالحکو
شمال کے بے شمار شہروں پر نارمنوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ بھیڑیوں کی طرح مسکر
میں دندناتے پھرتے تھے اور ان کی عورتیں جن میں نارمنوں کے علاوہ رومن اور اٹلی
ترین دوشیزائیں بھی تھیں جگہ جگہ بے حیائی کا مظاہرہ کرنے لگی تھیں۔

نارمنوں نے یہ جان لیا تھا کہ وہ بزورِ شمشیر قصریانہ کو فتح نہیں کر سکتے۔ ادھر
مسلمان بھی اندازہ لگا گئے تھے کہ صقلیہ سے نارمنوں کو نکالنا ان کے لیے ناممکن نہیں تو کار
ضرور ہے۔ لہٰذا دونوں طرف گوریلا سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں اور ایک دوسر
جاسوس بڑی تیزی سے حرکت میں آ گئے تھے۔ نارمنوں نے ایسی حسین ترین لڑکیوں
پھیلا دیا تھا جو اپنے جسم کا سہارا لے کر جاسوسی کرتی تھیں۔ بلرم کا وہ شاہی محل جہا
مسلم حکمران سریر آرائے سلطنت ہوا کرتے تھے اب راجر کے استعمال میں آ گیا تھ
میں افراط تفریط اور غیر معتدل حالات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھ

O

قصریانہ سے باہر کھلے میدان میں ہزیمت اٹھانے کے بعد نارمن لشکر جب ن
کر صقلیہ کے شمالی شہروں کی طرف بڑھا تو چاروں طرف انہوں نے بربادی و دیر
ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان دنوں فصلیں پکی ہوئی تھیں۔ انہوں نے
کے خرمن چھین لیے۔ کسی مسلمان کی عزت ان کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی اور وہ مسلمان

...بارے پر نارمنوں کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے، اپنی ماؤں بہنوں کو لٹتے دیکھ کر اب شرمندگی
...ی کر رہے تھے لیکن ان کے بس میں کچھ نہ تھا، وہ مجبور تھے۔ ابن ثمنہ کی بھی اب آنکھیں
...ئی تھیں اور اس نے جان لیا تھا کہ نارمنوں کو مدد کے لیے بلا کر اس نے صقلیہ پر تباہی
...ں اور مایوسی کے اندھیرے پھیلا دیئے تھے۔ اسے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں محبِ وطن
ان اس کی اس غداری پر اسے قتل نہ کر دیں۔ لہٰذا وہ جنگ کے فوراً بعد نارمنوں کی
بچا کر افریقہ کی طرف فرار ہو گیا تھا۔

ایک روز جب کہ شام زینہ زینہ اترتی ہوئی شب کا دامن دراز کرتی جا رہی تھی۔
بن زبیر قصریانہ سے باہر تمیم کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں حصّہ لینے کے بعد
گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ان بے وطن اشجار کی طرح غمگین اور
وہ تھا، جن کا کوئی مالک، کوئی نگہبان اور دعویدار نہ ہو۔ اسے دیکھتے ہی الماس بھاگتا ہوا
بڑھا اور اس سے گھوڑا لے کر اصطبل کی طرف چلا گیا وہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ حویلی
اندر سے ربیعہ بھاگتی ہوئی نکلی اور بڑے تجسّس کے عالم میں اس نے سعد سے پوچھا۔
اخی! آپ جس جنگ سے لوٹ رہے ہیں۔ اس کا کیا بنا۔ سعد نے ایک بار غور سے
چھوٹی بہن کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ ہم
ہار گئے ہیں ربیعہ! میں نے اندازہ لگا لیا ہے جس لشکر کا سپہ سالار تمیم بن صلیؒ ہو اسے
ست دینا ناممکن ہے۔ خدا کی قسم وہ شیر کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔ اور سانپ کی طرح
پ بچا کر نکل جاتا ہے۔

ربیعہ نے اپنی مسرتوں کو ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ قصریانہ کے لشکر کا سردار کون
سعد نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہارے خیال میں اس لشکر کا سپہ سالار کیسے ہونا
تھا۔ ربیعہ نے قدرے شرماتے ہوئے کہا۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا تو میں یہی کہتی۔ تمیم
آگے بڑھ کر اس منصب کا کوئی حقدار نہیں۔ تو پھر اطمینان رکھو قصریانہ کے لشکر کا
سالار تمیم ہی تھا۔ ربیعہ اگر میں یہ پوچھوں کہ اس جنگ میں تمہاری ہمدردیاں کس کے ساتھ
تھیں تو تمہارا جواب کیا ہوگا ——— ربیعہ نے بلا تامل کہہ دیا۔ اخی! اس جنگ کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیلئے میں دن کے اُجالوں اور شب کی تیرگی میں اپنے رب کے حضور رو رو کر قصریانہ کے لشکر
فتح و نصرت کی دعائیں مانگتی رہی ہوں ۔

سعد نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ ربیعہ ! مجھے بھی اس شکست کا کوئی غم نہیں
میں بے حد خوش ہوں کہ تمیم نے ہمیں شکست دی ہے ۔ ربیعہ نے چونکتے ہوئے پُوچھا ۔
تو تمیم کے خلاف ہی نہیں اس کی زندگی کے بھی درپے ہیں پھر کیسے اس کی طرفداری کر رہے
——— اب میں تمیم کے خلاف نہیں ہوں ربیعہ ! اب وہ میرا بھائی ہے ———
اس قدر بڑی تبدیلی کی وجہ ؟ ——— میں محسوس کرتا ہوں ۔ ابن ثمنہ نے نارمن
اپنی مدد کے لیے بُلا کر صقلیہ کی تاریخ کی سب سے بڑی غلطی کی ہے ۔ جنگ سے پہلے
کے بعد نارمن جہاں جہاں سے بھی گزرے ہیں ۔ ان کے ہاتھوں ہماری کسی ماں بہن کی
محفوظ نہ تھی ۔ انہوں نے دوستی و یگانگت کے پردے میں مسلم دشمنی کی چپقلش میں
جنگ ، نفرت ، ظلم اور کدورت سے کام لیا ۔ خدا کی قسم ! میں نے نارمنوں کے بھیس
بھیڑیے دیکھے ہیں جنہوں نے ہوس و استحصال اور جبر و حسد کا وہ مظاہرہ کیا جس سے انسان
رُوح تک کانپ اُٹھتی ہے ۔ میں خوش ہوں ۔ میں بے حد خوش ہوں ربیعہ ! کہ تمیم نے
کو شکست دی ہے ۔

ربیعہ کی سمندر آنکھوں میں آہستہ آہستہ غم کا سورج طلوع ہو رہا تھا اور اس
چہرے پر اداسی کی شفق بکھر گئی تھی ۔ ذرا سے سکوت کے بعد سعد نے پھر کہنا شروع کیا
مجھے پہلی بار محسوس ہُوا ہے میری بہن کا انتخاب غلط نہیں ۔ یقین جانو ربیعہ ! تمیم ایک
جوان ہے جس پر شرق و غرب قربان کیے جاسکتے ہیں ۔ رزم گاہ میں وہ جدھر جدھر
ہے دشمن کو خاک میں لتھیڑتا اور خون میں نہلاتا چلا جاتا ہے ۔ اس کے حملوں میں
اور ولولہ انگیزی ہوتی ہے اور وہ تقدیر کو اپنے سامنے نگوں کرنے کا فن جانتا ہے ۔
میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں ۔ نارمن لشکر کا ایک جرنیل ماکس تھا جسے سب نارمن
شکست سمجھتے تھے ۔ انفرادی مقابلے میں اس نے ایک مقابلے میں قصریانہ کے ایک
چند ساعتوں میں ختم کر دیا ۔ پھر جانتی ہو کیا ہُوا ؟

ربیعہ نے بیتاب ہو کر پوچھا ۔ کیا ہُوا اخی !

پھر اس کے مقابلے میں تمیم آیا اور اس پر اس طرح حملہ آور ہُوا جیسے آسمان سے
ں نیکوں کے معجزات اُتر کر زمین پر بکھر گئے ہوں ۔ تمیم نے جنگ کے اس میدان
ں ماکس کو بُری طرح ذلیل کیا ۔ پہلے اپنی ڈھال مار مار کر اس نے ماکس کو زخمی کیا پھر زمین
پہ پٹخ کر اس کی کمر توڑ دی اور آخر میں اس کی گردن کاٹ دی ۔ نارمن لشکر میں ماکس ایک
یادرخت سمجھا جاتا تھا جس کی جڑیں پاتال میں ہوں ۔ لیکن تمیم نے اس شجر کو جڑ سے اُکھاڑ کر
پھینک دیا ۔ میں اپنی بہن کو مبارک دیتا ہوں کہ اس نے ایک ایسے مجاہد کا انتخاب کیا ہے
و بر قتل بھی مسکرانا اور لہو کے پرچم اُڑانا جانتا ہے ۔ سعد خاموش ہو گیا ۔ اس نے دیکھا ربیعہ
کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے ۔ سعد نے بیتاب ہو کر پوچھا ۔

ربیعہ ! ربیعہ !! تم رو رہی ہو میری بہن ؟

ربیعہ نے اپنی عبا سے آنسو پونچھ کر مسکراتے ہوئے کہا ۔ یہ خوشی اور تشکر کے آنسو ہیں
خی ! میں بے حد خوش ہوں کہ میرا بھائی ضالین سے نکل کر اُن جوانوں کی صفوں میں شامل
ہو گیا ہے جو حق پر ہیں ——— تمہارا خیال درست ہے ربیعہ ! اگر تم اور اتی بلرم
نہ ہوتے تو میں کبھی یہاں نہ آتا ۔ میں قصریانہ میں ہی نارمن لشکر سے نکل کر تمیم کے لشکر میں
شامل ہو چکا ہوتا ۔ بیشک پُرانی دشمنی کی بنا پر وہ مجھے قتل ہی کر دیتا ۔ پھر بھی میری رُوح کو خوشی
و سکون ہوتا ۔ ربیعہ میں بہت جلد تمیم کے پاس جاؤں گا اور اس سے معافی مانگ کر اس
کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا ۔ اُمید ہے وہ مجھے معاف کر دے گا ۔ اگر اس نے مجھ سے
پُرانی عداوتوں کا انتقام لینا چاہا تو میں اس طرح اس کے سامنے اپنا سر خم کر دوں گا جس
طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے جُھک جاتا ہے ۔

ربیعہ نے پھر اپنی بھیگی پلکیں خشک کرتے ہوئے کہا ۔ تمیم ایسا نہیں ہے اخی !
وہ ضرور آپ کو معاف کر دے گا ۔ اگر وہ آپ سے کوئی دشمنی اور عناد رکھتا تو جس روز
لشکر کو قتل کرنے بلرم آیا تھا آپ پر بھی حملہ آور ہوتا ، پر اس نے ایسا نہ کیا تھا ۔ حالانکہ اس
کرنے والے مظالم میں آپ بھی شریک تھے ۔ اخی ! اس بچارے کا باپ تو پہلے ہی علقمہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے قتل کر دیا تھا۔ پھر اس کے دونوں چھوٹے بھائی بھی ہماری حویلی میں مارے گئے اور جب اس
ماں کو اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ بچاری یہ غم برداشت نہ کر سکی اور
بھی اسے تنہا چھوڑ کر اس سے ہمیشہ کے لیے روٹھ گئی۔ اب اس بھرے پُرے صقلیہ میں
اکیلا رہ گیا ہے ——— ربیعہ خاموش ہو گئی۔ ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں
آنسو بہہ نکلے تھے ———

سعد نے پیار سے ربیعہ کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ربیعہ! میری بہن آج
تمہارے سامنے اپنے ایک گناہ کا اقرار کرتا ہوں۔ جس روز علقمہ کو قتل کر کے تمیم نے ہ
حویلی میں پناہ لی تھی میں نے علقمہ کی بیوی سے جا کر کہہ دیا تھا کہ تمیم نے ہمارے ہاں پناہ لے
ہے۔ اگر وہ اپنے شوہر کا انتقام لینا چاہتی ہے تو تمیم کے پیچھے اس وقت اپنے آدمی لگا د
جب وہ بلرم سے کوچ کر رہا ہو۔ میں سمجھتا ہوں میں نے اپنی زندگی میں یہ سب سے
گناہ کیا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ پانچ جنگجو اور لڑاکا محافظ جو علقمہ کی بیوی نے
تمیم کے تعاقب میں لگائے تھے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور تمیم نے بلرم سے باہر
کھلے میدان میں ان پانچوں سے مقابلہ کر کے انہیں ختم کر دیا تھا۔

ربیعہ نے پُرگرم سکون محسوس کرتے ہوئے کہا۔ اخی! میں نے آپ اور ابی
چوری تمیم کو جا کر اطلاع کر دی تھی کہ علقمہ کی بیوی آپ کے پیچھے اپنے محافظ لگائے گی لہذا
محتاط رہیں۔ مجھے بھی کسی طرح پتہ چل گیا تھا کہ آپ علقمہ کی بیوی سے مل کر تمیم کا خاتمہ کرا
ہیں۔ لہذا میں نے اسے قبل از وقت محتاط کر دیا تھا ——— سعد نے حیرت و استعج
سے پوچھا۔ تم تمیم سے کہاں ملی تھیں ——— کلیسا انطاکی میں ——— سعد
اور زیادہ پریشانی سے کہا ——— کلیسا انطاکی میں؟ ——— لیکن ایک ک
سے تمیم کا کیا واسطہ ——— ربیعہ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اخی! میں نہ
اس کلیسا سے ان کا کیا تعلق ہے۔ تاہم انہوں نے اس کلیسا میں قیام کر رکھا تھا اور شاید
جانتے ہوں گے۔ کلیسا کا بشپ یوحنا جو عیسائیت کی تبلیغ کرنے والی جماعت کا سرکردہ
تمیم کے زخم کی مرہم پٹی کرنے کے لیے خود آیا تھا۔

سعد جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ چھت دار راہداری کے ایک ستون کے پیچھے سے
ن کا باپ زبیر نمودار ہوا۔ وہ اپنی آنکھیں خشک کر رہا تھا۔ شاید وہ دونوں بہن بھائی کی
ساری گفتگو سن چکا تھا۔ اس لیے وہ دونوں سے قریب ہوتا ہوا اپنی بھاری آواز میں بولا۔
اندر آ جاؤ میرے بچو! میں تم دونوں کی ساری گفتگو سن چکا ہوں۔ سعد مجھے خوشی ہے کہ اس
جنگ نے تمہاری آنکھیں کھول دی ہیں۔ جب کہ میں تمہیں پہلے ہی کہا کرتا تھا کہ ابن ثمنہ نے
نارمنوں کو بلا کر شدید غلطی کی ہے لیکن تم میری مخالفت کیا کرتے تھے اور اب تم اپنی آنکھوں
سے دیکھ رہے ہو۔ نارمن صقلیہ کے ایک بہت بڑے حصے پر وہم کے منحوس پرندوں کی
طرح چھا گئے ہیں۔ ان کی حالت ان گدھوں جیسی ہے جو مردار پر لپکتے ہیں اور تم جانتے ہو مردار
پر جھپٹنے والے ان گدھوں کو کتنا بھی اڑاؤ وہ اس مردار کا گوشت نوچے بغیر وہاں سے کوچ
نہیں کرتے۔ یہی حالت اب نارمنوں کی ہے۔ جب تک ہم متحد ہو کر ان کے خلاف اٹھ کھڑے نہیں
ہوتے اس وقت تک انہیں صقلیہ سے نکالنے کے لیے ہماری ہر کاوش بے حصول ثابت ہو گی۔

ربیعہ اپنے باپ سے مخاطب ہو کر بولی۔ ابی! آپ اخی کو لے کر اندر چلیے میں آپ
دونوں کے لیے کھانا لاتی ہے۔ زبیر نے سعد کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لے کر حویلی میں چلے گئے
ربیعہ جب مطبخ کی طرف جانے لگی تو ایک طرف سے الماس آیا اور ہلکی ہلکی ہنسی ہنستے ہوئے
اس نے ربیعہ سے کہا۔ ربیعہ بیٹی! میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ تمیم نے نارمنوں کو
شکست دی ہے۔ ربیعہ نے اپنی خوشی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ تمہیں کیسے خبر ہوئی الماس!
——— میں دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہو کر آپ دونوں بہن بھائی کی گفتگو سنتا رہا ہوں۔
آپ جو دن رات تمیم اور قصریانہ کے لشکر کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ اللہ نے
انہیں مقبول و مستجاب کیا اور اس جنگ میں تمیم بن صالح صقلیہ کے تاریک و سیاہ افق پر
ایک چاند بن کر نمودار ہوا ہے۔ اللہ کرے اس چاند کی کرنیں کبھی بلرم اور اس کے نواح کو
بھی روشن کریں۔ جہاں آج کل نارمن بھیڑیے سیاہ دھوئیں کی طرح پھیل گئے ہیں ———
ربیعہ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ آمین ——— پھر وہ خود ہی شرما گئی اور الماس سے
کہا ——— میں کھانا تیار کر لوں۔ ربیعہ بڑی تیزی سے مطبخ کی طرف بڑھ گئی اور الماس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سعد کے گھوڑے کے لیے چارے کا انتظام کر رہا تھا۔

○

ماتمی سیاہ رات بڑی تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ دامن آسمان پر سیاہ بادلوں کے نقش و نگار گہرے ہو گئے تھے۔ تمیم بارہ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ کوہ اٹنا کی گھاٹیوں میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور اس کے ساتھ سالم بن عطاف راستوں کی راہنمائی کر رہا تھا جو ان سمندری غاروں کی طرف جاتے تھے جہاں ساریہ بن خصیب بحری عقابوں کے ساتھ رہتا تھا ـــــ سالم کے کہنے پر تمیم نے ایک جگہ اپنے لشکر روک دیا اور رات کی تاریکی میں اس نے سالم کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں

تم نے ہمیں یہاں کیوں روک دیا ہے۔ سالم نے اپنے دائیں طرف ایک ٹیکری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ اس پہاڑ پر چڑھ کر ساریہ کو آوازیں دیں۔ وہ آپ کی جواب دے گا۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا دم ہلاتا، کنوتیاں بدلتا اور ہوا اس ٹیکری پر چڑھ گیا تھا اوپر جا کر تمیم نے دیکھا اس کے چاروں طرف بلوط اور گم سم کھڑے تھے۔ دائیں طرف اپنی ساری وسعتوں و پنہائیوں کے ساتھ خوابیدہ سمندر ہلکی ہلکی لہروں کے پُر اسرار تموج تہہ سے اٹھنے والے کسی مہیب طوفان کا پیغام دے رہے آسمان پر گہرے بادل مغرب کی طرف اس تیزی سے بھاگ رہے تھے جیسے وہ قدرت کے حقائق کی تلاش میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاہتے ہوں۔ بھاگتے ہوئے ان بادلوں سے کبھی کبھی بارش کی بوندیں بھی گرنے لگتی تھیں۔

بادلوں کے اس اشک و تبسم میں تمیم نے اپنے منہ کے اطراف میں دونوں ہاتھ اور شمال کی طرف منہ کر کے اس نے زور سے پکارا۔

ساریہ ـــــ یہ! ـــــ تمیم کی بھاری آواز وادیوں کوہساروں میں رات کے سرد سناٹے میں یوں بکھر گئی تھی جیسے تہ نجوم سے کسی سروش نے کے کسی باسی کو آواز دی ہو۔ تمیم کی آواز کا کوئی رد عمل نہ ہوا۔ صرف بلوط اور صنوبر کے درختوں سے کچھ برفانی پرندے اڑے اور چیختے چلاتے اور شور کرتے ہوئے سمندر کی طرف رہے تھے اور مغرب کی طرف گیدڑوں کے رونے اور بھیڑیوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ تمیم نے ایک بار پھر اپنی پوری قوت سے پکارا۔

ساریہ ـــــ یہ! شب کے سکوت میں ایک بار پھر تمیم کی آواز بحر بے تلاطم کی طرح بلند ہو گئی تھی۔ اس بار تمیم کو انتظار کی اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ فضا میں میں دور سے ایک آواز سنائی دی تھی۔

اے میرے رفیق میں آتا ہوں ـــــ ل۔

پہاڑ سے اتر کر تمیم پھر سالم کے پاس آ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے سامنے شمال کی طرف سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے بیس تیس سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے بڑی تیزی سے ان کی طرف آ رہے ہوں۔ پھر وہ سوار ان کے سامنے ہیولوں کی طرح نمودار ہوئے۔ جب سوار بالکل نزدیک آئے تو انہوں نے دیکھا کہ سب کے آگے آگے ساریہ بن خصیب تھا اور تمیم کے سامنے اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے اس نے پوچھا ـــــ کیا مجھے تمیم بن صالح نے پکارا ہے؟

تمیم بھی اپنے گھوڑے سے اتر کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ہاں میں تمیم بن صالح ہوں۔ ساریہ بھاگ کر آگے بڑھا اور تمیم سے بغلگیر ہوتے ہوئے پوچھا۔ آپ نے اس ناساز موسم میں اتنے بڑے لشکر کے ساتھ ان سنسان اور اجڑی ہوئی وادیوں میں آنے کی زحمت کی ـــــ سب سے پہلے میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے قصریانہ کے ہزاروں لشکر کو شکست دی ہے۔ حیرت ہے اس جنگ میں آپ نے مجھے نہ پکارا؟

اس میں کوئی مصلحت تھی؟ ـــــ تمیم نے ساریہ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا ساریہ! تم اور تمہارے ملاح صقلیہ کی بحری قوت ہیں اور میں اس قوت کا زیاں نہیں چاہتا ہیں تمہیں صرف بحری جنگوں میں استعمال کروں گا۔ میدانی معرکوں میں تمہیں میں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اب ہمارے پاس مجاہدوں کی کمی نہیں ہے قصریانہ اور بلوط، جرجنت، نوطس، انشافہ اور دیگر کئی شہروں میں ہم مجاہدوں کو جنگی تربیت دے رہے ہیں اور ہماری اسلحہ بنانے والی بھٹیاں اب دن رات گرم رہنے لگی ہیں۔ صقلیہ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عنقریب ہم کوئی بڑا انقلاب لائیں گے ۔

ساریہ نے پھر پوچھا ۔ آپ نے اپنی اس آمد کا مدعا تو کہا ہی نہیں ——— کہاں ہم شبخون مارنے نکلے ہیں اور اس معرکے میں تم میرے ساتھ ہوگے ——— مارین گے ؟ ——— سنو! اِن دِنوں ہمارا جاسوسی نظام اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ کام کر رہا ہے ۔ جنوبی اٹلی میں نارمنوں کا حکمران رابرٹ گوسکارڈ بیس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ اپنے بھائی راجر کی مدد کے لیے صقلیہ آرہا ہے ۔ اس کے ساتھ دو ایسے جرنیل بھی ہیں جن کے نام تھیوس اور کورنیل ہیں اور یہ دونوں بھائی ہیں ۔ صقلیہ میں یہ بھائی میرے ہاتھوں ہلاک ہونے والے اپنے جرنیل ماکس کی کمی پوری کریں گے ۔ یہ بحری جہازوں میں نقوطرہ کی طرف سے آرہا ہے اور اُمید ہے آنے والی صبح کے وقت مسینا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگا ۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ سیدھا مسینا کی طرف روانہ ہوں گا اور بندرگاہ سے مشرق کی طرف ساحل کے قریب چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ جاؤں گا ۔ تم بھی ابھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرو ۔ جب تم بندرگاہ کے مشرقی حصے میں پہنچو تو دو بار مشعل ہلا کر اپنی آمد کا اشارہ دینا ۔ میری طرف سے بھی تمہیں ایسا ہی اشارہ ملے گا ۔ اس کے بعد ہم متحد ہو کر ایسا شبخون ماریں گے کہ رابرٹ گوسکارڈ پر واضح ہو جائے کہ مسلمان ابھی تک جاگ رہے ہیں ۔

ساریہ کے ساتھ مصافحہ کر کے تمیم اس سے جُدا ہُوا ۔ پہلے وہ اپنے لشکر کے ساتھ اٹنا کے کوہستانی سلسلے سے نکلا ۔ پھر وہ پہاڑی سلسلے کے مغرب کی طرف پھیلے ہوئے صحرا کے اندر مسینا کے رُخ پر طوفان کی طرح اڑا جا رہا تھا ۔

رات کے پچھلے حصے میں تمیم اپنے لشکر کے ساتھ مسینا کے مشرقی ساحل کی چٹانوں کے اندر گھات میں بیٹھ گیا تھا ۔ آسمان سے اب زوردار مینہ برسنے لگا تھا ۔ فضا میں اندھیرا پھیل گیا تھا جیسے اَن گنت صدیوں کی تاریکی وہاں جمع ہو گئی ہو ۔ کبھی کبھی بجلی کی تیز لہریں یوں زمین کی طرف لپکتی تھیں جیسے قدرت اپنے تکوینی عمل اور تخلیقی دست کش ہو کر فنا کی خاطر زمین کی طرف لپک رہی ہو ۔ اس کے ساتھ ہی بجنے جیسے چنگاڑتے ہوئے اہرمن کے طبل و دف بجنے لگے ہوں ۔

تمیم اِن چٹانوں کے اندر انتظار کرتا رہا ۔ بندرگاہ کی طرف اس نے اپنے جاسوس روانہ کیے تھے جنہوں نے رابرٹ گوسکارڈ کے لشکر کی آمد سے مطلع کرنا تھا ۔ مرغ ایک بار اذان دے کر خاموش ہو گئے تھے ۔ تھوڑی دیر بعد انہیں سمندر کے اندر ایک جلتی ہوئی مشعل دکھائی دی جو دو بار فضا میں لہرا کر چھپا دی گئی تھی ۔ تمیم نے سالم کو اشارہ کیا ۔ اس نے بھی وہ روشن مشعل اٹھائی جو ان کے قریب ہی پتھروں کے سہارے کھڑی جل رہی تھی ۔ سالم کھڑا ہُوا ... نے مشعل کو دو بار فضا میں لہرایا پھر اسے پتھروں کی اوٹ میں کر لیا ۔

تھوڑی دیر بعد ساریہ اپنے جہازوں کے ساتھ ساحل پر لنگر انداز ہُوا تھا ۔ وہ اپنے جہاز سے اُترا اور تمیم کے پاس آکر پوچھا کیا میں نے یہاں پہنچنے میں آپ کی توقعات سے زیادہ وقت تو نہیں لیا ۔ تمیم بھی کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے کہا ۔ نہیں ۔ تم وقت پر پہنچے ——— کیا نارمن لشکر کے متعلق کوئی اطلاع ملی ہے ——— میں نے ... سوس بھیجے ہوئے ہیں ۔ ابھی تک کوئی بھی واپس نہیں آیا ——— تمیم کہتے کہتے خاموش ہو گیا ۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے ۔ مسینا کی طرف مرغ دوسری بار اذان دے رہے تھے جس کا مطلب تھا سحر ہونے والی ہے ۔ اس کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں ٹاپ دوڑتے گھوڑوں کی آواز سنائی دے گئی ۔ تمیم نے خوش ہوتے ہوئے کہا ۔ وہ آگئے ۔

چند لمحوں بعد چار سوار چٹانوں کے اندر داخل ہوئے ۔ پھر ان میں سے ایک تمیم کے قریب اپنے گھوڑے سے اترتا ہُوا بولا ۔ یا امیر! نارمن لشکر بندرگاہ پر لنگر انداز ہو رہا ہے ۔ لیکن رابرٹ گوسکارڈ اور اس کا ایک جرنیل تھیوس اس لشکر کے ساتھ نہیں ہیں ۔ رابرٹ اور تھیوس پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ نقوطرہ سے سیدھے بلرم کی طرف جا چکے ہیں ۔ یہ لشکر جو مسینا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو رہا ہے اس کی تعداد پندرہ ہزار ہے ۔ رابرٹ گوسکارڈ کا دوسرا جرنیل اور تھیوس کا بھائی کورنیل اس لشکر کا سالار ہے ۔ لشکر کا یہ حصہ بھی رابرٹ کے ساتھ نقوطرہ سے سیدھا بلرم روانہ ہو جاتا لیکن انہیں چونکہ رسد اور پانی کی ضرورت تھی لہٰذا انہیں رستے کے راستے آتے ہوئے مسینا پر لنگر انداز ہونا پڑا ہے ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم نے ساریہ سے کہا ——— ساریہ! تم فوراً اپنے جہازوں کو حرکت میں لا
اور ان کی پشت پر حملہ کرو۔ میں بندرگاہ کی طرف سے ان پر نزول کرتا ہوں۔ سحر ہونے
سے پہلے پہلے ہمیں اس کام سے نمٹ لینا چاہیے۔ بصورتِ دیگر ہمارے لیے کئی مسائل
کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ نارمنوں کو ریو اور مسینا کی طرف سے کمک مل جانے کا اندیشہ بھی ہے۔
بھاگتا ہوا اپنے جہازوں کی طرف چلا گیا اور تمیم اپنے لشکر کو بندرگاہ کی طرف کوچ کرنے کا
دے رہا تھا۔

○

نارمنوں کے آدھے سے زیادہ جہاز مسینا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو چکے تھے۔ ان کے
نارمن سپاہی ساحل پر اتر چکے تھے۔ جو جہاز خالی ہو جاتے تھے وہ ذرا آگے بڑھ کر سمندر کے اندر
کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کی جگہ سپاہیوں سے بھرے ہوئے دوسرے جہاز آ کھڑے ہوتے تھے۔
نارمن لشکر کا سالار کورنیل ساحل پر کھڑا اپنے ملاحوں کو احکامات جاری کر رہا تھا۔

اچانک ساحل کے مشرقی حصے میں کھڑے کچھ نارمن سپاہی شور اور واویلا کرنے
لگے ——— مسلمان آگئے ——— مسلمان آگئے ——— ہم پر شبخون مارا جا
رہا ہے۔ پھر قبل اس کے کہ نارمن سنبھلتے، اندھیرے کے اندر سے تمیم اپنے لشکر کے ساتھ
نمودار ہوا اور آتش افروز عفریت کی طرح نارمنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ مسلمان سود و زیاں
کے اندیشوں سے بالاتر ہو کر موت کی وادی میں اترے تھے اور مرگ و موت کا کھیل کھیلنے
لگے تھے۔ تمیم بڑی تیزی سے نارمنوں کو کاٹنے لگا تھا۔ کچھ نارمن سپاہی بدحواس ہو کر جہازوں
کی طرف بھاگ رہے تھے اور کورنیل انہیں پکار پکار کر روک رہا تھا۔

لیکن جہازوں میں سوار ہونے والے نارمنوں کے اوسان اس وقت اور زیادہ خطا
ہو گئے تھے جب ساریہ اپنے بحری عقابوں کے ساتھ سمندر کی طرف سے اچانک بھڑک
اٹھنے والے شرر کی طرح حملہ آور ہوا تھا ——— مسلمان سپاہی تمیم کے اشارے پر
کچھ ایسے خلوصِ نیت اور جوش سے حملہ آور ہو رہے تھے جیسے شورشِ زنجیر بلند ہو گیا ہو۔
کورنیل نے اپنے سپاہیوں کو مجتمع کر کے اپنی پوری قوت سے دفاع کیا تھا لیکن تمیم
نارمنوں کے اندر یوں گھس گیا تھا جیسے اچانک آگ کے شعلے دھوئیں کے اندر
سے نکل آئے ہوں۔ ایک حشر برپا ہو گیا تھا۔ سمندر کی طرف سے ساریہ اور خشکی کی جانب سے
تمیم ایسے انداز میں حملے کر رہے تھے جیسے ان کے پس پردہ کوئی ساحر کھڑا ان کی راہنمائی کر رہا ہو۔
ساریہ نے نارمنوں کے جہازوں کو آگ لگانا شروع کر دی تھی۔

تھوڑی دیر تک جنگ اپنے زوروں پر رہی لیکن بہت جلد تمیم نے اس جنگ کو
انجام تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر رومن سالار کورنیل کو قتل کر دیا۔ اس سے رومن
بددل ہو گئے اور ان میں سے چند ایک مسینا کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ باقی
سب کو مسلمانوں نے تہِ تیغ کر دیا تھا۔

جب نارمنوں کا صفایا ہو گیا تو ساریہ اپنے جہازوں کے ساتھ بندرگاہ پر لنگر انداز
ہو گیا۔ تمیم نے اسے ہدایت دی کہ نارمنوں کے سامان سے لدے اور خالی جہاز جو آگ سے بچ
گئے ہیں انہیں لے کر فوراً یہاں سے کوچ کیا جائے۔ تمیم کے کہنے پر اس کا اپنا لشکر بھی نارمنوں
کے خالی جہازوں میں سوار ہو گیا تھا۔ تمیم اور ساریہ ایک ہی جہاز میں سوار تھے۔ اس کے بعد
بیڑے کے بادبان لہرائے اور متحدہ لشکر واپس کوچ کر رہا تھا۔

○

سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا۔ فضا میں گہری دھند پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک بارش کی رم جھم
نے طوفان کی شکل اختیار کر لی اور سمندر کے اندر مہیب و خوفناک موجیں سر ابھارتے ہوئے
ساحل کی طرف پھیلنے لگی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا سمندر ابل پڑا ہو۔ مسینا سے بحری
بیڑے میں روانہ ہونے والا تمیم اور ساریہ کا لشکر طبرین سے گزر کر جبل النار (کوہ آتشا)
کی طرف جا رہا تھا کہ طوفان نے انہیں آ لیا۔ انہوں نے اپنے جہاز کنارے کے ساتھ کر لیے
اور بہت کم رفتار سے وہ ان کے چپوؤں کو حرکت میں لا رہے تھے۔

طبرین سے چند میل جنوب کی طرف جب کہ دھند چھٹ گئی تھی اور دور مشرق میں
غیر فانی وادیوں کے اندر سورج نے اپنا سر اوپر اٹھاتے ہوئے شبنم میں نہائی زمین کو
جھانکا تھا، تمیم نے دیکھا سمندر کے اندر ان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک کشتی نمودار ہوئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی ۔ ساریہ بھی اس کشتی کو شک و شبہ اور استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا

سورج اب پوری طرح طلوع ہو گیا تھا ۔ سمندر یوں سُرخ ہو گیا تھا ۔ گویا چاروں طرف کسی نے سُرخ اطلس بچھا دیا ہو ۔ تیز اور طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں جن کے باعث سمندر ابھی تک ہیجان خیزی کے عالم میں کف اور جھاگ اڑا رہا تھا ———— تمیم اور ساریہ ابھی تک اس کشتی کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ اچانک سمندر کے اندر چند تیز رفتار کشتیاں نمودار ہوئیں اور اس کشتی پر حملہ کر دیا ۔

تمیم کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کشتی کے اندر سے ایک انتہائی خوبصورت اور رنگین نقش و نگار کی ایک لڑکی نمودار ہوئی اور تمیم کے جہازوں کی طرف منہ کر کے وہ اپنی بوکھلائی ہوئی آواز میں زور زور سے مدد کے لیے پکارنے لگی ۔

بچاؤ ! بچاؤ ! خدا کے لیے بچاؤ ! محمدؐ عربی کے صدقے میں بچاؤ !

لڑکی نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے ۔ اس کے سنہری بال اس کے کولہوں سے بھی نیچے تک بکھرے ہوئے تھے ۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ اس کا سفید و سُرخ چہرہ شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور کشتی کے عرشے پر کھڑی وہ یونانی وہم نگاروں کی کوئی سمندری دیوی لگ رہی تھی ۔ تمیم نے ساریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

ساریہ ! اپنے چند جہازوں کا رُخ فوراً اس طرف موڑ دو ۔ قبل اس کے کہ اس کشتی پر حملہ آور ہونے والے بحری قزاق اس لڑکی کو کوئی نقصان پہنچائیں ۔ ہمیں اس کی مدد کو پہنچ جانا چاہیے ۔ ساریہ نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ آپ خواب دیکھ رہے ہیں میرے آقا ! جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں ۔ یہ ایک سراب ، دھوکہ اور سمندری کھیل ہے ۔

تمیم نے تعجب سے پوچھا کیسا سراب ، دھوکہ اور سمندری ۔ کیں تم نے سُنا نہیں اس لڑکی نے ہمارے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر ہمیں مدد کے لیے پکارا ہے ۔ وہ دیکھو وہ اب بھی ہماری طرف امداد طلب نگاہوں سے دیکھ رہی ہے اور قزاقوں کی کشتیاں اس کی کشتی پر حملہ آور ہونے والی ہیں ۔ ساریہ نے پھر بڑے سکون سے کہا ۔ آپ کا بحری تجربہ ابھی کم ہے ۔ اس لڑکی کا تعلق بھی ان ہی بحری قزاقوں سے ہے جو اس پر حملہ آور ہو رہے

... لڑکی میرے کئی سرداروں اور ملاحوں کی موت کا سبب بن چکی ہے ۔ یہ بحری قزاق نصرانی ہیں ۔ جب بھی کبھی ان بحری قزاقوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی اس حسین لڑکی نے ہمیں ہمارے اللہ اور رسولؐ کا واسطہ دے کر پکارا اور جو بھی اسے مُسلمان جان کر اس کی مدد کے لیے بحری قزاقوں کے تعاقب میں نکلا ، بحری قزاقوں نے اسے قتل کر دیا اور اس لڑکی کے ساتھ سمندر میں روپوش ہو گئے ۔

ساریہ نے چند ثانیے رُک کر پھر کہنا شروع کیا ۔ اگر کوئی زیادہ جہاز اس لڑکی کی مدد کے لیے ان بحری قزاقوں کے تعاقب میں لے جائے تو یہ بحری قزاق سمندر کے اندر پسپا ہوتے ہوئے اپنے بحری مستقر کی طرف لے جاتے ہیں اور اپنے دشمن کو بڑی آسانی سے گھیر کر لوٹ لیتے ہیں ۔ آج تک میری پانچ کشتیاں جو تجربہ کار ملاحوں سے بھری ہوئی تھیں اس لڑکی کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئیں ۔ وہ مسلمان سپاہی بھی اس لڑکی کی مدد کرنے بحری قزاقوں کے تعاقب میں نکلے تھے پر لوٹ کر واپس نہیں آئے ۔ بحری قزاق انہیں اپنے مسکن کے قریب لے گئے اور وہاں گھیر کر انہیں ختم کر دیا ۔

بحری قزاق اس لڑکی کی کشتی پر حملہ آور ہو گئے تھے پر ساریہ کوئی اثر لیے بغیر کہتا رہا ۔ ایک بار ایک بحری جھڑپ میں ہم نے ان قزاقوں کا ایک ملاح گرفتار کر لیا تھا ۔ اس سے ہم نے جب اس لڑکی کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ لڑکی کوئی جسمانی ہیئت نہیں رکھتی ۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایک قدیم رُوح کی شکل میں سمندروں کی یُونانی دیوی ہے اور سمندر میں عیسائی بحری جہازوں کی حفاظت کرتی ہے ۔ بحری قزاق اسے صلیب کا محافظ کہتے ہیں ۔ مقدس مریم کی طرح اس کا احترام کرتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے ۔ نہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جب تک سمندروں کی وہ یُونانی دیوی ان کے ساتھ ہے سمندر میں انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا ۔

تمیم نے غصے اور نفرت سے کہا ۔ یہ جھُوٹ اور بکواس ہے ۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے مطابق یہ ایک عام لڑکی ہے ۔ یہ بحری قزاقوں کی ساتھی ہے ۔ جس کی آڑ میں انہوں نے لُوٹنے کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے ۔ تم فکر نہ کرو ساریہ ! میں عنقریب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس لڑکی کا راز جاننے کی کوشش کروں گا ــــــــ کیا تم بتا سکتے ہو ان کا مستقل ٹھکانہ کہاں ہے اور ــــــــ تمیم کہتے کہتے رک گیا۔ حملہ آور قزاق اس لڑکی کو اٹھا کر اپنی کشتی میں ڈال رہے تھے ــــــــ تمیم نے جانے کیا سوچا۔ اس نے اپنی کمان سنبھالی اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر چلّے پر چڑھایا۔ پھر اس نے اس زور سے کمان کو کھینچا کہ گمان ہونے لگا تھا کمان ٹوٹ جائے گی۔ تاک کر تمیم نے ایک سنسناتا ہوا تیر مارا جو اس شخص کی گردن میں گھس گیا جو اس حسین لڑکی کو اٹھا کر اپنی کشتی کی طرف لے جا رہا تھا۔

سمندر کے اندر ایک مہیب و متوحش چیخ بلند ہوئی اور جس بحری قزاق نے لڑکی کو اٹھایا ہوا تھا لڑکی اس کے ہاتھ سے کشتی کے عرشے پر گر گئی اور خود بھی وہیں لیٹ کر چیخ و پکار کرنے لگا تھا اس کے ساتھ ہی وہ ساری کشتیاں فوراً حرکت میں آئیں اور آن کی آن میں وہ سمندر کی کف اڑاتی ہوئی موجوں کے اندر روپوش ہو گئیں ــــــــ ساریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بڑا بے خطا نشانہ ہے آپ کا ــــــــ تمیم نے کمان اپنے کندھے سے لٹکاتے ہوئے پھر پوچھا۔ تم نے ان کا ٹھکانہ نہیں بتایا۔

میں بتاتا ہوں آپ کو ــــــــ سینا اور طبرین کے درمیان پانی کی ایک چوڑی اور کافی گہری پٹی زمین کے اندر کافی دور تک چلی گئی ہے۔ پانی کی اس پٹی کے دونوں کناروں پر عیسائی مچھیروں کی ان گنت بستیاں ہیں اور یہی مچھیرے بحری قزاق ہیں۔ سمندر کے اندر وہ لڑکی اسی طرح مدد کے لیے پکارتی ہے۔ بحری قزاق اس پر حملہ کرتے ہیں اور یہ سارا کھیل صرف مسلمانوں کے لیے رچایا جاتا ہے کیونکہ یہ بحری قزاق صرف ان کشتیوں اور جہازوں کو لوٹتے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں سے ہو۔ لڑکی کی مدد کے لیے ان کا تعاقب کرنے والی دو چار کشتیوں کو وہ سمندر کے اندر ہی گھیر کر لوٹ لیتے ہیں۔ اگر زیادہ جہاز ان کا تعاقب کریں تو وہ اپنے متعاقب کو پانی کی اسی پٹی میں لیجا کر سینگ بجانا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی بستیوں کے مچھیرے مسلح ہو کر تعاقب کرنے والوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور کسی کو پانی کی اس پٹی سے باہر نکلنے نہیں دیتے۔ اس لڑکی کی مدد کے لیے میں نے بھی ایک بار ان کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے ایک بوڑھے ملاح نے روک دیا تھا کیونکہ وہ قزاقوں کے اس راز سے واقف تھا۔ کھلے سمندر میں ان قزاقوں کو پکڑنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ ان کی کشتیاں ہلکی پھلکی اور چھوٹی ہوتی ہیں اور یہ انہیں اس قدر تیزی سے حرکت دیتے ہیں کہ تعاقب کرنے والے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

تمیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ساریہ! عنقریب تم دیکھو گے تمہارے ساتھ مل کر میں ان قزاقوں کو پانی کی اسی پٹی میں غرق کر دوں گا جس کے اندر یہ مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تمیم نے ساریہ سے کہا کہ ملاحوں سے کہو اب تیزی سے چپو چلائیں سمندری طوفان اب تھم گیا ہے۔ ساریہ نے اپنے مخصوص انداز میں ملاحوں کو پکارا انہوں نے چپو چلانے کی رفتار تیز کر دی اور کنارے کے ساتھ ساتھ جہاز بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کوہ اتنا کے پاس سے گزر کر جہاز قلعہ بلوط کے ساحل پر اسی جگہ لنگر انداز ہوئے تھے جہاں ایک بار پہلے بھی وہ آ کر ساحل سے لگے تھے جب کہ وہ جنوبی اٹلی سے تمیم کی ہمراہی میں مال غنیمت لے کر آئے تھے۔ تمیم ساریہ کے ساتھ جہاز سے اترا اور گیلی ریت پر آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

ساریہ! تم نارمنوں کے سامان سے لدے ہوئے جہاز یہاں خالی کراؤ۔ میں ابن العباع کے پاس جاتا ہوں تاکہ وہ اس سامان کو قلعے میں لے جانے کے انتظامات کرے ساریہ نے بڑے تجسس سے پوچھا۔ آپ نے آج کل اپنی رہائش کہاں رکھی ہوئی ہے۔ قلعہ بلوط یا قصریانہ میں؟ تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میرے لیے ابن العباع کا دیا ہوا ایک گھر قلعہ بلوط میں ہے۔ میرا دوسرا گھر قصریانہ شہر میں ہے جس کا بندوبست ابن حواس نے کیا ہے۔ پر یہ دونوں گھر خالی اور گرد سے اٹے رہتے ہیں۔ کیونکہ تربیت حاصل کرنے والے مجاہدوں کے کام کی نگرانی کے لیے مجھے کبھی قصریانہ، قلعہ بلوط اور جرجنت میں ہوتا ہوں اور کبھی مجھے نوطس، الشاغہ اور رغوز میں کئی کئی روز تک قیام کرنا پڑتا ہے۔

ایک سپاہی تمیم کا گھوڑا لے آیا اور تمیم سوار ہوتا ہوا بولا۔ میں بہت جلد ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آکر تم سے ملوں گا ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور وہ ریت، تھوڑا سا حصّہ عبور کرنے کے بعد بلوط اور صنوبر کے درختوں سے گھری ہوئی اس شاہراہ پر اُڑا جا رہا تھا جو پہاڑوں کے اندر گھوڑے کے نعل کی طرح بل کھاتی ہوئی قلعہ بلوط کی طرف جاتی تھی ۔

○

شام ہو گئی تھی ۔ اندھیرا بڑی تیزی سے اپنے پنکھ پھیلا رہا تھا ۔ قلعہ بلوط کی طرف جاتے ہوئے تمیم جب ایک پہاڑ کے دامن سے گزر رہا تھا تو ایک دم اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں ۔ چند لمحوں تک رُک کر وہ کچھ سوچتا رہا ۔ پھر اپنے گھوڑے کو اس نے دائیں طرف موڑا اور ایڑ لگا کر وہ اسے سرپٹ دوڑانے لگا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد وہ کعب بن نعمان کی بستی میں داخل ہو رہا تھا ۔ وہی کعب بن نعمان جو ایک عرب چرواہا تھا اور تمیم کی ملاقات اس سے اور اس کی بیٹی سے اس وقت ہوئی تھی جب کعب بن نعمان اپنا ریوڑ چراتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا گا رہا تھا ۔ تمیم نے بستی کے ایک بوڑھے سے کعب کے گھر کا پتہ پوچھا اور دوبارہ وہ آگے بڑھنے لگا تھا ۔

اوسط درجہ کے ایک مکان کے سامنے تمیم نے گھوڑے کو روکا اور بند دروازے پر دستک دی ۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور تمیم نے دیکھا بوڑھا کعب اس کے سامنے کھڑا تھا ۔ کعب کے چہرے پر رونق اور خوشی بکھر گئی تھی ۔ تیزی سے وہ آگے بڑھا اور تمیم کو لپٹاتے ہوئے اس نے بڑی شفقت سے کہا ۔

اوہ تمیم ! میں کتنا خوش بخت ہوں کہ صقلیہ کا ایک جوانمرد بیٹا میرے گھر آیا ہے ۔ کعب تمیم کو لے کر اندر داخل ہوا ۔ تمیم نے دیکھا مکان کا صحن بہت بڑا تھا اور درمیان میں لکڑی کا ایک جنگلہ لگا کر صحن کے ایک حصّے کو بھیڑ بکریوں کے باڑے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا ۔ تمیم نے یہ بھی دیکھا حسین اور معصوم مرجانہ باڑے کے اندر اچھل کود کرتی ہوئی بھیڑ بکریوں کا دودھ دھو رہی تھی ۔

کعب نے مرجانہ کو زور زور سے پکارتے ہوئے کہا ۔

مرجانہ ! مرجانہ ! اِدھر دیکھو، ہمارے گھر کون آیا ہے ——— مرجانہ نے مڑ کر تمیم کی طرف دیکھا اور صحن میں جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں تمیم کو اپنے گھر کے صحن میں کھڑا دیکھ کر وہ دودھ کا برتن ہاتھ میں لیے ترارے لیتی اور بھاگتی ہوئی تمیم کے پاس آئی اور بے پایاں و بے کنار خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا ۔ میں اپنے گھر کے صحن میں اپنے اس بھائی کو خوش آمدید کہتی ہوں جس نے قصریانہ سے باہر نارمنوں کو شکست دی ہے ۔ خدا کی قسم ! مرجانہ خوش نصیب ہے جس کا بھائی تمیم بن صالح ہے ۔ پھر دودھ کا برتن ایک طرف رکھ کر وہ دو زانوں زمین پر بیٹھ گئی اور جُھک کر اپنے نازک لبوں سے تمیم کے کھردرے، پتھر کی طرح سخت اور گرد آلود پاؤں کا بوسہ لیتے ہوئے اس نے بڑے فخر سے کہا ۔ میں اپنے اس بھائی کے پاؤں کو بوسہ دیتی ہوں جس نے اپنے ہاتھ میں نور کی مشعل لے کر صقلیہ کے مسلمانوں کی راہیں روشن کر دی ہیں ۔ تمیم نے اپنے پاؤں کھینچتے ہوئے کہا ۔ ایک بہن کو اپنے بھائی کے پاؤں چومنے کی کیا ضرورت ہے مجھے فخر ہے میں تم جیسی بہن کا بھائی ہوں ——— مرجانہ کے کچھ کہنے سے قبل ہی کعب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ کیا تم اپنے بھائی سے باتیں کرتی رہو گی یا اسے کہیں بٹھاؤ گی بھی ۔

مرجانہ نے اُٹھ کر تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور صحن میں ایک طرف اُسے باندھتے ہوئے اس نے کعب سے کہا ۔ بابا ! آپ انہی کو اندر لے چلیئے میں آپ دونوں کے لیے کھانا لاتی ہوں ۔ تمیم نے دخل اندازی کی ——— نہیں مرجانہ میں جلدی میں ہوں ۔ پھر کبھی سکون میں بیٹھ کر تم دونوں کے ساتھ کھانا کھاؤں گا ——— مرجانہ نے ضد کرتے ہوئے کہا ۔ مرجانہ کا بھائی اس گھر سے بھوکا نہیں جا سکتا، بابا آپ انہیں اندر لے جائیں میں ابھی کھانا لاتی ہوں ——— کعب تمیم کو پکڑ کر اندر لے گیا اور مرجانہ باہر بیٹھ کر کھانا تیار کرنے لگی تھی ۔

کعب تمیم کو لے کر ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جو کافی کشادہ اور جس کی چھت اُونچی تھی ۔ اس نے تمیم کو ایک ایسی چارپائی پر بٹھایا جس پہ ایک خوش رنگ اور صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا اور خود وہ اس کے سامنے دوسری چارپائی پہ بیٹھتا ہوا بولا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہاں سے آ رہے ہو بیٹے!

تمیم نے اپنی عبا سے اپنے گرد آلود پاؤں جھاڑتے ہوئے کہا۔ میں نارمنوں پر ایک شبخون مار کر لوٹ رہا ہوں ——— کعب غمگین ہو گیا۔ یوں لگتا تھا اس کے چہرے پر صدیوں کے قافلوں کی گرد بکھر گئی ہو پھر اس نے متلاطم سی آواز میں پوچھا۔ یہ شب خون کہاں مارا گیا تو مسینا کی بندرگاہ پر۔ جنوبی اٹلی سے پندرہ ہزار نارمنوں کا ایک لشکر صقلیہ میں راہ کی کمک کے طور پر آیا تھا۔ صبح کے سناٹے میں جب وہ اپنے جہازوں سے ساحل پر اتر رہے تھے میں نے ان پر شب خون مارا اور انہیں ان کے جرنیل کورنیل سمیت موت کی گہری نیند سلا دیا۔ میں کافی مالِ غنیمت اور نارمنوں کے کچھ بحری جہاز بھی ساتھ لایا ہوں اور اب میں ابن البعر کے پاس قلعہ بلوط جا رہا ہوں تاکہ وہ جہازوں پر لدے ہوئے سامان کو قلعہ بلوط میں منتقل کرنے کے انتظامات کرے۔

کعب کچھ دیر تک اپنا سر جھکائے سوچتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔ ایسے انداز میں جیسے طویل شب بیداری کے بعد کسی زخمی اور دکھی انسان نے اپنی روح کی گہرائیوں سے اپنے چہار دانگ بڑی حسرت سے دیکھ کر کسی ماتمی گیت کی ابتدا کی ہو پھر کمرے میں کعب کی ایسی آواز بلند ہوئی جیسے کسی پیاسے کی آواز صحرا کی زخمی روح سے ہم آہنگ ہو کر بلند ہوئی ہو ——— آواز ——— جیسے کوئی بربط بجتے بجتے ٹوٹ گیا ہو۔

بیٹے! صقلیہ میں پھیلی ہوئی یہ شورش و فغاں کی تباہی کب سمٹے گی ——— کب اس سیاہ بخت رات کا سفر تمام ہوگا اور صقلیہ کے درد کو سکون ملے گا ——— وہ پیر فرتوت چند لمحوں کے لیے رکا پھر پگھلا دینے والے الفاظ کی رقت و حلاوت میں کہا ——— کب کب میرے بیٹے! آفاق پر نور کی کوئی کرن چمکے گی اور ستم کی اس داستان کا انجام ہوگا ——— آہ وہ گھڑی کیسی ہوگی۔ جب صقلیہ میں نارمنوں کے تکبر و خباثت اور رسن و دار کے کھیل کے خلاف مسلمانوں کی کوئی متحدہ آواز ابھرے گی؟ ——— کعب جب خاموش ہوا تو تمیم نے دکھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ایک طرف ہم مسلمان ہیں جن کی مساعی میں کوئی ربط نہیں ہے۔ دوسری طرف نارمن ہیں جن کے سامنے کوئی ضابطہ و استعداد اور کوئی قاعدہ اور اخلاقی حد نہیں ہے۔ وہ صقلیہ میں ہمیں رسوا کرنے کے لیے ہر قسم کی تحریص و تعزیر اور ترغیب و تعذیب سے کام لے رہے ہیں۔ ہم نے انسان کے تراشیدہ مراتب اور تاجرانہ زندگی کو اپنا محور بنا لیا ہے۔ جب تک ہم ان مفروضات سے نکل کر اپنی اصلاح کی ابتدا نہیں کرتے اس وقت تک ہم فنا کی اس چکی میں پستے رہیں گے جس کے دستے پر نارمنوں کا ہاتھ ہے ——— تمیم رکا پھر اپنے پورے احتجاج و عناد سے کہا۔ اب بھی اگر ہم غفلت کی گہری اور نشہ آور نیند سے نہ جاگے تو نارمن ہمارے جسموں کے علاوہ ہماری روحوں کے بھی قاتل ثابت ہوں گے۔

کعب نے بڑے غم اور دکھ سے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم ایک بھٹکی ہوئی قوم کے ایسے افراد ہیں جو شفاف ندی میں اپنا منعکس سایہ دیکھ کر بھی اپنے چہرے کے ان داغوں کا علاج نہیں کرتے جنہوں نے ہمیں کریہہ و قابلِ نفرت بنا دیا ہے۔ کاش ہم اب تک متحد ہو گئے ہوتے۔ اللہ کرے صقلیہ پر وہ وقت نہ آئے کہ ہماری مائیں بہنیں بین کرتی ہوئی کہیں۔ آؤ اپنے بال بکھیر دیں اور مل کر صقلیہ پر اشک باری اور سینہ کوبی کریں۔ کعب نے دعا کے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ الٰہی! تو قبر کی تاریکی جیسے اس دور سے ہمیں محفوظ رکھنا۔ الٰہی! تو ہمیں اس لاعلاج عارضے میں مبتلا نہ کرنا جس کی انتہا ——— کعب خاموش ہو گیا کیونکہ مرجانہ کھانا لے کر کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

پہلے اس نے فرش پر ایک چٹائی بچھائی اور اس پر کھانا رکھنے کے بعد اس نے تمیم سے کہا۔ آئیے اخی! کھانا کھائیے۔ مرجانہ نے کمرے کے اندر ہی دونوں کے ہاتھ دھلا دیئے اور پھر وہ دونوں مل کر کھانا کھا رہے تھے۔

تمیم نے کھانے کے بعد بڑی مشکل سے کعب اور مرجانہ سے رخصت ہونے کی اجازت لی۔ وہ دونوں باپ بیٹی اپنی بستی سے باہر تک اسے رخصت کرنے آئے تھے اور تمیم ان دونوں سے علیحدہ ہو کر پہلے کی طرح رات کی گھپ تاریکی میں قلعہ بلوط کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرف اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

تمیم جب شہر میں داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی لوگ شور کرنے لگے تھے۔ تمیم ابن
آگیا ——— تیم بن صالح آگیا ——— تمیم جب ابن البعباع کی رہائش گاہ پر
اس نے اپنی حویلی سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ تمیم جب اس کے سامنے گھوڑے
سے اُترا تو ابن البعباع نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا ——— آپ کی
مہم کا کیا ہوا جس کے لیے آپ یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ تمیم نے بڑی گرم جوشی کا اظہار
کرتے ہوئے کہا۔

ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ مسینا کی بندرگاہ پر ہم نے پندرہ ہزار نارمنوں
کو ان کے جرنیل کورنیل سمیت ہلاک کر دیا ہے۔ ابن البعباع نے بڑی تحقیق اور جستجو
سے پوچھا۔ رابرٹ گوسکارڈ اور اس کا فولادی جرنیل تھیوس کہاں گئے؟
ان دونوں کی قسمت اچھی تھی جو وہ دونوں اپنے پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ نقوطرہ سے
سیدھے بلرم کی طرف چلے گئے۔ مجھے افسوس ہے وہ دونوں بچ کر نکل گئے۔ اگر وہ اپنے
لشکر کے ہمراہ ہوتے تو ہم مسینا میں طلوع ہونے والی صبح کو ان کی زندگی کی آخری صبح بنا
دیتے۔ ابن البعباع نے تمیم کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ آپ کو افسوس و تاسف کرنے
کی کیا ضرورت ہے۔ قدرت ایک اہم مقصد کے لیے آپ کا انتخاب کر چکی ہے اور نارمنوں
سے نمٹنے کے لیے آپ کو اپنی زندگی میں کئی مواقع ملیں گے۔ آپ نے ضالین و سرکش اور
وحشی نارمنوں کو پاؤں دریدہ کر دیا ہے۔ آپ نے صقلیہ میں جو فروزاں مشعل اپنے ہاتھ میں
تھام لی ہے۔ ہمارا رب اسے ہمیشہ روشن رکھے گا۔

ابن البعباع جب رُکا تو تمیم نے کہا۔ میرا اور ساریہ کا لشکر ساحل پر لنگر انداز
ہے۔ ہم نارمنوں کے رسد و سامان سے بھرے ہوئے کئی جہاز بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔
لہذا آپ اس سامان کو قلعہ میں منتقل کرنے کا بندوبست کریں۔ ابن البعباع نے کچھ سوچتے
ہوئے کہا۔ کیا آپ نے ساریہ سے پوچھا' اسے رسد و خوراک کی کس قدر ضرورت ہے؟
——— نہیں میں نے اس سے نہیں پوچھا ——— تو پھر جس قدر خوراک کا سامان آپ
لائے ہیں۔ ساریہ سے کہیں وہ سارا اپنے ساتھ جبل النار میں لے جائے۔ اب ہمیں نارمنوں کے
ساتھ جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرنا ہوگا اور ساریہ کو خوراک کی ضرورت پیش آئے گی۔
تمیم نے اپنے گھوڑے کی باگ تھامتے ہوئے کہا۔ تو پھر میں واپس جاتا ہوں۔ اپنے
لشکر کو قلعے میں لاتا ہوں اور ساریہ سے کہتا ہوں وہ سارا سامان لے کر اپنے مستقر کی طرف
روانہ ہو جائے۔ ابن البعباع واپس مڑتا ہوا بولا۔ ٹھہریے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔
چند قدم آگے جا کر ابن البعباع مڑتا ہوا بولا۔ آپ اندر تو آئیں۔ پہلے کھانا
کھا لیں پھر چلتے ہیں ——— تمیم نے گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ———
میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ ابن البعباع آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ وہ اپنے گھوڑے
پر سوار تھا۔ دونوں پہلو بہ پہلو گھوڑوں پر سوار آہستہ آہستہ شہر سے نکلے۔ کوہی ندی کا چوبی
پل عبور کرنے کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور سمندر کی طرف جانے والی شاہراہ
پر بادِ سموم کی طرح اُڑے جا رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صقلیہ کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرنے کے بعد نارمنوں نے مسلمانوں کے خلاف آمیزشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور جو مسلمان ان کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے انہیں وہ بلا جھجک وبے درنگ الطار وصلیب پر لٹکا دیتے۔ یہ آشوب و آزمائش کا ایک ایسا دور تھا جو کم از کم ایک حریت پسند مسلمان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

جس روز نارمنوں کا حکمران رابرٹ گوسکارڈ اپنے جرنیل تھیوس کے ساتھ بلرم میں داخل ہوا اس کے دو دن بعد راجر نے اپنے بڑے بھائی کی آمد پر ایک جشن و دعوت کا انتظام کیا اور سب نارمن اور مسلمان جرنیلوں اور سالاروں کو سختی سے حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سارے اہل خانہ کے ساتھ اس جشن میں شامل ہوں۔ جس میدان میں راگ رنگ، فرط وطرب اور رقص و سرود کی اس تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہاں عورتوں کے لیے ایک بڑا حصہ مخصوص کر دیا گیا تھا اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ ربیعہ بھی اس میں شریک ہوئی تھی۔

شام سے ذرا پہلے جب کہ شرکت کرنے والوں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دی جانے والی تھی ساس جگہ چند مرصع کرسیاں جمائی گئیں جہاں اس میدان سے نکلنے کا واحد راستہ تھا۔ پھر رابرٹ گوسکارڈ وہاں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے بائیں طرف اس کا چھوٹا بھائی راجر اور اس کے ساتھ تھیوس بیٹھا تھا۔ دائیں طرف صرف ایک ہی کرسی رکھی گئی تھی۔ جس پر راہب یوحنا آکر بیٹھا تھا اور رابرٹ گوسکارڈ کے دائیں طرف بیٹھنا یوحنا کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور یہ اس بات کا غماض تھا کہ نارمن حکمران کلیسا انطاکی کے بشپ کی دل سے قدر کرتا ہے۔

پھر سب عورتوں کو وہاں سے گزر کر باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ جو مسلمان لڑکی پردہ کیے ان کے پاس سے نکل جانے کی کوشش کرتی، زبردستی اس کا پردہ ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا جاتا یوں لگتا تھا اس تقریب کا انتظام کسی خاص مقصد کے لیے کیا گیا تھا۔ ربیعہ بھی اپنی شال میں لپٹی ہوئی جب ان کے سامنے سے گزرنے لگی تو رابرٹ گوسکارڈ نے ربیعہ کے سرخ و سفید، گداز اور نہایت ہی خوبصورت مخروطی انگلیوں والے ہاتھ کو بغور دیکھتے ہوئے چلا کر کہا۔ اس لڑکی سے کہو اپنے چہرے سے نقاب دے۔ ربیعہ نے بڑی تیزی سے گزر جانا چاہا لیکن راجر نے گرج کر اس عمر نارمن عورت سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔

آگے بڑھ کر اس لڑکی کا نقاب ہٹا دو ——— راہب کے چہرے سے یوں لگتا تھا جیسے وہ بڑی مشکل اور تکلیف دہ احساس کے ساتھ اس ساری کارروائی کو برداشت کر رہا ہو۔ اس نارمن عورت نے جب آگے بڑھ کر ربیعہ کا چہرہ ننگا کیا۔ رابرٹ گوسکارڈ کی حالت ایسی ہو گئی گویا ربیعہ کا حسن اس پر برق طبعی بن کر گرا ہو اس نے اس نارمن عورت سے کہا اس لڑکی کو ادھر ہی بٹھا دو۔ اگر اس کا کوئی باپ ہے تو ہم اسے یہیں بلاتے ہیں۔ ربیعہ نے غصیلی اور لرزتی آواز میں کہا۔ میں یہاں نہیں بیٹھنا چاہتی۔ میں اپنے گھر جاؤں گی۔

راجر نے اپنی گرجتی آواز میں کہا تھا۔ اگر تمہارا کوئی باپ اور بھائی ہے اور تم انہیں زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو تمہیں میرے بھائی کی خواہشات کا احترام کرنا ہوگا۔ یاد رکھو میرا بھائی تمہیں اپنی بیوی بنانے کا ارادہ کر چکا ہے اور صقلیہ میں کسی کی جرأت نہیں کہ وہ تمہیں میرے بھائی کی بیوی بننے سے روکے۔ راجر کی اس گفتگو پر راہب یوحنا کے چہرے پر آگ سی بھڑک اٹھی تھی اس کے باطن میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا درد و کلفت سے اس کا جگر دہک اٹھا ہو تاہم وہ بڑے ضبط و تحمل سے کام لے کر اپنے آپ پر قابو رکھے ہوئے تھا۔

ربیعہ جب غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی تو راجر نے دو نارمن سپاہیوں سے کہا اس لڑکی کو زبردستی اٹھا لاؤ۔ راہب یوحنا کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا اس نے بڑے نرم لہجے میں کہا ٹھہرو! زبردستی کرنے کی ضرورت نہیں میں خود اس لڑکی کو بلا کر اس مقدس شادی پر آمادہ کرتا ہوں۔ یوحنا اٹھ کر باہر نکل گیا۔ رابرٹ گوسکارڈ اور راجر اب مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ رابرٹ نے راجر اور تھیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یسوع مسیح کی قسم! یہ لڑکی فطرت کی رعنائی اور لطافت ہے۔ یہ رُوح کی معصومیت اور حُسن کی پیغمبر ہے۔ اس کا سحر جیسا مصفا اور گلابی حُسن اس قابل ہے کہ وہ ہماری بیوی بنے۔ رابرٹ نے اس بار اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا وہ پھولوں سے زیادہ کومل اور ریشم سے کہیں زیادہ نرمل ہے۔ وہ قدرت کا زندہ لمس ہے۔ اُسے دیکھتے ہی مجھے یوں لگا جیسے میری اور اس کی روحیں ازل کے کسی گوشے میں ایک دوسرے سے متعارف ہو چکی ہوں۔ رابرٹ خاموش ہو گیا اور دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے یوحنا کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ربیعہ بڑی تیزی سے اپنے گھر کی طرف بھاگنے لگی تھی کہ پیچھے سے کسی نے اسے پکارا۔ ربیعہ! ——— ربیعہ نے مڑ کر دیکھا۔ راہب یوحنا بڑی تیزی سے اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ رُک گئی تاہم اس کے دل میں تردد اور ذہن میں خلفشار برپا تھا۔ جب راہب قریب آیا تو ربیعہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے بڑے نرم لہجہ میں کہا۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں لیکن میں وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

راہب نے بڑے پیار اور شفقت سے کہا۔ میری بہن کیا تم سمجھتی ہو، میں تمہارا دشمن ہوں۔ ربیعہ نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ آپ ایک ایسے انسان ہیں جن پر میں بھروسہ کر سکتی ہوں ——— تو پھر میرے ساتھ آؤ اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ میں جانتا ہوں تم تمیم بن صالح کو اپنی زندگی کا ساتھی چُن چکی ہو۔ وہی تمیم بن صالح جو میرا رفیق، انیس اور جلیس ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو میں تمیم بن صالح کی امانت کو رسوا ہونے دوں گا۔ ہرگز نہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم میں ہر بھیڑیے سے تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم میرے ساتھ آؤ اور جو میں کہوں اسی پر عمل کرتی رہو۔ اسی میں ہم سب کی بہتری ہوگی ورنہ یاد رکھو رابرٹ گوسکارڈ تمہارے باپ بھائی کو بھی نقصان پہنچانے سے گریز نہ کرے گا۔ اور اگر تم میرے ساتھ نہ گئیں تو رابرٹ تمہیں ذلیل و رسوا کر کے تمہیں تمہارے گھر سے اٹھوا لائے گا اور اس کا یہ فعل ہم سب کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہوگا۔ اب بھی تم اگر میرے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہو تو میں لوٹ جاتا ہوں۔ ربیعہ نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اُٹھاتے ہوئے کہا۔ میں آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔ راہب مڑا اور واپس چل دیا۔ ربیعہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ میدان سے ابھی تک عورتیں بڑی تیزی سے نکل رہی تھیں۔

یوحنا کے ساتھ ربیعہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے پہلے کی طرح اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گوسکارڈ اور راجر کے چہروں پر فرحت و شادابی بکھر گئی تھی۔ یوحنا نے اپنی کرسی کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کر کے ربیعہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ربیعہ بیچاری اپنا لباس سمیٹتی ہوئی چُپ چاپ وہاں بیٹھ گئی۔ ماحول پر ایک تکلیف دہ صمت و سکوت طاری ہو گیا تھا کہ گوسکارڈ کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے یوحنا سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

مقدس باپ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس لڑکی کے باپ کو یہاں طلب کیا جائے اور اسے اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ میں آج ہی ——— نہیں بلکہ ابھی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس لڑکی سے پوچھیں اس کا کوئی باپ اور بھائی ہے۔ اگر ہے تو اس کا نام بتلائے۔ تاکہ اسے یہاں بُلایا جائے ——— اپنی جگہ پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے یوحنا نے کہا۔ میں اس سے سب کچھ پوچھ چکا ہوں۔ اس کے باپ کا نام زبیر اور بھائی کا نام سعد ہے ——— راجر نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ——— اوہ! تو یہ سعد بن زبیر کی بہن ہے۔ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا سالار ہے اور جنگ میں اس کی کارکردگی بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس شادی کے بعد اسے دس ہزار سپاہیوں کا سالار بنا دیا جائے گا۔

راجر اپنے قریب ہی کھڑے ایک سپاہی کو شاید سعد کو بلانے کے لیے کہنے والا تھا کہ ایک نارمن اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور وہ بُری طرح زخمی تھا۔ جو کپڑے اس نے پہن رکھے تھے یوں لگتے تھے گویا وہ خون میں رنگ دیئے گئے ہوں۔ اسے دیکھتے ہی تھیوس کا رنگ فق ہو گیا۔ شاید وہ اسے پہچان گیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گوسکارڈ نے پوچھ لیا۔

کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور تمہاری ایسی حالت کس نے بنائی ہے۔ اس نو نارمن نے ہکلاتے ہوئے کہا میں اس لشکر میں شامل تھا جو آپ سے علیحدہ ہو کر ریو کی طرف گیا اور وہاں سے اسے مسینا کے راستے بلرم کی طرف آنا تھا اور جس کا جرنیل کورنیل تھا ———

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گوسکارڈ نے بدحواس ہو کر پوچھا - کیا ہُوا اس لشکر کو ۔

اس پر ایک مسلمان جرنیل تمیم بن صالح نے حملہ کر دیا تھا - تمیم کا نام سُن کر ربیعہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ریتلے اور پُرہول صحرا میں بھٹکتے ہوئے اس کے سوکھے خشک پیاسے دل کی نمی لوٹ آئی ہو - گوسکارڈ نے پھر بارعب نوا اور پُرشوکت لہجے میں پوچھا اس حملے کا انجام کیا ہُوا ؟ اس نارمن نے بڑی ہی بے بسی سے کہا - ہم جنگ ہار گئے ہیں اس مسلمان جرنیل نے ہمارے سپاہیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا تھا ۔

کورنیل کہاں ہے ؟

اسے اس تمیم بن صالح نے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا تھا - مَیں چند سواروں کے ساتھ جان بچا کر وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہُوا ہوں - میرے ساتھ آنے والے سپاہی اس میدان سے باہر کھڑے ہیں - اپنے بھائی کے قتل ہونے کا سُن کر تھیوس کے چہرے سے غصّے میں چنگاریاں اٹھنے لگیں گوسکارڈ نے پھر گرجتے ہوئے پوچھا - یہ جنگ کہاں ہوئی تھی -

اس نارمن نے اپنی ساری بے بسی کو مجتمع کرتے ہوئے کہا - ایک روز سورج طلوع ہونے سے کافی پہلے جب کہ ابھی فضا میں گہری تاریکی تھی - ہمارا لشکر مسینا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا ہمارے آدھے سے کچھ ہی زیادہ جوان ساحل پر اُترے تھے کہ مشرقی چٹانوں کے اندر سے مسلمانوں کا وہ جرنیل اندھیرے کی آڑ لے کر نمودار ہُوا اور پوری طغیانی سے ہم پر شب خون مارا ـــــ گوسکارڈ نے بھڑک کر کہا کیا کورنیل نے اپنا دفاع نہ کیا تھا ـــــ کورنیل نے اپنی پوری ذہانت سے اس کے حملے کا جواب دیا لیکن وہ عرب جرنیل صحرائی لومڑی کی طرح چالاک اور کوہستانی درندے کی طرح خونخوار ثابت ہُوا تھا - وہ طوفان بن کر حملہ آور ہُوا اور سراب بن کر معدوم ہو گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے صقلیہ کی سرزمین نے اسے نگل جانے کا فن سیکھ لیا ہو - مسلمان اسے صقلیہ کی جوان نسل کا گرم خون کہتے ہیں -

گوسکارڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا - جب تم نے دیکھا تھا کہ تم اس کے حملوں کا دفاع نہیں کر سکتے تو تمہیں اپنے جہازوں میں سوار ہو کر وہاں سے اسی وقت کوچ کر جانا چاہیے تھا ہمارے لشکر نے جہازوں پر سوار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن اس عرب جرنیل

کا ایک نائب ہم پر سمندر کی طرف سے بھی حملہ آور ہو گیا تھا - انہوں نے ہمارے کچھ جہازوں کو آگ لگا دی اور جو بچے انہیں وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں - ان میں رسد اور خوراک کا وہ بہت بڑا ذخیرہ بھی تھا جو ہم نے ریو سے حاصل کیا تھا ۔

جب وہ سپاہی خاموش ہو گیا تو اب یوحنا نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے بلند آواز میں کہا - مقدس مریم کا رب عیسائیت کو اپنی پناہ میں رکھے - پھر یوحنا نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور دل ہی دل میں وہ کہہ رہا تھا - اے کعبہ کی عظمتوں کے امین ! اے خداوند راتق وفاتق ! تو تمیم بن صالح کو توفیق دے کہ وہ اسی طرح دشمن کی پشت پر نقارے کی چوٹ جیسی ضربیں لگاتا رہے - بظاہر یوحنا کے صرف ہونٹ ہی ہل رہے تھے - جب کہ باطن میں وہ بڑی انکساری اور خشوع کے ساتھ تمیم کی کامرانی کے لیے دعا مانگ رہا تھا ۔

یوحنا نے اپنے ہاتھ نیچے گرائے اور موقع غنیمت جانتے ہوئے اس نے گوسکارڈ سے کہا - کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ شادی اب کل پر ملتوی کر دی جائے - گوسکارڈ کھڑا ہو گیا اور اپنی پریشان کن آواز میں کہا ـــــ مقدس باپ ! تم ٹھیک کہتے ہو - آج کی رات ہمارے لیے سوگ کی رات ہو گی - اب یہ شادی کل شام کو ہو گی ۔

یوحنا نے مڑ کر ربیعہ کی طرف دیکھا اور اسے چلے جانے کا اشارہ کیا - ربیعہ اٹھی - چپ چاپ میدان سے نکلی پھر وہ متوحش ہرنی کی طرح اپنے گھر کی طرف بھاگ رہی تھی - راجر اور تھیوس بھی کھڑے ہو گئے تھے - تھیوس کی حالت ایسی تھی گویا کسی غیر مرئی قوت کا ہاتھ اس کی حبل الورید پر جا پڑا ہو - گوسکارڈ نے مغموم و مغضوب آواز میں کہا -

تھیوس ! مجھے تمہارے بھائی کے مرنے کا دُکھ ہے - تاہم تمہارے قلب کی تالیف و دلجوئی کی خاطر تمہیں ایسے مواقع ضرور فراہم کر سکتا ہوں کہ تم اس عرب جرنیل سے ...... اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لے سکو - مَیں پندرہ ہزار بہترین مبارز اور حرب آزما جوان تمہاری کمانداری میں دے سکتا ہوں جن کی مدد سے تم ان بستیوں پر حملے شروع کر دو جو سرحد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی عملداری میں ہیں - اس طریقے سے مسلمانوں کی سرحدی بستیوں میں تباہی غارت گری مچا کر تم اس عرب جرنیل کو کھلے میدان میں اپنے سامنے آنے پر مجبور کر سکتے ہو اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ ایسا کرے تو تم اس سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لے سکتے ہو۔

تھیوس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ میں مسلمانوں کی بستیوں میں تباہی کا اور ظلم کا طوفان بن کر داخل ہوں گا اور میرے بھائی کا وہ قاتل جب بھی میرے سامنے آیا میں گردن کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ گوسکارڈ نے اس بار راجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ——— راجر! کل تھیوس میری شادی میں شرکت کرے گا۔ پرسوں اسے پندرہ جنگ کا بہترین تجربہ اور عمدہ حربی مہارت رکھنے والے جوان مہیا کرو تاکہ یہ اپنے انتقام کی تکمیل کر سکے۔ راجر نے اثبات میں اپنا سر خم کر لیا۔ گوسکارڈ اس میدان سے باہر آیا۔ پھر وہ اس کی طرف جا رہا تھا جس میں اس کی رہائش تھی۔ راہب یوحنا، راجر اور تھیوس بھی اس کے ساتھ تھے۔ چند قدم آگے جا کر گوسکارڈ مڑا اور اپنے چھوٹے بھائی راجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ شہر کے سب پہریداروں کو متنبہ کر دو کہ اس جلیبے اور شکل کی لڑکی شہر سے کہیں باہر نہ جائے۔ خدشہ ہے ربیعہ کے والدین اس شادی پر رضامند نہ ہوں گے اور اگر ایسا ہوا تو وہ ربیعہ کو یہاں سے نکال کر کہیں اور بھیجنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ خود ربیعہ کا رویہ بھی بتا رہا تھا کہ وہ کسی غیر مسلم سے شادی کرنا پسند نہ کرے گی۔ اگر اس کے والدین شادی پر رضامند ہو جائیں تو ہو سکتا ہے وہ خود ہی یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں اس پر نگاہ رکھنا ضرور ہے۔

راجر نے اپنے بھائی کے پہلو سے پہلو ملا کر چلتے ہوئے کہا۔ آپ بے فکر رہیں میں اس کے بھاگنے کے سارے راستے مسدود کر دوں گا۔ دوبارہ وہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

○

نیلے آسمان کا خون پی پی کر رات جوان اور شام بوڑھی ہوتی جا رہی تھی۔ وقت کے دھندلے راستوں پر شب کی حسینائیں اجالے کے بھولے بھٹکے قافلوں کے ساتھ ستیزہ کار ہی تھیں۔ آسمان کنول کے نیلگوں پتے کی طرح صاف و شفاف تھا اور فطرت کے ہاتھ کائنات کے بست و کشاد کے عمل میں مصروف تھے ——— ساگوان کی سیاہ لکڑی کی ایک بگھی جسے دو گھوڑے کھینچ رہے تھے اور جس کے ریشمی و حریری پردے گرے ہوئے تھے ربیعہ کی حویلی سے باہر رکی۔ پھر راہب یوحنا اس بگھی سے اترا اور دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد جب الماس نے دروازہ کھولا تو یوحنا نے اس سے پوچھا ——— کیا تمہارے آقا زبیر اور سعد اس وقت گھر ہیں۔

الماس نے دروازہ پورا کھول دیا اور ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے اپنے سر کو جھکا کر بڑی تعظیم و تکریم سے کہا۔ ہاں مقرب راہب! وہ دونوں اس وقت گھر ہیں ——— یوحنا نے پھر پوچھا۔ کیا وہ سو رہے ہیں ——— نہیں وہ جاگ رہے ہیں بلکہ میں یوں کہوں گا کہ وہ آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں ——— راہب نے حیرت سے کہا۔ میرا انتظار کر رہے ہیں! لیکن کیوں؟ الماس نے المیہ سے لہجہ میں کہا۔ مجھے معلوم نہیں آج ربیعہ کے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے۔ تاہم گھر کا ہر فرد آج اداس ہے۔ جیسے اس پر فکر و تردد کے جبل گرا دیئے گئے ہوں۔ اس گھر میں آج پہلی بار کسی نے کھانا نہیں کھایا۔ آقا سعد نے مجھے دو بار آپ کو بلانے کلیسا بھیجا تھا لیکن آپ وہاں نہ تھے۔

جو شخص بگھی کے گھوڑوں کو ہانک رہا تھا اسے یوحنا نے اشارہ کیا اور بگھی اس کے پیچھے پیچھے حویلی میں داخل ہو گئی تھی۔ الماس نے دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا تھا۔ الماس کے پیچھے پیچھے یوحنا ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جس میں زبیر اور سعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور اسی کمرے کے ایک کونے میں ربیعہ یوں اداس پڑی ہوئی تھی گویا اس کے جسم سے کسی نے روح نکال لی ہو۔

یوحنا کو دیکھتے ہی ربیعہ، زبیر اور سعد تینوں کھڑے ہو گئے۔ یوحنا نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہ زبیر اور سعد کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا۔ کیا آپ دونوں کو خبر ہوئی کہ ربیعہ کے ساتھ آج کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ زبیر نے بریدہ و برودت انگیز آواز میں کہا۔ ہمیں اس حادثے کا علم ہو چکا ہے۔ پھر آپ کا کیا خیال ہے۔ میری بیٹی اس رشتے کو ناپسند کرتی ہے۔ وہ جان دے سکتی ہے لیکن گوسکارڈ سے شادی نہیں کر سکتی۔ یوحنا نے ایسی آواز میں پوچھا جس میں ہمدردی اور غمخواری کی گہرائی اور گیرائی تھی۔ آپ کا ذاتی فیصلہ کیا ہے۔ زبیر نے پہلے اپنے سامنے بت کی طرح خاموش اور اداس بیٹھی ہوئی ربیعہ کی طرف دیکھا پھر کہا۔ میں اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسے جوان کا انتخاب کر چکا ہوں جو صقلیہ کا فخر و نازش ہے۔ آپ اس جوان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کا نام تمیم بن صالح ہے۔ یوحنا نے زبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں آپ کے لیے ایک اور بُری خبر لایا ہوں ۔ زبیر چونک پڑا ——— کیسی خبر
رابرٹ گوسکارڈ نے حکم دیا کہ ربیعہ کی شکل اور حلیے کی کوئی بھی لڑکی شہر سے باہر نہ
اس کے لیے انہوں نے شہر کے سب دروازوں کے محافظوں کو بھی احکامات جاری
دیئے ہیں ۔

زبیر نے بڑی بے بسی سے کہا ۔ پھر ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے ——— یوحنا
سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ سعد! تم الماس کو بلاؤ ۔ سعد نے وہیں بیٹھے بیٹھے آواز دی

الماس! الماس! ———

الماس جب بھاگتا ہوا اندر آیا تو راہب نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا
جب قریب ہوا یوحنا نے کہا ۔ الماس! اس گھر کی عزت و سلامتی کی خاطر اگر تمہیں کوئی ذمہ
سونپا جائے تو کیا تم اسے ادا کرنے کا خطرہ طے کر لو گے ۔

الماس نے بڑی عاجزی سے کہا ۔ مقرب راہب اس گھر کے لیے اگر میری جان
جاتی ہے تو میں اسے بھی ایک سعادت جان کر قربان اور نثار کر دوں گا ۔ راہب نے ا
سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا ۔ مسیح کا خداوند نہ کرے کہ تمہاری جان جائے
میرا پیغام لے کر تمیم بن صالح کے پاس جا سکتے ہو ۔

الماس نے اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہا ۔ آقا تمیم اگر سمندر پار کی کسی سرزمین
ہیں تو بھی میں ان کے پاس جانے کو تیار ہوں ——— تو پھر کل جس وقت سورج
ہو رہا ہو تم شہر کے باب روطہ سے باہر نکلو ۔ پیدل اور عام سے سادہ کپڑوں میں آنا
سے نکل کر جو مٹیالی سی ایک پگ ڈنڈی جنگل کی طرف جاتی ہے اس پر آگے چلتے رہنا جب
ایک میل کا سفر کر چکے تو تمہیں مخالف سمت سے ایک راہب آتا دکھائی دے گا جو
اور توانا گھوڑے پر سوار ہو گا ۔ تمہیں دیکھتے ہی وہ راہب پکارے گا ۔ تمیم! اور تم
میں کہنا ابن صالح ۔ تمہارا یہ جواب سن کر وہ راہب اپنا گھوڑا تمہارے حوالے کر دے گا
گھوڑے پر تمہاری خوراک اور دفاع کا پورا سامان ہو گا ۔ تمہاری منزل قلعہ بلوط ہو گی ۔
وہاں نہ ہو تو تم میرا یہ پیغام ابن العباع کو پہنچا دینا ۔ وہ خود تمیم کو بھیج دے گا ۔

اس گھوڑے پر دن رات سفر کرتے ہوئے تم سیدھے قلعہ بلوط جاؤ اور وہاں تمیم بن
صالح سے کہنا ۔ راہب یوحنا تمہیں پکارتا ہے ۔ صقلیہ کے اس محسن سے کہنا ربیعہ کی عزت خطرے
میں ہے ۔ لہذا وہ فوراً بلرم آئے اور رات کے وقت مجھے کلیسا میں آ کر ملے ۔ میری طرف سے
اسے تاکید کرنا کہ اس کام کو ملت کا ایک فرض جان کر اس کی طرف آئے ۔ اب تم جا سکتے ہو
اور سنو تمہیں قلعہ بلوط سے واپس آنے کی ضرورت نہیں تم وہیں رہنا ۔

الماس جب باہر نکل گیا تو راہب نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے ۔ ربیعہ! میری
بہن! باہر حویلی کے صحن میں میری بگھی کھڑی ہے ۔ تم اٹھ کر اس بگھی میں جاؤ ۔ وہاں دو
راہبائیں بیٹھی ہوں گی وہ تمہیں راہبہ کا لباس پہنا دیں گی تم ابھی میرے ساتھ کلیسا چلو گی
اور تمیم کے آنے تک ایک راہبہ کی زندگی بسر کرو گی ۔ جب تمیم یہاں آئے گا تو میں تمہیں
اس کے ساتھ قلعہ بلوط کی طرف بھیج دوں گا ۔ ایک تو تمیم تمہارے پاس ہو گا دوسرے تمہارا ماموں
ابن العباع وہاں ہے ۔ اس کے علاوہ الماس بھی وہیں ہو گا ۔ لہذا وہاں تم اجنبیت محسوس
نہ کرو گی ۔

ربیعہ بڑی بے بسی سے اپنے باپ اور بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ خوف سے اس
کا بدن ابھی تک طوفان میں کانپتی ہوئی آکاس بیل کی طرح کپکپا رہا تھا ۔ یوحنا اس کی نگاہوں
کا مطلب جان گیا لہذا اس نے اس کے باپ زبیر سے کہا ۔ کیا ربیعہ کو آپ میرے ساتھ جانے
کی اجازت دیتے ہیں ۔ زبیر نے بڑی ممنونیت اور احسانمندی سے کہا میں تو خود آپ سے
التماس کرنے والا تھا کہ آپ ربیعہ کو اپنے ساتھ کلیسا لے جائیں ۔ آپ نے خود پیش کش کر کے
بڑی ساری مشکلات اور صعوبت کو آسان کر دیا ہے ۔ بلرم شہر میں صرف آپ کا کلیسا ہی ایک ایسی
جگہ ہے جہاں میری بیٹی رابرٹ گوسکارڈ اور اس کے بھائی راجر کی دسترس سے محفوظ رہ سکتی ہے ۔
پھر زبیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

ربیعہ! ربیعہ! جاؤ بیٹی! بگھی میں جا کر لباس تبدیل کرو اور کلیسا جانے کے لیے
تیار ہو جاؤ ——— ربیعہ اٹھ کر باہر نکل گئی ۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ کمرے سے نکل کر
صحن میں کھڑی بگھی کے پاس آئی ۔ بگھی کے اندر سے کسی نے ریشمی پردہ ہٹایا تھا اور ربیعہ بلا جھجک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بگھی میں داخل ہو گئی تھی بگھی کے اندر چھوٹی سی ایک کافوری قندیل کی ملگجی روشنی میں
نے دیکھا وہاں ڈھلتی ہوئی عمر کی دو راہبائیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اپنے درمیان
ربیعہ کو بیٹھنے کی جگہ دی پھر وہ ربیعہ کا لباس تبدیل کرا رہی تھیں۔

جب ربیعہ کا لباس تبدیل ہو چکا تو ایک راہبہ نے سامنے کا پردہ ہٹا کر
گھوڑوں کو ہانکنے والے راہب سے کہا۔ آقا کو اطلاع کرو۔ ربیعہ تیار ہے۔ وہ راہب
بگھی سے نیچے اترا اور اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں یوحنا بیٹھا ہوا تھا۔ دروازے کے
قریب کھڑے ہو کر اپنے سر کو ذرا سا خم کرتے ہوئے اس راہب شستہ و بلیغ عربی میں
سے کہا۔

یا سیّدی! ہم تیار ہیں۔

یوحنا نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے زبیر سے کہا۔ کل اگر رابرٹ گوسکارڈ یا
بھائی راجر یا ان کا کوئی آدمی ربیعہ کو لینے آئے تو انہیں کہہ دینا ربیعہ چونکہ اس شادی کو ناپسند کرتی تھی لہٰذا وہ رات کسی وقت گھر سے بھاگ گئی ہے ——— یوحنا باہر جانے کے لیے
مڑا۔ زبیر اور سعد بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آئے۔ زبیر اور سعد سے مصافحہ کرنے کے بعد
راہب بگھی میں سوار ہو گیا۔ سعد نے اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے ربیعہ کے سر پہ ہاتھ رکھا
پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر زبیر آگے بڑھا اور ربیعہ کی شفاف پیشانی چومتے ہوئے
جاؤ بیٹی! خدا تمہیں اپنی امان اور عافیت میں رکھے۔ جب تم بلوط پہنچ جاؤ تو اپنی
سے میرا سلام کہنا۔ اس کے ساتھ ہی بگھی کے گھوڑے حرکت میں آ گئے تھے۔ قریب
کھڑے الماس نے بھاگ کر دروازہ کھول دیا۔ حویلی سے باہر نکل کر گھوڑے ہانکنے والے
نے گھوڑوں کو چابک رسید کیا اور رات کی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی تاریکی میں بگھی نظروں سے
ہو گئی تھی۔

بگھی انطا کی کلیسا کے صحن میں رکی۔ سب سے پہلے یوحنا نیچے اترا۔ اس کے
گھوڑے ہانکنے والا راہب اور دونوں راہبائیں ربیعہ کو لے کر نیچے اتر گئیں۔ کلیسا کے
سے کئی راہب بھاگتے ہوئے آئے تھے انہوں نے گھوڑوں کو علیحدہ کیا۔ بگھی انہوں نے

کھڑی کی اور گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گئے تھے۔

یوحنا سب کے ساتھ کلیسا میں داخل ہوا اور اپنے اوطاق کے سامنے رکتے
ہوئے اس نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ میرا حجرہ ہے۔ دائیں طرف اس سے ملحق
اوطاق میں ان دونوں راہباؤں کے ساتھ تم رہو گی۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں
قابلِ اعتبار ہیں۔ بلکہ تم یوں کہہ سکتی ہو اس کلیسا کا ہر فرد قابلِ اعتماد ہے۔ اب تم ان کے
ساتھ اپنے اوطاق میں چلی جاؤ اور آرام کرو۔ جب تک میں نہ کہوں اوطاق سے باہر نکلنے
کی ضرورت نہیں۔ یوحنا اپنے حجرے میں داخل ہو گیا اور وہ دونوں راہبائیں ربیعہ کو لے
کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہو گئی تھیں۔ وہ راہب جو بگھی کے گھوڑوں کو ہانک کر
لایا تھا۔ آگے بڑھ گیا تھا۔

دوسرے روز ابھی اندھیرا ہی تھا کہ الماس اپنے سفر پہ روانہ ہونے کی تیاری کر چکا
تھا۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اس نے زبیر کے کمرے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی ردِّ عمل
نہ پا کر الماس نے دروازہ پیچھے دھکیلا تو دونوں پٹ کھل گئے۔ دروازے کو اندر سے زنجیر
نہیں لگی تھی۔ الماس جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا۔ کمرے کی دائیں دیوار کے ساتھ
زبیر اور سعد دونوں باپ بیٹا ایک ہی بڑی چٹائی پر نماز ادا کر رہے تھے۔

الماس خاموش کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ جب دونوں باپ بیٹا دعا مانگ کر اٹھے، تو
الماس نے مغموم اور المیہ سی آواز میں کہا۔ آقا! مجھے اب رخصت ہونے کی اجازت دیجیے۔
زبیر خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ تاہم سعد بڑی بیقراری اور اضطراب سے الماس
کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زبیر تھوڑی دیر کے لیے ساتھ والے کمرے میں چلا گیا۔ جب وہ لوٹا
اس کے ہاتھ میں موٹے کپڑے کی نقدی کی ایک خریطی تھی۔ الماس کے پاس آ کر زبیر نے
نقدی کی وہ تھیلی اسے تھماتے ہوئے کہا۔ یہ اپنے پاس رکھو۔ اس طویل سفر میں یہ تمہارے کام
آئے گی۔ اب تم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ خداوند لازوال و عظیم تمہاری نصرت کرے گا۔
الماس نے نقدی کی وہ تھیلی جو زبیر نے اس کی طرف بڑھائی تھی لے لی تھی۔ پھر وہ واپس مڑا اور
تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الماس بابِ روطہ میں سے بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ شہر سے باہر نکلا
وقت بقال اور دوسرے قصباتی لوگ سبزیاں اور دوسرا سامان لے کر شہر میں داخل ہو رہے
ان کی بھیڑ میں الماس بھی باہر نکل گیا اور کسی نے اس سے کوئی سوال نہ کیا تھا۔

شہر سے نکل کر وہ اس مٹیالی پگڈنڈی پر چلتا رہا جو جنگل کی طرف جاتی تھی جب
ایک میل کا فاصلہ طے کر چکا تو اسے اپنے سامنے ایک راہب دکھائی دیا جو ایک توانا
سُرخ گھوڑے پر سوار تھا۔ الماس کے پاس سے گزرتے ہوئے اس راہب نے سرگوشی میں کہا
تمیم ——— الماس نے بھی دھیمی آواز میں جواب دیا بن صالح ! راہب گھوڑے سے کود
اور الماس کے نزدیک آ کر گھوڑے کی باگ اس نے الماس کو تھماتے ہوئے کہا۔ اپنے سفر پر
ہو جاؤ۔ خدا تمہاری مدد کرے گا ——— اتنا کہنے کے بعد راہب شہر کی طرف چل پڑا
اس گھوڑے پر سوار ہُوا۔ رکاب میں اپنے دونوں پاؤں جما کر اس نے گھوڑے کی ایڑ لگائی
گھوڑا جنوب مغرب کے رُخ پر جنگل کی طرف جانے والی اس باریک پگ ڈنڈی پر دھول
ہُوا بھاگ رہا تھا۔

پچھلے دو دن سے برف باری ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان کسی ان جانے
میں محو فغاں ہوں۔ ہر طرف برف ہی برف ہو گئی تھی جس سے ٹکراتی ہوئی تیز ہوائیں
وچوں میں سنکناتی پھر رہی تھیں۔ ربیعہ کو ایک راہبہ کی حیثیت سے کلیسا میں رہتے ہوئے
روز گزر چکے تھے۔ اسے بڑی بے تابی سے تمیم کی آمد کا انتظار تھا ——— تمیم ——— ؟
کا امین جاں تھا۔ اس کی بضاعت و فرحات اور موج و منشا تھا۔ وہ ہر روز شام
ت آسمان کے روشن ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے رب کے حضور تمیم کے آنے
ائیں مانگتی لیکن اس کی تسلی نہ ہوتی۔ صرف فضا میں دن بھر کے تھکے ہارے پرندے غم
آوازوں میں بولتے ہوئے گزرتے اور دھندلکوں میں کھو جاتے۔ وہ بیٹھی ان کی آوازیں
اور انہیں دیکھتی رہتی تھی۔ کلیسا کی زندگی اس کے لیے ایک اسیر کی زندگی جیسی تھی۔

ایک روز عشاء کے بعد راہب یوحنا سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس کے کانوں میں
بھیانک مہیب جگر پاش اور بیاباں گردسی نسوانی آواز سنائی دی۔ راہب بدحواسی
لک کر اپنے اوطاق کے دروازے کی طرف بھاگا۔ وہ پہچان گیا آواز ربیعہ کی تھی اور اس
کی چیخ سنائی دی تھی جیسے کسی نے اسے کُند چھُری سے ذبح کر دیا ہو۔

یُوحنا بھاگتا ہُوا باہر نکلا اور ساتھ والے حجرے کے دروازے پر دستک دی۔ کمرے
در راہباؤں کی ایسی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں جیسے وہ ربیعہ کو تسلّی دے رہی ہوں۔
نے سخت آواز میں کہا ——— دروازہ کھولو۔

جب ایک راہبہ نے دروازہ کھولا تو یوحنا نے ڈانٹ کر پوچھا کیا ہُوا ؟ راہبہ نے
طرف اشارہ کرتے ہوئے بدحواسی میں کہا۔ ہم ربیعہ کی چیخ پر اٹھی تھیں، وہ ابھی تک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بے حواس و پریشان اپنے بستر پہ بیٹھی ہے اور نہیں بتاتی کہ اسے کیا ہوا ہے۔ راہب آگے بڑھ کر ربیعہ کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے اس نے بڑی لطافت و نرمی سے پوچھا۔

ربیعہ! ربیعہ! کیا ہوا میری بہن!

ربیعہ سنبھلی اور اپنی گھائل و مجروح سی آواز میں کہا۔ مقرب راہب میں نے ایک دیکھا ہے۔ بڑا بھیانک خواب ——— یوحنا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ تم یہ خواب کس کے متعلق دیکھا۔ ربیعہ نے اپنی ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا ——— تمیم کے متعلق

یوحنا نے پیار سے ربیعہ کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اپنے خواب کی تفصیل کہو۔ شاید تمہیں اس کی تعبیر بتا سکوں۔ ربیعہ نے چند ثانیے اپنے آپ کو جمع کیا پھر اس نے کہنا شروع

میں نے دیکھا ایک بے حد تاریک اور گھنا جنگل ہے اور تمیم اس جنگل کے اپنا سفید گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا ہے اس کے کپڑے خون آلود ہیں اور کئی سوار اپنے ہاتھوں ننگی تلواریں لیے اس کا تعاقب کر رہے ہیں لیکن تمیم اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا ہے۔ پھر گھنے جنگل سے نکل کر تمیم ایک کھلے میدان میں داخل ہوتا ہے جس کے اندر برف ہی برف ہے۔ اس کے ہانپتے ہوئے گھوڑے کے منہ سے دھوئیں کی مانند سانس نکل رہا ہے اور وہ ننگی تلوار فضا میں لہرا لہرا کر گھوڑے کو اور تیزی سے بھاگنے پر مجبور کر رہا ہے۔ پھر تمیم میدان سے نکل کر اس کلیسا کے پاس نمودار ہوتا ہے۔ اچانک اس کا گھوڑا فضا میں اڑنے ہے۔ پھر تمیم اپنے گھوڑے سمیت کلیسا کے سب سے اونچے کلس سے ٹکرا جاتا ہے کا وہ کلس ریزہ ریزہ ہو کر گر جاتا ہے لیکن تمیم مجھے کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ نہ جانے وہ کھو جاتا ہے۔

یوحنا چند ثانیوں تک اپنا سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس کے جوان لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ بے حد معصوم اور پاکیزہ مسکراہٹ۔ ساتھ ہی اس نے خیالات میں ڈوبا ربیعہ کو چونکاتے ہوئے کہا۔

ربیعہ! ربیعہ! تم خوش قسمت ہو میری بہن عنقریب تم دیکھو گی۔ تمیم یہاں آ کر یہاں سے نکال کر بحفاظت قلعہ بلوط لے جائے گا۔ کلیسا کے کلس کا ریزہ ریزہ ہو کر

اس کی علامت ہے کہ تمیم دشمنوں کو کاٹتا ہوا تمہیں یہاں سے نکال لے جائے گا۔ ربیعہ نے اس پہلو سے ہٹتے ہوئے کہا۔ مقرب راہب! یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ کیا آپ مجھے صحن میں تھوڑی دیر چہل قدمی کی اجازت دیں گے۔ یوحنا نے بڑی پدرانہ شفقت سے کہا۔ باہر تیز برف باری ہو رہی ہے تمہیں سردی ہو جائے گی۔ ربیعہ نے بڑی بے چینی سے کہا۔ اگر اس وقت صحن میں کوئی ایک خطرہ نہیں تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں میں جلدی لوٹ آؤں گی ——— یوحنا مان گیا اور دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ باہر آ جاؤ۔ میں بھی صحن میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔

ربیعہ اور طاق سے نکل کر راہب کے ساتھ کلیسا کے صحن میں آئی۔ فضا میں ابھی تک برف گر رہی تھی ——— شہر کے دریچے مقفل اور گلیاں کوچے سنسان تھے۔ تیز ہوا کے بے نشان جھونکے شہر کی عمارتوں سے ٹکرا کر چیخ چلا رہے تھے۔ فضا میں ایک بدیسی سی خوشبو اُڑ رہی تھی اور سسکیاں لیتی ہوئی ہوا کے سنگ جھومتے ہوئے درخت فطرت کے ان نا سرائیدہ مزمور کو جنم دے رہے تھے جو دل میں رنگین سا رس گھول دیں۔

ربیعہ نے ابھی صحن کے تین چکر ہی لگائے تھے کہ کلیسا کے بیرونی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ ربیعہ نے چونک کر اپنے قریب کھڑے راہب سے کہا۔ دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہے۔ کیا مجھے اندر چلا جانا چاہیے۔ راہب کچھ کہنے والا تھا کہ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔ کلیسا سے ایک راہب بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ یوحنا نے ربیعہ سے کہا ——— تمہیں اندر جانے کی ضرورت نہیں ہے ربیعہ! میرا دل کہتا ہے وہ آ گیا ہے ربیعہ! وہ آ گیا۔ تمیم بن صالح آ گیا ہے۔ اس کی دستک کا انداز میرے لیے شناسا سا ہے۔ خدا کی قسم اس کے بدن کی خوشبو یہاں تک مجھے آ رہی ہے۔

جو راہب دروازہ کھولنے گیا تھا اس نے دروازے سے منہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ کون ہے؟ باہر سے کسی کی بھاری اور اسرار خیز آواز سنائی دی۔ دروازہ کھولو! راہب نے پھر پوچھا۔ تم یہ کیوں نہیں بتاتے تم کون ہو۔ باہر سے پھر کسی کی آواز سنائی دی۔ میں ایک بھولا بھٹکا اور ویرانہ نورد مسافر ہوں۔ تم دروازہ کھولو میں راہب یوحنا سے ملنا چاہتا ہوں۔ راہب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ صحن سے یوحنا کی کڑکتی ہوئی آواز آئی۔ وہ دروازہ کھولنے والے راہب سے ڈانٹنے کے انداز میں مخاطب ہوا تھا۔ دروازہ کھول دو۔ خدا کی قسم جس شخص کو تم نے باہر روک رکھا ہے وہ اس دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے دروازہ کھولو اور اسے اندر آنے دو۔ یقیناً وہ پاؤں سے ننگا ہوگا اور اس برف باری میں سردی محسوس کر رہا ہوگا۔

راہب نے دروازہ کھولا اور تمیم اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اندر داخل ہوا۔ تمیم کو دیکھتے ہی ربیعہ کے چہرے پر ایک طرفہ، نرالی اور انوکھی تاثیر و دلکشی بکھر گئی تھی۔ اس کا دل جست و پرواز کر رہا تھا۔ اس کی حالت سے یوں لگتا تھا جیسے وہ سیلِ نور و نغمہ بن کر بہہ نکلے گی۔ جس راہب نے دروازہ کھولا تھا وہ تمیم سے گھوڑا لے کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا اور تمیم صحن کی اس جانب آیا جہاں یوحنا اور ربیعہ کھڑے تھے۔ راہب نے آگے بڑھ کر تمیم کو گلے لگاتے ہوئے کہا میں جانتا تھا تم ضرور آؤ گے۔ تمیم سے علیحدہ ہوتے ہوئے یوحنا نے ربیعہ سے کہا۔

ربیعہ! میری بہن! تم تمیم کو میرے اوطاق میں لے جاؤ۔ میں اس کے کھانے اور آرام کا بندوبست کرتا ہوں۔ تمیم خود ہی یوحنا کے حجرے کی طرف چل دیا اور ربیعہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ تمیم اوطاق میں جلتے ہوئے آتش دان کے پاس کھڑا ہو کر اپنے ننگے اور بھیگے پاؤں کو گرم کرنے لگا تھا اور ربیعہ اس کے سامنے آنکھیں جھکائے دروازے میں انگلی دبائے کھڑی تھی۔

تمیم نے نگاہیں بھر کر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ پھر بڑی میٹھی آواز میں اس نے اسے پکارا ربیعہ! ربیعہ! ——— ربیعہ بچاری نے منہ سے کچھ نہ کہا بھاگ کر وہ آگے بڑھی تمیم سے لپٹتے ہوئے اپنا سر کچھ ایسے سکون کی خاطر تمیم کے شانے پر رکھ دیا تھا جس طرح کوئی دھیچل کوہی ندی سمندر میں گر کر آسودگی داماں سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

ربیعہ نے کچھ سوچا اور علیحدہ ہوتے ہوئے اس نے اپنی سحر مزامیری جیسی آواز میں تمیم سے کہا۔ آپ برف باری سے آئے ہیں۔ بستر میں بیٹھ کر توشک اوپر لے لیں۔ تمیم سحر زدہ ہو کر یوحنا کے بستر پر بیٹھ گیا۔ ربیعہ نے تمیم کی سفید بھیڑ کے چمڑے کی وہ پوستین جو وہ پہنے ہوئے تھا اور جس پر برف کے گالے پڑے تھے اتروائی اور اسے ایک طرف لٹکا دیا۔ پھر وہ تمیم کے قریب بیٹھ گئی اور اپنی عبا سے تمیم کے بھیگے ہوئے ٹھنڈے پاؤں پونچھنے لگی ——— تمیم نے اپنے پاؤں کھینچ لینا چاہے لیکن ربیعہ نے اس کے پاؤں مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیجیے کہ مجھے ایک ایسے مجاہد کی خدمت کا موقع مل رہا ہے جس پر ہزاروں مشرق و مغرب قربان کیے جا سکتے ہیں۔ تمیم کے پاؤں صاف کرنے کے بعد ربیعہ پھر بولی۔ پاؤں اوپر کر کے توشک لے لیں۔ تمیم نے پاؤں اوپر کر کے اپنے آپ کو اچھی طرح توشک میں چھپا لیا تھا۔

یوحنا واپس آیا اس کے ساتھ دو اور راہب بھی تھے جن میں سے ایک کھانا اور دوسرا تمیم کے لیے بستر اٹھائے ہوئے تھا۔ یوحنا نے ربیعہ سے کہا۔ ربیعہ! وہ کونے میں پڑی چارپائی میرے بستر کے ساتھ لگاؤ اور اس پر تمیم کا بستر بچھا دو۔ اس نے راہب سے بستر لے کر ربیعہ کو تھما دیا۔ دوسرے راہب سے کھانا لے کر یوحنا نے تمیم کے سامنے رکھا ہی تھا کہ کلیسا کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ تمیم اور ربیعہ نے ایک ساتھ چونک کر یوحنا کی طرف دیکھا یوحنا ان کی نگاہوں کے منشا و نفسانیت کو جان گیا تھا۔ لہذا اس نے مسکراتے ہوئے کہا خطرے کی کوئی بات نہیں تم دونوں طمانیت و اطمینان رکھو۔ اس کلیسا کے اندر تم دونوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر یوحنا نے ایک راہب سے کہا۔ جاؤ دیکھو دستک دینے والا کون ہے۔ وہ راہب اوطاق سے سر جھکاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ تمیم کھانا کھانے لگا تھا۔ یوحنا نے تمیم سے پوچھا کیا تمہیں علم ہے ربیعہ پر کیا بیتی ہے۔ جو کی روٹی کا لقمہ توڑتے ہوئے تمیم نے کہا۔ الماس نے مجھے سب حالات بتا دیے ہیں۔ پھر اب تمہارا کیا خیال ہے۔ جس طرح آپ کہیں گے کر لوں گا فرمایا کل صبح ہی راہبوں کے بھیس میں یہاں سے تم دونوں کے کوچ کا بندوبست کرتا ہوں۔ تمیم جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ وہ راہب لوٹ آیا جو دروازہ کھولنے گیا تھا اس کے ساتھ ایک اور راہب بھی تھا جس نے یوحنا کو دیکھتے ہی تکریم و تعظیم کے انداز میں اپنے سر کو ذرا سا خم کرتے ہوئے کہا۔

سیدی! باہر آئیے! میں ایک بڑی خبر لے کر آیا ہوں۔ یوحنا نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کہا یہیں کھڑے کہہ دو۔ اس نو وارد راہب نے بڑے دکھ سے کہا۔ رابرٹ گوسکارڈ نے زبیر اور سعد کو قتل کرا دیا ہے۔ پچھلے کئی روز سے وہ ان دونوں باپ بیٹے سے ربیعہ کے متعلق

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پوچھ رہا تھا لیکن ان دونوں کا یہی موقف تھا کہ ہمیں نہیں خبر ربیعہ کہاں ہے - وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور ہم نہیں جانتے وہ کہاں چلی گئی ہے - قتل کا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر وہ راہب واپس چلے گئے تھے - تمیم کھانا کھانا بھول گیا تھا - ربیعہ بیچاری ہچکیاں اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی تھی - تمیم اور یوحنا اسے تسلی و تشفی دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

○

آسمان پر صبح کی جھلملیاں عیاں ہو رہی تھیں - جھٹپٹے کے وقت رزق کی تلاش میں نکلنے والے طیور کے سرود سحر اور نغموں میں ایک دلگدازی اور غم آگیں تاثیر تھی - برف باری تھم گئی تھی تاہم آسمان ابھی تک ابر آلود تھا - کلیسا انطاکی سے دو گھوڑوں کی ایک بگھی نکلی گھوڑوں کو ہانکنے والا وہی راہب تھا جو پچھلی رات زبیر اور سعد کے قتل ہونے کی خبر لے کر آیا تھا - بگھی کے اندر راہب یوحنا بیٹھا ہوا تھا - بگھی کے پیچھے پیچھے دو گھوڑے تھے - جن میں سے ایک پر ایک گھوڑا تھا جس پر وہ خود راہب کے لباس میں بیٹھا ہوا تھا - دوسرے گھوڑے پر ربیعہ تھی وہ بھی ایک راہبہ کا لباس پہنے ہوئے تھی اس نے نقاب سے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا - اس کا چہرہ اداس اور آنکھیں سرخ ہونے کے علاوہ سوجھی ہوئی تھیں شاید وہ اپنے باپ اور بھائی کے غم میں ساری رات روتی رہی تھی -

گھوڑوں کو ہانکنے والا راہب درمیانہ روی سے بگھی کے گھوڑوں کو ہانکتا ہوا اسے شہر کے دروازے باب البحر کی طرف جا رہا تھا - تھوڑی دور اور آگے جا کر اس راہب نے بگھی کا پردہ ہٹا کر بگھی کے اندر بیٹھے ہوئے یوحنا سے پوچھا - آقا ! باب البحر آگیا ہے ، یوحنا نے ایک رازدارانہ سرگوشی کی - بگھی کو شہر کے دروازے سے باہر نکال کر روک دو - اگر پہریدار بگھی کو باہر جانے پر مزاحمت کریں - تو تم جہاں وہ کہیں وہیں بگھی کو روک دینا - اس سے آگے رونما ہونے والے حالات کو میں خود سنبھال لوں گا ———— پہریداروں نے کوئی مزاحمت نہ کی تھی اس راہب نے بگھی کو باب البحر سے باہر روک دیا - تاہم چار پہریدار بگھی کی طرف بڑھے تھے شاید اس نیت سے کہ وہ بگھی کی تلاشی لیں - تمیم اور ربیعہ اپنے گھوڑے ایک دوسرے سے ملا کر بگھی کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے -

پہریدار جب بگھی کے نزدیک آگئے تو یوحنا بڑے طمطراق اور بالغانہ و بزرگانہ ادا کے ساتھ بگھی سے نیچے اتر گیا - اس کے گلے میں معمول کے مطابق سنہری صلیب لٹک رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں انجیل تھی - پہریدار راہب یوحنا کو دیکھ کر جہاں تھے وہیں ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے - کسی نے بھی آگے بڑھنے کی جرات نہ کی تھی - انہوں نے اپنی گردنوں کو خم کرتے ہوئے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور دوبارہ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے -

پہریداروں کو نظر انداز کرتے ہوئے یوحنا تمیم کی طرف بڑھا - تمیم نے اپنے گھوڑے سے اتر جانا چاہا لیکن یوحنا نے اشارے سے اسے بیٹھے رہنے کو کہا - قریب آ کر یوحنا نے انجیل کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے کہا -

سنو نوجوان راہب ! مسیحیت کی تبلیغ کے جس مکرم و اہم فرض پر تم روانہ ہو رہے ہو اس کا بدلہ تمہیں مقدس مریم کا خداوند دے گا - سنو ! جس طرح یسعیاہ نبی نے لوگوں کو پکار پکار کر خداوند کی یہ تعلیم دی تھی کہ -

” بیابانوں میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو - اس کے راستے سیدھے کرو - ہر ایک گھاٹی بھر دی جائے گی اور ہر ٹیلہ ہموار کر دیا جائے گا جو ٹیڑھا ہے سیدھا اور جو اونچا نیچا ہے ہموار کر دیا جائے گا اور یہ کہ ہر فرد خدا کی نجات کو دیکھے گا “

سنو نوجوان راہب ! جس طرح یسعیاہ نبی نے خدا کے اس حکم کی صرف تبلیغ ہی نہ کی تھی اس پر خود عمل بھی کیا تھا - اس طرح تم لوگ بھی بستی بستی ، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں گھوم کر عیسائیت کی تبلیغ اور اس پر عمل کر کے یسوع کے پیغام کو گمنام گوشوں تک بھی پہنچا دو -

یاد رکھو ! اس ! ... ابلیس کئی روپ بدل کر تمہارے سامنے حائل ہو گا - بالکل اسی طرح جیسا کہ اس نے یسوع کو بھٹکانے کی کوشش کی تھی - جب کہ وہ خدائی احکامات سے لبریز ہو کر دریائے یردن کی طرف سے لوٹے تھے اور خداوند کی ہدایت پر انہیں چالیس روز تک دشت و بیابان میں زندگی بسر کرنا تھی - تو سنو ! اس بیابان میں یسوع کے پاس ابلیس آیا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - اگر تو خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے - یسوع

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے کہا ۔ انسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا ۔

راہب یوحنا رُکا ۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور دوبارہ وہ نابغہ روزگار کی طرح کہتا چلا گیا ۔ میرے عزیز راہب سنو ! پھر ابلیس یسوع کو ایک کوہ کی سب سے بلند چوٹی پر لے گیا اور وہاں اس نے یسوع کو دُنیا کی ساری سلطنتیں پل بھر میں دکھا دیں اور اس سے کہا کہ اگر تم مجھے سجدہ کرو تو ان سلطنتوں کی ساری شوکت و شان مَیں تمہیں بخش دوں تو یسوع نے کہا سجدہ تو صرف خدا کے لیے ہے ۔

سارے رومن سپاہی ہاتھ باندھے بڑے مؤدب ہو کر راہب یوحنا کا وعظ سُن رہے راہب یوحنا کی آواز میں ایک میٹھا درد اور حلاوت آمیز ایک پکار تھی ۔ یوحنا چند لمحوں کے بعد پھر بولا ـــــــ جانتے ہو پھر کیا ہُوا ۔ ابلیس مریمؑ کے مقدّس فرزند کو یروشلم لے اور ہیکل کے سب سے اُونچے کنگرے پر کھڑا کرتے ہُوئے کہا اگر تو خُدا کا نبی ہے تو اپنے آپ کو اس ہیکل سے نیچے گرا دو ، اگر تو سچا ہے تو تیرا خدا تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا تیری حفاظت کریں ۔ تو یسوع نے اس سے کہا اے بھٹکی ہوئی ناری رُوح ! تو اپنے خدا کی آزمائش نہ کر ۔ اس طرح ابلیس یسوع کو بھٹکانے میں ناکام رہا اور اس سے روٹھ کر چلا گیا یسوع اپنے خدا کی قوت سے بھرا ہوا گلیل کو لوٹا اور سارے عبادت خانوں میں اس نے اپنے خدا کی تعلیم اور اس کی بڑائی بیان کرنا شروع کر دی تھی ۔

سنو راہب ! جس طرح یسوع نے ابلیسی خواہشات کو ٹھکرا کر خداوند کی حمد کے الاپے تھے اسی طرح تم لوگ بھی معبدوں ، ہیکلوں اور مسجد و کلیساؤں میں جا کر خلوصِ نیت سے تبلیغ کرو ۔ اپنے عمل و اخلاق سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور مسیحیت کو صقلیہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلا دو "

راہب خاموش ہو گیا ۔ پھر اس نے تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا تمہیں تبلیغی سفر پر روانہ کرتے وقت مَیں بھی تمہارے ہمراہ چند قدم پیدل چلنے کی سعادت حاصل کر لوں ۔ یوحنا تمیم اور ربیعہ کو لے کر آگے بڑھنے لگا ۔ جب وہ پہریداروں سے ذرا دُور ہو گئے تو یوحنا نے تمیم سے سرگوشی کی ۔

یہاں سے تین میل آگے جا کر کسی مناسب جگہ تم دونوں راہبوں کا یہ لباس اُتار کر اپنے دوسرے کپڑے پہن لینا اور اس لباس کو زمین کے اندر دفن کر دینا ۔ اگر تم دونوں کو کسی نے عام لباس میں گرفتار کر لیا تو میں تم دونوں کی رہائی کے لیے قوت آزمائی کر سکتا ہوں اور اگر تم دونوں راہبوں کے لباس میں گرفتار ہو کر پہچانے گئے تو تمہارے ساتھ مَیں بھی وحشی نارمنوں کی گرفت میں مجبور و بے بس ہوں گا ۔ یاد رکھو ! اگر نارمنوں کو یہ خبر ہو جائے کہ راہب یوحنا اپنے ظاہر اور باطن میں کس قدر عمیق اور قعر کا تفاوت رکھتا ہے تو قسم مجھے رب ذوالجلال کی وہ مجھے انطاکی کلیسا کے سب سے اونچے کلس سے لٹکا کر مصلوب کر دیں گے اور آئندہ صقلیہ کے اندر سارے کلیساؤں پر ان کا اعتماد ختم ہو جائے گا ۔

سنو ! راستے میں تمہیں جب رسد و خوراک کی ضرورت محسوس ہو تو ایسی سراؤں کا رُخ کرنا جو الگ تھلگ اور دُور افتادہ ہوں وہاں تم دونوں کو کوئی پہچاننے والا نہ ہو گا ۔ کیونکہ رابرٹ گوسکارڈ نے اپنے سارے سپاہیوں کو ربیعہ کی شکل اور حلیے سے آگاہ کر رکھا ہے ۔ اور اس کی گرفتاری پر اس نے ایک بھاری رقم کے انعام کا لالچ بھی دے رکھا ہے ۔ اگر تم یہ محسوس کرو کہ دشمن تم دونوں کو پہچان گئے ہیں اور انہوں نے قلعہ بلوط کی طرف جانے کے لیے تمہارے سارے راستے مسدود کر دیئے ہیں تو کوہ ایرکس کے اس پار وادیٔ کریط کے ایک قصبے المغزیہ کا رُخ کرنا ۔ اس بستی سے ایک فرلانگ باہر ایک کلیسا ہے جس کے راہب کا نام فرلیس ہے وہ میرے خاص آدمیوں میں سے ہے ۔ تم میرے نام کی نسبت سے اسے اپنے پورے حالات کہنا وہ تم دونوں کی حفاظت کا بندوبست کرے گا ۔ سنو ! اس کلیسا کی پہچان یہ ہے کہ اس کا کلس سنہری اور اس کے اِرد گرد قسطل ، بندق اور ارزق کے اَن گنت اور گھنے درخت ہیں ۔ وہ راہب ایسا ہے کہ تمہارے حالات درست ہونے تک تمہیں اپنے ہاں پناہ دینے کی جرأت رکھتا ہے ۔ دو ماہ بعد مَیں بھی یہاں سے اپنے تبلیغی دَورے پر نکلوں گا ۔ تم رجب کے پہلے ہفتے سبت کے روز مجھے طبرین شہر کی اس شمالی سرائے میں ملو جس کا مالک ایک بوڑھا یونانی ہے وہاں مَیں تمہیں نارمنوں کے متعلق اہم خبریں مہیا کروں گا ۔ مَیں قلعہ بلوط یا قصریانہ میں بھی تم سے ملاقات کر سکتا ہوں کیونکہ وہاں عیسائی اور کلیسا دونوں ہیں ، اور مَیں ان کے حالات کا مشاہدہ کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دہاں جا سکتا ہوں لیکن اِن دِنوں مَیں خود ہی محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ اب تم جاؤ۔ مَیں تم دونوں کو خدا حافظ کہتا ہوں ——— راہب یوحنا واپس لوٹ گیا۔ تمیم اور ربیعہ اپنے گھوڑے جنوب کی طرف سرپٹ بھگانے لگے تھے۔

سُورج طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ بادل چھٹنا شروع ہو گئے تھے اور نیلگوں آسمان کہیں کہیں سے دکھائی دینے لگا تھا۔ چار میل کی مسافت طے کرنے کے بعد تمیم اور ربیعہ جب کوہ ایرکس کے پہاڑی سِلسلے میں داخل ہوئے تو تمیم نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ ربیعہ بھی رک گئی تھی۔ تمیم نے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ ربیعہ! یہاں لباس تبدیل کر لیں۔ پھر اس نے ایک قریبی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تم اس چٹان کے پیچھے جا کر لباس بدل لو۔ ربیعہ نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے اپنا لباس نکالا اور اس چٹان کی اوٹ میں چلی گئی۔

تمیم نے راہب کا لباس اُتار کر اپنے عام کپڑوں پر زرہ پہنی، سر پہ خود اچھی طرح جمانے کے بعد پشت پر اس نے تیروں سے بھرا ہوا ترکش کسنے کے ساتھ ساتھ اپنے کندھے کمان لٹکالی تھی۔ اتنی دیر تک ربیعہ بھی لباس بدل کر آگئی تھی۔ راستے سے ایک طرف ہٹ کر تمیم نے برف ہٹا کر زمین ننگی کی، اپنے خنجر اور کلہاڑے کی مدد سے اس نے وہاں ایک گڑھا کھودا اور راہبوں کے کپڑے اس گڑھے میں دبانے کے بعد دوبارہ وہ اپنے سفر پر روانہ ہوگئے تھے ———

کوہستانی سِلسلے میں سفر دشوار اور وقت طلب ہو گیا تھا اس لیے کہ برف باری سے راستے دب کر رہ گئے تھے اور برف کہیں سپاٹ اور کہیں اونچے نیچے سینے پر اپنی راہ کا تعین کرنا انتہائی مشکل ہو رہا تھا تاہم انہوں نے بڑی تیزی سے اپنا ... رکھا۔ آسمان اب ... ہو گیا تھا۔ دھوپ چڑھ آئی تھی اور ساتھ سرد، تیز اور طوفانی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی تھیں

شام سے ذرا پہلے وہ راستے سے ہٹ کر دائیں طرف ایک بستی کی سرائے میں داخل ہوئے سرائے جو کافی کھلے احاطے پر محیط تھی ایک گول اور صاف ستھری عمارت پر مشتمل تھی۔ تمیم ربیعہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار سرائے میں داخل ہوئے۔ ابھی وہ صحن کے اس طرف جہاں چھپر نما اصطبل بنا ہوا تھا اپنے گھوڑوں سے اُترنے ہی والے تھے کہ سرائے کے صحن میں بیٹھے ہوئے چند نارمن سپاہیوں میں سے ایک نے خوشی کے ملے جلے جذبات میں بڑے غور سے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا! میرے ہم جلیسو! اگر میری بصیرت و بینائی مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو نیلی آنکھوں والی یہ حسین ترین عرب لڑکی وہی ہے جس کی ہمارے حکمران رابرٹ گوسکارڈ کو تلاش ہے۔ یسوع مسیح کی قسم! اس حسین لڑکی کی آنکھیں، چہرہ اور حلیہ بالکل ایسا ہے جیسا ہمیں بتایا گیا ہے۔ آؤ، ان سے پوچھتے ہیں۔ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اگر یہ وہی لڑکی ہوئی تو یاد رکھو اسے گرفتار کر کے ہمیں اس قدر انعام ملنے کی توقع ہے کہ تم نے اپنی ساری زندگی میں اتنی بڑی رقم کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ آؤ، قبل اس کے کہ یہ ہم پر شبہ کر کے یہاں سے بھاگ جائیں، ہم انہیں پوری طرح اپنے جال میں جکڑ لیں۔ یاد رکھو! اس لڑکی پر کوئی آنچ نہ آئے اسے زندہ گرفتار کرنے میں ہی ہم سب کی بہتری ہے۔ اگر اسے کسی نے زخمی کیا تو رابرٹ اور اس کا بھائی راجر دونوں ہمیں کتوں کی طرح ذبح کر دیں گے۔ نارمن سپاہی اُٹھ کر تمیم اور ربیعہ کی طرف بڑھے تھے۔

گھوڑے سے اُترتے اُترتے تمیم رک گیا تھا اور کسی خون آشام اور آتش دہن درندے کی مانند وہ اِن نارمنوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ ڈھال اور دایاں اپنی بھاری تلوار کے دستے پر جا چکا تھا اور گھوڑے کو اچانک مہمیز لگانے کی خاطر اس نے اپنے پاؤں کو درست کر لیا تھا۔ اس کے اندر کا وحشی انسان اپنی پوری بے رنگی و نیرنگی کے ساتھ جاگ اُٹھا تھا۔ اور اس کے عمیق و پوشیدہ جنگجو جذبے اس کے سرخ چہرے پر خوب نمایاں ہو گئے تھے۔ ربیعہ نے بھی نارمنوں کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے بسی اور خوف زدہ لہجے میں کہا۔

تمیم! وہ نارمن ہمیں پہچان چکے ہیں۔ ربیعہ کی طرف دیکھے بغیر نارمنوں کو گھورتے ہوئے تمیم نے کہا۔ مَیں انہیں دیکھ چکا ہوں۔ تم بے فکر رہو ربیعہ! اپنے گھوڑے کو میرے بائیں طرف لے آؤ اور میرے ساتھ آہستہ آہستہ سرائے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھو۔ اس سرائے میں قیام اپنی موت کے نوشتہ پر مہر لگانے کے مترادف ہے۔ ربیعہ اپنا گھوڑا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم کے بائیں طرف لے گئی ۔ اب حملے کی صورت میں وہ تمیم کی آڑ میں چھپ کر محفوظ
نارمن قاطع الطریق کی طرح تمیم اور ربیعہ کی راہ روکتے ہوئے بولے ۔ ٹھہرو ! ا
دونوں یہاں سے بھاگ نہیں سکتے ہو ۔ یقیناً یہ لڑکی وہی ہے جس کی تلاش رابرٹ
کو ہے اگر تم اسے ہمارے حوالے کرکے جانا چاہو تو ہم تم پر ہاتھ نہ اٹھائیں گے ۔ و
رکھو اس سرائے کے صحن میں تمہاری لاش خون میں لت پت اور بے گور و کفن پڑی
تمیم نے اپنی بے اماں تیغ نیام سے کھینچتے ہوئے اپنی شوریلی اور غصیلی آواز
ہوئے کہا ۔ مشرق و مغرب کے رب کی قسم ! تم اس سے دگنا نارمن بھی ہوتے تو
تمہارے اندر سے یوں گزر جاتا جس طرح پتلی نوک کا کوئی تیر انسانی جسم سے اور بھ
کے اندر سے گزر جاتا ہے اس کے ساتھ ہی تمیم نے اپنے گھوڑے کی باگوں کو ایک جھٹکا
گھوڑا زمین پر پاؤں مارتے ہوئے ہنہنایا ۔ تمیم نے اسے ایک سخت مہمیز لگائی اور
پر کسی طوفانی موج کی طرح بے زنجیر، شوریدہ سر اور جنوں خیز ہو کر حملہ آور ہوا ۔
نارمنوں نے اس کے دائیں بائیں ہو کر دونوں طرف سے اس پر حملہ کرنا چ
صقلیہ کا وہ مجاہد رزم و رن کے سارے قاعدے اور کلیے جانتا تھا اس نے فوراً اپنے گھ
کو ایک گول چکر دیا اور پہلے ان دو نارمنوں کی گردنیں کاٹیں جو بائیں طرف سے اس
آور ہوئے تھے اس کے بعد وہ اپنے دائیں طرف ٹوٹ پڑا تھا اس کی تلوار نارمنوں پر یو
تھی جیسے ضرب پڑنے پر ان گنت نقارے گونج اٹھے ہوں ۔
اچانک تمیم چونک پڑا، دو نارمن ربیعہ کی طرف بڑھے تھے ۔ ربیعہ نے بھی
میں تلوار سونت لی تھی ۔ تمیم گھوڑے کو چکر دے کر ربیعہ کی مدد کے لیے مڑا ہی تھا کہ
نارمنوں نے اپنی تلواریں مار کر ربیعہ کے گھوڑے کی دو ٹانگیں کاٹ دیں تھیں ۔ ربیعہ
کود گئی تھی اور اس کا گھوڑا ایک طرف کو گر کر تکلیف اور درد کی شدت سے زمین
تھا ۔ تمیم ان دونوں نارمنوں کی پشت سے حملہ آور ہوا اور جس طرح انہوں نے گھو
ٹانگیں کاٹی تھیں ویسے ہی بے دردی اور ستم گری سے اس نے ان دونوں نارمنوں
کاٹ دیے تھے ۔

تمیم ربیعہ کی طرف بڑھا اپنی ڈھال اس نے زین سے لٹکا دی اور بایاں ہاتھ آگے بڑھا کر
اس نے پریشان اور بدحواس کھڑی ربیعہ کو شاہین کی طرح اُچک کر اپنے آگے زین پر بٹھا لیا اور اپنے
گھوڑے کو اس نے سرائے کے بیرونی دروازے کی طرف ایڑ لگا دی تھی ۔ اس دوران ایک نارمن
نے بھاگ کر سرائے کا دروازہ بند کرنا چاہا ۔ تمیم نے دُور ہی سے اپنے ترکش سے تیر نکال کر چلّے پر
چڑھا لیا اور تاک کر اس نارمن پر مارا ۔ نوکیلا تیر اس نارمن کی پشت سے دل کے پار ہو گیا تھا اور
وہ دروازہ بند کرنے سے قبل ہی زمین پر گر گیا تھا ۔ تمیم کا گھوڑا اس نارمن کو اپنے پاؤں تلے روندتا
ہوا سرائے سے باہر نکل گیا تھا ۔ سرائے کے اندر وہ نارمن جو اپنے ہتھیار کھولے بیٹھے تھے پوری طرح
مسلح ہو کر سرائے کے اصطبل کی طرف بھاگے تھے جہاں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے ۔ سرائے
سے نکل کر تمیم نے اپنے گھوڑے کو بائیں طرف موڑ کر ایک سخت ایڑ لگائی اور گھوڑا جنگل کی
اس ٹیڑھی پگڈنڈی پر جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی اور جس کی نشاندہی خاردار جنگلی جھاڑیاں کر
رہی تھیں سرپٹ دوڑ رہا تھا ۔

○

شام ہو گئی تھی ۔ فضاؤں میں تاریکی ——— گہری اور خاموش تاریکی اُفق تا
اُفق بکھر گئی تھی ۔ آسمان پر دوبارہ بادل گھر گھر آئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی
تمیم تیر کی طرح برف پر سنگلاخ چٹانوں کے اندر اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا ۔ دفعتاً تمیم نے
گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اسے روک لیا ۔ ربیعہ نے چونک کر پوچھا ۔ رُک کیوں گئے ہو تمیم !
نارمن ہمارا تعاقب کر رہے ہوں گے ۔ تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ سو رہی ہو کیا ۔ ذرا اپنے
سامنے تو دیکھو ۔ ربیعہ نے دیکھا سامنے ایک بہت بڑی چٹان ٹوٹ کر گری ہوئی تھی ۔ جس
سے راستہ مسدود ہو گیا تھا ۔
تمیم گھوڑے سے نیچے اُترا اور ربیعہ کو بھی سہارا دے کر اس نے نیچے اتار لیا ۔ بارش
اب لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی ۔ تمیم نے ایک ہاتھ میں گھوڑے کی باگ پکڑے رکھی اور دوسرے
ہاتھ سے اس نے ربیعہ کا بازو پکڑ لیا ۔ اس طرح وہ دونوں پیدل چلتے ہوئے گری ہوئی اس چٹان
کے اُوپر سے گزر گئے ۔ گری ہوئی چٹان کے اس پار جا کر تمیم اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا بالکل ایسے انداز میں جیسے وہ کسی چیز کو بڑے غور اور دھیان سے کر رہا ہو ۔ ربیعہ نے کوفت محسوس کرتے ہوئے پوچھا ۔ اب رُک کیوں گئے ہیں گھوڑے ادھر چلیں ورنہ تعاقب کرنے والے ہمارے سر پر آ سوار ہوں گے ۔

تاریکی میں تمیم نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ ادھر چلو پھر دونوں اس چٹان کے پاس آئے جس کا اُوپر کا کچھ حصہ فضا میں اُڑتی ہوئی چیل کی مانند صورت میں آگے بڑھا ہوا تھا ۔ دونوں اس چٹان کے نیچے جا کھڑے ہوئے ۔ تمیم نے پھر سے کہا ——— ربیعہ ! تم گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس چٹان تلے کھڑی رہو ۔ یہاں دونوں بارش سے محفوظ رہو گے ، ہیں ——— ربیعہ نے تمیم کی بات کاٹتے ہوئے اور آپ کیا کرنے لگے ہیں ——— میں ٹوٹی ہوئی اس چٹان کی اوٹ میں بیٹھ کر تعاقب کرنے والوں کا انتظار کرتا ہوں ۔ میں ان سے یہیں نمٹ لینا چاہتا ہوں ۔ ورنہ وہ ساری رات ہمارا تعاقب کرتے رہیں گے اور ہمارے لیے یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گا کہ ہم بارش میں صبح تک لگاتار سفر جاری رکھ سکیں ——— ربیعہ نے اپنا خدشہ اور اندیشہ کیا ۔ اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوئے پھر؟ ——— تمیم نے ہلکے سے اس کا شانہ دباتے کہا ۔ تم فکر مند نہ ہو ربیعہ ! میں ایسے آوارہ کتوں اور بکریوں کی چراگاہوں میں چرنے و سوروں سے نمٹنا اچھی طرح جانتا ہوں ۔ ربیعہ بچاری کوئی جواب نہ دے سکی اور خاموش ساتھ اس نے تمیم کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ لے لی تھی ۔ تمیم وہاں سے ہٹ کر ٹوٹی ہوئی کے پاس آیا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر وہ تعاقب کرنے والوں کا انتظار کرنے لگا تھا ۔

بارش اور تیز ہو گئی تھی ۔ آسمان پر برسی بوندوں سے بوجھل ابر ایک دو ٹکرا کر چنگاڑ رہے تھے اور بجلی کی تیز لہریں کسی زہریلے اور خونی اژدہے کی دو شا کی طرح بار بار کوند جاتی تھیں تمیم کو وہاں انتظار کرتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی وہ چونک پڑا ۔ اُسے گھوڑوں کے ہنہنانے اور نتھنے پھڑپھڑانے کی صدائیں سنائی دی چوکنا ہو گیا ۔ پھر اس کے کانوں میں ایسی آوازیں بھی پڑیں جیسے کچھ لوگ اپنے گھوڑوں کو بھگاتے اور شور کرتے آرہے ہوں ۔

تمیم نے کچھ سوچا اور چٹان سے اُتر کر اُدھر بھاگا جہاں ربیعہ گھوڑا پکڑے کھڑی تھی جب وہاں آیا تو ربیعہ نے بدحواس ہو کر پوچھا ۔ کیا ہوا ؟ ——— تمیم نے اپنے گھوڑے کی سے اپنا وزنی کلہاڑا اتارتے ہوئے کہا وہ آرہے ہیں ۔ تمیم کلہاڑا لے کر بھاگتا ہوا پھر اپنی پر جا کر بیٹھ گیا تھا ۔ اب اس کے دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں کلہاڑا تھا ۔ کندھے پر کی کمان اور پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش تھا جس کے ساتھ اس نے اپنی ڈھال ٹکا تھی ۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ٹوٹی ہوئی چٹان کے دوسری طرف آٹھ نارمن سوار آکر رکے ۔ دیر وہ وہاں کھڑے ہو کر وہ ٹوٹی ہوئی چٹان کو دیکھتے رہے ۔ پھر ان میں سے ایک نیچے اُترا اور برف پر کوئی چیز تلاش کرتے ہوئے اس نے چلا کر کہا ۔

اِدھر دیکھو یہ ان کے گھوڑے کے سموں اور ان دونوں کے پاؤں کے نشانات ہیں ۔ اپنے گھوڑے سے اُتر کر اس ٹوٹی ہوئی چٹان کو عبور کر گئے ہیں ۔ گو یہ نشانات بارش نے کافی مدہم کر دیئے ہیں پھر بھی پہچانے جا سکتے ہیں ۔ وہ زیادہ دُور نہیں گئے ۔ اگر ہم ہمت نہ ہاریں تو بہت جلد انہیں پکڑ سکتے ہیں ۔ چونکہ وہ دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہیں ۔ لہٰذا ان کے گھوڑے کی رفتار ہمارے گھوڑوں سے یقیناً کم ہو گی ۔ سارے نارمن نیچے اُتر گئے اور اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے وہ اس چٹان پر چڑھنے لگے تھے ۔

جب سارے نارمن آگے پیچھے چٹان کی چوٹی کے قریب آئے تو تمیم اپنی دھاڑتی اور ضرغام کی طرح چنگاڑتی ہوئی آواز میں اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ مارتے ہوئے اپنے کلہاڑے اور تلوار سے ان پر حملہ آور ہو گیا ۔ نارمن دہشت زدہ ہو گئے تھے اس لیے کس طرح سراسیمہ ان کی طرح جس پر گھات میں بیٹھا ہوا کوئی درندہ شب کی گہری تاریکی میں اچانک حملہ آور ہو ہو ۔ تمیم کی صدائے بازگشت برفانی فضا میں گونجتی ہوئی ماحول کو مہیب اور شب کو پُراسرار گئی تھی ۔ تمیم نے اچانک نعرۂ تکبیر بلند کرکے ایسا وحشت ناک ماحول پیدا کر دیا تھا کہ نارمنوں پر طاری ہو گئی تھی تمیم نے اپنے اس رویئے سے پورا فائدہ اُٹھایا اور نارمنوں کے سنبھلنے سے اس نے اپنی تلوار اور کلہاڑے سے اگلے چار نارمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ۔ دوسرے چاروں وقت تک سنبھل چکے تھے اور پیچھے ہٹ کر مستعد ہو گئے تھے ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم نے وہیں کھڑے کھڑے ایک پتھر اٹھایا اور ان میں سے ایک کی چھاتی پر پورے زور سے دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ڈھلوان کی طرف گر گیا۔ تمیم نے ایک بار پھر پتھر اٹھا کر جب دوسرے کو مارنا چاہا تو اس نے اپنے سامنے ڈھال کر لی۔ تمیم نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور تلوار کلہاڑے سے اس نارمن پر حملہ کر دیا جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ڈھال کر لی تھی۔ تمیم نے اس کا جسم بھی کاٹ دیا اور دائیں طرف ہٹتے ہوئے اس نے گرے ہوئے اس نارمن کو بھی چیر دیا جسے اس نے پتھر مارا تھا۔

زندہ بچنے والے دونوں نارمن ایک ساتھ باؤلے کتوں کی طرح تمیم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ پلک جھپکنے میں تمیم نے اپنا کلہاڑا اپنے پیچھے پھینک دیا اور ڈھال سنبھال کر وہ ان کے سامنے جم گیا تھا۔ وہ اپنی روح کے تہ در تہ پردوں میں مستور آتشی جذبے کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے جھپٹنے میں مرگِ آخریں پیغام تھا جیسے انجانے، گمنام اور ان دیکھے علاقوں کا کوئی پیامی کسی کو موت کی صدا دینے کو اٹھ کھڑا ہوا ہو اور حلقۂ زنجیرِ گراں کی طرح سخت حملوں سے اس نے ایک طوفان کھڑا کر دیا ہو۔

تمیم لڑتے لڑتے اس طرف ہٹ رہا تھا جہاں ٹوٹی ہوئی اس چٹان کے اندر ایک تین فٹ گہری دراڑ تھی۔ تمیم تیزی سے پیچھے ہٹا اور مڑ کر اس دراڑ کو پھلانگ گیا۔ نارمن یہ سمجھے وہ بھاگنے لگا ہے۔ لہٰذا وہ آگے پیچھے تمیم کے پیچھے بھاگے۔ جب ان میں سے ایک اس دراڑ کو پھلانگنے لگا تو دوسرے کنارے کی طرف سے تمیم اس کی طرف بھاگا اور اپنی ٹانگ لہرا کر پوری قوت سے اس کی چھاتی میں پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر اس دراڑ میں گر گیا تھا۔ تمیم نے کسی چنچل اور خونخوار چیتے کی طرح اس دراڑ کو پھلانگا اور دوسرے کنارے پر پریشان حال کھڑے نارمن پر حملہ آور ہوا۔ وہ تمیم کے حملوں کی تیزی کا سامنا نہ کر سکا اور خون میں نہا کر زمین بوس ہو گیا۔ آخری نارمن اس دراڑ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ تمیم کی تلوار اس کی گردن پر سے بھی گزر کر اسے خون میں تر کر گئی تھی۔

تمیم نے آگے بڑھ کر نارمن گھوڑوں میں سے ایک کو پکڑ لیا اور دوسروں کو اس نے پتھر مار مار کر بھگا دیا۔ اس گھوڑے کی باگ پکڑے جب وہ ربیعہ کے پاس آیا تو اس نے

...ن میں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اللہ کا احسان اور شکر ہے کہ آپ لوٹ آئے ہیں ورنہ ...مند ہو رہی تھی کہ نہ جانے کتنے نارمنوں سے مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ دھیرے دھیرے مسکراتے تمیم نے کہا۔ صرف آٹھ نارمن تھے۔ ربیعہ نے حیرت و استعجاب سے پوچھا پھر کیا ہوا۔ ...ے سب کو ختم کر دیا ہے۔ اب تم اس نئے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور رات بسر کرنے ...ے کوئی پہاڑی کھوہ یا غار تلاش کریں ورنہ تم اس سردی اور بارش میں سفر کرتے ہوئے ...ہو جاؤ گی۔ تمیم نے پہلے ربیعہ کو نارمنوں کے گھوڑے پر سوار کرایا اور پھر وہ اپنے گھوڑے ...وار ہو گیا۔ ربیعہ نے جب تمیم کے پیچھے پیچھے اس گھوڑے کو ایڑ لگائی تو وہ تمیم کے پیچھے پیچھے ...ے بجائے واپس بھاگ کھڑا ہوا۔ ربیعہ نے پوری قوت سے اس کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے ...ہاتھوں میں کر کے واپس موڑنا چاہا لیکن گھوڑا ایسا سرکش ثابت ہوا کہ وہ اپنے منہ کو جھٹکتا ہوا ...ہوئی چٹان کی طرف بھاگتا رہا۔ ربیعہ اپنی روتی ہوئی آواز میں شور کرنے لگی تھی۔

...تمیم بچاؤ! مجھے بچاؤ تمیم! یہ گھوڑا میری جان لے لے گا۔ تمیم بوکھلا کر چونک پڑا ...نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے پاؤں کی ایک سخت ضرب لگاتے ہوئے نارمنوں کے گھوڑے ...قب میں لگا دیا جو ربیعہ کو لے کر اب دھنستا ہوا اس ٹوٹی ہوئی چٹان پر چڑھ رہا تھا۔ تمیم ...ڑے نے نتھنے پھڑپھڑاتے اور منہناتے ہوئے اس تیزی سے تعاقب کیا تھا کہ چٹان کے ...بڑھنے سے قبل ہی تمیم نے اس گھوڑے کی باگیں پکڑتے ہوئے اسے رکنے پر مجبور کر دیا ...ربیعہ فوراً اس گھوڑے سے نیچے کود گئی تھی۔

تمیم بھی نیچے اترا اور اپنے گھوڑے کی باگ ربیعہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ تم میرے گھوڑے ...ہو اس پر میں خود بیٹھتا ہوں۔ ربیعہ نے تمیم کا بازو پکڑ کر منت کرتے ہوئے کہا۔ اس گھوڑے ...ر دو تمیم! یہ اتنا سرکش ہے کہ میں نے اسے موڑنے کی پوری کوشش کی لیکن اس نے ...کام نہ لیا۔ یہ تمہیں بھی لے کر واپس بھاگ جائے گا۔ تمیم نے ربیعہ کو اپنے گھوڑے پر بٹھاتے ...کہا۔ تم بیٹھو تو سہی میں دیکھتا ہوں یہ میرے ساتھ کیسی سرکشی کرتا ہے۔ خدا کی قسم یہ ایسا ...اگر میرے ساتھ چلے گا جس طرح یہ تمہیں لے کر واپس بھاگا تھا۔

تمیم نے اس گھوڑے کی باگیں پکڑ کر پہلے چٹان سے نیچے اتارا پھر وہ اس پر سوار ہو گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گھوڑا پھر پہلے کی مانند واپس بھاگنے لگا لیکن تمیم نے اس قوت سے اس کی لگام کھینچی تھی کہ گھوڑا ایک جگہ رک کر اور اپنی اگلی ٹانگیں اوپر اٹھاتے ہوئے۔ ہنہنانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ گھوڑے نے ابھی اپنی ٹانگیں نیچی نہ گرائی تھیں کہ تمیم نے اس کے منہ پر اپنی ڈھال دے ماری۔ پھر ایک دو تین کئی بار تمیم نے اس کے منہ پر ضربیں لگائیں۔ گھوڑا بری طرح ہنہنایا اور اس کے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

تمیم نے جب اسے واپس موڑا تو وہ گھوڑا اب کسی ضد اور باغی رویے کا اظہار کیے بغیر واپس مڑ گیا اور تمیم کے گھوڑے کا ساتھ دینے لگا تھا۔ تمیم نے ربعیہ کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ سیدھا ہوا ہے نا؟ ربعیہ بھی ہنس دی۔ پالا کس سے پڑا ہے۔ حنظلہ کے اس نوجوان سے جو طوفانوں سے لڑنے اور بجلیوں سے کھیل جانے کی جرأت و شجاعت رکھتا ہے؟ —— تمیم ہنس کر رہ گیا۔ دونوں اب اس پہاڑی سلسلے کے اندر گھوم پھر کر اپنے لیے بارش اور سردی سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش کرنے لگے تھے۔

دونوں پہاڑی سلسلے کے کافی اندر تک چلے گئے تھے۔ ایک جگہ تمیم نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اندھیرے میں اس نے اپنے سامنے دیکھا۔ ایک کوہی ندی شور کرتی اور بل کھاتی ہوئی کوہ ایرکس کے اندر دور تک بہتی چلی گئی تھی۔ رات کے وقت جبکہ بارش ہو رہی تھی فطرت کی ہر چیز خوابیدہ تھی اور فضا میں پرسکون خاموشی بکھری ہوئی تھی اس چنچل ندی کی چھوٹی چھوٹی اور انگڑائیاں لیتی ہوئی لہروں کی ریشمی چھپ چھپ کی آواز اس بیابان کے اندر کسی نو وارد اجنبی مسافر کے لیے فرحت و شادمانی کا پیغام دے رہی تھی۔ پہاڑوں کے اندر اس ندی کے کنارے تمیم اور ربعیہ جنوب کی طرف بڑھتے رہے۔ اچانک ایک جگہ رکتے ہوئے تمیم نے بائیں جانب اشارہ کر کے ربعیہ سے کہا۔ ربعیہ! ربعیہ! اِدھر دیکھو۔ ربعیہ نے دیکھا ایک چھوٹی سی غار تھی جس کی طرف تمیم اشارہ کر رہا تھا۔

دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اس غار میں داخل ہوئے جس کی چھت کافی اونچی اور فرش پتھریلا تھا۔ تمیم گھوڑے سے نیچے اترا۔ ربعیہ کو بھی اترنے میں اس نے مدد دی۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا اپنا بستر کھول کر غار کے ایک کونے میں ڈال دیا۔

پھر ربعیہ سے کہا۔ تم یہاں بیٹھو! میں نے راستے میں کافی خشک جھاڑیاں اور بیری کے ٹنڈ منڈ درخت دیکھے ہیں۔ میں انہیں کاٹ کر لاتا ہوں۔ آگ روشن کیے بغیر اس غار میں ہم رات بسر نہ کر سکیں گے۔ ہمارے پاس بستر بھی ایک ہے۔ دوسرا بستر اور کھانے کا سامان تمہارے گھوڑے کے ساتھ وہیں رہ گیا ہے اس غار میں رات کو بھوکا ہی رہنا پڑے گا۔ ربعیہ نے خوفزدہ ہو کر تمیم کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ میں یہاں اکیلی نہ رہوں گی۔ یہ غار پتہ نہیں کیسی ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔

تمیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ خاصی بزدل ہو۔ اچھا چلو میرے ساتھ۔ تمیم نے پہلے دونوں گھوڑوں کو ایک پتھر سے باندھ دیا۔ پھر اس نے اپنا کلہاڑا سنبھالا اور ربعیہ کا ہاتھ پکڑ کر غار سے باہر نکل گیا۔ پہلے انہوں نے اس کوہی ندی کے کنارے کنارے خشک اور لمبی لمبی ..... گھاس کاٹ کاٹ کر ایک بہت بڑا ڈھیر لگا دیا تھا۔ گو گھاس بارش سے گیلی ہو رہی تھی اور اس کے جلنے کے امکانات کم تھے پھر بھی وہ گھاس کاٹ کاٹ کر بڑے بڑے ڈھیر لگاتے جا رہے تھے۔ رات کی گہری تاریکی میں بے سروسامان وہ دو مسافر بے بضاعتی و بے فرجاتی کی حالت میں زندہ رہنے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ پہلے انہوں نے سارے گھاس کے گٹھے بنا کر غار میں منتقل کیے پھر وہ قریب کے ٹیلوں پر چڑھ کر جھاڑیاں کاٹتے رہے۔ ایک جگہ انہیں بیری کے دو موٹے موٹے سوکھے ہوئے درخت دکھائی دیے۔ تمیم نے ان دونوں درختوں کو جڑ کے قریب سے کاٹ دیا۔ ساری کاٹی ہوئی جھاڑیاں انہوں نے ان دونوں درختوں پر رکھ دیں اور باری باری دونوں ان کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے وہ غار میں لے آئے تھے۔

تمیم نے نارمن کے گھوڑے کی دونوں طرف کی خرجینوں میں ہاتھ ڈالا۔ ان میں سے ایک میں بوسیدہ سی ایک پوستین اور دوسری میں کپڑوں کے دو جوڑے تھے۔ تمیم نے ان کپڑوں کو جلا کے آگ روشن کی اور جلتے ہوئے ان کپڑوں کے اوپر ربعیہ نے گھاس ہاتھ میں پکڑ کر تھوڑی تھوڑی نیچے گرانا شروع کر دی۔ گھاس آہستہ آہستہ خشک ہو کر جلنے لگی تھی۔ جب زمین پر جلے کپڑوں اور گھاس سے تھوڑی سی آگ جمع ہو گئی تو تمیم نے گھاس کا ایک پورا گٹھا اٹھا کر اس پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر گھاس سلگتی رہی۔ پھر ایک دم آگ کا الاؤ بھڑک اٹھا اور شعلے غار کی چھت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرف لپکنے لگے تھے ۔

غار میں ایک دم بھیانک اور لرزا دینے والی چیخیں بلند ہونے لگیں پھر کوئی چیز بھاگتی ہوئی غار سے باہر نکل گئی تھی ۔ ربیعہ نے ایک رعشہ طاری کر دینے والی چیخ ماری ۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا گھاس کا گٹھا اس نے زمین پر پھینکا اور بھاگ کر تمیم سے لپٹ گئی ۔ وہ بے حد خوفزدہ ہو رہی تھی ۔ تمیم اس کی حالت پر مسکرا رہا تھا ۔ ربیعہ نے بے بسی سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ آپ ہنس رہے ہیں ؟ تو اور روؤں کیا ؟ ——— ربیعہ نے سرگوشی میں کہا یہ کیا ہے جو غار میں چیخی ہے ۔ تمیم اور زیادہ ہنس دیا وہ بیچارے تو خود ہم سے ڈر کر بھاگ گئے ہیں کیا تھے ؟ ——— گیدڑوں کا ایک جوڑا تھا ۔ ربیعہ نے علیحدہ ہوتے ہوئے بیزاری سے کہا

——— لعنت ہو ان پر میری جان ہی نکال دی تھی ۔

تمیم نے کچھ لکڑیاں بھی کاٹ کر آگ میں ڈال دی تھیں ۔ بیری کے دونوں درخت ٹکڑوں میں کاٹ کر اور جھاڑیوں کے علاوہ گھاس کو بھی اس نے آگ کے اردگرد پھیلا دیا تھا تاکہ خشک ہو جائیں ۔ پھر اس نے باہر سے بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر دروازے پر رکھنے شروع کر دیے ربیعہ نے حیرت سے پوچھا ۔ یہ کیا کرنے لگے ہیں ۔ تمیم نے ایک وزنی پتھر اُٹھا کر اندر لاتے ہوئے کہا ۔ غار کا منہ تھوڑا سا بند کرتا ہوں تاکہ کوئی جنگلی جانور اندر داخل نہ ہو اور اگر کوئی ہمیں تلاش کرتا ہوا غلطی سے اِدھر آنکلے تو وہ جلتے ہوئے الاؤ کی آگ نہ دیکھ سکے ۔ ربیعہ بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگی اور دونوں نے مل کر غار کا منہ تمیم کی کمر تک بند کر دیا تھا ۔ دونوں دیوار بنا کر الاؤ کے پاس آگئے تھے ۔ تمیم نے الاؤ کے پاس لگے ہوئے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ ربیعہ اب تم سو جاؤ ۔ ربیعہ نے فکر گیر لہجے میں کہا اور آپ ؟ ——— میں رات کو جاگ کر پہرہ دوں گا اس غار میں جنگلی جانور اور دشمن دونوں کا خطرہ ہے ۔ ربیعہ خاموش رہی ۔ تمیم نے وہ بوسیدہ پوستین جو اس نے گھوڑے کی خرجین سے نکالی تھی الاؤ کے قریب زمین پر رکھی پر بیٹھ کر وہ الاؤ میں لکڑیاں ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو گرم بھی کرنے لگا ۔ ربیعہ نے بستر پر لیٹ کر تھوڑی دیر تک میٹھی میٹھی نگاہوں سے اپنے قریب بیٹھے ہوئے تمیم کو دیکھتی رہی پھر وہ گہری نیند سو رہی تھی ۔

رات کے آخری حصے میں بارش تھم گئی تھی ۔ صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے ۔ نیلے آسمان پر بے صدا روشن ستارے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے ایک دوسرے کو الوداع ہونے کا پیغام دے رہے تھے اور مشرقی افق پر روشنی کی بسنتی لہریں سورج طلوع ہونے کی خبر سنا رہی تھیں ۔ آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے تمیم نے سر گھما کر ربیعہ کی طرف دیکھا وہ گہری اور پُرسکون نیند سو رہی تھی اس معصوم گڈریے کی طرح جو برگد کے ٹھنڈے اور گھنیر سایوں میں گہری اور خمار آلود نیند میں ڈوب گیا ہو ربیعہ کا خوشبو سے بوجھل جوان جسم کفِ صندلیں کی طرح خوشبو دے رہا تھا ۔

تمیم نے ایک بار اُٹھ کر غار سے باہر جھانکا ۔ پھر وہ واپس مڑا اور ربیعہ کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا ۔ ربیعہ ! ربیعہ ! اٹھو صبح ہو گئی ہے ۔ ربیعہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور آنکھیں ملنے لگی ۔ تمیم نے گھوڑے کی زین سے مشکیزہ کھولتے ہوئے کہا ۔ سورج طلوع ہو رہا ہے ۔ ربیعہ اٹھو اور کوچ کی تیاری کرو ۔ میں ندی سے تمہارے لیے پانی لاتا ہوں ۔ ربیعہ نے بستر ایک طرف پھینک دیا اور کھڑی ہوتی ہوئی بولی ۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں ۔ وہیں ہاتھ منہ دھو آؤں گی ۔

تمیم نے غار کے دروازے پر رکھے ہوئے پتھروں کی دیوار گرا دی اور دونو غار سے باہر نکلے ۔ ندی پر آکر دونوں نے پہلے وضو کیا اور وہیں گھاس پر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی ۔ دعا مانگنے کے بعد جب وہ دونوں فارغ ہوئے اور تمیم مشکیزہ پانی سے بھرنے کے لیے نیچے جھکا تو اس کی نگاہ اچانک سامنے اُٹھ گئی اس نے دیکھا جنگلی مینڈھوں کا ایک غول اپنے کھروں سے برف ہٹا ہٹا کر اس کے نیچے سے گھاس اور کائی کی جڑیں کھا رہا تھا ۔ تمیم نے سرگوشی کی ۔ ربیعہ ! ربیعہ ! ندی کے اس پار دیکھو ۔ ربیعہ نے ان جنگلی مینڈھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ یہ کیا ہیں ، تمیم ! دیکھو تو یہ کیسے خوب صورت ہیں ——— جنگلی مینڈھے ہیں ، میں سمجھتا ہوں قدرت ہمارے ساتھ ہے اور ہماری خوراک کا انتظام کر چکی ہے ۔

تمیم نے ترکش سے ایک تیر نکال کر اپنی کمان پر چڑھاتے ہوئے کہا ۔ تم یہیں بیٹھو ربیعہ ! ان میں سے ایک کا شکار کرتا ہوں ۔ تمیم نے آہستہ آہستہ ندی کو پار کیا اور جھک جھک کر وہ آگے بڑھتا رہا ۔ مناسب فاصلے پر جا کر وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور ایک بہت بڑے مینڈھے کو نشانہ بنا کر اس نے تیر چلا دیا ۔ تیر اس مینڈھے کی ران کو چیرتا ہوا نکل گیا ۔ درد کی شدت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے اس مینڈھے نے ایک خوفناک آواز نکالی' اس کے سارے ساتھی خوفزدہ ہوگئے اور چوکڑیاں بھرتے ہوئے ایک طرف بھاگ نکلے ۔ وہ مینڈھا بھی لنگڑا لنگڑا کر ایک طرف بھاگ نکلا لیکن اس کی رفتار دوسروں سے کافی سست تھی ۔ اتنی دیر تک تمیم دوسرا تیر بھی چلا چکا تھا جو اس کی دوسری ران میں پیوست ہوگیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا برف پہ گر گیا ۔

تمیم نے کمان کندھے سے لٹکا لی اور بھاگ کر آگے بڑھا ۔ اسے دیکھتے ہی اس مینڈھے نے اٹھ کر پھر بھاگنے کی کوشش کی لیکن زخمی ہونے کے باعث وہ پھر لڑکھڑا کر گر لیا ۔ اس بھاری بھرکم مینڈھے کو ایک جھٹکے کے ساتھ تمیم نے اٹھایا اور اپنی پیٹھ پر لاد لیا ۔ ندی کے دوسرے کنارے پر کھڑی ربیعہ تمیم کی کارگزاری دیکھ کر خوش ہو رہی تھی ۔

تمیم نے ندی عبور کی ۔ ربیعہ کے پاس آکر اس نے مینڈھے کو زمین پر لٹایا' اپنا خنجر نکالا اور ربیعہ کی مدد سے اس نے اسے ذبح کر ڈالا ۔ دونوں نے مل کر کھال اتاری اور اسے صاف کرکے غار میں لے گئے ۔ تمیم نے الاؤ کے اندر اور لکڑیاں ڈالیں ۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو دونوں نے مل کر گوشت بھون لیا ۔ بڑے سکون میں انہوں نے بھنا ہوا گوشت کھایا اور جو بچ گیا وہ تمیم نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لیا ——— بستر تہ کرکے تمیم نے گھوڑے کی زین سے باندھا ۔ پھر وہ غار سے باہر نکل کر سوار ہوئے اور ندی کے کنارے کنارے وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے ۔

⊙

اصل راہ سے ہٹ کر تمیم اور ربیعہ ندی کے کنارے کنارے آگے بڑھتے رہے ۔ کہیں رکے اور دم لیے بغیر وہ عصر تک سفر کرتے رہے ۔ اب ان کے بائیں طرف صرف ایک میل کے فاصلے پر ایرکس کا پہاڑی سلسلہ ختم ہو رہا تھا اور وادیٔ کریطہ کے وسیع میدان ان کے سامنے افق تک پھیلے دکھائی دے رہے تھے ۔ دونوں اسی طرح گھوڑے دوڑاتے ہوئے وادیٔ کریطہ میں داخل ہو گئے تھے ۔

شام سے ذرا پہلے جب کہ سورج کائنات پر اپنا الوداعی ہاتھ پھیرتا اور مشفق نگاہوں سے دیکھتا ہوا اپنی مغربی پناہ گاہوں کی طرف کوچ کی تیاری مکمل کر چکا تھا اور دھندلکوں کے اندر اجالے

ہابیل و قابیل دنجاب کی طرح دست و گریبان ہو گئے تھے ۔ تمیم اور ربیعہ وادیٔ کریطہ کی اس مشہور بنی المغربہ کے سامنے کھڑے تھے جن کی نشاندہی راہب یوحنا نے ان سے کی تھی ۔ دونوں بستی سے پہلوتہی کرتے ہوئے بائیں طرف قسطل ، بندق اور ارزق کے گھنے درختوں کے پس منظر میں اپنے اونچے کلس کے ساتھ نظر آتے ہوئے کلیسا کا رخ کر رہے تھے ۔ تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہ درختوں کے اس جھنڈ میں داخل ہوئے اور گھوڑے سے اتر کر تمیم نے کلیسا کے ایک بند دروازے پر دستک دی ۔ فضا میں اب تاریکی پھیل گئی تھی اور کلیسا کے اندر قندیلیں روشن ہو گئی تھیں ۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے راہب نے دروازہ کھولا ۔ اس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور سر کے بال میلی چاندی کی طرح سفید ہو رہے تھے ۔ تمیم کو دیکھتے ہی راہب نے تشکک آمیز لہجے میں پوچھا ——— تم دونوں کون ہو اور کس غرض سے کلیسا کے دروازے پر دستک دی ہے ۔

تمیم نے گہری نگاہوں سے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ اگر میں غلطی پہ نہیں ہوں تو آپ کا نام فرمیس ہے ۔ راہب نے اپنی خمیدہ کمر کو اپنے دونوں بازوؤں کا سہارا دے کر دم لینے کی خاطر ذرا سا سیدھا کرتے ہوئے کہا ۔ ہاں میرا نام فرمیس ہے ——— کیا آپ بلرم کے انطاکی کلیسا کے اس جوان و توانا راہب کو جانتے ہیں جس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور جس کا نام یوحنا ہے ۔ فرمیس نے بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ وہ راہب نہیں بشپ یوحنا ہیں ۔ تم اسے میری قوم کا ایک محسن اور میرا آقا کہہ سکتے ہو ۔ تمیم پھر بولا ۔ ہم دونوں کی منزل قلو بلوط ہے اور ہم بشپ یوحنا کے پاس سے آرہے ہیں ۔ ہم اور ہمارے گھوڑے تھکے ہوئے ہیں ۔ پچھلی شب ہم نے سخت سردی اور بارش میں گزاری ہے ۔ اس شب کا کچھ حصہ آرام کر کے ہم اندھیرے منہ ہی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے ۔ کیا شب کو تھوڑا سا آرام کرنے کی خاطر آپ ہمیں اس کلیسا میں پناہ دے سکتے ہیں ؟

راہب چند لمحوں تک تمیم کی آنکھوں میں جھانکتا رہا ۔ پھر اپنی گھمبیر آواز میں اس نے پوچھا ۔ کیا تم دونوں مسلمان ہو ؟ ——— الحمدللہ ! ہم دونوں مسلمان ہیں ——— اپنا نام کہو ؟ ——— میرا نام تمیم بن صالح ہے ۔ راہب کے چہرے پر انبساط و شادمانی کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خطوط کھچ گئے تھے۔ دروازے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے کہا۔ اندر آجائیے۔ تم پر مسیح کی اس کلیسا میں تم دونوں کی حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہوگی اور میں ایک غلام کی تم دونوں کی خدمت کروں گا۔

تمیم نے اپنے دونوں گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ان دونوں کا کیا ہو راہب نے ..... مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ اندر تو آئیے۔ میں ان دونوں کی حفاظت اور چارے کا بھی بہترین بندوبست کروں گا۔ تمیم اور ربیعہ اندر داخل ہوئے۔ راہب نے ان دونوں کو ایک کمرے میں بٹھایا جہاں چٹائی پر ایک بستر لگا ہوا تھا۔ راہب باہر نکلتا ہوا بولا۔ میں آپ کے گھوڑوں کے چارے اور آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔

راہب فریس نے باہر آکر کسی کو آواز دی۔ کلیسا کے ایک دوسرے کمرے سے دو آدمی نکلے اور بھاگتے ہوئے وہاں آئے۔ راہب نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ دو معزز مہمان ہیں۔ ایک ان کے گھوڑوں کو لے جا کر کسی محفوظ کمرے میں باندھو اور صحن سے چارہ کاٹ کر ان کے آگے ڈال دو اور ایک کھانا تیار کر کے فوراً میرے کمرے میں لے آؤ۔ ان میں سے ایک کھانا تیار کرنے چلا گیا۔ دوسرے نے دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور انہیں لے کر اسی طرف چلا گیا جس طرف سے نکل کر وہ راہب کے پاس آئے تھے۔

راہب دوبارہ اس کمرے میں داخل ہوا جس کمرے میں تمیم اور ربیعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے چٹائی میں لپٹا ہوا ایک بستر بھی اٹھا رکھا تھا جو اس نے فرش پر بچھانے کے بعد ربیعہ سے کہا تم اس بستر پہ آجاؤ بیٹی! ربیعہ اُٹھ کر اس بستر پہ بیٹھ گئی۔ جب کہ راہب فریس تمیم کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔ آپ یہ طویل چکر کاٹنے کے بجائے سیدھے بلرم سے قصریانہ اور وہاں سے قلعہ کیوں نہ چلے گئے؟ جواب میں تمیم نے فریس سے اپنی اور ربیعہ کی ساری داستان کہہ سنائی۔ فریس اب مطمئن ہو کر کہہ رہا تھا۔ پھر تو آپ نے اس طویل راستے کا انتخاب کر کے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ وہ راستہ جو بلرم سے سیدھا جنوب مشرق کے رُخ پر قصریانہ کی طرف جاتا ہے خطرناک ہے۔ اور وہاں جگہ جگہ نارمنوں کی چوکیاں ہیں۔ جب کہ یہ راستہ محفوظ ہے اور پھر تو آپ اپنا طویل سفر طے کر چکے ہیں۔ یہاں سے تین میل آگے جا کر آپ کو کسی نارمن کے خطرہ نہ رہے گا ——— تمیم جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ ایک آدمی کھانا وہیں لے آیا۔ پھر وہ تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

کھانے کے بعد راہب تمیم اور ربیعہ کو شب بخیر کہتا ہوا کسی دوسرے کمرے میں سونے چلا گیا تھا۔ تمیم اور ربیعہ بھی دن بھر کی تھکاوٹ کے باعث بہت جلد گہری نیند میں کھو گئے تھے۔ رات کے پچھلے پہر جب ہر طرف خاموشی اور اندھیرے کے عناصر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے تھے وہ اچانک جاگے، دروازے پر کسی کی دستکیں اُن کے پہلو میں دست گرداں تھے۔ تمیم مضطرب ہو کر فوراً اُٹھ بیٹھا۔ اسی لمحہ ربیعہ بھی بوکھلا کر اُٹھ گئی اور تمیم سے پوچھا کیا ہوا تمیم؟ ——— تمیم بستر سے نکل کر ہتھیار سنبھالتے ہوئے بولا کلیسا کے دروازے پر کسی نے دستک دی ہے۔

اپنے کمرے سے نکل کر تمیم جب ساتھ والے کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا راہب فریس مخالف سمت سے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ شاید وہ تمیم اور ربیعہ کو بیدار کرنے آیا تھا۔ تمیم نے اس سے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کی۔ باہر دروازے پر دستک کون دے رہا ہے راہب نے بڑی راز داری سے کہا۔ نارمن ہیں۔ مجھے یقین ہے وہ تم دونوں کو تلاش کرتے یہاں آئے ہیں۔ تمیم نے بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ میں ان سے نمٹ لیتا ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ فریس نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ اس وقت دروازہ کھولنا حماقت ہے۔ میں دروازے کی روزن سے انہیں دیکھ چکا ہوں وہ تعداد میں پانچ ہیں تم تھوڑی دیر ٹھہرو میں اپنے آدمیوں کو جگاتا ہوں اور سب مل کر ان سے نمٹ لیتے ہیں۔

تمیم نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ میرے محسن کسی ڈر اور دھڑکے کی بات نہیں ہے۔ وہ تو صرف پانچ ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ دس بھی ہوتے تب بھی میں ان کے خون سے کلیسا کے صحن کو رنگ دیتا۔

ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول کر تمیم طوفان کے اس ریلے کی طرح باہر نکلا جو اپنی پوری طغیانی و افزونی کے ساتھ تدریجی نشیب کی طرف بڑھا ہو ——— یا اس درندے کی طرح وہ حملہ آور ہوا تھا جو اپنی کچھار سے نکل کر باہر گھومنے والے جانوروں پر ٹوٹ پڑا ہو۔ نارمن جن کی تلواریں میانوں میں تھیں ابھی سنبھل بھی نہ سکے تھے اور تمیم نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان سب کی قطع برید کر دی تھی۔

باہر جب خاموشی چھا گئی تو راہب فرلیں ربیعہ کے ساتھ بھاگتا ہوا باہر آیا اور جب اس نے دیکھا کہ پانچوں نارمنوں کی لاشیں وہاں پڑی ہیں اور ان کے درمیان غصے کی حالت میں تمیم خون آلود تلوار لیے کھڑا ہے تو اس نے تمیم کی طرف تحسین و آفرین انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

یسوع مسیح کی قسم! آپ نے ایک بہترین جنگی مہارت رکھنے والے صحرا نشین کی یاد تازہ کر دی ہے۔ کاش میں آپ کو ان پر حملہ آور ہوتے دیکھ سکتا۔ کاش آپ اس کی جگہ ______ تمیم نے فرلیں کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ہمیں سب سے پہلے ان لاشوں کو ٹھکانے لگانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو نارمنوں کا کوئی بھٹکا گروہ ادھر آ نکلے اور آپ کی ذات کو کوئی حرف آئے۔ فرلیں کلیسا کے بائیں طرف جاتے ہوئے بولا۔ ٹھہریئے! میں اپنے آدمیوں کو جگاتا ہوں۔ وہ ان لاشوں کو کلیسا کے عقب میں دبا دیں گے ______ تمیم نے اسے روکتے ہوئے کہا ٹھہریں! شاید وہ ______ فرلیں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ میں جانتا ہوں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ آپ کوئی دریغ اور ملال نہ کریں۔ میرے وہ دونوں آدمی قابلِ اعتماد ہیں۔ فرلیں اپنے آدمیوں کو بُلا لایا اور سب نے مل کر ساری لاشوں کو کلیسا کے عقب میں دبا دیا تھا۔

جب وہ وہاں سے لوٹ رہے تھے تو تمیم نے فرلیں سے کہا۔ ہمارے گھوڑے کہاں ہیں۔ میں اب یہاں سے رخصت ہونا چاہوں گا۔ فرلیں نے بڑی شفقت سے کہا۔ کیا آپ صبح کا کھانا کھا کر یہاں سے رخصت ہونا پسند نہ کریں گے۔ تمیم نے فرلیں کا بازو تھامتے ہوئے کہا میرے محسن! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں چاہتا ہوں صبح ہونے سے پہلے پہلے میں نارمنوں کی حدود سے نکل جاؤں۔ پھر ہم جس سرائے میں چاہیں بیٹھ کر صبح کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ فرلیں کلیسا کے دائیں طرف مڑ گیا ______ تو پھر آیئے میرے ساتھ۔

سب اس کمرے میں آئے جس میں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ راہب کے آدمی گھوڑے کو باہر نکال لائے۔ تمیم نے پہلے ربیعہ کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا پھر وہ تینوں سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ربیعہ کے ساتھ وہ رات کی گہری تاریکی میں اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو قصر یانہ کے جنوب سے گزرتی ہوئی قلعہ بلوط کی طرف جاتی تھی۔

رابرٹ گوسکارڈ کا جرنیل تھیوس پندرہ ہزار بہترین جنگی مہارت رکھنے والے نارمنوں کے ساتھ بلرم سے نکل کر سرحد کی طرف بڑھا تھا۔ سب سے پہلے اس نے قصر یانہ اور بلرم کے درمیان پہاڑی سلسلے کو اپنا مستقل ٹھکانا بنایا۔ یہیں اس نے بلرم سے اپنی رسد کا سلسلہ قائم کیا۔ پھر اس نے زہریلے اور زخمی سانپ کی شکل اختیار کر لی اور مسلمان آبادیوں کو آگ لگا کر روندنا شروع کر دیا تھا۔

آہستہ آہستہ تھیوس اپنا دائرہ کار بڑھانے لگا۔ پہلے پہل اس نے قصر یانہ کی سرحدوں تک اپنے آپ کو محدود رکھا پھر اس نے اپنا آماج اور نقطہ ہدف مشرق کی طرف بڑھاتے ہوئے کوہ اٹنا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اپنے آلام و رم کو فراموش کر کے ہر فریب و حیلہ سے کام لے کر اپنے بھائی کے خوفناک انتقام کی ابتدا کر چکا تھا۔

سرحد پر رہنے والے مسلمانوں کی حالت زار و زبوں ہو گئی تھی۔ دُور دور تک کسی اُجڑے اور بے نور معبد کی طرح اُجڑی ہوئی بستیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔ عجیب آشوب و آزمائش کا دور شروع ہو گیا تھا۔ رابرٹ نے تھیوس کے جنگی نتائج سے خوش ہو کر اسے کمک کے طور پر دس ہزار کا ایک اور نارمن لشکر بھیج دیا تھا۔ جس نے تھیوس کی حریفانہ کشمکش میں اور تیزی لا دی اور اس نے اپنا حلقۂ فعل اور پھیلا نا شروع کر دیا تھا۔

سرحدوں پر موت کے سائے رینگنے لگے تھے۔ ہر طرف آسیمگی و سراسیمگی کا عالم تھا۔ اُجڑی ہوئی آبادیوں کے بے مال و منال لوگ اپنے اپنے دامن جھاڑ کر کاروانوں کی شکل میں قصر یانہ کی طرف کوچ کر رہے تھے۔

تھیوس کی سرکوبی کے لیے قصر یانہ کے حکمران ابن حواس نے اپنے ایک جرنیل کی سرکردگی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں لشکر روانہ کیا۔ پہلے کھلے میدان میں پورے زور کا رن پڑا پھر تھیوس پسپا ہونے لگا۔ یہ اس کی جنگی چال تھی۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے آگے آگے بھاگتا ہوا انہیں اس سلسلہ کوہ میں لے گیا جسے اس نے اپنا مستقر بنا رکھا تھا اور وہیں اس لشکر کو گھیر کر تہ تیغ کر دیا۔ تھیوس کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ وہ ایک ایسی گوریلا جنگ کی ابتدا کر چکا تھا جس کے نتائج سو فیصد اس کے حق میں نکل رہے تھے۔

○

ایک روز جب کہ مہر مغرب کی خشمگیں سرخ ضو، ڈھلتے سایوں کی گھنی چھاؤں میں لپٹ کر آسمان کے حاشیوں پر قوس قزح کے ایوانوں کی بارش کرتی ہوئی آسودہ و سرمست ہو کر دُور ——— کہیں بہت دُور انجانے دیسوں اور اجنبی سرزمین میں اپنے وجود کو سمیٹ رہی تھی۔ تمیم اور ربیعہ قلعہ بلوط میں داخل ہو رہے تھے۔ دونوں سردی اور طویل سفر کے باعث تھکے ہوئے تھے۔ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو لوگ شور کرنے لگے ——— تمیم آگیا تمیم بن صالح آگیا ہے ——— ربیعہ کو لے کر تمیم ابن العباع کے ہاں داخل ہوا۔

ابن العباع کو ان دونوں کی آنے کی اطلاع پہلے ہی ہو چکی تھی۔ لہٰذا وہ اپنی بیوی بچیوں کے ساتھ ان دونوں کے استقبال کے لیے صحن میں کھڑا تھا۔

ربیعہ اپنے گھوڑے سے اُتری اور بھاگ کر اپنے ماموں ابن العباع سے لپٹ گئی اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی تھی۔ تمیم ابن العباع کے قریب آیا اور افسردہ لحن میں کہا۔ رابرٹ گوسکارڈ نے ربیعہ کے بھائی اور باپ کو قتل کر دیا ہے۔ ابن العباع سے علیحدہ ہو کر ربیعہ اپنی ممانی اور ماموں زاد بہنوں سے مل مل کر رو رہی تھی۔ ایک طرف کھڑا الماس بھی اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے کبھی تمیم اور کبھی ربیعہ کو دیکھ رہا تھا۔

تمیم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا الماس کی طرف بڑھا اور مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ الماس نے اسے اپنے لیے ایک بہت بڑی سعادت سمجھا اور تمیم کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اس نے اپنی گردن جھکا کر پُرجوش مصافحہ کیا۔ تمیم نے بڑی شفقت آمیز آواز میں کہا۔

الماس! تم اب آزاد ہو۔ اگر تم مجھے چھوڑ کر کہیں جانا چاہو تو کوئی تمہارا راستہ نہیں روک سکتا ——— ایک جھٹکے کے ساتھ الماس نیچے جھکا اور تمیم کے پاؤں پکڑتے ہوئے ملتجیانہ سے لہجے میں کہا۔

آقا! میں کہیں نہ جاؤں گا۔ کریم احد کی قسم ان قدموں میں ہی میرے لیے آسودگی اور فلاح ہے۔ تمیم نے الماس کو شانوں سے پکڑ کر اوپر اُٹھاتے ہوئے کہا۔ اگر تم میرے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو سنو! تمہاری حیثیت غلام کی نہیں ہوگی۔ میرے ہاں تم گھر کے ایک فرد اور میرے بزرگ بن کر رہو گے۔

ربیعہ، ابن العباع اور اس کے اہل خانہ بھی تمیم اور الماس کی اس گفتگو کو بڑے غور سے سُن رہے تھے ——— الماس نے اپنے چہرے پر بہہ نکلنے والے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ——— آقا! آپ نے مجھ تار تار انسان کو پھر سے جوڑ دیا ہے ——— تمیم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اب تم مجھے آقا کہہ کر نہیں پکار سکتے ——— الماس نے بڑی سماجت اور دردمندی سے کہا ——— آقا! یہ لفظ میرے لیے سعادت اور نیکی کی علامت ہے کیا میں اُمید رکھوں آپ مجھے اس سعادت و نیکی سے محروم نہ کریں گے۔ ابن العباع بھی وہاں آگیا اور پھر وہ سب کو حویلی کے اندر لے گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ سب مل کر ایک خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

○

ابن العباع سب کو لے کر دیوان خانے میں آگیا تھا۔ وہ بار بار تمیم کی طرف دیکھتا اور مسکرا کر رہ جاتا۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا اور اس کے لیے اس کے پاس الفاظ مجتمع نہ ہو رہے تھے۔ پھر اس نے متبسم سی آواز میں کہا ——— تمیم! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ——— ربیعہ کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ تمیم نے ابن العباع کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ کہہ دیجیے۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابن العباع نے اس بار بالغانہ و مدبرانہ انداز میں کہا۔

تم سے کہنے کو تو دو نوع کی باتیں ہیں۔ یوں سمجھ لو ایک کا تعلق تمہاری خوشی سے ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور دوسری کا واسطہ صقلیہ کی بدنصیبی اور مُسلم قوم کی زبوں حالی و زاری ہے ——— تمیم نے ابن العباع کی بات کاٹتے ہوئے کہا ——— پہلے وہ کہیں جس کا تعلق صقلیہ سے ہے ۔ قسم ہے خالقِ خلا و ملا کی مَیں اپنے وطن، مذہب اور قوم پر اپنی زندگی کی واستراحت قربان کر سکتا ہوں ——— ابن العباع نے پھر اپنی بے پناہ خوشی ہوئے کہا ۔ تمیم ! وہ خوشی ایسی ہے کہ اس میں مَیں اور میرے اہلِ خانہ بھی برابر کے شریک ہوں گے لہٰذا وہ خوشی قربان نہیں کی جا سکتی ۔ سنو ! مَیں فیصلہ کر چکا ہوں کہ آج ہی ربیعہ تمہاری شادی کر دی جائے گی ۔ الماس مجھے تم دونوں کے متعلق بہت کچھ بتا چکا ہے ۔ کسی قِسم کی باز پرس نہ کرنا ۔ وہ انتہائی مخلص و شفیق انسان ہے اور وہ ہر وقت تمہاری مدحت توصیف اور مدح خوانی کرتا رہتا ہے ۔ اس کا کہنا ہے کہ مَیں زندگی میں صرف ایک انسان کی انسانیت سے متاثر ہوا ہوں اور وہ تمیم بن صالح ہے ——— تمیم خاموش رہا ۔

ابن العباع نے پھر پوچھا ۔ پھر تم شادی کے لیے تیار ہو نا ، ربیعہ سے مجھے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ فیصلہ مَیں نے اس کا باپ بن کر کیا ہے اور پھر وہ پسند بھی کرتی ہے اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔

حجاب و حیا کے باعث ربیعہ کا شہد کے پکے ہوئے چھتے کی طرح بھرپور جسم اپنے پورے رگ و ریشہ سے کپکپا اٹھا تھا ۔ اس کی نیند اسی آنکھوں میں ایک مستور نوم و استراحت تھی ۔ اس کے چہرے پر آرزو انگیز طراوت کے پس منظر میں روحت اور شادمانی بکھر گئی تھی ۔ اس نے اپنی بھاری پلکوں کی جھالر اُٹھا کر اس انداز میں نگاہوں کے ساتھ تمیم کی طرف دیکھا گویا وہ اپنی زندگی کا سارا رس تمیم پر نچھاور کر دینا چاہتی پھر اس نے اپنا سر جھکا لیا ۔ اچانک اس کے کپڑوں میں رس بھری سرسراہٹ سنائی دی وہ اُٹھی اور بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی ۔

تمیم تھوڑی دیر تک اس پردے کو گھورتا رہا جس کے پیچھے ربیعہ چلی گئی تھی ابھی تک ہل رہا تھا پھر اس نے ابن العباع سے پوچھا ۔ اب دوسری بات کہیے جس کا تعلق قوم اور صقلیہ سے ہے ۔ ابن العباع اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا ۔ یہ دوسری بات ہیں

ہونے کے بعد اس وقت کہوں گا جبکہ تم اور ربیعہ میاں بیوی کی حیثیت سے ایک خوشگوار کی ابتدا کر چکے ہو گے میں تمہارے نکاح کا بندوبست کرنے تھوڑی دیر کے لیے باہر ہوں ۔

ابن العباع جب باہر نکل گیا تو اس کی بیوی نے تمیم سے کہا ۔ بیٹے تم یہیں بیٹھو، زرا ربیعہ کو دیکھتی ہوں ۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ اُٹھ کر اس کمرے طرف چلی گئی تھی جس میں ربیعہ بھاگ گئی تھی ۔ تمیم کمرے میں اکیلا رہ گیا تھا ۔

عشاء سے پہلے پہلے تمیم اور ربیعہ کا نکاح ہو گیا ۔ کوئی خاص قدغن و اہتمام نہ کیا گیا تھا بڑی سادگی سے دونوں کو ایک رشتے میں پرو دیا گیا تھا ۔ الماس کی خوشی ایسی بے کنار تھی، جیسے اسے کوئی پوشیدہ مستور خزینہ و مخزن ہاتھ لگ گیا ہو ۔ تاہم تمیم اور ربیعہ کے لیے وہ رات ایسی انگبیں اور نمط و الوان گزیدہ تھی گویا کسی نے انہیں پاتال سے نکال کر کہکشاں کے اوج پر بٹھا دیا ہو ۔ دونوں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو اپنے دامن اور جھولی میں سمیٹ جوڑ لیا تھا ۔

دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد تمیم نے ابن العباع کو جا لیا ۔ وہ اس وقت اصطبل اپنے گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا ۔ تمیم کے پیچھے پیچھے ربیعہ بھی وہاں آ گئی تھی ۔ شاید اب ایک کی حیثیت سے وہ ایک پل بھی تمیم کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینا چاہتی تھی ۔ تمیم نے ابن العباع کو مخاطب کر کے کہا ۔ اب آپ وہ دوسری بات کہیے جس کا ذکر آپ نے شادی سے پہلے کیا تھا ۔

ابن العباع ایک دم سنجیدہ ہو گیا اور بڑے متین لہجے میں اس نے کہا ——— اس تعلق میں مَیں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ تم ربیعہ اور الماس کے ساتھ کوچ کی تیاری کرو ۔ مَیں تم تینوں کے ساتھ ہوں گا ——— تمیم نے پریشان آواز میں پوچھا ——— کوچ وہ بھی ربیعہ اور الماس کے ساتھ اور آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے ۔ لیکن ہماری منزل کیا ——— ابن العباع نے افسردہ لہجے میں کہا ، ہماری منزل قصریانہ ہو گی جہاں ابن حواس بیتابی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے ——— میرا انتظار ؟ ——— ہاں ———

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن کیوں ؛ ——— رابرٹ گو سکارڈ کے جرنیل تھیوس کو ایک فیصلہ کن پند، سبق اور
دینے کے لیے۔
تمیم نے اپنی لحن حریر جیسی آواز میں پوچھا کیا تھیوس نے کہیں حملہ کرنے کی غلطی کی ہے
ہاں ——— اس نے ہمارے سرحدی علاقوں میں تباہی مچادی ہے ۔ وہ جابر و تا برن
رات کی گھمبیر تاریکیوں میں حملہ آور ہوتا ہے اور بستیوں کو آگ لگا کر لوٹ مار کرتا ہوا نکل جاتا
اس کے لشکر کے آگے کسی کی ماں بہن کی عزت محفوظ نہیں رہی ۔ اپنے بھائی کے قتل ہونے کے بعد
وہ ہمارے لیے ایک زہریلا اور زخمی ناگ بن گیا ہے ۔ ابن حواس نے ایک بھاری لشکر تھیوس
کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا لیکن تھیوس نے حیلہ و فریب سے کام لے کر اس لشکر کو شکست
دے کر اس کے سالار کو قتل کر دیا ۔ اگر تم کچھ دن اور نہ آتے تو میں تھیوس کا مقابلہ کرنے کے
لیے ساریہ کو طلب کرنے والا تھا ۔ ویسے سالم بن عطاف یہاں سے دس ہزار سواروں کے
ساتھ پرسوں کا روانہ ہو چکا ہے ۔ وہ قصریانہ میں رُک کر میرا انتظار کرے گا ۔ میں نے اسے
کہا تھا میں ایک دو یوم تک تمیم کا انتظار کروں گا ۔ اگر وہ آ گیا تو سارا کام درست ہو جائے گا
اور اگر نہ آیا تو میں خود تھیوس کے مقابلے میں جاؤں گا۔
تمیم نے برہم آواز میں کہا۔ اب آپ کے جانے کی ضرورت نہیں ۔ میں در
ادر کو بہ کو تھیوس کو تلاش کروں گا اور اس پر ثابت کر دوں گا کہ اس نے ہماری سرحدوں
یلغار کر کے اپنا ہاتھ مگس کے خانوں کی طرف بڑھایا ہے اور جو ہاتھ خانۂ مگس کی طرف بڑھتا
کبھی گراں خواب نہیں رہتا ۔ خالقِ خلا و ملا کی قسم ! میں اسے اپنے آگے آگے شرق و غرب
بھگاتا پھروں گا اور اسے اس سکہ زن کی طرح ماروں گا جو اپنی وزنی و آہنی ضربوں سے
خواہش کے مطابق ڈھال دیتا ہے ۔ میں ——— میں اس کارگاہِ ربط و علائق
تھیوس کا اسم اسی طرح برہنہ کر دوں گا جیسے مینا کی بندرگاہ پر میں نے اس کے بھائی کو
کو ذلیل و رسوا کر کے اسے نگاہِ ماہ و سال سے اوجھل کر دیا تھا ۔ اب آپ مجھے رخصت
اجازت دیجئے میں ابن حواس کے پاس قصریانہ پہنچ کر بہت جلد تھیوس کے خلاف اس
زندگی کی آخری شب کی داستان شروع کرنا چاہتا ہوں ۔ میرا رب مجھے اس پر غالب

بھے گا ۔
تمیم کے اس فیصلے پر کہ وہ اکیلا قصریانہ جائیگا اس کے پہلو میں کھڑی ربیعہ پر
ذہول و فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی ۔ ابن العباع نے ایک نگاہ اداس اور افسردہ
کھڑی ربیعہ پر ڈالی پھر اس نے تمیم کو مخاطب کر کے کہا ۔ تم اکیلے نہیں جاؤ گے بیٹے ! میں
ربیعہ اور الماس تمہارے ساتھ ہوں گے ۔ الماس اور ربیعہ قصریانہ میں تمہارے اس گھر میں
رہیں گے جو ابن حواس نے تمہیں دے رکھا ہے ۔ شاید ہمیں قصریانہ میں کچھ عرصہ قیام کرنا
پڑے ۔ کیونکہ ابن حواس نے پیغام بھیجا تھا ۔ تمیم کو کچھ مدت کے لیے مجھے مستعار دے دیں اور
مجھے امید ہے وہ تمہیں قصریانہ میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کے لیے کہے گا ۔ ایسی صورت میں
ربیعہ کا تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے ۔ اگر اس سرحدی جنگ میں تم زیادہ عرصہ الجھ گئے
تو بھی تمہاری غیر موجودگی میں الماس ربیعہ کی دیکھ بھال کرے گا وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح پیار
کرتا ہے اور ربیعہ کو اس نے اپنے ہاتھوں میں پالا ہے ۔ تمیم نے ہار مانتے ہوئے کہا ۔ اگر آپ
کا یہی فیصلہ ہے تو میں ربیعہ کو ضرور ساتھ لے کر جاؤں گا لیکن اب آپ کوچ کی تیاری کیجئے تمیم
کے اس فیصلے پر ربیعہ کے چہرے پر کائنات کی پوری خوشیاں اور بے کنار انام کے سارے رنگ
بکھر گئے تھے ۔ ابن العباع نے اصطبل سے باہر نکلتے ہوئے پکارا ۔ الماس ! الماس !
حویلی کے اندر سے الماس بھاگتا ہوا آیا اور ابن العباع سے پوچھا ۔ آقا ! آپ نے
مجھے پکارا ؛ ——— ابن العباع نے بڑی نرمی سے کہا ۔ کوچ کی تیاری کرو الماس ! تم
بھی ہمارے ساتھ قصریانہ جاؤ گے ۔ پہلے ہمارے کھانے کا بندوبست کرو اس کے بعد گھوڑوں
پر زین ڈال دو ۔ الماس بھاگتا ہوا حویلی کے اندر چلا گیا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد تمیم، ربیعہ،
ابن العباع اور الماس قلعہ طوط سے قصریانہ کی طرف کوچ کر رہے تھے ۔

○

ایک روز جبکہ طویل طوفانی رات کا ٹھٹھرا سورج دُور افتادہ اُفق کے ملگجے دھندل
میں ہویدا ہو رہا تھا اور نسیل و مرام مسافر کی طرح مشرق سے اپنے تازہ سفر کا آغاز کر رہا تھا اور
پہاڑوں میں کہریوں پھیل گئی تھی جیسے تنگ گھاٹیوں میں بادل کے ٹکڑے پھنس گئے ہوں ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم، ربیعہ، ابن العباع اور الماس قصریانہ میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا شہر کے چوراہوں اور شاہراہوں پر ان گنت بے آسرا لوگ کھلے آسمان تلے پڑے تھے اور قصریانہ کا حکمران ابن حواس ان کے درمیان گھوم پھر کر ان کی احوال پرسی کر رہا تھا۔

تمیم کو دیکھتے ہی قصریانہ کے سپاہی خوشی و انبساط میں تمیم کا نام لے لے کر نعرے لگانے اور تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔ ابن حواس فوراً تمیم کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا تو تمیم نے گھوڑے سے اتر کر اس سے مصافحہ کیا۔ ابن حواس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اللہ کا شکر ہے میں آپ کو قصریانہ میں دیکھ رہا ہوں ——— تمیم جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ قریب ہی کھڑے ایک جھکی ہوئی کمر والے بوڑھے عرب نے ایک سپاہی سے پوچھا۔ یہ کس کے آنے کی خوشی میں نعرے لگائے گئے اور تکبیریں بلند کی گئی ہیں۔ اس سپاہی نے اپنی خوشی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ صقلیہ کا فرزند اور میری قوم کا محسن تمیم بن صالح آیا ہے۔

اس بوڑھے نے گہری سوچ میں ڈوبنے کے بعد ابھرتے ہوئے کہا۔ تمیم بن صالح؛ کیا وہی جرنیل جس نے تھیوس کے بھائی کورنیل کو مسینا کی بندرگاہ میں قتل کر دیا تھا۔ ہاں یہ وہی تمیم بن صالح ہے ——— کیا تم بتا سکتے ہو، وہ ان سامنے کھڑے سواروں میں سے کون سا ہے؛ ——— اس سپاہی نے ہاتھ لہرا کر تمیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہی جو ابن حواس کے پاس کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ وہ بوڑھا آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور تمیم کے قریب آ کر اس سے پوچھا۔ کیا تم ہی تمیم بن صالح ہو۔ اس بوڑھے کی طرف دیکھتے ہوئے تمیم نے بڑی انکساری سے کہا۔ ہاں میں ہی تمیم بن صالح ہوں۔ بوڑھے نے پھر پوچھا۔ کیا تم نے ہی تھیوس کے بھائی کورنیل کو قتل کیا تھا ——— ہاں میں نے ہی اسے قتل کیا تھا۔ اس بوڑھے نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر تمیم کے گلے میں ڈال کر کھینچتے ہوئے کہا اگر تم ہی تمیم بن صالح ہو تو میرے ساتھ آؤ کمینے!

ابن العباع نے غصے میں دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ یہ بدتمیزی ہے جانتے ہو تم نے کس کے گلے میں عمامہ ڈال کر کھینچا ہے۔ ربیعہ بے حد غمگین اور رونے والی ہو گئی تھی پریشان کھڑا تھا۔ اس بوڑھے نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں یہ

بل ہے پر میں اس کے سوئے ہوئے ذہن کو آج ضرور بیدار کر دوں گا۔

ابن حواس نے جھلا کر اس بوڑھے سے کہا۔ جس جوان کے گلے میں تم نے اپنا عمامہ ڈال کر بچا ہے۔ یہ میری قوم کا وہ محسن ہے جس نے صقلیہ میں عزم و رجا کی قندیلیں روشن کی ہیں۔ اس گلے سے اپنا عمامہ اتار کر اپنی غلطی کی تلافی کرو ورنہ ——— تمیم نے ہاتھ کے اشارے ابن العباع اور ابن حواس کو خاموش رہنے کو کہتے ہوئے اس نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ کیا مجھ سے کوئی دیرینہ انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اس بوڑھے نے تمیم کو ایک طرف کھینچتے ہوئے میرے ساتھ آؤ پھر بتاتا ہوں۔

تمیم خاموشی سے اس بوڑھے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ربیعہ، ابن حواس، الماس ابن العباع ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ وہ بوڑھا تمیم کو ان بیکس مرد اور عورتوں کے اندر لے جو قصریانہ کے گلی کوچوں میں بے سرو سامانی کی حالت میں پڑے تھے۔ پھر ایک جگہ وہ بوڑھا اور ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے تمیم سے پوچھا۔ جانتے ہو یہ لوگ کون تمیم نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں نہیں جانتا یہ لوگ کون ہیں۔ اس بوڑھے طنزاً کہا۔ تم کیوں جانو گے؛ تمہیں کیا ضرورت ہے ان کے متعلق کچھ جاننے کی؛ سن لے لیہ کے اندھے اور بے خبر فرزند! یہ وہ لوگ ہیں جو تھیوس کے ہاتھوں بے گھر ہو گئے ہیں۔ لے آسمان کے نیچے ان کے لیے اب کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ پھر اس بوڑھے نے چند جوان بے حال لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ سب ایسی لڑکیاں ہیں جن کی عزت تھیوس دشمن سپاہی لوٹ چکے ہیں۔ ان میں دو میری لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ بتاؤ ان لڑکیوں کا بھی اب کوئی جینا ہے۔ کیا کوئی شریف نوجوان انہیں اپنی بیوی بنانا پسند کرے گا۔ کیا پھول کو کوئی اپنے گلے کے ہار میں پرونا پسند کرے گا جسے لوگوں نے پہلے ہی پاؤں تلے کچل دیا ہو۔ تمیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا سر جھک گیا اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔

اس بوڑھے کا ہاتھ اٹھا اور پھر اس نے ایک، دو، تین طمانچے تمیم کے منہ پر مارتے لے اپنی غضبیلی اور غضب آلود آواز میں کہا۔ نہ تم تھیوس کے بھائی کورنیل کو قتل کرتے اور ملیہ کے مسلمانوں کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔ تمیم نے خاموشی سے طمانچے کھا لیے۔ قریب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھڑی ربیعہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ ابن حواس، ابن البعباع اور الماس کی گردنیں ندامت سے جھک گئی تھیں۔

بوڑھے کی کپکپاتی ہوئی آواز پھر سنائی دی۔ اگر تم نے کوریل کو قتل کیا ہی تھا تو پھر اپنی سرحدوں کی حفاظت بھی کرتے۔ لیکن ——— لیکن تم ڈھلتے سایوں کی گھنی چھاؤں میں غفلت کی گہری نیند سوتے ہوئے خواب و نوم کی حدیثیں سنتے رہے جبکہ تمہارا دشمن ستاروں کے آسمان پر ماتمی ستاروں کی صفوں کو ترتیب دیتا رہا۔ تم ایک بار فتح و نصرت کا گیت الاپ کر سوگئے جب کہ تھیوس ہماری روحوں پر پژمردگی بن کر چھاتا رہا ——— بوڑھا رو پڑا۔

آہ! تم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ نارمن وحشی ہیں اور ان وحشیوں نے ہمیشہ تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھ کر امن کا نعرہ مارا ہے پھر بھی تم نے ان کا کوئی سدِباب نہ کیا۔ اس بوڑھے نے تمیم کے گلے سے اپنا عمامہ کھینچ لیا۔ چند قدم وہ پیچھے ہٹا اور اپنی گردن جھکاتے ہوئے کمال رقت اور درد سے اس نے کہا۔

جس سُرخ طوفان اور سیاہ آندھی سے ہم گزر رہے ہیں خدا تمہیں توفیق دے کہ تم صقلیہ کے دوسرے مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھ سکو۔ جانتے ہو تھیوس نے اس مسلمان سالار کا کیا حشر کیا جو اس پر حملہ آور ہوا تھا۔ تھیوس نے اس کے ناک میں نکیل ڈال کر قتل کر دیا تھا۔

ایک طرف سے سالم بن عطاف بھی چند سپاہیوں کے ساتھ آ کر وہاں کھڑا ہو گیا اور اس بوڑھے کی غم انگیز داستان سننے لگا تھا۔ تمیم نے آہستہ آہستہ اپنی گردن اٹھائی، نگاہ بھر کر اس نے اس بوڑھے عرب کو چند ثانیوں تک دیکھا۔ پھر اس نے اپنی توانا اور پرعزم آواز میں طوفانِ یم بریم کی طرح دھاڑتے ہوئے کہا۔

میرے بزرگ! تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ بہت جلد تم دیکھو گے جس طرح تھیوس نے ہمارے سالار کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے قتل کیا تھا ویسے ہی میں بھی تھیوس کے ناک میں نکیل ڈال کر اسے تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔ بوڑھے نے ڈبڈباتی آنکھوں اور بھرائی آواز میں کہا۔ دونوں جہانوں کا رب تمہیں اپنے اس مقصد میں کامیاب و غالب رکھے۔ تمیم نے ابن حواس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ تھیوس کا لشکر کس قدر ہے۔ ابن حواس تمیم کے قریب ہوتا ہوا بولا۔ اس کا لشکر تقریباً پچیس ہزار جنگجو آدمیوں پر مشتمل ہے۔ تو پھر میرے لیے پندرہ ہزار کے لشکر کا بندوبست کیجیے اور مجھے رخصت ہونے کی اجازت دیجیے۔ ان میں دس ہزار وہ ہوں گے جو سالم کے ساتھ قلعہ بلوط سے آئے ہیں۔ اور پانچ ہزار تجربہ کار سپاہی آپ اپنے پاس سے مہیا کریں۔

ابن حواس نے فکر گیر لہجے میں کہا۔ تھیوس کے مقابلے کے لیے پندرہ ہزار کا لشکر کم ہے۔ اگر اس کے برابر نہیں تو کم از کم بیس ہزار سپاہی ہر صورت میں آپ کے ہم رکاب ہونے چاہئیں۔ تمیم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ پندرہ ہزار بھی زیادہ ہیں۔ کوریل کے بھائی کو دس ہزار سے بھی عبرت ناک سبق دیا جا سکتا ہے۔ پھر تمیم نے سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سالم تم لشکر کے ساتھ شہر سے باہر میرا انتظار کرو۔ پھر اچانک تمیم کو کوئی خیال گزرا اور اس نے ابن حواس سے کہا۔

معاف کیجیے! میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا کہ میں نے شادی کر لی ہے۔ ساتھ ہی اس نے ربیعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ میری بیوی اور ابن البعباع کی بھانجی ہے۔ آپ لشکر کی روانگی کا بندوبست کیجیے میں اپنی بیوی کو اپنے گھر چھوڑ کر آتا ہوں۔ تمیم ربیعہ اور الماس کو لے کر ایک طرف بڑھنے لگا۔ چند کوچوں میں سے گزرنے کے بعد تمیم ایک حویلی میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ ربیعہ! یہ ہمارا گھر ہے۔ ربیعہ نے دیکھا وہ ایک کھلی حویلی تھی جس کے صحن میں اَن گنت پھل دار درختوں کے علاوہ انگور کی بیلیں بھی تھیں۔ تمیم نے پھر کہا۔ یہ گھر کیسا ہے ربیعہ! ربیعہ نے بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ بہت اچھا ہے ——— تمیم دونوں کو لے کر حویلی کے کمروں میں داخل ہوا۔ سب کمرے صاف ستھرے تھے اور وہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شاید ابن حواس نے میری غیر موجودگی میں میرے گھر میں ہر چیز مہیا کرنے کے علاوہ اس کی روزانہ صفائی کا بندوبست بھی کر رکھا ہے۔

ربیعہ اور الماس کو لے کر تمیم پھر باہر آیا۔ اپنے گھوڑے کی خرجین سے اس نے سرخ رنگ کے ایک کپڑے کی پوٹلی نکالی اور اسے ربیعہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ربیعہ! یہ میری سب سے قیمتی متاع اور میری مرحوم ماں کی نشانی ہے اسے سنبھال کر رکھنا۔ ربیعہ نے وہ پوٹلی

لے لی اور اسے کھول کر دیکھا اس میں بوسیدہ کپڑوں کے علاوہ پھٹے پرانے جوتوں کا ایک جوڑا تھا۔ ربیعہ حیرت و پریشانی سے تمیم کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ تمیم نے گلوگیر آواز میں کہا۔

ربیعہ! یہ میرے وہ جوتے اور کپڑوں کا جوڑا ہے جنہیں میں اتار کر اپنی ماں کے حوالے کر کے پہلی بار جنوبی اٹلی میں تمہاری مدد کو روانہ ہوا تھا۔ ربیعہ! یہ مجھے ہمیشہ اس دور کی یاد دلاتے رہیں گے۔ جب میں غلام تھا اور یوں میرے اندر وہ فخر و تکبر سر نہ ابھار سکے گا جس کے اندر میں اپنی اصل اوقات کو فراموش کر سکوں۔ میری ماں کی نشانی سمجھ کر ان کپڑوں اور جوتوں کی حفاظت کرنا ——— ربیعہ نے پہلے ان کپڑوں اور جوتوں کو والہانہ انداز میں چوما پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ سسک کر رو پڑی تھی۔

تمیم نے پھر اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہاتھ ڈالا اور نقدی کی ایک بھاری تھیلی اس نے ربیعہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اسے رکھ لو ربیعہ! تمہارے کام آئے گی اور مجھے رخصت ہونے کی اجازت دو۔ ربیعہ نے نقدی کی تھیلی لے لی۔ اپنے آنسو اس نے فوراً پونچھ لیے اور اپنے ہونٹوں پر گہری اور اساطیری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے اور آپ اس مہم سے کامیاب و کامران لوٹیں۔ تمیم ایک اونچی زقند کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایک الوداعی نگاہ اس نے ربیعہ اور الماس پر ڈالی اور حویلی سے باہر نکل گیا۔

تمیم جب شہر سے باہر آیا تو وہاں سالم کی سربراہی میں پندرہ ہزار کا لشکر تیار کھڑا تھا ابن حواس اور ابن العباح بھی وہاں کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دونوں نے بھی لشکر میں اس کے ساتھ جانا چاہا لیکن تمیم نے دونوں کو روک دیا اور پھر ان سے اجازت لے کر وہ سالم بن عطاف کے ساتھ لشکر کو لے کر شمال مغرب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

آدھی رات کے قریب تمیم اپنے لشکر کے ساتھ اس پہاڑی سلسلے سے پانچ میل دور جس کے اندر تھیوس نے اپنا مستقر بنا رکھا تھا۔ وہاں تمیم نے لشکر کو ستانے کا موقع دیا شب کے سناٹے میں سپاہی آرام کرنے لگے تھے۔ تاہم تمیم اور سالم اکٹھے بیٹھے جاگ رہے تھے۔ شاید وہ

رونما ہونے والے شبخون کے متعلق کوئی فیصلہ کر رہے تھے۔

حریم شب میں جب تاریکیاں مشرقی افق پر صبح کاذب کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ تمیم نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ ہلکی ہلکی تاریکی کے سناٹے میں سفر پھر شروع ہو گیا تھا۔ نارمن پہاڑوں کے اندر ایک کھلی وادی میں آرام کی گہری نیند سو رہے تھے۔ تمیم نے شیر و اژدر کی طرح دھاڑتے اور چنگھاڑتے ہوئے شب خون مارا۔ جو اس قدر کامیاب نکلا کہ پہریداروں کے شور کرنے سے قبل ہی تمیم نے انہیں تہ تیغ کر دیا اس کے بعد اس نے سوئے ہوئے لشکر پر شورش محشر اور حشر خیز حملہ کیا۔ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک طرف سے تمیم اور دوسری طرف سے سالم حملہ آور ہوا تھا اور وہ نارمنوں کو ان کے خیموں سے نکال نکال کر یوں قتل کر رہے تھے جیسے بھیڑیے لومڑیوں کی بھٹ اور غاروں میں گھس کر چیر پھاڑ کا نہ ختم ہونے والا فعل شروع کر چکے ہوں۔

تھیوس جب اپنے لشکر کو سنبھال کر مقابلے پر تیار ہوا اس وقت تک تمیم آٹھ دس ہزار نارمنوں کو تہ تیغ کر چکا تھا اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ نارمنوں کے گرد اپنا مضبوط حلقہ تنگ کرتا جا رہا تھا۔ تھیوس نے بھی سنبھل کر ایک ایسا بھرپور اور وحشت ناک حملہ کیا تھا کہ ایک بار مسلمانوں کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے بلکہ اس طرف جہاں تھیوس بذات خود اپنے محافظ دستوں کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا اس زور اور وحشت گری کا سماں پڑا تھا کہ مسلمان دائیں بائیں ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اب سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا اور تھیوس میدان جنگ میں دھاڑ دھاڑ کر اپنے ساتھیوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔

تمیم نے ایک ہزار ماہر اور جنگ جو سپاہیوں کے ساتھ ایک لمبا کاٹا اور اس طرف آیا جہاں تھیوس مسلمان سپاہیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ تھیوس کے سامنے آکر ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر تمیم نے لہروں کی طرح ڈوبتی ابھرتی آواز میں اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجاہدو! نارمن اپنا پورا زور لگا چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔ اپنے رب کی قنوت و فرمانبرداری میں نئے جذبوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر اپنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فتح و نصرت کا آغاز کر دو۔

تمیم کی پکار کے جواب میں ہر طرف تکبیر کی صداؤں کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ خون آشام لہراور بے دخان شعلوں کی طرح لپک لپک کر حملہ آور ہونے لگے تھے اور جو نارمن بھی ان کے سامنے آتا وہ اسے تار تار کرنے لگے تھے۔ تمیم نے اس بار نارمنوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"نارمنو! میں وہی تمیم بن صالح ہوں جس نے میسینا کی بندرگاہ پہ تمہارے جرنیل کورنیل کو اس کے لشکر سمیت کاٹ دیا تھا یاد رکھو آج کا دن تمہارے لیے یوم حساب ہے اور پہاڑوں سے گھری ہوئی یہ وادی تمہارے لیے ایک تاریک قبر ثابت ہوگی۔

تمیم اپنے ان ایک ہزار مجاہدوں کے ساتھ ٹیلے سے اتر کر یوں نارمنوں پہ حملہ آور ہوا جیسے آسمان پر ایک دم برق کے ہزاروں چراغ جل اٹھے ہوں وہ اپنی تیغ فساں سے نارمنوں کو تارعنکبوت کی طرح کاٹ رہا تھا۔ مسلمان مجاہد مجتہد چاروں طرف سے اپنے سحر نما حملے شروع کر چکے تھے۔ رزم گاہ کچھ ایسے المیہ اور خوفناک انداز میں بوئی اٹھی تھی کہ نارمنوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان کا خیال تھا ذرا پسپا ہو کر سنبھلنے کے بعد دوبارہ حملہ کریں گے۔ لیکن ان کی ساری اُمیدیں گندے پانی کی طرح بہہ گئی تھیں۔ مسلمان ان کے سروں پر ایسے سوار ہوئے کہ انہیں دوبارہ قدم جمانے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

عین اس وقت جب کہ نارمن لشکر میں پسپائی کے آثار نمودار ہو رہے تھے اور تھیوس چلا چلا کر انہیں سنبھلنے کا حکم دے رہا تھا۔ تمیم اپنا گھوڑا تھیوس کے قریب لایا اپنے گھوڑے سے کمند کھول کر اس نے تھیوس پر پھینکی۔ تھیوس کا سر کمند میں پھنس گیا اسی لمحہ تمیم نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایڑ لگا دی تھی۔ کمند میں پھنسا ہوا تھیوس اپنے گھوڑے سے گر کر گھسٹتا جا رہا تھا۔ تھیوس کی یہ حالت دیکھ کر نارمن جی چھوڑ گئے اور بھاگنے کی کوشش کرنے لگے لیکن ایسا بے سود تھا۔ مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا اور جب مشرق کی دور افتادہ وادیوں سے طلوع ہونے

والے سورج نے اپنا سر ابھار کر اس پہاڑی سلسلے کے اندر جھانکا تو مسلمان سارے نارمنوں کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ صرف تھیوس کو زندہ رکھا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تمیم نارمنوں کے خیموں اور رسد و خوراک کے بہت بڑے ذخیرے کو انہیں کے گھوڑوں اور خچروں پر لاد کر واپس کوچ کر رہا تھا۔ تھیوس کو اس نے اپنے گھوڑے پر اپنے سامنے بٹھا رکھا تھا۔ اس کے گلے میں ابھی تک تمیم کی کمند تھی اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پہ باندھ دیے گئے تھے۔

○

دوسرے روز جبکہ سورج کافی چڑھ آیا تھا۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ قصریانہ میں داخل ہوا تھا۔ فتح کی خبر سن کر کیا مرد کیا عورتیں گلی کوچوں اور چوکوں میں جمع ہو گئے تھے۔ شہر کے مشرقی دروازے کے قریب جس سے لشکر شہر میں داخل ہوا تھا۔ ابن حواس اور ابن البعباع نے شہر کے امراء و روسا کے ساتھ لشکر کا استقبال کیا تھا۔

تمیم گھوڑے سے اتر کر پیدل چلتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں سرحدوں کے بے گھر لوگ پڑے تھے۔ اس کے ایک طرف ابن حواس اور ابن البعباع تھے اور دوسری طرف سالم بن عطاف تھا۔ تھیوس اسی طرح تمیم کے گھوڑے پر پڑا ہوا تھا۔ لشکر کے سارے سپاہی انہوں کے گھوڑوں اور سامان سے لدی ہوئی خچروں کے ساتھ شہر کے دروازے کے قریب ٹھہر گئے تھے۔ ابن حواس نے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اس فتح پر آپ کو مبارک باد دے سکوں۔ تمیم کے جواب دینے سے قبل ابن البعباع بول پڑا ——— میرے بیٹے! تم نے ثابت کر دیا ہے کہ کیسا بھی سخت اور تیز طوفان ہو تمہیں تمہارے ارادوں سے نہیں بھٹکا سکتا۔ خدا کی قسم تھیوس کو شکست دے کر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ صقلیہ کے مسلمان اونگھتے ہوئے بھی بیدار حوصلوں کے امین معتمد ہیں۔ تمیم نے بڑی انکساری سے کہا۔ آپ میرا شکریہ کیوں ادا کر رہے ہیں کیا یہ میرا فرض نہ تھا جسے میں نے ادا کیا ہے۔

سرحد کے ان بے آسرا لوگوں کے پاس پہنچ کر تمیم نے سالم کو مخاطب کرتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا۔ سالم ! میری قوم کے اس بوڑھے اور بزرگ کو بلاؤ جس نے میرے گلے میں اپنا عمامہ ڈ کر میرے منہ پر طمانچے مارے تھے ——— سالم آگے بڑھ گیا اور تمیم نے تھیوس کو پکڑ کر اپنے گھوڑے سے اتارا۔ پہلے اس کے گلے سے اپنی کمند نکالی پھر پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھو دیے۔ پھر اس نے ابن حواس اور ابن البعاع کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ ہے تھیوس جو اپنے آپ کو ناقابلِ شکست سمجھتا رہا ہے۔ ابن حواس کچھ کہنے والا تھا کہ سالم اس بوڑھے کو لے کر آ گیا اور تمیم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے تھیوس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میرے بزرگ ! کیا آپ اسے پہچانتے ہیں۔ وہ بوڑھا کچھ دیر تک تھیوس کو گھور گھور کر دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر سبعیت و خونخواری پھیل گئی اور غصے میں اس نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔ میں اس شیطان کو پہچان چکا ہوں، یہ تھیوس ہے۔ تمیم پھر بولا تو پھر سنئے میں نے اس کے سارے لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے اور اسے زندہ پکڑ کر لے آیا ہوں۔ اب آپ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ وہ بوڑھا تھوڑی دیر تک بڑی ناچاری اور مجبوری کی حالت میں تمیم کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور نیچے جھک کر تمیم کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا۔ واللہ ! آپ میری بدنصیب قوم کے محسن اور صقلیہ کے آفاق پر نور کی ایک کرن ہیں۔ میں نے آپ سے جو ناروا اور دل شکستہ سلوک کیا تھا۔ میں آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں۔

تمیم نے اس بوڑھے کو فوراً اس کے کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ میری قوم کے معزز و ذی شان بزرگ اور میرے باپ کی جگہ ہیں۔ اس بوڑھے کو نہ جانے کیا سوجھی، اس نے فوراً تمیم کی تلوار نیام سے کھینچ لی اور تھیوس کا سر قلم کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ تھیوس چونک پڑا۔ اس نے آگے بڑھ کر فوراً اس بوڑھے کا تلوار والا ہاتھ پکڑ لیا اور جب اس نے بوڑھے کا بازو مروڑ کر اس سے تلوار چھیننا چاہی۔ تمیم کے چہرے پر غصے اور انتقام کی آگ سلگ اٹھی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر تھیوس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھایا اور اسے زمین پر پٹخ دیا۔ پھر تھیوس کے سینے پر اپنا آہنی گھٹنا رکھتے ہوئے سالم کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی انتہائی غضب آلود آواز میں تمیم نے کہا۔

سالم ! اس کی ناک میں نکیل ڈال دو ——— نکیل ڈال دو اس کی ناک میں سالم ! ——— سالم نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے ایک مضبوط اور پتلی سی رسی نکالی اور تھیوس کے ناک میں نکیل ڈال دی۔ تمیم نے تھیوس کو اوپر اٹھایا اور اس کی نکیل ایک قریبی درخت سے باندھتے ہوئے اس نے پھر بوڑھے سے کہا۔ میں نے نارمنوں کے سرکش اونٹ کو نکیل ڈال کر درخت سے باندھ دیا ہے۔ آپ اس سے اپنا انتقام لے سکتے ہیں۔ بوڑھا تمیم کی تلوار لے کر پھر آگے بڑھا اور تھیوس کی گردن کاٹ دی۔

تمیم ابن حواس اور ابن البعاع کی طرف متوجہ ہوتا ہوا بولا ——— میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے ہاتھ جو مالِ غنیمت لگا ہے اس کا ایک حصہ لشکر میں اور چار حصے سرحدوں کے ان بے گھر لوگوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ ابن البعاع نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہارے فیصلے کا احترام کیا جائے گا۔ تقسیم کا یہ کام سالم ہماری موجودگی میں کرے گا۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ کوئی بڑی بیتابی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ تمیم چپ چاپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا دی۔

اپنے گھر کے صحن میں جب تمیم گھوڑے کو چھپر تلے باندھ کر پیچھے ہٹا تو حویلی کے اندر سے ربیعہ بھاگتی ہوئی نکلی اور تمیم سے لپٹتی ہوئی بولی۔ میں آپ کو فتح کی مبارکباد دیتی ہوں۔ تمیم نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ الماس کہاں ہے۔ تمیم کی چھاتی پہ سر رکھتے ہوئے ربیعہ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ وہ آپ کے آنے کی خوشی میں بازار گیا ہے تاکہ آپ کے کھانے کے لیے سامان خرید کر لائے۔ ربیعہ علیحدہ ہوئی اور پھر وہ تمیم کا سخت کھردرا ہاتھ اپنے نازک اور ریشمی ہاتھ میں لے کر حویلی کے اندر لے جا رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رجب کی پہلی کے روز تمیم قصر یانہ کی جامع مسجد میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد
جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تو ربیعہ صبح کے کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھی
الماس صحن میں چھپر تلے تمیم کے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا۔ تمیم نے ربیعہ کے ساتھ بیٹھ
کھانا کھایا اور جب وہ برتن سمیٹ رہی تھی تو تمیم نے پیار سے اس کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

ربیعہ! جانتی ہو یہ کون سا مہینہ ہے۔ ربیعہ نے پریشان سی آواز میں کہا۔ آج
رجب کی پہلی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں راہب یوحنا کا کوئی ایسا پیغام ہے جو بلرم سے
باہر ہم دونوں کو رخصت کرتے وقت اس نے دیا تھا۔ ربیعہ کچھ دیر تمیم کے سامنے کھڑی
ہو کر سوچتی رہی پھر اس نے چونک کر کہا۔ ہاں اس نے آپ سے کہا تھا کہ آپ ماہ
رجب کے پہلے عشرے میں سبت کے روز طبرین شہر کی اس شمالی سرائے میں ملیں جس
کا مالک ایک یونانی ہے۔

تمیم نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ تو پھر میں ابھی اپنی اس مہم پر روانہ ہو جاؤں
اس سلسلے میں ابن حواس اور ابن البعاع سے میں بات کر چکا ہوں۔ ربیعہ کا چہرہ
پڑ گیا اور وہ اداس ہو کر رہ گئی ——— تمیم نے مغموم آواز میں کہا میں جانتا تھا
ربیعہ فوراً سنبھل گئی اور اپنے چہرے پر بشاشت لاتی ہوئی وہ تمیم کی بات کاٹتے ہوئے
آپ اس سے آگے کچھ نہ کہیئے گا میں آپ کو مسکراتے ہوئے رخصت کرنے کا
حوصلہ رکھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں میں ایک ایسے مجاہد کی بیوی ہوں جو برق کے طوفانوں
چنگھاڑتی ہوئی خونی رزم گاہ میں بھی مسکرانے اور قہقہے لگانے کی قدرت رکھتا

——— میرے آقا! آپ صقلیہ کے نجات دہندہ ہیں اور میں اپنی قوم کے نجات دہندہ
راستہ کیونکر روک سکتی ہوں۔ تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ربیعہ! تم نے جس طرح اپنے دل
ترجمانی کی ہے، اب تم سے رخصت ہوتے وقت مجھے کوئی قلق اور دریغ نہ ہوگا۔

دونوں باہر نکل کر اس جگہ آئے جہاں الماس تمیم کے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا۔ تمیم
جب گھوڑے پر زین ڈالنے لگا تو الماس نے تمیم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ میں زین ڈالتا
ہوں آقا! ——— تمیم نے زین گھوڑے کی پیٹھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارا کام نہیں
ہے الماس! تم پر پہلے ہی گھر کے کاموں کا بہت زیادہ بوجھ ہے۔ جاؤ کھانا کھاؤ جا کر
پھر تمیم نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ربیعہ! الماس کھانا بعد میں کیوں کھاتا ہے۔
——— الماس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ربیعہ بیٹی تو مجھے آپ سے بھی پہلے زبردستی کھانا کھلا
دیتی ہے۔ میں نے کہا بھی، آقا آئیں گے تو میں کھانا کھاؤں گا۔ پر میری بیٹی نے مجھے دھمکی
دے کر آپ سے بھی پہلے کھلا دیا۔

تمیم نے پرسکون لہجے میں کہا۔ الماس! تم اس گھر کے بزرگ ہو اور اس گھر
پر تمہارا ایک حق ہے۔ تمہیں کھانے پر میرا انتظار نہیں کرنا چاہیے ——— تمیم نے
زین کسنے کے بعد گھوڑے کو دہانہ چڑھاتے ہوئے کہا۔ الماس! میں ایک مہم کے سلسلے میں چند
ہفتے باہر رہوں گا۔ میرے بعد گھر کا خیال رکھنا۔ الماس نے گردن کو خم کرتے ہوئے کہا۔
الماس اپنے آقا کو شکایت کا کوئی موقع نہ دے گا۔ آپ جس مہم پر بھی جا رہے
ہیں گھر کی طرف سے مطمئن اور بے فکر ہو کر روانہ ہوں۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی
الماس سے مصافحہ کرنے کے بعد اس نے ربیعہ پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی پھر وہ حویلی سے باہر
نکل گیا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد ایک روز تمیم وہ اٹنا کی سنگلاخ چٹانوں میں داخل ہو رہا
تھا خوابیدہ سمندر کی طرف سے نمکین ہوا چل رہی تھی۔ کھنڈرات میں اگے ہوئے خس و خاشاک
سے ٹکراتی ہوا ٹکرا کر ماحول پر دہشت برسا رہی تھی۔ کوہستانی سلسلے کے اندر تمیم نے ابھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بمشکل پانچ میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ ایک دم چونکتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ اسے اپنے پیچھے ایسی نرم نرم سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی جیسے کوئی روح اس سے کرب آگیں قربانی لینے کی خاطر اس کا تعاقب کر رہی ہو۔

رات کے چوکنے سکوت میں تمیم نے جب مڑ کر دیکھا تو اس کے چہرے پر تہرانیت کے وحشی رنگ بکھر گئے۔ چاند کی دھندلی اور ملگجی روشنی میں اس نے دیکھا پانچ چھ خون آشام بھیڑیے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ تمیم نے صرف چند لمحوں ان بھیڑیوں کو چیلنج دیتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کلہاڑا سنبھال کر اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایک سخت ایڑ لگائی اور ان بھیڑیوں پر حملہ آور ہوا۔

ان خونی بھیڑیوں نے قریب آکر تمیم کے گھوڑے کو نوچ لینا چاہا لیکن تمیم کسی نیزہ باز کی طرح نیچے جھک کر پوری طرح اپنے گھوڑے کا دفاع کر گیا تھا۔ دائیں طرف اس نے تلوار مار کر دو بھیڑیوں کی گردنیں کاٹ دیں پھر اس نے بائیں طرف اپنا کلہاڑا بر... ایک اور بھیڑیے کی ریڑھ کی ہڈی کاٹ دی تھی۔ تین بھیڑیوں کی خوفناک چیخیں... پر دوسرے بھیڑیے بھاگ نکلے تھے۔ تمیم نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اٹنا کی سیاہ چٹانوں کے اندر وہ اپنی تلوار اور کلہاڑے سے بھیڑیوں کے ساتھ چوگان کھیلنے لگا تھا۔ تمیم نے ... اور بھیڑیوں کو موت کی ابدی نیند سلا دیا اور آخری دو ایک چٹان پر چڑھنے کے ... نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر پھر اسے ایڑ لگائی اور وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔

تمیم نے اس ٹیلے کے پاس آکر اپنے گھوڑے کو روکا جس پر چڑھ کر ایک ... اس نے ساریہ کو پکارا تھا۔ ایک بار اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑ... اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑ کر ایڑ لگا دی اور گھوڑا ہلکے ہلکے ہنہناتا ہوا اس ... گیا تھا۔ اسی روز کی طرح تمیم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ کے اطراف میں ... اس نے جرأت فروش اور والہانہ انداز میں اپنی پوری قوت سے پکارا۔

ساریہ! ـــــــــ یہ

رات کی بے کنارہ تاریکیوں میں تمیم کی آواز اس نوری جھرنے کی طرح جو سنگ چیر پھوٹتا ہوا اپنی ہولناک بازگشت کے ساتھ اٹنا کی ویران و سنسان چٹانوں کے اندر بکھر گئی ... پہلے کی طرح صنوبر اور بلوط کے درختوں سے کچھ پرندے چیختے ہوئے سمندر کی طرف پرواز کر گئے تھے اور کوہستانی غاروں کے اندر بھوکے بھیڑیے غرانے اور چلانے لگے تھے۔ رات کے پُرہول اور ژولیدہ سناٹے میں تمیم کو ساریہ کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی

ــــــ میں آتا ہوں ـــــــ صقلیہ کے فرزند! میں آتا ہوں۔

... ٹیلے سے نیچے اُتر کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دی پھر ساریہ اپنے بیس سواروں کے ساتھ تمیم کے سامنے نمودار ہوا۔ تمیم کے پاس وہ رکے۔ پھر ساریہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر تمیم کی طرف بھاگا۔ تمیم بھی گھوڑے سے اُتر گیا اور دونوں بغلگیر ہو گئے تھے۔ ساریہ نے علیٰحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

آپ دوسری بار اس کوہستان میں آئے ہیں اور پہلے کی طرح اس بار بھی آپ ایک اچھی ... کے بعد مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ میں نارمنوں کو شکست دینے اور تھیوس کو قتل کرنے پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس بار آپ کیسے اس کوہسار میں داخل ہوئے ہیں۔ ساریہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تمیم نے کہا۔ میں یہ شب تمہارے پاس بسر کروں گا اور آنے والی صبح میں ایک اہم مہم پر طبرین کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ ساریہ نے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو پھر آئیے میرے ساتھ۔ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر وہ ساریہ اور اس کے سواروں کے ساتھ شمال مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تمیم ساریہ کے ساتھ اس کے مستقر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا وہ پانی کی ایک پٹی تھی جو سمندر سے نکل کر کوہ اٹنا کے اندر دور تک چلی گئی تھی جس کے اندر ساریہ کے ... اور کشتیاں کھڑے تھے۔ پانی کی اس پٹی کے دونوں جانب پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ... کی رہائش کے لیے کمرے بنائے گئے تھے جن کے اندر چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اس ... کوہ اٹنا کے اندر دور تک آگے جانے والی پانی کی وہ پٹی سمندر سے علیٰحدہ ہوتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی وہاں اس پٹی کے دونوں کناروں پہ پہاڑ کے اوپر منجنیقیں کھڑی تھیں جن کے رُخ
کی طرف تھے اور ان کے بڑے بڑے چھجے پتھروں سے بھرے ہوئے تھے۔ شاید ان
ذریعے سمندر کی طرف سے حملہ آور ہونے والے دشمنوں پہ پتھر برسائے جاتے تھے۔

ساریہ کے سارے ملاح اپنی اپنی کھوؤں سے نکل کر تمیم کا استقبال کر رہے تھے
ساریہ نے ایک ملاح کو کھانا لانے کا حکم دیا اور تمیم کو لے کر وہ اپنی کوہستانی غار میں
ہوا تو وہیں چارپائیوں کے ایک کمرے کے برابر ہوگی۔ فرش پہ ایک بہت بڑی کھجور کے
کی چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پہ ایک کونے میں ساریہ کا بستر لگا ہوا تھا۔ ایک اور بستر منگوا
ساریہ نے اپنے بستر کے قریب لگوا دیا اور پھر تمیم کے ساتھ وہاں بیٹھتے ہوئے اس نے نر
آواز میں کہا۔

آپ جب اس سنسان کوہستانی سلسلے میں آنا چاہیں تو اکیلے نہ آیا کریں۔
ساتھ کم از کم پندرہ بیس سپاہی رکھا کریں۔ ان پہاڑوں میں بھیڑیے کثرت سے پا
جاتے ہیں اور وہ اکا دکا مسافر پہ حملہ آور ہو کر اسے چیر پھاڑ دیتے ہیں۔ میں نے کئی ایسے
دیکھے ہیں جنہوں نے اثنا کے اندر سے گزرنا چاہا پہ وہ ان بھوکے اور خونخوار بھیڑیوں کا
ہوگئے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا ———— تمیم
مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھ پہ بھی ان بھیڑیوں نے حملہ کر دیا تھا۔ ساریہ نے متفکرانہ اور غمگین
لہجے میں پوچھا پھر آپ نے ان کا کیا سدباب کیا ———— میں بھی ان پر حملہ آو
ان کی تعداد سات تھی جن میں سے پانچ کو میں نے مار دیا اور دو ایک پہاڑ پر چڑھ
بعد اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ ساریہ نے تحسین آمیز نگاہوں سے تمیم کی طرف دیکھ
کہا ———— جو شخص جنگ میں سینکڑوں دشمنوں کو کاٹتا جاتا ہو اس کے سا
بھیڑیے کیا بساط اور مقدرت رکھتے ہیں ———— تمیم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک
کھانا لا کر تمیم کے سامنے رکھ دیا اور پھر تمیم خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔

تمیم نے صرف ایک شب ساریہ کے پاس قیام کیا۔ دوسرے روز جب
سورج کافی چڑھ آیا تھا اس نے وہاں سے کوچ کیا ———— ساریہ نے تمیم کے

لیے اپنے بیس سوار بھی تیار کیے تھے۔ تمیم کی نگاہ جب ان پر پڑی تو اس نے پوچھا،
سپاہیوں کو کہاں روانہ کرنے لگے ہو ———— یہ کوہستانی سلسلے تک آپ کی حفاظت
لیے آپ کے ساتھ جائیں گے ———— انہیں واپس بھیج دو۔ ان کی کوئی ضرورت
ں، میں اکیلا کافی ہوں اس ویران کوہستان میں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ ساریہ نے اشارے
ان سپاہیوں کو واپس چلے جانے کو کہا اور جب اس کے سامنے تمیم اپنے گھوڑے پر
ر ہونے لگا تو ساریہ نے قریب ہوتے ہوئے بڑی رازدارانہ سرگوشی میں پوچھا۔

کیا میں جان سکتا ہوں، آپ اکیلے کس مہم پر طبرین کی طرف جا رہے ہیں۔ جبکہ
جانتے ہیں یہ شہر نارمنوں کے قبضے میں ہے۔ اپنے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں جماتے
ے تمیم رک گیا اور مڑ کر ساریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ راہب یوحنا سے ملنے۔ وہ
ن شہر کی ایک شمالی سرائے میں میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ شاید وہ نارمنوں کے متعلق
لیے کوئی اہم خبر لے کر آئے ———— دوبارہ رکاب میں پاؤں جما کر تمیم اپنے
ڑے کو ایڑ لگا کر اسے کوہستانوں کے اندر اس پتلی سی ٹیڑھی پگڈنڈی پر ڈال چکا
جو شمال کی طرف جاتی تھی۔

○

آسمان صاف تھا۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ چاند کی تیز روشنی میں نیلے آسمان
ستاروں کے کارواں قدرت کے مصرف ومنشا کے مطابق ایک دوسرے کو زیروبم اور
بیش وکم کی داستانیں سناتے ہوئے اپنی منزلوں کی طرف جا رہے تھے۔ تمیم اپنے گھوڑے
پر شب کے سکوت اور ہولناکی کی پرواہ کیے بغیر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

آدھی رات کے قریب اسے اپنے سامنے سمندر کے کنارے سے ذرا ہٹ کر
دھیمی سی روشنی دکھائی دی۔ یوں جیسے کوئی نحیف ونزار شعلہ ہوا کے تیز طوفانوں
سے برسرپیکار ہو۔ تیز ہوا ابھی تک چل رہی تھی جس کی مار سے سمندر غضبناک ہو کر
رہا تھا۔ تمیم مستعد ہو گیا اور بڑی تیزی سے وہ اس روشنی کی طرف اپنے گھوڑے
لے لگا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قریب جاکر اس نے دیکھا اس کے سامنے ایک کلیسا تھا جس کی بیرونی دیوار میں
جلتی ہوئی ایک مشعل گڑی تھی اور اسی مشعل کی روشنی اسے دور سے دکھائی دی تھی۔
تمیم نے کلیسا کی دیوار کے ساتھ اپنے گھوڑے کو روکا - کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ
سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی - شاید وہ کوئی اہم فیصلہ کر چکا تھا
گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس نے پھر آگے بڑھایا - ایک جگہ جہاں کچھ گھنے درخت
تھے وہ نیچے اترا - گھوڑے کو اس نے ایک درخت سے باندھ دیا - پھر اس نے اپنے
خود کا نقاب چہرے پر گرا لیا اور کلیسا کی سیڑھیاں...... چڑھ کر لمبی راہ داری میں
آگے بڑھنے لگا تھا - ایک جگہ رک کر اس نے کچھ سننے کی کوشش کی لیکن اسے کسی قسم کی
کوئی آواز سنائی نہ دی - یوں لگتا تھا گویا وہ کلیسا نہیں صحرا کے اندر کوئی برسوں پرانی عمارت
ہو، جو انسان نہیں ویرانہ پسند روحوں کا مسکن ہو -

چند قدم آگے بڑھ کر وہ ایک دم ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا - چھت دار راہ داری
میں اچانک روشنی کوند گئی تھی - اس نے ستون کی اوٹ میں ہو کر دیکھا اس کے سامنے چند
قدم آگے کلیسا کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور روشنی کی ایک لہر راہ داری میں دور تک
کوند گئی تھی - جس کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس کے اندر سے تین مسلح جوان راہ داری کے
اسی طرف بڑھے تھے جہاں تمیم کھڑا تھا - تمیم ستون سے چپک کر ان کی مخالف سمت
اور وہ تینوں باتیں کرتے ہوئے اس کے پاس سے گزر گئے - کمرے کی روشنی میں تمیم نے
یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ تینوں پوری طرح مسلح تھے - تمیم وہیں کھڑے ہو کر ان تینوں کی طرف دیکھنے
لگا تھا -

راہ داری طے کر کے وہ دائیں طرف مڑنا ہی چاہتے تھے کہ ان میں سے ایک کی
تمیم کے گھوڑے پر پڑی اور اس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا - ادھر دیکھو
کس کا گھوڑا بندھا ہوا ہے جب کہ ہم اپنے گھوڑے عمارت کے دائیں طرف باندھ
تھے - ان میں سے دوسرے نے فکرمند لہجے میں پوچھا - یہ کون ہو سکتا ہے - تیسرے
اپنی رائے دیتے ہوئے کہا - اچھی نسل کا گھوڑا ہے - چلو اسے لے چلتے ہیں اور بیچ کر

میں بانٹ لیں گے ـــــ پہلے نے پھر خوفزدہ لہجے میں کہا - یہ گھوڑا کسی مشتبہ شخص کا ہی
لگتا ہے کیونکہ اس کلیسا کے سارے راہبوں کے پاس صرف ایک ہی گھوڑا ہے اور وہیں
ہے جہاں ہمارے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں - یہ توانا و سرکش گھوڑا کسی خطرناک دشمن
کی نشاندہی کرتا ہے -

جب وہ تینوں تمیم کے گھوڑے کے قریب آئے تو گھوڑا ہنہنانے ، بڑی تیزی سے
پہلو بدلنے اور ہوا میں دولتیاں جھاڑنے لگا تھا - شاید وہ ان تینوں کو اپنے قریب نہ
آنے دینا چاہتا تھا - ان میں سے ایک نے پریشان کن آواز میں کہا - یہ گھوڑا کسی کا سدھایا
ہوا ہے - تبھی یہ ہمیں دیکھ کر اس قدر برہمی اور ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے - ایسے گھوڑے
میں نے اکثر عربوں کے پاس دیکھے ہیں جو اپنے مالک کے سوا کسی اور کو اپنے نزدیک نہیں
آنے دیتے -

ان کے ایک ساتھی نے فکرگیر اور پریشان و پراگندہ لہجے میں کہا ـــــ تمہارا
خیال درست ہے یہ کسی عرب کا گھوڑا ہے ـــــ ہاں یہ بات میں یقین سے کہہ سکتا
ہوں لیکن یہاں کوئی عرب کیسے آ سکتا ہے ـــــ یہ تو میں نہیں جانتا - تم آگے بڑھ کر
اسے کھول لو - اس کے دوسرے ساتھی نے کچھ خوفزدہ ہو کر کہا - اس گھوڑے کے اطوار
سے یوں لگتا ہے - جیسے یہ کاٹ کھائے گا - بہر حال کچھ بھی ہو اسے کھول کر لے جانا ہی پڑیگا۔
ان کے تیسرے ساتھی نے اپنی غراتی ہوئی آواز میں کہا - تم دونوں احمق ہو جب
یہ گھوڑا کسی عرب کا ہے تو یہ سوچو اس کا یہاں کیا کام - وہ ضرور مسلمانوں کا جاسوس ہوگا۔
مجھے لگتا ہے کہ وہ اس کلیسا کے اندر ہی کہیں چھپا ہوا ہے - چلو پہلے اسے تلاش کر کے
ٹھکانے لگاتے ہیں - یہ ایک قومی اور مذہبی فریضہ ہوگا - ایسا شخص ضرور ہماری قوم کے لیے
خطرناک ثابت ہو سکتا ہے -

ابھی وہ تینوں کوئی آخری فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ ان کے قریب ہی تمیم نمودار ہوا
اس کے قدموں کی چاپ سن کر تینوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے - ان سے صرف
چند قدم کے فاصلے تمیم کھڑا تھا - اس کے ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں چمکتی ہوئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تلوار تھی ۔ پھر قبل اس سے وہ اپنی تلواریں بے نیام کرتے تمیم ان پر آسمان سے گرنے والی برق کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا ——— ان تینوں میں سے ایک کو تمیم نے پہلے حملے ہی ٹھکانے لگا دیا تھا ۔ تاہم دوسرے دونوں اپنی تلواریں سونت کر مستعد ہو گئے تھے ۔ کی تاریکی میں گھنے درختوں کے اندر تمیم ان دونوں سے قوت آزما ہو گیا تھا اور تلواریں میں ٹکرا کر یوں آوازیں پیدا کرنے لگی تھیں ، گویا بے شمار آہن گر مصروفِ عمل ہوں ۔

دفعتاً تمیم نے لڑنے کا رُخ بدلا اور جب وہ دونوں بھی اپنے رُخ بدل کر حملہ آور ہونے لگے تمیم نے ان میں سے ایک کی گردن کاٹ کر رکھ دی ۔ تیسرا ساتھی یہ جان کر کہ ان سے مقابلہ کرنے والا ایک خطرناک اور زہریلا انسان ہے ۔ کلیسا کی طرف بھاگا اور شور کرنے لگا ۔

بچاؤ ! بچاؤ ! ایک عرب ہم پر حملہ آور ہو گیا ہے ۔

تمیم نے صرف ایک بار ہی بھاگنے والے اس نارمن کو آواز نکالنے کا موقع دیا کیونکہ وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا اور چند قدم کے تعاقب کے بعد وہ تیسرے اور آخری نارمن کا بھی خاتمہ کر چکا تھا ۔ اسی لمحہ کلیسا کے اندر سے کوئی نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی ۔ تمیم نے چونک کر ادھر دیکھا ۔ آنے والا ایک راہب تھا ۔ کلیسا کی سیڑھیاں اُتر کر اس نے درختوں کے جھنڈ کی طرف مُنہ کر کے اُونچی آواز میں پوچھا ۔

کس نے مدد کے لیے پکارا ہے اور کون حملہ آور ہوا ہے ۔ اگر کوئی خطرے کی بات ہو تو میں دوسرے راہبوں کو جگا دُوں ——— تمیم نے مدھم اور نرم آواز میں کہا کچھ مقدس باپ ! ہمارا ساتھی یوں ہی ان درختوں کے اندر بندھے ہوئے ایک گھوڑے کو دیکھ کر شور کرنے لگا تھا ۔ یہ کافی عرصہ عربوں سے لڑتا رہا ہے لہٰذا جب بھی یہ خوفزدہ ہوتا ہے ۔ اسی طرح واویلا کرنا شروع کر دیتا ہے ۔ مقدس باپ ! ذرا آگے آنا ۔ یہاں درختوں کے اندر کسی کا گھوڑا بندھا ہوا ہے ۔ میں نہیں جانتا یہ گھوڑا کس کا ہے ۔ ہو سکتا ہے کوئی دشمن ہی کلیسا میں چھپا بیٹھا ہو ۔ لہٰذا ہم اسے ٹھکانے لگا کر ہی یہاں سے کوچ کریں ۔

راہب جو پہلے ہی ہراساں ہو رہا تھا ۔ یہ خبر سُن کر خوف و دہشت سے لرزنے کپکپانے لگا تھا اور جلتی ہوئی وہ مشعل جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی لرزنے

لگی ۔ راہب سہما سہما سا جب درختوں کے اس جھُنڈ میں داخل ہُوا تو ایک درخت کی اوٹ میں سے تمیم اس پر یوں جھپٹ پڑا جیسے شاہین نیلی فضاؤں کے اندر طویل غوطہ لگا کر اپنے شکار کی طرف بڑھتا ہے ۔ راہب ابھی کچھ سمجھنے بھی نہ پایا تھا کہ تمیم نے اسے اس شیر کی طرح دبوچ لیا جو دریا کے کنارے گھات میں بیٹھا ہو اور اپنے شکار کو پا کر اسے دبوچ لینے کے بعد اپنے نوکیلے دانت اس کی شہ رگ پر رکھ دیتے ہوں بالکل اسی طرح تمیم نے بھی کیا تھا ۔ اس نے ایک ہاتھ سے راہب سے جلتی ہوئی مشعل لی تھی اور اس کا دوسرا ہاتھ راہب کی گردن پر تھا جس کے باعث راہب اپنے حلق سے کوئی آواز نہ نکال سکا تھا ۔

راہب کو گھسیٹ کر تمیم اپنے گھوڑے کے پاس لے گیا ۔ پھر اس نے اپنی عبا کے اندر سے چمکتا ہُوا ایک خنجر نکالا اور اس کی تیز نوک راہب کی گردن میں چبوتے ہوئے اس نے اپنی ہولناک آواز میں کہا ——— اگر تم نے مُنہ سے کوئی آواز نکالی تو یہ خنجر میں تمہاری گردن کے پار کر دوں گا ۔ راہب خوفزدہ اور مجبور سا ہو کر تمیم کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ انسان نہیں عزرائیل ہو اور اس کی رُوح قبض کرنے وہاں آ گیا ہو ۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے کپڑوں کا ایک فالتو جوڑا نکال کر راہب کی گود میں پھینکتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا ۔ اپنے کپڑے اُتار کر یہ کپڑے پہن لو ۔

راہب بے چارگی اور بے بسی سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے پس و پیش کرنے لگا تھا ۔ تمیم نے اس بار غصیلی مگر غراتی ہوئی آواز میں کہا ۔ کپڑے بدلتے ہو یا چلاؤں تمہاری گردن پر اپنا تیز خنجر ——— راہب خاموشی سے اُٹھا اور چپ چاپ اس نے لباس بدل لیا ۔ تمیم نے راہب کے کپڑے اُٹھا کر اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لیے تھے ۔ دوبارہ وہ راہب کی طرف بڑھا اور اس کے گلے میں لٹکتی ہوئی کافی بڑی اور وزنی سنہری صلیب بھی اُتار کر اپنی خرجین میں ڈال لی ۔ پھر اس نے درخت سے بندھے ہوئے اپنے .... گھوڑے کو کھولا ۔ راہب کو اُٹھا کر اپنے گھوڑے پر رکھا ۔ خود بھی وہ سوار ہُوا اور گھوڑے کو اسی سمت ایڑ لگا دی جس طرف سے وہ آیا تھا ۔

گھوڑے پر تمیم کے آگے پڑے ہوئے راہب نے اپنی کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؛ تمیم نے اس بار نرم لہجے میں راہب کو تسلی دی - اندیشہ نہ کرو
میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں گا - صرف میرے چند سوالوں کے جواب دو - راہب نے
ڈرتے ڈرتے کہا، پوچھو - تمیم نے راہب پر اپنی گرفت ذرا ڈھیلی کرتے ہوئے کہا تھوڑا
دیر قبل کلیسا کے اندر سے جو تین مسلح جوان نکلے تھے - وہ کون تھے اور تمہارے کلیسا سے
کا کیا تعلق ہے - سچ کہنا ورنہ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے تمہاری پیٹھ میں خنجر گھونپ دوں گا
راہب نے تھوک نگلتے اور گلا صاف کرتے ہوئے کہا -
ان تینوں کا تعلق عیسائیوں کے اس گروہ سے ہے جسے صقلیہ کے مسلمان بحری قزاق
کہتے ہیں - تمیم نے چونک کر پوچھا - پر وہ تینوں تو نارمن تھے جب کہ بحری قزاق زیادہ تر
صقلیہ کے عیسائی مچھیروں پر مشتمل ہیں —— راہب نے سپاٹ لہجے میں کہا - بحری
قزاقوں کے اس گروہ میں اب نارمن بھی شامل ہو گئے ہیں - تمیم نے اس بار زور دے کر
پوچھا - ان کا ٹھکانہ کہاں ہے —— طبرین شہر سے تین فرسنگ جنوب میں پانی کی
ایک پٹی زمین کے اندر دور تک چلی گئی ہے - اس سمندری پٹی کے دونوں کناروں پر یہ قزاق
آباد ہیں —— کیا اس گروہ کا کوئی خاص نام بھی ہے —— ہاں ہم عیسائی قزاقوں
کے اس مسکن کو صلیب کا ساحل کہہ کر پکارتے ہیں —— کیا اس گروہ میں کوئی لڑکی
کام کرتی ہے —— ہاں وہ ایک بے حد حسین لڑکی ہے - اس کی مدد سے وہ مسلمان
ملاحوں کو اپنے پیچھے لگا کر انہیں ان کی حدود سے دور لے جا کر انہیں لوٹ کر قتل کر
دیتے ہیں -
کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو؟ —— راہب نے چند وقفوں کی خاموشی
کے بعد کہا - میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں - کئی بار وہ اس کلیسا میں اپنے ساتھیوں کے
ساتھ قیام کر چکی ہے —— کیا تم مجھے اسے عیار اور حسین لڑکی کا نام بتا سکتے ہو
—— اس کا نام طریسہ ہے اور وہ اس قدر حسین اور پرکشش ہے کہ بحری قزاق
سمندروں کی یونانی دیوی جانتے ہیں - جب کہ ایسا نہیں ہے —— تمیم خاموش
اب تم واپس کلیسا جا سکتے ہو - مجھے تم سے کوئی تعرض نہیں - پر یاد رکھو - اس واقعہ کا

اگر تم نے کسی اور سے کیا تو میں تمہاری گردن کاٹنے کے لیے زمین کی تہہ میں بھی پہنچ جاؤں گا -
راہب کو اپنی روانگی کی غلط سمت کا تاثر دینے کے لیے تمیم اپنے گھوڑے کو
میل اور آگے لے گیا - پھر وہ واپس مڑا - سمندر کا ساحل اس نے چھوڑ دیا اور ایک
کاٹتا ہوا رات کی تاریکی میں وہ اپنا گھوڑا طبرین شہر کی طرف سرپٹ دوڑا رہا تھا -
ان راہب یوحنا ایک سرائے میں اس کا انتظار کر رہا تھا -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک روز جب کہ بے داغ نیلگوں آسمان پر شب کے سکوت آلود دھندلکے پھیلنے
شروع ہوگئے تھے اور ہوا کی شبنمی ٹھنڈک میں دن بھر کے تھکے ہارے طیور امن و سکون کی تلاش
میں اپنے آشیانوں کی طرف اُڑے جا رہے تھے تمیم طبرین کی اس شمالی سرائے میں داخل ہو رہا تھا
جہاں اس نے راہب یوحنا سے ملنے کا وعدہ کیا تھا - اس نے راہبوں کا لباس پہن رکھا تھا
وہی لباس جو اس نے راستے میں کلیسا کے راہب سے حاصل کیا تھا -

تمیم سیدھا سرائے کے مالک کے پاس آیا - جو ایک بوڑھا یونانی تھا اور بڑی نرمی
میں پوچھا - کیا تمہاری سرائے میں انطا کی کلیسا کے راہب یوحنا سے میں مل سکوں گا ——
اس بوڑھے یونانی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ——— مقدس باپ ! راہب یوحنا یہیں
ٹھہرے ہوئے ہیں ——— پھر اس نے اپنے ایک ملازم کو آواز دے کر بلایا اور تمیم
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - انہیں راہب یوحنا کے کمرے میں پہنچا دو -

تمیم سرائے کے اس ملازم کے ساتھ چل دیا - دس بارہ کمروں کے سامنے سے
گزرتے کے بعد اس ملازم نے ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی ——— اندر سے
ایک تحکمانہ اور پُر جلال آواز سُنائی دی ——— کون ہے ——— تمیم پہچان گیا
راہب یوحنا کی آواز تھی اس نے ملازم کو چلے جانا کا کہا اور خود وہ دروازہ کھول کر اندر
داخل ہُوا - اس نے دیکھا کمرے کے وسط میں راہب یوحنا بیٹھا قندیل کی روشنی میں انجیل
کا مطالعہ کر رہا تھا -

تمیم کو دیکھتے ہی یوحنا نے انجیل بند کر دی اور اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے
بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا ——— کیا خوش آئے ہو ؟ کیا خوب

آؤ میرے دوست ، میرے مہربان ! ——— تمیم بھی دروازہ بند کر کے آگے بڑھا اور
پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے - یوحنا نے تمیم کو اپنے قریب بٹھایا
اور اس کے لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - اس لباس میں تم کیا خوش پوش لگ رہے
ہو - یسوع مسیح کی قسم ایسا حسین قد آور اور جوان راہب میں نے اپنی زندگی میں نہیں
دیکھا ——— تمیم نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے پوچھا -

بلرم سے ربیعہ کے ساتھ رخصت کرتے وقت آپ نے مجھ سے ایک وعدہ بھی
کیا تھا - کیا آپ کو یاد ہے ؟ ——— یوحنا ایک دم سنجیدہ و متین ہو گیا اور پُر الم
انداز میں کہا - میں تمہارے لیے بہت بُری خبریں لے کر آیا ہوں ——— تمیم نے فکر مند
لہجے میں پوچھا - کیسی بُری خبریں لائے ہیں - آپ ؟

راہب نے بڑی مدھم اور باریک سرگوشی میں کہا ——— سنو ! رابرٹ گوسکارڈ
اور اس کا بھائی راجر صقلیہ پر آخری ضرب لگانے کے لیے اپنی تیاریوں کی ابتدا کر چکے ہیں -
اور نارمنڈی سے کم سے کم ایک لاکھ پیشہ ور جنگجو نارمنوں کو صقلیہ کی طرف بلایا جا رہا ہے -
تاکہ مسلمانوں کو صقلیہ سے ہمیشہ کے لیے نکالا جا سکے - سنو میرے حبیب ! صقلیہ میں تم مسلمانوں
پر بُرا وقت آنے والا ہے ——— تمیم کی گردن جُھک گئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں
ڈوب گیا تھا ——— راہب یوحنا نے اسے جھنجھوڑا - کہاں کھو گئے ہو - کیا تم صقلیہ
میں اپنے آپ کو بے بس اور مجبور سمجھ رہے ہو - اگر ایسا ہے تو نارمن تم مسلمانوں کے بچے بچے
کو ذبح کر دیں گے اور تم مسلمانوں کی آنے والی نسلیں ہلاکت کے غاروں میں زنگ آلود
لوہے کی طرح پگھلتی رہیں گی ——— ابھی وقت ہے کچھ کر سکتے ہو تو کر لو - ورنہ
صقلیہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر کسی اور ملک کی طرف ہجرت کر جاؤ - عنقریب تم دیکھو
گے صقلیہ کے اندر تباہی و بربادی کی آگ کے الاؤ بھڑک اٹھیں گے -

تمیم ابھی تک سر جُھکائے بیٹھا تھا - راہب چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر بولا -
اندلس سے کاشغر ، سکندریہ سے سائبیریا اور سراندیب سے حلب تک پھیلی مسلم مملکتوں
کو تم ابھی اپنی مدد کے لیے نہیں پکار سکتے - کیا ان میں سے کوئی بھی تمہاری مدد کو نہ آئیگا -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگر ایسا ہے تو میں سمجھوں گا مسلمان بے حمیت ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے رسولؐ کا پیغام پس پشت ڈال دیا ہے جس سے انہوں نے جبل فاران کی سرزمین کا ذرّہ ذرّہ روشن و تابدار کر دیا تھا۔

سنو ! میرے حبیب ! اگر تم کسی کو بھی اپنی مدد کے لیے نہیں پکار سکتے تو پھر خود حق و صداقت کے علمبردار بن کر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ۔ امن و انسانیت کے مغنی بن کر اٹھو اور صقلیہ کے مسلمانوں کی وحدت کے گیت گاؤ۔ اہل صقلیہ سے کہہ دو ——— اے بدقسمت قوم ! نارمن پوری فلاکت و ناداریوں کے ساتھ ذوالطریق کی طرح تم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اگر وہ اب بھی منتشر و پراگندہ رہے تو ان کی آنے والی نسلیں انہیں صقلیہ کا ناخدا نہیں گورکن کہہ کر پکاریں گی۔

تمیم نے اپنا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا ——— میرے ذہن میں ایک ایسی ہستی ہے جسے میں صقلیہ کی مدد کے لیے آمادہ کر سکتا ہوں۔ یوحنا نے بیتاب ہو کر پوچھا کون ہے وہ ؟ ——— افریقہ کا بربری اور صنہاجی حکمران المعز۔ مجھے یقین ہے اگر اس سے التماس کی جائے تو وہ ضرور نارمنوں کے خلاف صقلیہ میں صف آرا ہو جائے گا ——— یوحنا نے مطمئن انداز میں کہا۔ اگر تم المعز کو صقلیہ کی مدد پر آمادہ کر سکو تو پھر جان لو صقلیہ کے اندر نارمنوں کی بربادی اور بدبختی کے دن شروع ہو جائیں گے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد یوحنا نے پھر المزدہ آواز میں کہا۔ میرے پاس ایک اور اہم خبر بھی ہے اور اگر نارمنوں نے اس پر کامیابی سے عمل کر لیا تو صقلیہ کے مسلمانوں کا ایک بازو کٹ جائے گا اور جانتے ہو ایک بازو کٹ جانے کے بعد دوسرے کی اہمیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ بجھتی اور اکھڑتی آواز میں تمیم نے کہا۔ وہ بھی کہہ دیجیے ——— عنقریب کوہ اٹنا کے اندر تمہارے بحری عقاب ساریہ بن خصیب پر بھی حملہ ہونے والا ہے اور حملہ کرنے والی اس فوج کا سالار خود رابرٹ گوسکارڈ ہو گا اور اس میں نارمنوں کے علاوہ زیادہ تعداد ان عیسائی مچھیروں کی ہوگی جو سمندر کے اندر مسلمانوں کے خلاف قزاقی کا پیشہ کرتے ہیں۔ تمیم نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ کیا وہی عیسائی مچھیرے جو طبرین سے تین فرسنگ مغرب میں پانی کی اس پٹی کے دونوں کناروں پر آباد ہیں جو سمندر سے نکل کر دور تک زمین کے اندر مغرب کی طرف چلی گئی ہے۔

راہب یوحنا نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں یہ وہی مچھیرے ہیں لیکن تم ان کے متعلق کیسے جانتے ہو ؟ ——— تمیم نے راہب کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ——— آپ نے خود ہی جو ان بحری قزاقوں کا ذکر چھیڑا ہے تو ان کے متعلق میں بھی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے ذہن میں کوئی ایسی عیسائی لڑکی ہے جو حسین ترین ہو، جس کا قد لمبا، بدن موٹا نہ پتلا بلکہ درمیانہ اور بال سنہری ہوں اور جس کا تعلق ان مچھیروں سے ہو۔ یوحنا نے سوچتے ہوئے کہا ——— نہیں میں ایسی کسی لڑکی کو نہیں جانتا ہوں ——— تمیم نے فیصلہ کن اور غصیلی آواز میں کہا۔ تو پھر مجھے اس لڑکی کی تلاش ہے جو ان قزاقوں کے لیے کام کر رہی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے سمندر کے اندر مسلمان مسافروں کو اپنی مدد کے لیے پکارتی ہے اور جب کوئی مسلمان مسافر یا ملاح اس کی مدد کے لیے بڑھتا ہے تو وہ بحری قزاق بھاگ نکلتے ہیں اور جو مسلمان ان کا تعاقب کرتے ہیں انہیں دور لے جا کر سمندر کے اندر چھپے ہوئے اپنے ساتھیوں کی مدد سے لوٹ لیتے ہیں ——— میں جاننا چاہتا ہوں، وہ لڑکی کون ہے اور کس کے اشارے پر وہ اس انداز میں مسلمانوں کے خلاف کام کر رہی ہے ؟

راہب نے بڑی شفقت سے کہا۔ تم اس قدر بیتاب کیوں ہوتے ہو۔ ہم کل ہی ان مچھیروں کی بستیوں کی طرف روانہ ہوں گے اور وہاں اس لڑکی کو ضرور تلاش کریں گے لیکن تم میرے ساتھ راہب کے لباس میں نہ چلو گے ——— پھر میں کس لباس میں آپ کے ساتھ جاؤں گا ——— میرے محافظ کی حیثیت سے ایک نارمن سپاہی کے لباس میں ——— لیکن ایسا لباس کہاں سے آئے گا ؟ ——— میرے پاس ہے ——— کیا آپ اکیلے یہاں آئے ہیں ——— نہیں میرے ساتھ ایک راہب اور ایک محافظ ہے۔ اس محافظ کو یہ لباس پہنا دیں گے جو تم نے پہن رکھا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور اس کا لباس تم پہن لینا۔ اس طرح میں چار راہبوں اور ایک محافظ کے ساتھ کل ان مچھیروں کی طرف کوچ کروں گا ـــــــ کیا وہ مچھیرے آپ کو جانتے ہیں؟ ـــــــ صقلیہ میں راہب یوحنا کو کون نہیں جانتا ـــــــ کیا آپ کے راہب اور محافظ ـــــــ یوحنا نے تمیم کی بات کاٹتے ہوئے کہا وہ سب قابلِ اعتماد ہیں۔ تم اندیشہ نہ کرو ـــــــ وہ سب اس وقت کہاں ہیں ـــــــ بائیں ہاتھ ساتھ والے کمرے میں ہیں ـــــــ پھر یوحنا نے زور زور سے کسی کو پکارا۔

کوموس! کوموس!

تھوڑی دیر بعد ایک خوب قدآور اور بھاری بھرکم جوان اندر آیا اور یوحنا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا، آقا! آپ نے مجھے پکارا ـــــــ یوحنا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں نے بلایا ہے۔ پھر تمیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ دیکھو کون آیا ہے؟ وہی معزز مہمان جس کا ہم سب کو اس سرائے میں انتظار تھا۔ ہم دونوں کا کھانا یہیں لے آؤ اور تم چاروں بھی کھانا کھا لو۔ وہ جوان سر کو خم دیتا ہوا باہر نکل گیا۔ یوحنا نے تمیم سے کہا ـــــــ یہ کوموس ہے میرا محافظ، تمہاری طرح ہی قدآور اور بھرے کڑیل جسم والا ہے۔ لیکن لڑنے میں تم جیسا نجید و شجاع اور جنگجو و خونخوار نہیں ہے۔ تاہم اس کا لباس تمہارے جسم پر پورا آ جائے گا ـــــــ کوموس ان دونوں کا کھانا لے آیا، پھر وہ دونوں مل کر کھانا کھا رہے تھے۔

دوسرے روز راہب یوحنا اپنے چار راہبوں اور ایک محافظ کے ساتھ ان مچھیروں کی بستیوں میں داخل ہو رہا تھا جو زیادہ تر خیموں پر مشتمل تھیں۔ ایک نارمن سپاہی کے لباس میں تمیم یوحنا کے محافظ کا کردار ادا کر رہا تھا۔ راہب یوحنا کو اپنے اندر دیکھ کر وہ قزاق مچھیرے بے پناہ خوشی اور فخر کا اظہار کر رہے تھے۔ یوحنا سب سے پہلے کلیسا میں گیا اور وہاں اس نے سب کے ساتھ عبادت کی۔ شام کے وقت جب کہ سب لوگ کلیسا سے نکل رہے تھے۔ تمیم نے کوئی فیصلہ کیا اور ان مچھیروں کے سردار کے پاس آ کر اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا ـــــــ کیا راہب یوحنا کے آنے کی خوشی میں تم کوئی جشن رقص کا انتظام نہ کرو گے ـــــــ سردار نے دبے دبے لہجے میں کہا۔ ایسا ممکن تو ہے لیکن مقدس باپ اسے ناپسند کریں گے ـــــــ تمیم نے اسے مطمئن کرنے کی خاطر کہا۔ اگر مقدس باپ نے ناپسندیدگی کا اظہار نہ کیا پھر ـــــــ سردار کی آنکھیں چمک اٹھیں ـــــــ تو پھر ایسے جشن اور رقص کا انتظام کیا جائے گا جو ان بستیوں میں ایک مثل بن کر رہے گا لیکن دیکھ لینا اگر مقدس باپ نے اسے ناپسند کیا تو پھر پورے صقلیہ کے اندر کوئی بھی ہمیں اس کے عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا ـــــــ تمیم نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ میں مقدس باپ کو اس پر آمادہ کروں گا لیکن اس رقص کے سلسلے میں میری ایک شرط بھی ہوگی۔

اس بوڑھے مچھیرے نے چونک کر پوچھا۔ کیا شرط ہوگی آپ کی ـــــــ رقص اسی مقدس اور حسین لڑکی کا ہوگا جس کی مدد سے تم سمندر کے اندر مسلمانوں کو لوٹتے ہو۔ اس کہنہ عمر سردار نے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے۔ ایک آنکھ میچ کر شوخ و شرارتی لہجے میں پوچھا۔ کیا ہمارے مقدس باپ کا محافظ اس لڑکی کو پسند کر چکا ہے۔ تمیم نے بلا تردد کہہ دیا ہاں میں اس گلاب کی ٹہنی جیسی لچکیلی لڑکی کو پسند کرتا ہوں جس کا چہرہ ایسا حسین ہے۔ جیسے پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے پڑے ہوں۔ اس مچھیرے نے سر جھکا لیا ایسے انداز میں جیسے کسی گہری سوچ میں کھو گیا ہو۔ تمیم نے اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ تم فکر و تردد میں کیوں کھو گئے ہو۔ کیا وہ لڑکی رقص کرنا نہیں جانتی اور اگر جانتی ہے تو اسے اس پر آمادہ نہ کر سکو گے۔

مچھیرے نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ـــــــ میں صرف ایک بات سے خوفزدہ ہوں اور وہ یہ کہ ان بستیوں کے اندر پہلے ہی چار ایسے سرکش و توانا جوان ہیں جو اس لڑکی سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن وہ لڑکی صرف اسی کی بیوی بن سکتی ہے جو اپنے تمام حریفوں کو ہرا دے لیکن اجنبی یاد رکھو وہ چاروں مچھیرے بہترین مجادل و جنگجو ہیں اور چاروں آج تک اس خیال سے اس لڑکی کو حاصل کرنے کی خاطر آپس میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں ٹکرائے کہ مبادا ان میں سے کوئی ایک باقی تین کو چیر پھاڑ دے - اے اجنبی اب تم پانچویں جوان ہو گے جس کا شمار اس لڑکی سے محبت کرنے والوں میں ہوگا اور اسے حاصل کرنے کے لیے تمہیں ان چاروں سے باری باری ایسا مقابلہ کرنا ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے بے کراں محیط اور سحر نما حشر کھڑا کر دیں گے - تمیم نے گرم جوشی سے اس بوڑھے کا شانہ دباتے ہوئے کہا تم اس لڑکی کے رقص کا انتظام تو کرو - پھر دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے -

کلیسا سے نکل کر وہ ان خیموں کے قریب آگئے تھے جن کے اندر راہب یوحنا اور اس کے ساتھیوں کے رہنے کا بندوبست کیا گیا تھا اور یہ سارے خیمے سمندر کے کنارے تھے اس بوڑھے سردار نے پہلے ان سب کے کھانے کا بندوبست کیا - پھر جب سیاہ پوش رات آفاق کی حدوں تک اپنے تاریک اور سیاہ پنکھ پھیلا چکی تھی تو سمندر کے کنارے آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا - اتنا بڑا کہ شعلے بلند ہو کر تاریکی سے بغلگیر سمندر کے کچھ حصے کو بھی ننگا کرنے لگے تھے - پھر ان گنت مچھیرے اس الاؤ کے گرد بیٹھ گئے - سمندر کی طرف والے حصے میں راہب یوحنا اور اس کے ساتھیوں کے لیے مسندوں کا انتظام کیا گیا تھا -

جب رات بھیگنے لگی اور راہب یوحنا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی مخصوص مسندوں پر آکر بیٹھ گیا تو میدان کے وسط میں تین زمزمہ نواز آکر بیٹھ گئے - ان میں سے ایک کے پاس ارغنون، دوسرے کے پاس ترم اور تیسرے کے پاس نرسنگا تھا - آگ کے الاؤ کی روشنی کے علاوہ میدان کے چاروں طرف ان گنت مچھیرے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں پکڑے کھڑے تھے جس کی وجہ سے میدان کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا تھا -

تھوڑی دیر بعد وہ نغمۂ گل اور کافر جمال لڑکی جس کا نام طربیہ تھا میدان میں داخل ہوئی - اس نے سفید رنگ کا حسین لباس پہن رکھا تھا - اس کے ایک ہاتھ میں نارنجی رنگ کے پھولوں کی ایک ٹہنی تھی اور دوسرے میں ایک خنجری (چھوٹی دف) تھی - وہ میدان میں یوں داخل ہوئی تھی جیسے شب کے اولیں اندھیروں میں دھکیلی روشنی کا سیلاب امڈ آیا ہو - یا ——— یا قوس و قزح کی کوئی رنگین لہر آسمان سے زمین پر اتر آئی ہو - وہ آہستہ خرامی سے چلتی ہوئی راہب یوحنا کے پاس آئی اور جھک کر نارنجی رنگ کے پھولوں کی ٹہنی اسے پیش کی - راہب نے منہ سے کچھ بولے بغیر ہاتھ سے تمیم کی طرف اشارہ کیا وہ حسین ساحرہ تمیم کے پاس آئی اور اسی طرح اپنے نازک جسم کو خم دے کر اس نے اسے پھولوں کی وہ ٹہنی پیش کی - تمیم نے وہ ٹہنی لے لی اور ایک لمبا سانس کھینچ کر اس نے ان پھولوں کو سونگھا - پھر نظر بھر کر طربیہ کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے کھڑی تھی اور جس کے جسم سے خانقاہوں سے اٹھنے والی لوبان جیسی خوشبو آ رہی تھی - قبل اس کے تمیم کچھ کہتا طربیہ نے اپنی پُر اسرار اور گرم و گہری نگاہوں کا ایک ٹیڑھا زاویہ تمیم کے چہرے پر بناتے ہوئے ہلکی سی سرگوشی میں کہا -

اے نوجوان تم بھولتے ہو - اس میدان میں مجھے جیتنے کے لیے تمہیں مختصر کے ایک طویل سفر سے گزرنا ہوگا - اپنے دل سے مجھے حاصل کرنے کا خیال نکال دو - یاد رکھو یہ ایک کارِ دارد اور ناممکن کام ہے جسے کوئی بھی انجام نہیں دے سکتا - اگر یہ ممکن ہوتا تو میں کبھی کی کسی کی بیوی بن چکی ہوتی - میرے رقص کے بعد میدان میں اتر کر میرا بازو پکڑنے کی جرأت کرنا ورنہ تمہارے خلاف ایسے رقیب اٹھیں گے جو تمہاری گردن کاٹ دیں گے - تمیم ٹکٹکی باندھ کر اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا - اسے یوں لگا جیسے وہ حسین طربیہ عیسائی نہیں بلکہ اس کا تعلق عرب کے کسی سرسبز و بارونق نخلستان سے ہو - اس کی آنکھیں نیلی تھیں اکثر عربوں جیسی - تمیم نے اور غور و غایت کے ساتھ طربیہ کی طرف دیکھا - اس کے چہرے کے پس منظر میں اسے اس بوڑھے چرواہے کا اداس اور افسردہ چہرہ نظر آیا جس کا نام کعب بن نعمان اور جس کی بیٹی کا نام مرجانہ تھا - تمیم کو یوں لگا گویا اس حسین طربیہ کا کعب اور مرجانہ کے ساتھ کوئی جبلی و پیدائشی تعلق ہو -

تمیم چونک پڑا - طربیہ پیچھے ہٹ کر میدان کے وسط میں کھڑی ہو گئی تھی جب اس نے اپنے بائیں گھٹنے کو آگے کی سمت ذرا سا خم دیا - پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی خنجری پر اس نے ہاتھ مارا - اس کے ساتھ ہی ارغنون، ترم اور نرسنگا بجانے والے بھی حرکت میں آئے تھے اور انہوں نے ایک ساتھ اپنے اپنے ساز بجانا شروع کر دیے تھے ان کے ساتھ طربیہ کی خنجری کی آواز مل کر ایک عجیب سماں باندھ گئی تھی اور ساتھ ہی وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنا رنگین رقص بھی شروع کر چکی تھی۔ پہلے پُرفسوں ہلکی ہلکی لہروں کی طرح وہ آہستہ آہستہ ...
کرتی رہی پھر اس کے جسم میں وقت کی تیز آبجو کی جولانی اور ساطع و فسوں ساز تلو...
کی کاٹ آ گئی تھی۔

رقص کرتے ہوتے اس کے جسم سے مسرت کے چشمے ابل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا
وہ رقص کرتے کرتے اپنے جسم کو پور پور اور ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گی ۔ اس کی آنکھوں
میں شوق و دبدبہ اور تشویش و حیرت آ گئی تھی۔ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ بیدار ہو چکا تھا
جیسے وہ اپنے جذباتی وجود کو تحلیل شدہ مسکراہٹ میں تبدیل کر کے تماشائیوں کے رگ
و پے میں سرایت کر کے انہیں آرزوؤں کے سرسام میں مبتلا کر دے گی۔

رقص جاری تھا، سمندر کا شور وحشت ناک ہو گیا تھا۔ طریسہ یوں رقص
کے جوبن پر آ گئی تھی جیسے ساری چاندنی سمٹ کر اس کے چہرے پر اور کائنات کا جمال
سکڑ کر اس کی آنکھوں میں سما گیا ہو۔ تاروں بھری نیلی رات میں اس کے سفید کپڑوں کی سرسراہٹ
یوں چمک رہی تھی جیسے انگور کے خوشے تیز دھوپ میں چمکتے ہیں۔ تمیم نے دیکھا اپنے قلب
و نفس کی گہرائیوں سے رقص کرنے کے باوجود اس مظہر العجائب لڑکی کی آنکھوں میں شرم
کی چلمن، شرافت کی دھندلاہٹ، انسانیت کی گرمی اور حیا کی تیز دھنک تھی۔ اس
کے رقص نے ایک سماں باندھ دیا تھا جیسے ستاروں کے گیت، موجوں کے ابدی
نغموں کے ساتھ مل کر سمندر کے پتھریلے ساحل پر بکھر گئے ہوں۔

رقص جب ختم ہوا اور ساز بجنے بند ہو گئے تو تمیم اپنی جگہ سے طوفان کی طرح
اٹھا۔ میدان کے اندر وہ آگے بڑھا اور الاؤ کے پاس کھڑی طریسہ کا بازو پکڑ لیا طریسہ کی آنکھیں غصے سے
شعلے برسا گئی تھیں۔ اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے اس کا حلق کڑوا اور زبان کا
ذائقہ تلخ ہو گیا ہو۔ پھر اس نے خارِ صحرا جیسی چبھن کے سے لہجے میں تمیم سے کہا۔

آخر تم نے وہی حماقت کی نا۔ جس سے میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ اب انتظار کرو
اور سنو اس میدان میں تم سے مقابلہ کرنے کے لیے ایسے جوان اتریں گے جو تمہاری گردن
کاٹ کر سمندر کے نیلے خلا میں پھینک دیں گے۔ میں نے تمہیں کہا تھا ——— طریسہ

...ہی بات پوری نہ کر پائی تھی کہ ایک کوہ پیکر جوان میدان میں اترا۔ اس کے ایک
ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں تلوار تھی۔ تمیم کے نزدیک آ کر اس نے کہا۔ اجنبی!
اس لڑکی کا ہاتھ چھوڑ دو۔ اسے حاصل کرنے کے لیے تمہیں اپنی موت سے کشمکش کرنا
ہو گی۔ تمیم نے طریسہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر
اس نے اپنی ڈھال سنبھالی اور تیغ بے اماں نیام سے نکال کر وہ اس جوان کی طرف
بڑھا، ایسے انداز میں جیسے وہ غمِ دہر کا جھگڑا طے کرنے نکلا ہو۔ اس جوان کے نزدیک
جا کر تمیم نے اپنی دھکیلی آواز میں کہا۔

تم سے مقابلہ کرنے کے بعد کیا کوئی اور بھی اس حسین لڑکی پر اپنا حق جتانے کو
اٹھے گا اور مجھے اس سے بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس نوجوان مچھیرے نے بڑے اعتماد
و اشتیاق سے کہا۔ میرے علاوہ تین جوان اور ہیں جن سے ٹکرانے کے بعد تم اس لڑکی
کے حق دار بن سکتے ہو اور ایسا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ تمیم نے ایک دل شکن بے
اعتنائی سے کہا۔ تو پھر ان تینوں کو بھی میدان میں بلا لو۔ میں تم چاروں سے ایک
ساتھ نمٹ لینا چاہتا ہوں۔ اس جوان مچھیرے نے چونک کر کہا۔ کیا تم اپنے حواس میں
ہو جو چاروں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دے رہے ہو۔ تمیم نے ایسی آواز میں
کہا گویا سویا ہوا مسحور کن سمندر جاگ کر طوفان برپا کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو۔ تم ان تینوں
کو میدان میں بلاؤ پھر دیکھنا میں تمہیں کیسے کسی بدقسمت شعلے کی طرح جل بجھنے پر مجبور
کرتا ہوں۔

ان کی گفتگو سن کر تین اور مسلح جوان میدان میں اتر آئے تھے۔ تمیم نے پھر اسی
جوان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا میدان میں اترنے والے یہ وہی تینوں ہیں جن کا
تم نے ذکر کیا ہے۔ اس جوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں یہ وہی ہیں جو تمہاری موت
بن کر میدان میں اتر چکے ہیں ——— جب وہ چاروں شانے سے شانہ ملا کر
کھڑے ہو گئے تو تمیم نے اپنی ڈھال چھاتی کے برابر کر لی پھر اس نے عجیب سے انداز
میں ایک وحشی نعرہ مارا اور ان چاروں پر حملہ آور ہوا۔ ان چاروں نے سامنے کی طرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے اس کا دفاع کیا تھا پر قریب جا کر تمیم تیز پرواز شاہین کی طرح اپنے بائیں طرف مڑا اور اپنی پوری خونخواری اور قہر مانیت کے ساتھ وہ ان میں اس پر حملہ آور ہوا جو بائیں طرف تھا۔ طرفۃ العین میں تمیم نے اس جوان کے اس ہاتھ کی تین انگلیاں کاٹ دی تھیں جن سے اس نے تلوار پکڑ رکھی تھی۔

تمیم ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور اس زخمی جوان کو مخاطب کر کے کہا کیا تم اس حالت میں ہو کہ مقابلہ جاری رکھ سکو۔ اس جوان نے تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔ تمیم نے اسے تلوار لہرا کر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو پھر مقابلے کے میدان سے باہر نکل کر اپنے ان تینوں ساتھیوں کا انتظار کرو کہ وہ کیسے تمہاری طرح زخمی ہو کر میدان سے باہر نکلتے ہیں۔ وہ جوان جب باہر نکل گیا تو تمیم باقی تین پر حملہ آور ہوا۔ کچھ دیر تک وہ ان کے درمیان کھڑا ہو کر لڑتا رہا۔ وہ عجیب سے مشاقانہ انجاز کے ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال کے ساتھ ان تینوں کے سامنے جم گیا تھا۔ وہ تینوں اسے گھیر کر ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن ان کا کوئی حربہ، کوئی داؤ کارگر ثابت نہ ہو رہا تھا۔ اچانک تمیم نے لڑتے لڑتے اپنا رُخ بدلا اور دو کے حملوں سے بچتا ہوا وہ تیسرے پر اپنی پوری دیوانگی اور تکوینی قوت سے حملہ آور ہوا اور اس کے شانے پر ایک گہرا گھاؤ لگا کر ایک لمبی جست کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دوسرا بھی بے کار ہو گیا تھا اور لڑنے کے قابل نہ رہا تھا۔

تمیم اب اپنی پوری جولانی، چالاکی، تیز رفتاری، پھرتی، فراست و ذکاوت اور اُمنگ و ولولے کے ساتھ باقی دو پر جو ہر فرد و یکتا بن کر حملہ آور ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کو دھکیلتا ہوا دُور تک لے گیا۔ راہب یوحنا کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ گہری اطمینان بخش مسکراہٹ ______ اِردگرد بیٹھے ہوئے مچھیرے دہشت زدہ سے ہو کر لڑائی کا وہ منظر دیکھ رہے تھے۔ الاؤ کے پاس کھڑی طریسہ کے چہرے پر جہاں تمیم کے لیے بیزاری و خفگی کے آثار تھے وہاں اب بشاشت و ہمدردی رقص کر رہی تھی۔

اچانک ظلمتِ شب میں ایک حشر افروز چیخ بلند ہوئی۔ کچھ اس طرح جیسے بلو...

...صحرا میں نور و ظلمات اپنی پوری سرتابی و بغاوت کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے ...ں۔ تمیم نے تیسرے مچھیرے کا بھی شانہ کاٹ دیا تھا اور وہ ایک دہلا دینے والی چیخ مارتا ... ساحل کی پتھریلی زمین پر گر گیا تھا۔ مقابلے میں اب وہی مچھیرا رہ گیا تھا جو سب سے ... میدان میں اُترا تھا اور اپنے آپ کو اوروں سے زیادہ بے رحم تصور کرتا تھا۔ تمیم اب ...ں پر اس طوفان کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا جس کی کوئی انتہا اور کوئی انجام نہ ہو۔

ایک دم تمیم اپنے اس آخری حریف پر طوفانی یلغار کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مچھیرے ...تمیم کا وار اپنی ڈھال پر روکا لیکن تمیم ایک نئے حملے کا آغاز کر چکا تھا اس نے اپنے ...پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر اس کے گھٹنے پر ماری اور وہ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ تمیم نے ...اپنی ڈھال اس کی کنپٹی پر دے ماری اور لگاتار وہ اس پر اپنی ڈھال سے شدید ...ریں لگانے لگا تھا۔ تمیم کی ڈھال اس تیزی اور سختی سے برسی تھی کہ وہ مچھیرا لہولہان ہو ...زمین پر گر گیا تھا۔ تمیم آگے بڑھا اور اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر ...اتے ہوئے پوچھا۔ تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو یا مجھے کچھ اور زیادہ تمہیں گرم کرنا پڑے ...مچھیرے نے سسکتے اور کراہتے ہوئے کہا ______ تم جیت چکے ہو۔ میں اپنی ...ست تسلیم کرتا ہوں۔ آخری مچھیرا بھی جو تھک کر چور ہو جانے کے علاوہ بُری طرح ...ی ہو چکا تھا اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا میدان سے باہر نکل گیا۔

تمیم آہستہ آہستہ چلتا ہوا طریسہ کے قریب آیا اور گہرے سمندر کی سی سرگوشی میں ...نے اس حسین رقاصہ سے پوچھا ______ کیا اب بھی تمہارا خیال ہے کہ اس میدان ...ایسے بجان اتریں گے۔ جو میری گردن کاٹ کر سمندر کے نیلے خلا میں پھینک دیں ...طریسہ نے خود فراموشی کے عالم میں کہا۔ تم یقیناً ناقابلِ شکست ہو۔ میں ...ہوں کہ تم نے ان مچھیروں کے چار سرکش اور بے مہار اونٹوں کو ہرا کر مجھے جیت ...ہے۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ اور میرا نازک ہاتھ تھام کر جہاں بھی تم جاؤ گے میں ...ساتھ دوں گی۔ تم پہلے جوان ہو جو میرے معیار پر پورے اترے ہو۔ یا یوں کہہ ...خوش قسمت نوجوان ہو جسے مجھ جیسی حسین لڑکی پسند کرنے لگی ہے۔ تمیم نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بے اعتنائی سے کہا ——— مجھے تمہاری چاہت و رغبت اور تنفر و اکراہ سے کوئی غرض و مطلب نہیں ۔

طریسہ نے اپنے آلوچے جیسے خوبصورت ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک عجیب سے استعجاب کے عالم میں پوچھا ——— کیا کہا تمہیں میری چاہت و رغبت سے کوئی غرض نہیں ہے ——— تمیم نے اسے اور زیادہ چونکا دیا ۔ تم پریشان نہ ہو میں نے صحیح کہا ہے ۔ تم میری زندگی کا مقصد و حصول نہیں ہو ۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جو میں تم سے علیحدگی اور تنہائی میں پوچھوں گا ——— طریسہ کو نظر انداز کر کے تمیم آگے بڑھ گیا ۔ زندگی میں پہلی بار طریسہ کی انا اور اس کے بلند و عالی پندار کو کسی نے یوں سر عام ٹھوکر مار دی تھی ۔ لہٰذا وہ پریشان اور افسردہ ہوگئی تھی ۔

تمیم جب میدان سے نکل کر راہب یوحنا کی طرف جانے لگا تو مچھیروں کا بوڑھا سردار تمیم کے قریب آیا اور خوفزدہ سے لہجے میں اس نے کہا ——— اجنبی ! تم طریسہ کو جیت چکے ہو یقیناً تم ایسے جوان ہو جس کی مثل مغرب و مشرق میں نہیں ملتی ۔ پھر بھی اے اجنبی ! اس لڑکی کو بیوی بنانے کے لیے تمہیں ہماری ایک شرط تسلیم کرنا ہوگی اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم تمہارے آقا راہب یوحنا سے کہہ کر تمہیں وہ شرط ماننے پر مجبور کریں گے ۔ ہلکی ہلکی ہنسی ہنستے ہوئے تمیم نے پوچھا تمہاری شرط کیا ہے ۔

شادی کے بعد تمہیں یہیں رہنا ہوگا ۔ اس لیے کہ عیسائیت کی بہتری کے لیے اس لڑکی کے ذمہ ایک خاص کام ہے اس لیے وہ سمندر کے اس ساحل کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی ۔ شادی کے بعد اس کام میں تم بھی اس کے شریک ہوگے ۔ میں سمجھتا جہاں تم جیسا کسی کا رفیق کار ہوگا وہاں شکست و ناکامی کا خیال ایک عظیم گناہ سمجھا لگے گا ۔ تمیم نے راہب کی طرف جاتے ہوئے کہا ۔ میں اپنے آقا سے بات کر کے پھر تمہیں اپنے آخری فیصلہ سے آگاہ کروں گا ۔

سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اپنے اپنے خیموں اور جھونپڑوں کی طرف جانے لگے تھے ۔ راہب یوحنا ، تمیم اور ان کے ساتھیوں کو ان خیموں ... گئی تھی جو طریسہ اور بوڑھے سردار کے خیموں کے قریب تھے ۔

○

... مرد ع شب آہستہ آہستہ کٹتی جا رہی تھی ۔ کوہ و دشت میں رات کی ظلمتوں کا اندھا ... رقص اپنی جوانی پر تھا ۔ نیلے آسمان پر ستاروں کے درماندہ کارواں روشنی کے ... گاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بھاگے جا رہے تھے ۔ چارہ گر قدرت کی ہر تخلیق رات ... سکون و اطمینان میں دُنیا کے آغاز و ابتدا کے گیت گا رہی تھی ——— تمیم آہستہ ... اور بڑی راز داری کے ساتھ اپنے خیمے سے نکلا ۔ اپنے چاروں طرف نظر دوڑا کر ... حالات کا جائزہ لیا ۔ کوئی بھی نہیں تھا ——— لمحہ بہ لمحہ مضمحل ہوتی ہوئی شب ... گہری نیند سو رہا تھا ۔ صرف سمندر کی ان لہروں کی ہلکی ہلکی سرگوشیاں سنائی ... دے رہی تھیں جو کنارے کے پتھروں سے سر ٹکرا رہی تھیں ۔

اپنے خیمے سے باہر نکل کر تمیم نے سمندر کی نمکین ہوا میں چند گہرے گہرے سانس ... پھر وہ حملہ آور ہونے والے چیتے کی طرح دبے دبے پاؤں چلتا ہوا طریسہ کے خیمے ... کے پاس آیا ۔ اس نے دیکھا خیمے کے دونوں طرف کے پردے اچھی طرح اندر کی طرف سے ... بند کیے گئے تھے ۔ تمیم نے کچھ سوچا پھر اس نے اپنا وزنی اور لمبے پھل کا خنجر نکالا اور ... ایک طرف سے طریسہ کا خیمہ چیر کر وہ اندر داخل ہوا ۔ اس نے دیکھا خیمے کے اندر ایک مشعل ... جل رہی تھی جس کی روشنی میں اپنے گدے پر لیٹی ہوئی طریسہ کا حسن نقرئی طشتری کی طرح چمک ... رہا تھا ۔ تمیم کو یوں لگا ، طریسہ کی آنکھیں کھلی ہوں اور وہ جاگ رہی ہو ۔ وہ آگے بڑھنا ... چاہتا تھا کہ طریسہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور ایسی آواز میں بولی جس سے بشاشت ٹپک ... رہی تھی ——— میں جانتی تھی مجھے اذیت میں مبتلا کرنے والا خود بھی رات کو ... سکون کی نیند نہ سو سکے گا ۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گے لیکن ... خیمہ پھاڑ کر کیوں آئے ہو ۔ تم سیدھے راستے سے بھی اندر آ سکتے تھے ۔ قسمت اور حالات ... مجھے تمہارے حوالے کر چکے ہیں ۔ لہٰذا میرے خیمے میں آنے سے تمہیں کوئی روک نہیں ... ——— طریسہ خاموش ہوگئی اور خیمے کے اندر جلتی ہوئی مشعل کی میلی اور غبار آلود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روشنی میں اس کا طوفان وانقلاب کا متلاشی خاموش جسم صندلی خوشبو دے رہا تھا۔
تمیم نے طریبہ کو پھر سرگرداں و متحیر کر دیا۔ تمہیں دھوکہ ہوا ہے۔ میں کسی بُری
نیت سے تمہارے خیمے میں نہیں آیا۔ مجھ میں اور تم میں اب بھی شرق و غرب کا بعد ہے
طریبہ کی پھول جیسی حسین آنکھیں سردیوں کے کوہستانی اور تنہا پھول کی طرح اداس ہو
گئی تھیں اور اس کے چہرے پر کسی غیر آباد و غیر مستعمل خانقاہ کی سی وحشت برسنے لگی تھی
ساتھ ہی اس کی منتشر و پراگندہ آواز سنائی دی ——— پھر تم کس غرض سے میرے
خیمے میں آئے ہو؟ ——— تم سے چند سوال کرنے ——— کیسے سوال
کیا تم پیدائشی عیسائی ہو؟ ——— طریبہ نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس سوال سے
کیا مطلب؟ ——— تمیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اگر تم کسی سے اس گفتگو کا ذکر
نہ کرو تو میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ ایسی باتیں جو تمہارے لیے فائدہ مند اور منفعت
بخش ہوں گی۔
طریبہ نے تعجب واچنبھے سے پوچھا۔ کیا ان باتوں کو تم اپنے آقا راہب یوحنا سے
بھی پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو ——— ہاں ان باتوں کا علم اسے بھی نہیں ہونا چاہیے
کیا تم اس کے لیے تیار نہیں ہو ——— طریبہ نے قربان و نثار ہو جانے والے انداز
میں کہا ایسی کوئی علت و عیب نہیں ہے ——— تم یسوع مسیح کی قسم کھاتے ہو
ہو جسے میں پسند کرنے لگی ہوں۔ تم مجھ سے شادی کرو نہ کرو میں تمہاری بہتری اور
منفعت کو اپنے آپ سے بھی عزیز جانتی رہوں گی ——— تو پھر میرے ان
کا جواب دو ——— میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے آپ کو عیسائی
دیکھا ہے ——— تمہارے ماں باپ کہاں ہیں ——— میں نہیں جانتی
کہاں ہیں ——— کیا تم نے ان کے متعلق کبھی کسی سے پوچھا ہے
بوڑھے سردار سے کئی بار پوچھا ہے وہ کہتا ہے میرے ماں باپ مر چکے ہیں
پرورش کس نے کی ——— اسی بوڑھے سردار نے، وہ مجھے اپنی بیٹی کی طرح پالتا
تمیم جب خاموش ہو گیا تو طریبہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ تم کیا سوچنے لگے

بیک کر ذہن میں اٹھنے والے منتشر خیالات کو جھٹلاتے ہوئے تمیم نے کہا اگر میں تمہارے
رشتہ داروں میں سے کسی کو تلاش کر لوں تو کیا اس کے پاس جانے کے لیے تم ان مچھیروں
کو چھوڑ کر میرے ساتھ یہاں سے بھاگنے پر آمادہ ہو جاؤ گی ——— طریبہ نے بڑے
اشتیاق سے کہا۔ اگر میرے ماں باپ کو تلاش کیے بغیر بھی تم مجھ سے اپنے ساتھ
چلنے کو کہو تو میں ان مچھیروں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ روانہ ہو جاؤں گی ——— تو
میرا انتظار کرنا۔ میں چند دنوں تک دوبارہ تمہارے پاس آؤں گا ——— تمیم
طریبہ کو افسردہ چھوڑ کر وہ خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔
آدھی رات کے وقت تمیم جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو وہ حیران رہ گیا۔
راہب یوحنا اس کے خیمے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا ——— تمیم نے پریشانی
کے عالم میں سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا ——— آدھی رات کے وقت آپ یہاں؟
——— یوحنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں جانتا تھا تم رات کو ضرور اس کے پاس
جاؤ گے۔ کیا تم اس سے کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہو ——— راہب کے
پاس بیٹھتے ہوئے تمیم نے کہا۔ وہ لڑکی مجھے مسلمان لگتی ہے اور میں اسے اس کے گھر پہنچانے
کا عزم کر چکا ہوں ——— کیا تم اس سے شادی کرنے پر سنجیدہ ہو ———
نہیں میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔ بلکہ مچھیروں کے سردار کو جھکمہ دوں گا کہ میں
چند روز تک واپس آ کر اس سے شادی کر لوں گا۔
یوحنا نے سوچتے ہوئے پوچھا۔ اب تمہارا لائحہ عمل کیا ہو گا ——— تمیم
نے مختصر کہا ——— کل میں اور آپ اکٹھے یہاں سے روانہ ہوں گے آپ بلرم
پہنچ جائیے گا۔ میں پہلے ساریہ سے ملوں گا پھر قصر یانہ سے اپنے لشکر کے ساتھ
نکل کر ساریہ کے ساتھ مل کر ان وحشی اور جنگجو مچھیروں پر حملہ آور ہوں گا۔ قبل اس
کے ہم رابرٹ گوسکارڈ کے ساتھ مل کر اٹنا کے کوہستانی سلسلے میں ساریہ پر حملہ کریں میں
ان دونوں قوتوں کو دو علیحدہ محاذوں پر منتشر و پراگندہ کر دینا چاہتا ہوں ———
کیا آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یوحنا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ تمہاری رائے سے اتفاق نہ کرنا گناہ ہے۔ رات بہت جا چکی ہے۔ اب تم آرام کرو ——— یوحنا خیمے سے باہر نکل گیا اور تمیم تھوڑی دیر بعد گہری نیند سو رہا تھا ——— دوسرے روز تمیم نے مچھیروں کے بوڑھے سردار سے گفتگو کی۔ اس نے سردار کو یقین دلایا کہ وہ بہت جلد لوٹ کر طریسے تک کر لے گا اور یوں اسی روز تمیم، یوحنا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مچھیروں کی بستیوں سے کوچ کر گیا تھا۔

سورج ڈھلوانوں پر سرکتا ہوا سرمئی بادلوں میں شفق کی آگ لگا گیا تھا۔ کہر کے پھیلے ہوئے دامن میں سکوت آلود دھندلکے سرگوشیاں کرنے لگے تھے۔ تمیم اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا جبل النار (کوہستانِ اٹنا) میں داخل ہو رہا تھا۔ دور وادیوں سے دھواں اٹھ اٹھ کر رات کے سینے میں جذب ہو رہا تھا اور بھیڑیے صحرائی خوک یوں چیخنے چلّانے لگے تھے جیسے انہوں نے کوئی ڈراونا خواب دیکھا ہو یا ——— یا وہ نازل ہونے والی شب کو ہدیہ تبریک پیش کر رہے ہوں۔

تمیم ساریہ کے مستقر میں داخل ہوا تھا۔ مسلم ملاح اپنی غاروں سے نکل کر اس کا استقبال کر رہے تھے۔ تمیم ساریہ کی کھوہ کے پاس آیا وہ وہاں پہلے ہی شاید تمیم کا منتظر تھا۔ تمیم نے نیچے اتر کر ساریہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میں یہاں زیادہ دیر نہ رکوں گا۔ میرے لیے کھانا اور میرے گھوڑے کے دانے اور چارے کا بندوبست کر دو۔ میں بہت جلد یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

ایک ملّاح خود ہی آگے بڑھا اور تمیم کا گھوڑا پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔ ساریہ نے تمیم کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے پہاڑی کمرے میں لے جاتے ہوئے پوچھا۔ کیا آپ کسی اہم مہم پر جا رہے ہیں۔ تمیم نے مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سنو: میرے پاس وقت کم ہے اور میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں ——— ساریہ تمیم کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا۔ آپ کہیے ——— تمیم نے زمین پر گری ہوئی اپنی عبا کا پلو اٹھاتے ہوئے ——— میں نے اس لڑکی کو تلاش کر لیا ہے جسے عیسائی سمندری قزاق سمندروں کی رانی دیوی کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں مچھیروں کی اس بستی سے بھی ہو کر آیا ہوں جسے نصرانی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صلیب کا ساحل سمجھتے ہیں ——— ساریہ نے چونک کر پوچھا۔ کیا آپ اکیلے ... گئے تھے ؟ ——— نہیں، راہب یوحنا میرے ساتھ تھا ——— کیا اس ... سے آپ کی گفتگو ہوئی ؟ ——— ہاں وہ مجھے عیسائی نہیں مسلمان لگتی ہے ... یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ کسی شریف اور عرب باپ کا خون ہے ۔ ایک رقاصہ اور آزاد طبع لڑکی ہونے کے باوجود میں نے اس کی آنکھوں میں شرم کی چلمن اور حیا کی رھ... دیکھی ہے ۔ میں اس کے ماں باپ کو تلاش کر کے اسے ان کے پاس پہنچانے کا عزم کر چکا ہوں ——— اور سنو! میں تمہارے لیے ایک بڑی خبر بھی لایا ہوں — رابرٹ گوسکارڈ ان قزاق مچھیروں سے مِل کر عنقریب تم پر حملہ آور ہونے والا ہے ۔

سنو! میرے ہم نشین! میری بات غور سے سنو ! میں یہاں سے قصریانہ جاؤں گا اور وہاں سے سالم کو پندرہ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ تمہاری طرف روانہ کروں گا تم اپنے اور اس کے لشکر کو لے کر بحری راستے سے طبرین کی طرف روانہ ہو جانا ۔ سالم کو اس کے لشکر کے ساتھ طبرین اور مچھیروں کی بستی کے درمیان اُتار دینا ۔ اسے کہنا کہ وہ شمال اور مغرب کی طرف سے مچھیروں پر حملہ کرے جب کہ جنوب کی طرف پانی کی اسی لمبی پٹی اور مشرق میں سمندر کی طرف سے تم ان پر حملہ آور ہونا تاکہ کوئی بھی ان میں سے بچ کر نہ جا سکے اور سنو! یہ حملہ آنے والے ماہ کے دوسرے یوم الخمیس (جمعرات) کو آدھی رات کے وقت ہوگا ۔ میں چاہتا ہوں رابرٹ گوسکارڈ کے پہنچنے سے قبل ہی ہم مچھیروں کو ٹھکانے لگا کر اطمینان سے رابرٹ کی جارحیت کا مقابلہ کریں ۔ اس طرح دو علیحدہ محاذوں پر جنگ ہمارے لیے آسان اور سہل ہو جائے گی ۔ ساریہ نے پریشان آواز میں پوچھا کیا آپ اس جنگ میں ہمارے ساتھ نہ ہوں گے ۔ خدا کی قسم وہ معرکہ کیسا پھیکا اور بے جوش ہوگا جس کی کمانداری آپ نہ کر رہے ہوں گے ۔

ساریہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ میں تمہارے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی مچھیروں کی بستی میں پہنچ چکا ہوں گا تاکہ جنگ میں اس لڑکی کو کوئی نقصان نہ پہنچے ——— ساریہ پھر پریشان ہو کر بولا ۔ کیا راہب یوحنا کے بغیر آپ کے د...

...حملے پر وہ قزاق کوئی تعرض نہ کریں گے ——— ہرگز نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ مچھیروں کے اندر چار ایسے جنگجو جوان تھے جو اس لڑکی کے دعویدار تھے ۔ میں ان چاروں کو شکست دے کر اس لڑکی کو جیت چکا ہوں ۔ وہ لوگ بڑی بے تابی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے کہ کب میں ان کے پاس جاؤں اور وہ میری شادی اس لڑکی سے کر دیں ...ن کا نام طریسہ ہے ——— میری ایک اور بات سنو ساریہ ! اس جنگ میں مچھیروں کی جھونپڑیوں اور خیموں کو آگ نہ لگانا وہ ہمارے کام آئیں گی ۔ ان کے پاس رسد و خوراک کا اس قدر سامان ہے جو برسوں تمہارے کام آ سکتا ہے ۔

ساریہ نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ رسد کی تو مجھے خود سخت ضرورت ہے ۔ میرے پاس صرف چند ماہ کے لیے کھانے کا سامان رہ گیا ہے اور میں خود سوچ رہا تھا کہ قلعہ بلوط جا کر ابن البعباع سے جنس اور غلے کی ایک بھاری مقدار لے کر آؤں ۔ پر اس حملے سے ہماری ساری مشکلات رفع ہو جائیں گی ——— ساریہ خاموش ہو گیا ۔ ایک سپاہی ان کے لیے کھانا لے آیا تھا ۔ دونوں نے مِل کر کھانا کھایا اور پھر رات کے پُرالم ظلمات میں تمیم وہاں سے کوچ کر گیا تھا ۔

○

دوسرے روز دوپہر سے ذرا قبل تمیم صنوبر و بلوط سے گھری ہوئی اس پگڈنڈی پر ...نا گھوڑا دوڑا رہا تھا جو ساحل سمندر سے قلعہ بلوط کی طرف جاتی تھی ۔ اس جگہ آ کر جہاں بوڑھا کعب بن نعمان اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا ۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑا اور گھوڑا ہلکی ہلکی آواز میں ہنہناتا ہوا پہاڑ پر چڑھنے لگا تھا ۔ اُوپر آ کر تمیم نے دیکھا نیچے وادی میں کعب کی بکریاں چر رہی تھیں اور خود وہ صنوبر کے ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا ۔ تمیم جب اس کے قریب گیا تو کعب کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے اُونچی آواز میں کہا ۔

خوش آمدید ! صقلیہ کے فرزند ! خوش آمدید !

گھوڑے سے اُتر کر کعب سے بغلگیر ہوتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ آج میں ایک نہایت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اہم کام کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں ——— کعب نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ کوئی اچھی خبر سنانا بیٹے! ——— تمیم نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ کیا مرجانہ کے علاوہ آپ کی کوئی اور بیٹی بھی ہے؟ ——— کعب نے پریشان ہو کر کہا۔ نہیں بیٹے! میری تو ایک ہی بیٹی ہے۔ پر تم نے یہ سوال کیوں پوچھا ہے؟ ——— میں نے نصرانیوں کی قید میں ایک ایسی لڑکی دیکھی ہے جس کے چہرے کے پس منظر میں آپ کے کچھ دھندلے دھندلے نقوش نظر آتے ہیں۔ میں اسے بچانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھا تھا۔ شاید آپ سے اس کا کوئی تعلق ہو۔ میں بے حد عجلت میں ہوں۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ میرے ذمے ایک اہم قومی فریضہ نہ ہوتا تو میں چند ساعتیں ضرور آپ کے پاس بیٹھتا۔ تمیم جب مڑ کر اپنے گھوڑے پر بیٹھنے لگا تو کعب جو کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا چونک پڑا اور تمیم کو مخاطب کر کے کہا۔

سنو بیٹے! کیا اس لڑکی کے گھٹنے پر سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت تل ہے

تمیم رکاب میں پاؤں جماتے جماتے رُک گیا اور مڑ کر کعب کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا ——— میں نہیں جانتا اس کے گھٹنے پر تل ہے یا نہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ایسی کوئی لڑکی ہے جس کا قد خوب لمبا اور کھلتا ہوا ہو۔ جس کا رنگ اور بال عیسائی لڑکیوں جیسے ہوں پر اس کی آنکھوں اور چال میں عربوں جیسا رنگ اور وقار ہو——— اور اس کا نام طریسہ ہو——— کعب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے سسکتے ہوئے کہا ——— ہاں میرے بیٹے! میرے ذہن میں ایسی لڑکی ہے۔ تم اسے میرے خاندان کی بدنصیب بیٹی کہہ کر پکار سکتے ہو——— تمیم آگے بڑھا اور کعب کو شانوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ بتائیے! آپ کا اس لڑکی سے کیا رشتہ اور کیسا تعلق ہے۔ کعب نے اپنے بہتے ہوئے آنسو پونچھ لیے اور گلوگیر آواز میں اس نے کہا۔

وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ سنو! میں تم سے پوری داستان کہتا ہوں۔ میرے چھوٹے بھائی نے ایک بے حد خوبصورت عیسائی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ میرا بھائی

پیشے کے لحاظ سے مچھیرا تھا اور وہ لڑکی جس سے اس نے شادی کر لی تھی۔ بحری قزاقوں اور مچھیروں کی ساتھی تھی۔ میں نہیں جانتا وہ ان کے ساتھ کیا کرتی تھی۔ میرے بھائی نے ایک بار اسے سمندر میں ڈوبنے سے بچایا تھا۔ اس روز سمندر میں تیز طوفان اٹھا تھا اور اس لڑکی کی کشتی سمندر میں اُلٹ گئی تھی۔ میرا بھائی اس لڑکی کو یہاں لے آیا اور دونوں نے اپنی رضا مندی سے شادی کر لی۔ وہ لڑکی مسلمان ہو گئی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکی کی شکل بالکل اپنی ماں سے ملتی تھی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اس لڑکی میں کچھ کچھ میرے نقوش بھی جھلکتے ہیں۔ اس بچی کے دائیں گھٹنے پر ایک خوبصورت تل تھا۔ جب بچی تین برس کی ہوئی تو بحری قزاقوں نے میرے بھائی اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا اور اس معصوم بچی کو اُٹھا کر لے گئے۔ میں نے اُسے بہت ڈھونڈا لیکن میں اکیلا اسے تلاش نہ کر سکا بلکہ میرے ذمے گھر کی کچھ ذمہ داریاں تھیں۔ میری ایک بیوی اور بچی تھی اور مجھے ان کی حفاظت بھی کرنا تھی۔ مجھے خدشہ تھا وہ بحری قزاق کہیں مجھ پر بھی ہاتھ نہ اٹھا لیں اور سمجھ لو میں بدبخت اپنے بھائی کی واحد اور آخری نشانی تلاش کرنے میں ناکام رہا

کعب اپنے آنسو پونچھنے لگا تھا۔ تمیم نے بڑے التفات سے کہا۔ اب آپ بے فکر رہیں میں طریسہ کو ضرور آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔ خدا کی قسم وہ قزاق مچھیرے اگر طریسہ کو لے کر زمین کی تہ میں بھی اُتر گئے تب بھی میں اسے آپ کے لیے نکال لاؤں گا۔ اور یہ کام اب میرے قومی فرائض میں شامل ہو چکا ہے۔ تمیم نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ میں بہت جلد دوبارہ آپ سے ملوں گا اور اس وقت طریسہ میرے ساتھ ہو گی۔ کعب نے بڑی ممنونیت سے کہا۔ گھر سے تو ہوتے جاؤ۔ مرجانہ روز کہتی ہے تمیم کیسا بھائی ہے جو اپنی بہن سے ملنے بھی نہیں آتا۔ تمیم نے زبردستی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اپنی بہن سے معذرت چاہ لوں گا۔ اس وقت میں سخت عجلت میں ہوں اور مجھے فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔ میں جن اوہام کے ساتھ یہاں آیا تھا وہ اب حقیقت میں بدل چکے ہیں۔ اب میں بہت جلد اپنی مہم کا آغاز کرنا چاہتا ہوں۔ تمیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گھوڑے پر سوار ہوا۔ پہلے وہ پہاڑ سے نیچے اُترا۔ ایک میل قلعہ بلوط کی طرف جانے والی سڑک پر آگے جانے کے بعد ایک دوراہا آگیا تھا۔ وہاں سے ایک سڑک دائیں طرف مُڑ کر قصریانہ شہر کی طرف جاتی تھی اور دوسری بائیں طرف معمولی سا بَل کھاتی ہوئی قلعہ بلوط کی طرف چلی گئی تھی۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑا اور پھر وہ قصریانہ کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

○

عشاء کے بعد تمیم قصریانہ کے مشرقی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ پہریدار نے اندر سے کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھا ——— کون ہے ؟ ——— تمیم نے مدھم آواز میں کہا۔ دروازہ کھولو۔ پہریدار نے پھر تلخ لہجے میں کہا۔ اپنا نام بتاؤ ورنہ پوری رات باہر گزارنا پڑے گی۔ تمیم نے اس بار مسکراتی اور اونچی آواز میں کہا ——— میں تمیم بن صالح ہوں۔ دروازہ فوراً کھل گیا اور تمیم اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھولنے والے پہریدار نے ایک طرف ہوتے ہوئے اپنا سر جھکا کر بڑی رقّت و وجد میں کہا۔ میرے آقا! میں شرمندہ ہوں میں آپ کی آواز نہ پہچان سکا تھا۔ تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خوش ہوں تم اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی تمیم نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور آگے بڑھ گیا تھا۔

تمیم سیدھا قصریانہ کے حکمران ابن حواس کے محل میں داخل ہوا۔ پہریدار اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگا اور بڑا مؤدب ہو کر بولا۔ یقیناً آپ آقا سے ملنا چاہیں گے۔ آپ دیوان خانے میں بیٹھیے۔ میں انہیں وہیں بھیجتا ہوں۔ پہریدار بھاگتا ہوا اندر چلا گیا اور تمیم ابھی اپنے گھوڑے سے اُترا ہی تھا کہ ایک دوسرا پہریدار بھاگتا ہوا آیا اور تمیم کے گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ تمیم دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ابن حواس اندر داخل ہوا۔ تمیم اٹھ کر آگے بڑھا اور جھک کر ابن حواس سے مصافحہ کیا۔ ابن حواس نے مصافحہ کے بعد ایک چوکی پر اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے پوچھا ——— تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم سیدھے میری طرف آرہے ہو۔ تمیم نے عمامے کے پلّو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ آپ کا اندازہ درست ہے میں اپنی مہم سے سیدھا آپ کی طرف ہی آرہا ہوں۔ کیا ابن البعباع یہیں ہیں یا قلعہ بلوط جا چکے ہیں ——— وہ یہیں رُک کر تمہارا انتظار ——— ابن حواس رُک گیا کیونکہ اسی لمحہ ابن البعباع کمرے میں داخل ہوا تھا اور تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا ——— قسم پیدا کرنے والے رب کی میں اب تمیم بن صالح کی آواز دُور سے پہچانتا ہوں۔ تم ابھی پہریدار سے باتیں کر رہے تھے کہ میں جان چکا تھا صقلیہ کا فرزند قصریانہ میں داخل ہو چکا ہے۔ ابن البعباع نے آگے بڑھ کر تمیم کو گلے لگا لیا وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور بڑے تجسّس سے پوچھا۔ کیا تمہاری ملاقات راہب یوحنا سے ہوئی ؟ ——— ہاں وہ مجھے ملا تھا۔

ابن البعباع نے بڑے شوق سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر اس نے کیا کہا ؟ ——— اس نے کہا ہے کہ جنوبی اٹلی اور نارمنڈی سے نارمنوں کے لیے تقریباً ایک لاکھ کے لشکر کی کمک عنقریب صقلیہ میں آنے والی ہے۔ اس کے بعد وہ صقلیہ کے مسلمانوں پر آخری اور فیصلہ کُن ضرب لگائیں گے ——— راہب یوحنا سے مشورے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں عنقریب افریقہ کے حکمران المعز کے ہاں جا کر التماس کروں گا کہ وہ نارمنوں کے مقابلے میں صقلیہ کے مسلمانوں کی اعانت کرے۔ اگر میں اسے اس حمایت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں سمجھوں گا میں خوش قسمت ہوں جس نے صقلیہ میں مسلمانوں کی کوئی خدمت کی۔ کیا آپ اس حق میں ہیں کہ مجھے افریقہ کے والی کے پاس جانا چاہیے۔ ابن حواس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔ ابن البعباع بھی بولا ——— تم کب تک افریقہ روانہ ہو گے ؟

تمیم نے اپنی جگہ پر بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ افریقہ روانہ ہونے سے پہلے میں ایک اور مہم پر روانہ ہوں گا۔ ابن حواس نے چونک کر پوچھا کیسی مہم ؟ بارٹ گو سکارڈ طبرین کے قزاق مچھیروں کے ساتھ مل عنقریب ساریہ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ ان بحری قزاقوں کے ساتھ مل کر سب سے پہلے وہ ہماری بحری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طاقت کو ختم کر کے ہم پر آخری ضرب لگانا چاہتا ہے - رابرٹ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی میں ان مچھیروں سے نمٹ کر رابرٹ کے خلاف صف آراء ہونا چاہتا ہوں - اگر یہ دونوں قوتیں آپس میں مل گئیں تو جبل الطارق کے اندر ہماری بحری قوت کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا - اس کے علاوہ ان مچھیروں کے قبضے میں ایک مسلمان لڑکی بھی ہے - جس کا تعلق قلعہ بلوط کی ایک ساحلی بستی کے عرب گھرانے سے ہے - میں اسے بھی اس کے وارثوں تک پہنچانا چاہتا ہوں - آپ کل صبح تک پندرہ ہزار کے ایک لشکر کے کوچ کا انتظام کریں - اس کے علاوہ کسی کو بھیج کر سالم سے کہیں وہ ابھی مجھ سے ملے - میں چند دنوں تک یہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں - تمیم کھڑا ہو گیا : اب مجھے اجازت دیں - میں اپنے گھر جاتا ہوں - ابن العباع نے دبی دبی ہنسی ہنستے ہوئے کہا - میں تمہاری غیر حاضری میں ربیعہ کے پاس روزانہ جاتا رہا ہوں - وہ راضی اور خوش ہے - تاہم بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہی ہے - تمیم مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا -

○

تمیم نے اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دی - اندر سے اصطبل سے ملحقہ کمرے کی طرف سے کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی تھی - پھر صحن میں کھڑے ہو کر کسی نے پوچھا ——— کون ہے ؟ ——— تمیم پہچان گیا وہ الماس کی آواز تھی - تمیم نے پیار سے اپنے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا - دروازہ کھولو الماس ! ——— الماس زور زور سے پکارتا ہوا حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف بھاگا -

ربیعہ ! ربیعہ ! باہر آؤ بیٹی ! آقا آ گئے ہیں -

الماس نے دروازہ کھولا اور تمیم سے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تمیم نے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا اور آگے بڑھ کر اس نے الماس کو گلے لگاتے ہوئے پوچھا کیسے ہو الماس ! الماس نے خوش کن لہجے میں کہا - جیسا آپ چھوڑ گئے تھے ویسا ہی ہوں آقا : الماس نے تمیم کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑی اور اسے اصطبل کی طرف لے گیا تھا -

تمیم جب حویلی کے اندرونی حصّے کی طرف بڑھا تو اس نے دیکھا برآمدے میں جلتی ہوئی مشعل کے نزدیک ربیعہ لالہ صحرائی کی طرح خجستہ و فرخندہ کھڑی تھی - وہ اپنے سارے شعور و ہوش قلب و نظر اور گوشِ منتظر سے مسکراتی ہوئی تمیم کی طرف دیکھ رہی تھی - تمیم جب نزدیک ہوا تو ربیعہ نور کے سیلاب اور اس کوہی ندی کی طرح بھاگتی ہوئی تمیم سے لپٹ گئی تھی جو پہاڑوں سے اُترتی اور بل کھاتی کناروں کی چٹانوں سے ٹکرا کر شور مچاتی ہوئی میدانوں اور وادیوں کی طرف بھاگ رہی ہو - تمیم کے آ جانے کی خوشی میں ربیعہ کے چہرے پر ایسی خوشی و کشادگی تھی گویا سُورج کی کرنیں گری کہر کا نقاب اتار کر نمودار ہوئی ہوں - تمیم سے پیچھے ہٹتے ہی ربیعہ نے اپنی ندی کی طرح چھلکتی آواز میں نغموں جیسی حلاوت اور گیتوں جیسی شیرینی میں تمیم سے پوچھا - آپ کیسے ہیں ؟ تمیم نے اپنی روح کی گہرائیوں سے مسکراتے ہوئے کہا - تمہارے سامنے ہوں دیکھ لو - ربیعہ نے پیار سے تمیم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا - آئیے اندر چلیں - تمیم خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا -

دونوں جب کمرے میں آ کر بیٹھ گئے تو ربیعہ نے بڑی سادگی سے پوچھا آپ کی مہم کا کیا ہوا جس سے آپ لوٹ رہے ہیں - جواب میں تمیم نے مچھیروں کی سازشوں مظلومی بے بسی اور رابرٹ گوسکارڈ کی متوقع یورشوں کی پوری داستان ربیعہ سے کہہ دی - ربیعہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بڑے تجسس سے پوچھا - کیا آپ جانتے ہیں طریسہ کون ہے ؟ ——— ہاں وہ ایک ساحلی بستی کے عرب خاندان کی بیٹی ہے - ربیعہ نے دکھ سے کہا - بہت ظلم ہوا اس بیچاری کے ساتھ کہ اس کے ماں باپ کو قتل کر کے اسے مسلمان سے عیسائی بنانے کے بعد اسے قزاقی جیسے کریہہ پیشے کی آلہ کار بنا لیا گیا ہے - اگر آپ اسے وہاں سے رہائی دلا کر اس کے رشتہ داروں میں پہنچا دیں تو یہ ایک بہت بڑی نیکی اور بھلائی ہوگی ——— میں رابرٹ گوسکارڈ اور مچھیروں سے نمٹنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ عنقریب یہاں سے کوچ کروں گا - ربیعہ نے بیتاب ہو کر پوچھا - کب یہاں سے رخصت ہوں گے ؟ ——— لشکر کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو میں سالم کی سرکردگی میں کل ہی روانہ کر دوں گا لیکن میں چند روز کے قیام کے بعد یہاں سے روانہ ہوں گا ——— چند لمحے رُک کر تمیم نے نیا انکشاف کیا ۔ ربیعہ ! اس کے بعد تمہیں کئی روز تک اکیلے رہنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے ۔ ربیعہ نے ... ہو کر پوچھا ۔ کہاں جائیں گے آپ ؟

نارمنوں کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لیے افریقہ کے والی المعز کے پاس تیونس جاؤں گا ۔ ربیعہ اداس سی ہو کر خاموش ہو گئی ۔ تمیم نے اس کے خیالات منتشر کرنے کی خاطر پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ۔ بھوک لگی ہے ۔ کھانا نہیں ملے گا ؟ ربیعہ فوراً کھڑی ہو گئی ۔ میں ابھی آپ کے لیے کھانا تیار کر کے لاتی ہوں ۔ پھر وہ تیز تیز قدم اُٹھاتی ہوئی مطبخ کی طرف چلی گئی تھی ۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازے پر دستک ہوئی تو مطبخ سے ربیعہ نے تمیم کو پکارتے ہوئے کہا ۔ باہر کوئی دستک دے رہا ہے ۔ دیکھیے کون ہے ۔ تمیم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا ۔ اتنی دیر تک اصطبل کی طرف سے الماس نے آ کر دروازہ کھول دیا تھا ۔ تمیم نے اسے پکارتے ہوئے پوچھا ۔ کون ہے الماس ! الماس نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ۔ سالم ہے ——— تمیم جب دروازے پر آیا تو سالم نے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا ۔ تمیم سالم کو پکڑ کر اندر لے گیا اور اپنے کمرے میں بٹھاتے ہوئے پوچھا ۔ میرا پیغام مِلا ؟ ——— سالم نے مؤدب ہو کر جواب دیا ۔ آپ کے پیغام کے ساتھ آپ کا یہ حکم بھی مِل چکا ہے کہ کل مجھے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا ہے ——— کیا اس مہم کے سلسلے میں ——— اسی لیے میں نے بھی تمہیں بلایا تھا ——— آپ مجھے کوئی ہدایات جاری کریں گے ۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ تم لشکر کے ساتھ سیدھے ساریہ کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں سب کچھ سمجھا دے گا ۔ کیا آپ اس لشکر میں ہمارے سرخیل نہ ہوں گے ۔ میں تم لوگوں سے پہلے ہی اس آماج پر پہنچ چکا ہوں جہاں ہم نے ضرب لگانی ہے ۔ میں ساریہ کو سب کچھ سمجھا آیا ہوں وہ تمہاری راہنمائی کرے گا ۔

سالم نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا ——— ربیعہ بہن کہاں ہے ؟ ——— مطبخ میں میرے لیے کھانا تیار کر رہی ہے ۔ پھر مجھے اجازت دیں میں کل روانگی کے لیے تیاری مکمل کر لوں ۔ تمیم نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔ بیٹھو اب کھانا کھاتے ... ۔ سالم کھڑا ہو گیا ۔ کھانا تو میں کھا چکا ۔ اب اجازت دیجیے ۔ تمیم بھی کھڑا ہو گیا سالم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ۔ اچھا اللہ حافظ ۔ سالم باہر نکل گیا ۔ تمیم بھی باہر ... صحن میں کھڑے الماس سے پوچھا ۔ میرے گھوڑے کے چارے کا بندوبست کر دیا ... الماس نزدیک ہو کر بولا ۔ ہاں آقا ! میں اس کی زین اُتار کر چارہ ڈال چکا ہوں ——— کیا تم کھانا کھا چکے ہو ——— میں تو سرِ شام ہی کھا لیتا ہوں تو پھر جاؤ اپنے ... میں جا کر آرام کرو ۔ الماس نے بڑی انکساری سے کہا ۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ... مجھے آواز دے لیں ——— تمیم نے شفقت اور نرمی سے کہا ۔ ایسی کوئی ... نہیں اُٹھے گی ۔ اگر کوئی کام ہوا تو میں خود کر لوں گا ۔ تم جا کر آرام کرو ۔

الماس بے چارہ چُپ چاپ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا ۔ تمیم کمرے میں آیا ۔ ربیعہ کھانے کے برتن لگا رہی تھی ۔ تمیم نے ہاتھ منہ دھویا اور کھانا کھانے لگا ربیعہ اس کے سامنے بیٹھ کر اسے میٹھی میٹھی اور ملتفت نظروں سے دیکھنے لگی تھی ۔

○

... اگلے ماہ کے دوسرے یوم الخمیس کو جب کہ شام کے غبار آلود دھندلکوں میں مرغزاروں ... خوشبو شبنم میں غسل کرنے لگی تھی ۔ تمیم مچھیروں کی بستیوں میں داخل ہوا ۔ اسے ... لوگ شور کرنے لگے تھے ——— طریسہ کا اجنبی آ گیا ——— طریسہ ... آ گیا ۔ یہ وہی دن تھا جس کی شب کو ساریہ اور سالم نے ان قزاق مچھیروں پر ... تھا ۔ تمیم جب وہاں پہنچا جہاں طریسہ اور مچھیروں کے بوڑھے سردار کے خیمے ... ——— لوگ تمیم کی آمد پر شور کر رہے تھے ۔ تمیم نے دیکھا فطرت کے حُسن ... طریسہ اپنے خیمے سے نکلی ۔ بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور تمیم کے گھوڑے کی ... تے ہوئے اس نے اپنے ہوش و خبر اور دل کی پوری کشادگی سے مسکراتے ہوئے کہا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہاں کے لوگ مجھے طعنے دیتے تھے کہ تمہارا اجنبی اب کبھی لوٹ کر نہ آئے گا
لیکن میرا دِل کہتا تھا تم ضرور آؤ گے - مجھے یقین ہوگیا تھا کہ تم جیسا بے لوث دِ
جوان جو اپنے چہرے پر عزم کا دریا اور دامن میں قیامت رکھتا ہو - وہ جھوٹ نہیں بو
سکتا - کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا - پھر طریسہ نے تمیم کا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا
اجنبی ! میں بھی کتنی احمق ہوں کہ میں نے تمہارا نام ہی نہ پوچھا تھا اور تم بھی کس قدر بے
مروت ہو کہ تم نے خود اپنا نام بتانے کی تکلیف نہ اُٹھائی ——— تمیم جواب میں کچھ
کہنے والا تھا کہ ایک طرف سے بوڑھا سردار آ گیا اور اس نے تمیم سے مصافحہ کرتے ہوئے
کہا ——— میں اس بستی میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں - لوگوں کا خیال تھا کہ
لوٹ کر نہ آؤ گے لیکن مجھے یقین تھا کہ طریسہ کو ایک بار دیکھ لینے والا جوان یہاں ۔
گریز اور فرار نہیں کر سکتا ——— کیا تم طریسہ سے شادی کے لیے تیار ہو اور
آج رات تم دونوں کی شادی کے جشن کا انتظام کروں ——— تمیم نے
چہرے پر درماندگی اور الجھن کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا - میں کئی روز کے لگاتار سفر
کے باعث تھکا ہوا ہوں اس لیے دو دن آرام کروں گا - اس کے بعد طریسہ سے شادی
لوں گا - اس کے علاوہ دوسری علت یہ بھی ہے کہ دو دن بعد راہب یوحنا بھی یہاں
کر میری شادی میں شرکت کریں گے -

طریسہ کے چہرے پر لامحدود مسرت و انبساط کے اثرات تھے یوں جیسے وہ گردشِ
و سحر جیسی پُرجمال اور طناز لڑکی مایوسی کے صحرا میں پھول بن کر کھل اٹھی ہو - وہ تمیم
کچھ کہنے کے لیے لب کھولنا چاہتی تھی کہ بوڑھے سردار نے پھر تمیم سے پوچھ لیا -
مقدس باپ نے تمہیں مستقلاً یہاں رہنے کی اجازت دے دی ہے - تمیم نے
گھوڑوں کی ایالوں سے کھیلتے ہوئے کہا - ہاں وہ مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے
چکے ہیں -

بوڑھے سردار نے اس بار طریسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - طریسہ ! اب
یہ نوجوان ہمیشہ کے لیے ہماری بستی میں رہنے کا عزم کر چکا ہے اور تم سے شادی

ہے - تم اسے اپنے خیمے میں لے جا سکتی ہو - پرسوں تم دونوں کی شادی ہو گی - اجنبی تھکا ہوا
ہے - میں اس کے لیے کھانا اور تمہارے خیمے میں ایک اور بستر کا انتظام کرتا ہوں - بوڑھا
سردار اپنے خیمے کی طرف چلا گیا - طریسہ نے تمیم کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا آئیے
میرے ساتھ - تمیم خاموشی سے طریسہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا - طریسہ نے پہلے اپنے خیمے کے
بائیں طرف نرسل کے ایک چھپر کے نیچے تمیم کے گھوڑے کو باندھا اور تمیم کا بازو پکڑ
کر وہ اپنے خیمے میں لے گئی -

طریسہ کے بستر پر بیٹھتے ہوئے تمیم نے مسکراہٹ آمیز سرگوشی میں کہا - میں تمہارے
لیے ایک خوش خبری لایا ہوں - طریسہ تمیم کے سامنے کھڑی ہوتی ہوئی بولی ———
کیسی خوش خبری ؟ ——— میں تمہارے چچا کو تلاش کر آیا ہوں - طریسہ نے غم
و افسردگی میں کہا - اس کا کیا ثبوت ہوگا کہ جسے آپ نے تلاش کیا ہے وہ میرا چچا ہے
تمیم نے اسے اور زیادہ چونکا دیا - اگر تمہارے دائیں گھٹنے پر سیاہ رنگ کا خوبصورت
ایک تِل ہے تو وہ تمہارا چچا بصورتِ دیگر تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں -

طریسہ نے تمیم کے سامنے فوراً اپنا لباس اُوپر اُٹھا کر اپنا دایاں گھٹنا ننگا کیا - اور
تمیم نے دیکھا اس کے خوبصورت، گول، سُرخ اور سنگِ مرمر جیسے چکنے گھٹنے پر سیاہ رنگ
کا ایک تِل تھا - طریسہ کہیں کھو کر رہ گئی تھی - تمیم نے اس کے ہیجان خیز ذہن پر ایک
اور ضرب لگائی ——— کیا اب بھی تم سمجھتی ہو جس شخص کو میں نے تلاش کیا ہے
وہ تمہارا عم نہیں ہے - طریسہ نے ہارے ہوئے اور شکست خوردہ سے لہجے میں کہا -
وہ واقعی میرا چچا ہے ——— کیا تم اس کے پاس جانا پسند کرو گی ———
طریسہ نے بڑے اعتماد سے جواب دیا - میں اپنے عم کے پاس ضرور جاؤں گی ———
ایک بات اور بھی ذہن میں رکھنا ——— کیا ؟ ——— تمہارا چچا مسلمان ہے
طریسہ نے گلوگیر آواز میں کہا - اگر میرا چچا مسلمان ہے تو میں بھی مسلمان ہوں ———
اسے ایک اور خبر کہوں ، جو یقیناً تمہارے لیے غم انگیز اور مایوس کن ہو گی - طریسہ نے
نئی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا - آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیجئے - میں نے سب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ سننے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے تو پھر سنو یہ بحری قزاق تمہارے ماں باپ کو قتل کرنے کے بعد تمہیں تمہارے گھر سے اغوا کر کے یہاں لے آئے تھے۔

طربیہ نے غصے میں دانت پیستے ہوئے کہا۔ میں اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے انتقام لوں گی۔ تمیم نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم خاموش رہو۔ وقت ان لوگوں سے تو انتقام لے گا۔ طربیہ نے جھلا کر کہا۔ لیکن کب ——— بہت جلد تم دیکھو گی کہ ان قزاقوں پر ہمارے رب کی طرف سے ایک پرہول عذاب نازل ہوگا اور ان کی بستیوں کے مشرق و مغرب کو ان ہی کے خون سے ملا دیا جائے گا اور پھر ——— تمیم خاموش ہو گیا۔ دو مچھیرے خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ ایک کے پاس بستر اور دوسرے کے پاس کھانا تھا۔ ان دونوں مچھیروں نے خیمے کے اندر ایک اور بستر لگا دیا اور تمیم کے سامنے کھانا رکھ کر جب وہ باہر نکلنے لگے تو ان میں سے ایک نے مڑ کر تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ——— آپ کے گھوڑے کے لیے دانے اور چارے کا بندوبست بھی کر دیا گیا ہے ——— تمیم نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طربیہ سے کہا۔ آؤ کھانا کھاؤ۔ طربیہ اس کے سامنے دوسرے بستر پہ بیٹھتی ہوئی بولی۔ آپ کھا لیں میں تو پہلے ہی کھا چکی ہوں۔ تمیم خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا اور حسین طربیہ اس کے سامنے بیٹھی تفکرات کی سطح پہ تیرتی ہوئی اپنے ماضی کی حسین یادوں کا سلسلہ اپنے کربیہ اور تاریک حال سے ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔

تمیم کھانا کھا چکا تو طربیہ نے برتن اٹھا کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔ تمیم نے اسے اور زیادہ الجھا دیا کیا تم ہوا کے ان بے نشان جھونکوں کو بھی کوئی نام دے سکتی ہو جو اپنا کوئی وجود نہ رکھتے ہوں ——— طربیہ نے فکرمند لہجے میں کہا۔ نہیں ہم ہوا کا جھونکا کہہ سکتے ہیں ——— تو پھر مجھے بھی تم اجنبی کہہ چکی ہو لہٰذا اسی نام سے مجھے پکارتی رہو۔ طربیہ اور زیادہ غمزدہ ہو گئی ——— تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ کو ابھی تک مجھ پر اعتماد نہیں ہے جس کے سبب آپ مجھ پر اپنا نام ظاہر نہیں کر رہے ——— مجھے تم پر اعتماد ہے

پھر؟ ——— انتظار کرو ——— کب تک؟ ——— آنے والی صبح تک ——— آنے والی صبح تک کیا ہوگا؟ ——— ایک سرخ انقلاب آئے گا اور میرا ماضی اور حال تمہارے سامنے شیشے کی طرح عیاں ہو جائیں گے۔ طربیہ جذبات میں ڈوب کر بولی۔ صبح تک تو کیا، میں آپ کی خاطر حشر تک آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔ تمیم نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ اب مجھے اجازت دو۔ میں سو جاؤں کہ میں لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں۔ طربیہ بھی خاموشی سے اپنے بستر پہ دراز ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں نیند کی حسین وادی میں کھو گئے تھے۔

آدھی رات کے قریب تمیم چونک کر اٹھ بیٹھا۔ خیمے میں جلتی ہوئی چھوٹی سی شمع کی دھندلی روشنی میں تمیم نے دیکھا طربیہ کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ چت لیٹی جاگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ گہرے تفکرات عیاں تھے۔ تمیم کی طرف دیکھے بغیر اس نے پوچھا۔ آپ چونک کر اٹھ کیوں بیٹھے ——— اپنے سر پہ عمامہ درست کرتے ہوئے تمیم نے کہا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ بہت بھیانک خواب۔ طربیہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی اور پیار سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا خواب اکثر واہمہ ہوتے ہیں ——— تمیم اٹھ کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ میرا دل کہتا ہے، کچھ ہونے والا ہے ——— کیا ہونے والا ہے؟ ——— کسی پرعذاب شب کا آغاز ——— تمیم اٹھ کر خیمے سے باہر آیا۔ طربیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ انہوں نے دیکھا باہر چاند اپنی پوری تاب و آب کے ساتھ چمک رہا تھا اور اس کی روشنی کہکشاں کے دودھیا آنچل کی طرح افق کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کے اندر ماہی گیروں کی جھونپڑیاں اور خیمے دور دور تک پھیلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

شب کی خاموشی میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا تمیم اس چھپر میں آیا۔ جہاں اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ دو تین بار تمیم نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر پیار سے اس کی گردن سہلانے لگا تھا۔ جواب میں گھوڑا ہلکے ہلکے ہنہناتے ہوئے اپنے عزم اور وفاداری کا اظہار کر رہا تھا۔ تمیم کے پیچھے کھڑی طربیہ اس کی ہر حرکت کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے اِرد گرد گہرا سکوت تھا۔ یوں جیسے اس پُر ہجوم انام کی ہر چیز فطرت کی غیر مرئی سرگوشیاں
سُننے کے بعد اپنی پوری صوابدید اور بصیرت کے ساتھ اسے تلاش کرنے کی کوشش کر رہی
ہو ـــــــ تمیم جب اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے لگا تو طربیہ نے بوکھلا کر پوچھا۔
کہاں جانے لگے ہیں؟ ـــــــ کیا کرنے لگے ہیں۔ طربیہ کی طرف دیکھے بغیر تمیم نے گہری
گھمبیر آواز میں کہا اس پُر عذاب شب کا استقبال کرنے لگا ہوں جس کا آغاز ہونے والا ہے
تمیم ابھی گھوڑے پر زین ڈال رہا تھا کہ شمال کی طرف نیلی فضا کے اندر جلتے ہوئے پردوں کا
ایک تیر بلند ہوا تھا اور پھر ٹوٹنے والے ستارے کی طرح زمین کی طرف نزول کر گیا تھا۔
شمال سے اُٹھنے والے اس آتشی تیر کے جواب میں ان دونوں کے قریب ہی جنوب
کی طرف بھی ویسا ہی ایک جلتا ہُوا تیر فضا میں بلند ہو کر پانی کی اس لمبی پٹی کی نیلی تاریکیوں
میں کھو گیا تھا جو مچھیروں کی بستیوں کے ساتھ ساتھ دُور تک مغرب کی طرف چلی گئی تھی۔
طربیہ نے خوفزدہ ہو کر تمیم کا بازو پکڑ لیا اور کپکپاتی لرزتی آواز میں پوچھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے
تمیم؟ شمال اور جنوب سے اٹھنے والی یہ روشنی کیسی تھی؟ ـــــــ مجھے ڈر لگ رہا ہے!
اپنے گھوڑے پر زین کسنے کے بعد تمیم مڑا اور گھوڑے سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کہا۔
گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مَیں نے تمہیں جس انقلاب کی نوید سنائی تھی، یہ اس کی ابتدا ہے
طربیہ نے اس بار بڑے التفات سے کہا ـــــــ تمہاری باتیں پہیلیاں ہیں۔ میری سمجھ
میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے تو صرف یوں لگتا ہے۔ جیسے تم فطرت کے خونخوار عناصر میں
سے ایک ہو اور ـــــــ نہیں نہیں بلکہ قدرت کی طرف سے عذاب برپا کرنے
والا کوئی قزاح ہو جو ان قزاق مچھیروں کی رُوحیں قبض اور ان کی بستیوں کو تباہ کرنے کے لیے
بھیجا گیا ہو ـــــــ تمیم کچھ کہنے والا تھا کہ شمال اور جنوب کی طرف سے باری باری
دل ہلا دینے والی تکبیریں بلند ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی تمیم ایک جست کے ساتھ
گھوڑے پر سوار ہو گیا ـــــــ طربیہ نے اس بار قدرے مطمئن انداز میں کہا۔ میں نے
ٹھیک ہی سوچا تھا۔ آپ مچھیروں کے لیے روحیں قبض کرنے والا فرشتہ بن کر آئے ہیں
ـــــــ تمیم نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔ مَیں تو تمہارے سامنے کھنکھناتی مٹی

بنا ہُوا ایک انسان ہوں۔ طربیہ نے بھی مزاحیہ لہجے میں کہا اور اس خاکی انسان
م کیا ہے۔ تمیم نے سرگوشی میں کہا۔ نام بتانے کا وعدہ صبح تک کا ہے اور تم دیکھتی
ہی صبح نہیں ہوئی۔ طربیہ نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے کہا میرا خیال ہے صبح ہونے
ہے۔ شاید آج مرغ آذانیں دینا بھول گئے ہیں ـــــــ تو کیا تم سمجھتی ہو
مرغ اذان نہ دے وہاں سحر نہیں ہوتی ـــــــ جواب میں طربیہ کھِل کر
دی۔ تمیم نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میرے گھوڑے پر آ جاؤ
یہاں سے بھاگ نکلنے کا وقت آ گیا ہے ـــــــ طربیہ نے تمیم کا بازو تھام
اس کے پیچھے بیٹھتی ہوئی بولی ـــــــ کیا میں یہ اندازہ لگانے میں غلطی پر
ں کہ کوئی مسلمان لشکر شمال اور جنوب کی طرف سے ان مچھیروں پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ تمیم نے گھوڑے
رنگا کر جنوب کی طرف بھگاتے ہوئے کہا، تمہارا اندازہ درست ہے ـــــــ کیا میں یہ بھی
لوں کہ حملہ کرنیوالے اس لشکر کے سالار اور سرخیل آپ ہی ہیں تمیم نے گھوڑے کو اور زیادہ
لگاتے ہوئے کہا۔ اسے بھی سچ ہی جانو! ـــــــ تو آپ مسلمان ہیں ـــــــ بحمداللہ مَیں گنہگار مسلمان ہوں۔
طربیہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ تو پھر راہب یوحنا سے آپ کا کیا
؟ ـــــــ تمیم نے یوحنا کے راز کو راز ہی رکھنے کی خاطر جھوٹ بولا ـــــــ
راہب یوحنا کو دھوکہ دیا تھا۔ مَیں اسے اپنے جنگی تجربے سے مرعوب کر کے اس کا
بن گیا تھا۔ میرا اصل مدعا اس کے ذریعے ان مچھیروں میں داخل ہو کر تمہیں تلاش
ا۔ مجھے شبہ تھا کہ بحری قزاقوں کی وہ لڑکی جو مسلمانوں کے خدا اور رسولؐ کا واسطہ
ر مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے پکار کر ان کی تباہی اور بربادی کا آلہ کار بنی ہوئی ہے
ور مسلمان ہے ـــــــ آپ نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا۔ مَیں نے تمہیں ایک بار
رمیں مدد کے لیے پکارتے دیکھا تھا۔ تمہارے حسین چہرے پر جھلکتے ہوئے عربوں کے نقوش
ریَں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تم عرب، مظلوم اور مسلمان ہو ـــــــ طربیہ نے
سے پوچھا۔ آپ نے مجھے سمندر میں کہاں دیکھا تھا ـــــــ آج سے چند ماہ قبل
الی بندرگاہ پرنا منوں کے ایک جرنیل کو رنیل کو شکست دینے کے بعد سینا سے قطانیہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور سرقوسہ کی طرف جا رہا تھا تو کھلے سمندر میں تم نے مجھے میرے خدا اور رسولؐ کا واسطہ دے کر مدد کے لیے پکارا تھا۔ جانتی ہو اس جگہ تمہارا تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے جب تمہیں اٹھا کر اپنی کشتی میں ڈالا تھا تو میں نے تیر چلا کر اسے ختم کر دیا تھا۔ اس خیال سے نہیں کہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ ساری کارروائی ایک رچا ہوا حطب اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ تعاقب کرنے والے بھی تمہارے ساتھی بحری قزاق ہی تھے۔ میں نے اس خیال کے تحت اس شخص کو ہلاک کیا تھا کہ اس نے کیوں اپنے ناپاک ہاتھوں میں ایک عرب اور مسلمان لڑکی کو اٹھا لیا تھا۔ کیا تمہارے ذہن میں ایسا کوئی واقعہ ہے۔

طریبہ نے تیز اور پُرجوش آواز میں کہا ——— یہ سارا واقعہ میرے ذہن میں ابھی تک تازہ ہے۔ میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے میرا اس قدر خیال رکھا۔ لیکن آپ کا صبح کے وقت اپنا نام بتانے کا وعدہ تو لوٹ گیا۔ تمیم نے رُخ پیچھے کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ وہ کیسے؟

طریبہ نے بے پناہ مسرت و نشاط کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اگر نارمنوں کے جرنیل کورنیل کو مسینا کی بندرگاہ پر آپ نے شکست دی تھی تو آپ کا نام تمیم بن صالح ہے۔ کیا میں یہ اندازہ لگاتے ہوئے غلطی پر تو نہیں ——— تمیم نے خوش کن لہجے میں کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں ہی تمیم بن صالح ہوں ——— طریبہ جواب میں کچھ کہنے والی تھی کہ تمیم نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے روک لیا۔ پہلے وہ خود نیچے کودا پھر طریبہ کو بھی سہارا دے کر اس نے نیچے اتار لیا تھا۔ طریبہ نے دیکھا وہ پانی کی اس لمبی پٹی کے کنارے کھڑے تھے اور ان کے سامنے پانی کے اندر اور کنارے کے ساتھ ان گنت چھوٹی چھوٹی کشتیاں اور جہاز لنگر انداز تھے۔ تمیم نے اپنے سامنے کھڑے جہاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طریبہ سے کہا۔ تم اس جہاز کے اندر چلی جاؤ، میں اب جنگ میں شرکت کروں گا۔ طریبہ نے پریشان لہجے میں کہا۔ میں اس جہاز میں اکیلی کیسے جا سکتی ہوں۔ تمیم نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کیا تم سمجھتی ہو میں تمہیں کسی اجنبی اور بدیسی کے حوالے کر رہا ہوں ——— طریبہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس جہاز کے اندر سے ایک ملاح بھاگتا ہوا نکلا اور تمیم کے سامنے کھڑا ہوتا ہوا بڑا مؤدب ہو کر بولا ——— آقا! کیا میرے لیے کوئی حکم ہے؟ تمیم نے طریبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسے اس جہاز میں ساریہ کے کمرے میں پہنچا دو اور اس کی حفاظت کرو۔ میں جنگ میں حصہ لوں گا۔ طریبہ اب خاموشی سے اس ملاح کے ساتھ جہاز کے اندر چلی گئی۔ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسے واپس موڑ کر اس نے ایڑ لگائی اور ساریہ کے اس لشکر میں جا شامل ہوا جو ان بحری قزاقوں پر حملہ آور ہو رہا تھا۔

مسلمان طوفان کے پورے اندیشوں اور رات کی پوری ظلمتوں کی طرح ان بحری قزاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ شمال کی طرف سے سالم اور جنوب کی طرف ساریہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ کیف و جنون کی حالت میں آگے بڑھے تھے۔ بحری قزاق گو اس اچانک شب خون پر بدحواس و حواس باختہ ہو گئے تھے۔ پھر بھی وہ بہت جلد سنبھل کر اپنے دفاع اور جوابی جارحانہ کارروائی کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ جنگ کی بھٹی اپنے پورے عتاب و عذاب کے ساتھ بھڑک اٹھی تھی ——— تمیم ابھی تک ساریہ کے لشکر میں ایک عام سپاہی کی طرح لڑ رہا تھا۔ گو ساریہ کے ملاح اسے دیکھتے ہی اس کے گرد جمع ہو کر بیدار ہونے والے طوفان کی طرح لڑنا شروع کر دیتے تھے۔ لیکن تمیم انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ جاتا تھا۔ بحری قزاقوں نے اپنی پوری کوشش کی تھی کہ مسلمانوں کے دونوں لشکروں کو آپس میں ملنے نہ دیا جائے لیکن وہ ناکام رہے تھے اور دونوں لشکر طوفانی یلغار کرتے ہوئے آپس میں مل گئے۔ اب ایک طرح سے مچھیروں کا گھیراؤ مکمل ہو گیا تھا اور وہ مسلمانوں کے اندر محصور ہو کر لڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہر طرف آہ و فغاں اور پیامِ موت کی پکار سنائی دینے لگی تھی۔

تمیم ساریہ کے لشکر سے نکل کر اب سالم کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ مسلمان سپاہیوں نے جب دیکھا کہ ان کا سالارِ اعلیٰ تمیم بن صالح ان کے اندر لڑ رہا ہے تو وہ اپنے چہروں پر ماضی کی المناک داستانیں لیے الہامی قوتوں کے زیر اثر بگولے سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طوفان بن کر لڑنے لگے تھے ۔ دونوں طرف سے رفعتوں کے حصول اور نئی عظمتوں کی تسخیر کی خاطر انتقام و انعدام کے انگارے برسنے لگے تھے ۔ ہر کوئی دوسرے کے نقش و نشان مٹانے کے درپے تھا ۔ بحری قزاق زیادہ دیر تک زخم رسیدہ مسلمانوں کے جوش، تحریک، برانگیختگی اور ولولے کا سامنا نہ کر سکے اور وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر اس طرح اِدھر اُدھر بھاگنے لگے جس طرح طوفانی بگولوں کے اندر ریت اڑتی ہے ۔ لیکن تکبر گزیدہ قزاق اپنی جانیں نہ بچا سکے ۔ صقلیہ کے متوالے اور اسلام کے فرزند قزاقوں کے ماضی کے تاریک گناہوں کے ذرے ذرے، جیسے جیسے اور رتی رتی کا حساب لے رہے تھے ۔ مسلمانوں کے آگے مچھیروں کی حالت اس کشتی جیسی تھی جو طوفانی موجوں میں ہچکولے کھا رہی ہو ۔ یا ــــــــــ یا اس غیر خمیدہ اور شکستہ کمان کی طرح جو تیر برسانے کے قابل نہ رہی ہو ۔ مسلمانوں نے گھیرا ڈال کر ایک ایک مچھیرے کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا ۔ صرف مچھیروں کا وہ گروہ بچ نکلا تھا جو اس رات سمندر کے اندر مچھلیاں پکڑنے اور مسلمان کشتیوں کو لوٹنے کے عمل میں مصروف تھا ۔ وہ اپنی بستیوں میں جنگ کے شعلے دیکھ کر کھلے سمندر میں دور بھاگ گئے تھے ــــــــــ

تمیم کی ہدایت پر مچھیروں کے سارے خیمے اور کھانے پینے کا سامان جہازوں اور کشتیوں میں لاد دیا گیا تھا ــــــــــ پہلے متحدہ لشکر ساریہ کے مستقر آیا ۔ وہیں مجاہدوں میں مالِ غنیمت کی تقسیم ہوئی ۔ پھر سالم اپنے لشکر کے ساتھ قصریانہ کی طرف کوچ کر گیا تھا اور تمیم، طریبہ کو لے کر بوڑھے عرب چرواہے کعب بن نعمان کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے اور بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف اڑے جا رہے تھے ۔ طریبہ اب پہلے سے کہیں زیادہ تمیم سے بے تکلف اور مانوس ہو گئی تھی ۔ تاہم تمیم ابھی تک اس کے معاملے میں سنجیدہ اور متین تھا ۔

ایک روز شام کے وقت جب کہ فضا میں دھند اور آبادیوں سے اٹھنے والے دھوئیں کی چادر پھیل گئی تھی تمیم طریبہ کے ساتھ کعب بن نعمان کی بستی العریف میں داخل ہو رہا تھا ۔ دو چار گلی کوچوں سے گزرنے کے بعد وہ کعب کے گھر کے سامنے گھوڑے

اترا اور دروازے پر دستک دی ۔ طریبہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر کر تمیم کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی ۔ تمیم نے مڑ کر طریبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ یہ گھر تمہارے عم کا ہے ۔ جو ایک ...ب، وطن پرست اور مذہب پسند انسان ہے ۔ وہ ایک چرواہا ہے اور بکریاں چرا ...ا ہی گزر بسر کرتا ہے ۔ اس کی اولاد صرف ایک ہی لڑکی ہے اور اس کا نام مرجانہ ...ے ــــــــــ طریبہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا ۔ اس نے اپنے گھوڑے ...اگ اپنے نازک ہاتھ کے گرد لپیٹتے ہوئے پوچھا ۔ کیا میرے عم مجھے اپنے پاس رکھنے ...آمادہ ہو جائیں گے ۔ کیا وہ یہ تو نہ سوچیں گے کہ میں ایک عرصہ تک بحری قزاقوں ...ے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کام کرتی رہی ہوں اور یہ کہ ــــــــــ طریبہ ...ک دم خاموش ہو گئی ۔ دروازہ کھلا تھا اور اور بوڑھا کعب ان دونوں کے سامنے ...ڑا تھا ۔ کعب نے پہلے تمیم کو گلے لگا کر پیار کیا ۔ پھر طریبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

کعب بن نعمان ایسا بدبخت انسان نہیں ہے کہ برسوں کے بعد گھر آئی اپنی ...ی کو قبول نہ کرے ۔ تمیم نے طریبہ سے کہا یہ تمہارے عم ہیں کعب بن نعمان ــــــــــ ...بہ آگے بڑھی ۔ کعب نے اپنے لاغر بازو پھیلا دیئے تھے اور وہ بھاگ کر ان بازوؤں ...ما کر کعب سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی ۔ اتنی دیر میں مرجانہ بھی ...ہاں آ گئی تھی اور کعب کے پیچھے کھڑی ہو کر وہ بھی رونے لگی تھی ۔ طریبہ جب کعب ...علیحدہ ہوئی تو تمیم نے مرجانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ طریبہ ! یہ تمہاری عم زاد ...ن مرجانہ ہے ۔ مرجانہ خود ہی تیزی سے آگے بڑھی اور بڑی طرح طریبہ کو اس نے ...پنے ساتھ لپٹا لیا تھا ۔ دونوں بہنیں سسکیوں اور ہچکیوں میں رو رہی تھیں ۔ کعب ...ان دونوں کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں چپ کرایا اور سب مکان میں ...ل ہوئے ۔ مرجانہ طریبہ کو اپنے ساتھ لپٹا کر اندر لے گئی تھی ۔ صحن کے وسط میں ...ے کوئی خیال آیا اور اس نے لکڑی کی ایک چوکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طریبہ ...ہار تم وہاں بیٹھو میں ابھی آئی ۔ طریبہ اس چوکی پر بیٹھ گئی ۔ مرجانہ واپس مڑی ...تمیم سے دونوں گھوڑوں کی باگیں لیتے ہوئے اس نے کہا ۔ لائیے انہی ! انہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باندھ کر چارہ ڈالتی ہوں ——— تمیم نے اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔ اب میں اس گھر کے محل وقوع سے واقف ہوں۔ میں خود گھوڑوں کو باندھتا ہوں۔ مرجانہ نے زبردستی اس سے دونوں گھوڑوں کی باگیں لیتے ہوئے کہا۔ نہیں اخی! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کبھی کبھار تو اپنی بہن کے گھر آتے ہیں۔ میرے لیے اس کے سوا اور کیا سعادت ہے کہ میں اپنے اس عظیم بھائی کا گھوڑا خود تھان پہ باندھوں جو صقلیہ کے اندر میری عزیز مسلم بہنوں کی عزت و عظمت کا نگہبان و محافظ ہے۔ تمیم خاموش رہا اور مرجانہ دونوں گھوڑوں کو بکریوں کے باڑے میں باندھ کر ان کے آگے چارہ ڈال آئی تھی۔ تمیم اور طریبہ دونوں کے اس نے ہاتھ پکڑ لیے اور بائیں طرف والے کمرے میں لے گئی جو دیوان خانے کے طور پہ استعمال ہوتا تھا۔

بوڑھا کعب بکریوں کے باڑے سے ملحقہ ایک کمرے سے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز اور چمکدار خنجر تھا۔ وہ بکریوں کے باڑے میں آیا۔ ایک مینڈھے کو پکڑ کر وہ علیحدہ لے گیا۔ پھر اس نے مرجانہ کو آواز دی۔

مرجانہ! مرجانہ!

مرجانہ بھاگ کر کمرے سے نکلتی ہوئی بولی۔ کیا بات ہے بابا! ———

ادھر میرے پاس آؤ۔ مرجانہ جب وہاں آئی تو کعب نے اس مینڈھے کو زمین پہ لٹا کر اپنے گھٹنوں کے نیچے دباتے ہوئے کہا۔ ذرا اس کی ٹانگیں پکڑو۔ میں اسے ذبح کرتا ہوں۔ مرجانہ مینڈھے کی ٹانگیں پکڑ کر وہاں بیٹھ گئی۔ کعب جب مینڈھے کو ذبح کر چکا تو مرجانہ سے کہا۔ تم جاؤ میری بیٹی! ان کے پاس جا کر بیٹھو اور یہاں صحن میں آگ بھی روشن کرو۔ اتنی دیر تک میں اس کی کھال اتارتا ہوں۔ پھر اسے وہاں بھون لیں گے ——— مرجانہ نے جب صحن میں آگ روشن کی تو تمیم کمرے سے باہر آیا اور مرجانہ سے پوچھا۔ یہ کیا ہونے لگا ہے ——— مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کے کھانے کا بندوبست کرنے لگی ہوں ——— لیکن یہاں! وہ بھی کھلے صحن کے اندر ایک الاؤ کی صورت میں۔ مرجانہ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

ئے مینڈھ ذبح کیا ہے نا! اسے یہاں بھون لیں گے ——— تمیم نے بکریوں کے ے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے ——— کعب ی مینڈھے کی کھال اتارنے لگا تھا کہ تمیم وہاں پہنچ گیا اور جواب طلب نگاہوں سے کعب طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ نے یہ مینڈھ کیوں ذبح کر ڈالا ——— کعب تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا۔ پھر کیا ہوا بیٹے! یہ اسی لیے تو ہیں پھر تم اور طریبہ سے بڑھ کر اس گھر میں کون معزز مہمان آ سکتا ہے۔ تمیم بچارہ جواب کچھ نہ کہہ سکا اور وہیں بیٹھ کر وہ مینڈھے کی کھال اتارنے میں کعب کی مدد کرنے لگا تھا۔

طریبہ بھی کمرے سے نکل کر باہر آئی اور آگ کے قریب آتے ہوئے اس نے جانہ سے پوچھا۔ کیا میں بھی یہاں بیٹھ سکتی ہوں ——— مرجانہ اٹھی اور طریبہ کو الہانہ انداز میں لپٹا کر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہا۔ طریبہ! میری بہن! مجھ سے چھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ گھر تمہارا ہے تم جو چاہو کرو۔ اس گھر میں کوئی بھی اض نہیں کر سکتا۔ طریبہ نے آگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ صحن کے ان میں کیوں آگ جلائی ہے۔ مرجانہ نے بڑے پیار سے اس کا نازک اور حسین اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ اس میں اپنے بھائی اور بہن کے لیے گوشت بھونوں ——— دونوں چند لمحوں تک خاموش رہیں پھر مرجانہ نے بڑے غور سے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تمیم بھائی سے تمہاری ملاقات کیسے ہو گئی۔ طریبہ نے ہوں سے ابھرتے ہوئے کہا۔ ایک طویل داستان ہے۔ مرجانہ نے مچل کر کہا پوری داستان سناؤ۔ طریبہ نے مرجانہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اس سے بے نے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ رات کو سوتے وقت سناؤں گی۔ یہ بڑی لمبی پ داستان ہے۔ مرجانہ نے کچھ سوچ کر پھر پوچھا۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تمیم کو پسند کرتی ہو؟ مرجانہ کے اس اچانک سوال پر طریبہ کا رنگ حیا سے گیا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا تھا اور اپنے ہاتھ کی سرخ مخروطی انگلی کے ناخن سے کریدنے لگی تھی۔ مرجانہ نے طریبہ کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس کا منہ چومتے ہوئے کہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مَیں سب سمجھ گئی ہوں ۔ تم کوئی اندیشہ کوئی فکر نہ کرو ۔ اس کام کو اب میں فوراً آگے
بڑھاؤں گی ——— مرجانہ خاموش ہو گئی ، کیونکہ تمیم اور کعب گوشت اٹھائے ا
کی طرف آ رہے تھے ۔ چاروں نے مِل کر گوشت بھُونا پھر وہ وہیں بیٹھ کر کھانا کھ
رہے تھے ۔

○

دوسرے روز تمیم کعب سے رخصت ہونے کی اجازت لے کر جب بکریوں کے
باڑے سے اپنا گھوڑا کھولنے کے لیے صحن میں آیا تو پیچھے سے مرجانہ بھاگتی ہوئی آئی اور
تمیم کا بازو پکڑتے ہوئے دِگرگوں سی حالت میں کہا ۔ اخی ! آپ واقعی بے حس و
بے مروت ہیں ۔ تمیم نے مڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ یہ اندازہ کیسے لگا لیا میری بہن نے
——— مرجانہ نے غصیلی آواز میں کہا آپ مجھے اور طریبہ سے ملے بغیر ہی رخصت ہو
رہے ہیں ؛ تمیم نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا ابھی تو مَیں اپنا گھوڑا کھولنے
ہوں ——— اس دوران طریبہ بھی باہر نکل آئی تھی اور برآمدے کے ستون کے
کھڑی ہو کر وہ ان دونوں کی گفتگو سننے لگی تھی ۔ مرجانہ اس بار بے حد سنجیدہ ہو کر بو
اخی ! آپ طریبہ کے متعلق کچھ نہیں بتا کر جا رہے ۔ کیا وہ یہیں رہے گی یا اسے آپ
ساتھ لے کر جا رہے ہیں ۔ اگر وہ یہیں رہے گی تو آپ کب تک اسے لینے آئیں
تمیم نے تجاہلِ عارفانہ برتتے ہوئے کہا ۔ کھُل کر کہو کیا کہنا چاہتی ہو ۔ مرجانہ نے گلا صاف
ہوئے بڑے پیار سے کہا ۔ اخی ! کیا آپ نہیں جانتے ، طریبہ آپ کو جنون کی حد
پسند کرتی ہے ۔ اندر ہی اندر مسکراتے ہوئے تمیم نے کہا ——— کرتی ہو گی پھ
مرجانہ نے پُرزور احتجاج کیا ۔ اخی ! مَیں بے حد سنجیدہ ہوں ———
مَیں نے کب کہا تم سنجیدہ نہیں ہو ——— مَیں چاہتی ہوں آپ طریبہ سے
کر لیں ۔ تمیم نے افسردہ سی آواز میں کہا ۔ یہ ایک مشکل کام ہے ۔ مرجانہ نے
میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا ۔ مشکل ہی ہے نا ——— ناممکن تو نہیں ———
ہاں ناممکن تو نہیں ہے ——— اچھا یہ بھی بتا دیجئے کہ مشکل کیسے ہے ———

یں شادی شدہ ہوں اور میری ایک حسین اور وفادار بیوی ہے ۔ وہ قلعہ بلوط کے حاکم
ابن البعباع کی بھانجی ہے ۔ اس کا جمال ایسا ہے کہ تم اسے صقلیہ کا پھُول کہہ کر پکار سکتی
ہو ——— مرجانہ نے بے تاب ہو کر پوچھا کیا وہ ہماری طریبہ سے بھی زیادہ خوب
صورت ہے ۔ لاچار سے لہجے میں تمیم نے کہا ۔ مَیں اِن دونوں کا موازنہ نہیں کر سکتا ۔
پھر تمیم نے بڑے پیار سے کہا ۔ دیکھو مرجانہ میرا مطلب تمہاری دِل آزاری نہیں ہے ۔
طریبہ بے شک ایک ایسی لڑکی ہے جس کے حُسن اور جمال کی مثیل کم از کم اٹلی اور صقلیہ
یں کہیں نہ مل سکے گی ۔ اس کے حسن اور جسمانی کشش کے باعث ہی بحری قزاقوں
نے اسے اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کی تھی ۔ مرجانہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا ۔
اخی ! آپ کی بیوی کا کیا نام ہے ——— اس کا نام ربیعہ ہے ۔ کیا
وہ آپ کو دوسری شادی کی اجازت نہ دے گی ۔ اس کے متعلق مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا
اور ربیعہ نے آپ کو طریبہ سے شادی کرنے کی اجازت دے دی تب آپ کا ذاتی
رِدّعمل کیا ہو گا ——— تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ پھر مَیں طریبہ سے شادی
کر لوں گا اور اگر اس نے انکار کر دیا پھر ؛ ——— مرجانہ نے بڑے اعتماد
سے کہا تو پھر مَیں خود ربیعہ کے پاس جاؤں گی ۔ مَیں اسے اس پر آمادہ کر لوں گی مجھے
یقین ہے کہ ابن البعباع کی بھانجی اس قدر تنگ دِل نہ ہو گی ۔ تمیم نے واپس مڑنے
کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا ۔ مجھے اب رخصت ہونے کی اجازت ہے ۔ مرجانہ نے
منت کرتے ہوئے کہا ۔ اخی ! آپ طریبہ سے ملے بغیر نہ جائیں ۔ ورنہ وہ رو رو کر
مر جائے گی ۔ اس نے رات مجھے اپنی پوری داستان سنائی تھی ۔ مَیں آپ کو یقین
دلاتی ہوں ۔ وہ بے چاری آپ کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گی ۔
تمیم نے برآمدے کی طرف جاتے ہوئے کہا ۔ اچھا ٹھہرو مَیں اس سے مِل
لوں ——— تمیم جب برآمدے کے پاس سے گزرنے لگا تو اس کی نظر ستون
کے پیچھے کھڑی طریبہ پہ پڑ گئی ۔ وہ وہاں کھڑی سِسک سِسک کر رو رہی تھی ۔ تمیم
آگے بڑھا اور بڑے پیار سے اس نے طریبہ کو پکارتے ہوئے کہا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طریبہ ! طریبہ !

طریبہ نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ روتی رہی - اب اس کی سسکیاں ہچکیوں میں بدلنے لگی تھیں - تمیم آگے بڑھا اور طریبہ کا سُرخ و شفاف بازو پکڑتے ہوئے پوچھ رو رہی ہو طریبہ ! ——— طریبہ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا - اس کا سر جھکا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے - ان دونوں کی گفتگو سُن کر صحن میں کھڑی مرجانہ بھی رو رہی تھی - تمیم نے طریبہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا - میرے ساتھ آؤ طریبہ ! تمیم صحن میں آیا - طریبہ اس کے پیچھے پیچھے سر جھکائے مُردہ سی چال چل رہی تھی صحن سے گزر کر تمیم بکریوں کے باڑے میں آیا - طریبہ اور مرجانہ دونوں اس کے ساتھ تھیں ——— تمیم نے پہلے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی پھر خرجین میں ہاتھ ڈالا اور نقدی کی ایک کافی بڑی اور وزنی تھیلی نکال کر اس نے طریبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے - یہ رکھ لو طریبہ تمہارے کام آئے گی - طریبہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا - اس کا سر جھکا رہا اور ہاتھ گرے رہے ——— مرجانہ نے اسے ٹوکا ' لے لو طریبہ ! لیکن طریبہ پھر بھی بے حس سی کھڑی رہی ——— تمیم نے بڑا زبردست حربہ آزمایا اس نے نقدی کی تھیلی پھر طریبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدہ آواز میں کہا - طریبہ ! اگر تم نے تھیلی نہ لی تو میں سمجھوں گا - تمہیں مجھ سے شدید نفرت ہے ———

طریبہ چونک پڑی - اپنا سر اوپر کر اس نے آنسو بھری آنکھوں سے بڑی ہی بے بسی کے ساتھ تمیم کی طرف دیکھا پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے نقدی کی تھیلی پکڑ لی تھی - تمیم نے طریبہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا - میں آج جا رہا ہوں طریبہ ! لیکن بہت جلد پھر تمہارے پاس آؤں گا - میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں طریبہ میں تمہیں مایوس نہ ہونے دوں گا - اس کے ساتھ ہی تمیم اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے مکان سے باہر نکلا طریبہ اور مرجانہ گلی میں اس کے ساتھ باہر آ گئی تھیں - دونوں پُرنم آنکھوں سے اسے رخصت ہوتا دیکھ رہی تھیں - تمیم گھوڑے پر سوار ہو کر جب گلی کا موڑ مڑ گیا - تو طریبہ اور مرجانہ سر جھکائے مکان کے اندر چلی گئی تھیں -

تمیم اپنی حویلی میں داخل ہوا - ربیعہ صحن میں پانی چھڑک رہی تھی جبکہ الماس اصطبل صفائی کر رہا تھا - تمیم کو دیکھتے ہی ربیعہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پانی کا برتن زمین پر دیا تھا اور وہ پھول کی طرح اَدھ کھلے اپنے کپکپاتے ہونٹوں اور مسکراتی آنکھوں کے ہاتھ تمیم کی طرف دیکھنے لگی تھی - الماس نے بھی تمیم کو دیکھ لیا وہ بھاگتا ہوا آیا اور تمیم سے صافحہ کرنے کے بعد اس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی - تمیم نے زین سے خرجین اتار اور الماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - گھوڑا باندھ کر میرے پاس آؤ - الماس گھوڑا لے اصطبل کی طرف چلا گیا تھا - تمیم کو اندر لے جاتے ہوئے ربیعہ نے شکوے کے انداز کہا - آپ طریبہ کو وہاں کیوں چھوڑ آئے ' اسے اپنے ساتھ لائے ہوتے - تمیم متحیر ہو کر بولا - تمہیں کیسے خبر ہوئی میں طریبہ کو چھوڑ کر آ رہا ہوں - تمیم کمرے میں آ کر بیٹھ گیا اور ربیعہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئی بولی - سالم بھائی مجھے فتح کی خوشخبری اور آپ سلامتی کی اطلاع دینے آیا تھا - اس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ طریبہ بے حد خوب صورت اور پُرکشش ہے اور وہ آپ سے محبت بھی کرتی ہے - بتائیے آپ اسے کیوں نے ساتھ یہاں لے کر نہیں آئے - تمیم نے گھمبیر سی آواز میں کہا - ربیعہ ! تمہاری اجازت بغیر میں اسے کس طرح یہاں لا سکتا تھا ——— ربیعہ نے پیار سے تمیم کا ہاتھ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا - واللہ ! میری طرف سے اجازت ہے - میں خود اس کی دی آپ سے کراؤں گی - کیا اس نے آپ کے ساتھ آنے کی خواہش نہ کی تھی نے افسردگی سے کہا - تمہارے لیے اتنا جان لینا ہی کافی ہو گا کہ جب میں اس سے رخصت ہوا تھا تو وہ رو رہی تھی - ربیعہ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا - خدا کی قسم ! آپ اس نازک لڑکی پر ظلم کیا ہے - میں خود آپ کے ساتھ اس کے چچا کی بستی میں جاؤں اور اسے اپنے گھر لاؤں گی - میں اس کو خستہ و تباہ حال نہ رہنے دوں گی میں اسے ضرور ——— ربیعہ خاموش ہو گئی ——— تمیم نے بلند آواز میں پکارا - اندر آ الماس ! ———

الماس ہچکچاتا ہوا اندر آیا اور تمیم کے سامنے کھڑا ہو گیا - تمیم نے اپنے سامنے رکھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئی خرجین کے اندر سے نقدی کا ایک بہت بڑا تھیلا نکال کر کھولا اور الماس سے کہا اپنی عبا کا دامن پھیلاؤ۔ الماس بچارہ پتھر کی طرح ساکن کھڑا رہا۔ تمیم نے اسے ڈانٹ سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے۔ الماس نے خاموشی سے اپنی عبا پھیلا دی تمیم نے نقدی کے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر کھنکھناتے ہوئے سکے اپنے دونوں ہاتھوں میں بھر کر الماس کی جھولی میں ڈالتے ہوئے کہا۔ جاؤ یہ لے جاؤ اور اپنے کام میں لاؤ۔ الماس نے بڑی معصومیت سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آقا! یہ ——— تمیم نے ٹوکتے ہوئے کہا۔ یہ وہ نقدی ہے جو مالِ غنیمت میں میرے حصے آئی ہے۔ اس میں تمہارا حق بھی ہے۔ جاؤ اب چلے جاؤ، یہ میرا حکم ہے۔ الماس بچارہ بے بس سا ہو کر باہر نکل گیا۔ تمیم نے نقدی کا تھیلا ربیعہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ اسے سنبھالو ربیعہ! اور میرے نہانے کا انتظام کرو۔ ربیعہ نقدی کا تھیلا لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی اور تمیم انجانے تفکرات میں کھو گیا تھا۔ شاید ان سوچوں کا رابطہ اور تعلق طریسہ سے ہو۔

○

تمیم ربیعہ اور الماس کے ساتھ قصر یانہ سے قلعہ بلوط ابن العباع کے پاس آگیا تھا۔ وہ قلعہ بلوط میں کئی ماہ تک اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ کب رابرٹ گوسکارڈ اپہ کے پہاڑی مسکن پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن رابرٹ نے شاید بحری قزاقوں کی ہی سے عبرت حاصل کر کے ساریہ پر حملہ کرنے کی حماقت نہ کی تھی اور اب اس نے العباع سے مشورہ کرنے کے بعد افریقہ جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ربیعہ اور اس کے درمیان طے پایا تھا کہ تمیم کعب بن نعمان کی بستی العریف کے راستے جرجنت جا کر بحری جہاز سوار ہو جائے اور ربیعہ الماس کے ساتھ اس کی واپسی تک العریف میں طریسہ کے پاس رہے گی۔

جمعہ کے روز تمیم نے ربیعہ اور الماس کے ساتھ قلعہ بلوط سے کوچ کیا اور سے پہلے وہ العریف میں کعب بن نعمان کے گھر داخل ہوئے تھے۔ بوڑھا کعب ن میں کھڑا تھا اور باڑے کے اندر طریسہ اور مرجانہ بکریوں کا دودھ دوھ رہی تھیں اور کعب ابھی ابھی اپنے ریوڑ کو لے کر گھر آیا تھا۔ تمیم کو دیکھتے ہی کعب نے اپنے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔ کیا خوب کہ میرا بیٹا آیا ہے۔ تمیم بھاگ کر کعب سے لپٹ گیا اور ربیعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ میری بیوی ربیعہ ہے۔ پھر اس نے الماس کی طرف اشارہ کیا اور یہ الماس ہے۔ میرا بزرگ، میرا مربی اور ہمدرد۔ کعب نے ربیعہ کے سر پہ ہاتھ پھیر کر الماس سے مصافحہ کیا پھر باڑے کی طرف منہ کر کے وہ زور زور سے پکارنے لگا تھا۔

طریسہ! طریسہ! مرجانہ! مرجانہ! ——— بھاگ کر ادھر آؤ۔ دیکھو کون

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آیا ہے ؟ ——— طریسہ اور مرجانہ بھاگتی ہوئی باڑے سے نکلیں - ان کے ہاتھوں میں
دودھ کے برتن تھے - تمیم کو دیکھ کر دونوں خوشی سے پھول کی طرح کھل اٹھی تھیں -
کعب نے ربیعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - تم دونوں بہنیں اس سے ملو - یہ تمیم کی
بیوی ربیعہ ہے - مرجانہ نے دودھ کا برتن زمین پر رکھا بھاگ کر آگے بڑھی اور بڑی
طرح ربیعہ سے لپٹتے ہوئے کہا - میں مرجانہ ہوں - مرجانہ بنت کعب اور تمیم بن صالح
کی بہن ——— طریسہ نے بھی اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا دودھ کا برتن زمین پر رکھ دیا تھا
لیکن وہ سر جھکا کر کھڑی ہو گئی تھی - شاید وہ ربیعہ کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کر رہی
تھی اور سر جھکا کر خجل سی کھڑی تھی - ربیعہ نے مرجانہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے
پوچھا - مرجانہ ! میری بہن ! کیا تمہارے پیچھے کھڑی وہ سنہری ریشمی بالوں اور خوبصورت
چہرے والی لڑکی طریسہ ہے - مرجانہ نے بھی سرگوشی کی ، ہاں وہ طریسہ ہے - شاید وہ
بچاری تمہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو رہی ہے - وہ بڑی حساس اور زود اثر لڑکی ہے -

ربیعہ مرجانہ سے علیحدہ ہو کر خود آگے بڑھی اور طریسہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے
ہوئے اپنا منہ اس کے کان پر لے جاتے ہوئے باریک مدھم آواز میں کہا - طریسہ ! میری
بہن ! تم غمزدہ کیوں ہو ! سارے جہاں کی خوشیاں اپنے حسین چہرے پہ بکھیر دو - میں
صرف تمہاری خاطر العریف آئی ہوں - خدا کی قسم میں اپنے ہاتھ سے تمہیں تمیم کی بیوی
بناؤں گی - طریسہ کی خوشیوں اور مسرتوں کی کوئی انتہا نہ تھی وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ
ربیعہ سے لپٹ گئی تھی پھر اس نے بھی اپنی مترنم آواز میں ربیعہ کے کان میں کہا - یقیناً
ابن العباع کی بھانجی ایک عظیم ہستی ہے - ربیعہ نے پھر طریسہ کے کان میں سرگوشی
کی - تمیم کل افریقہ کے لیے روانہ ہو گا لیکن میں ان کی واپسی تک یہیں تمہارے پاس
رہوں گی - وہ افریقہ کے والی سے صقلیہ میں نارمنوں کے خلاف مدد حاصل کرنے
رہے ہیں - ان کے واپس آنے پر میں ان سے تمہاری شادی کرا دوں گی اور پھر تمہیں
ساتھ اپنے گھر لے جاؤں گی ——— طریسہ ! وہاں تم ——— ربیعہ کہتے
کہتے رک گئی - ان دونوں کے کانوں میں تمیم کی مسکراتی ہوئی آواز پڑی تھی - اتنی طویل

شیاں ؟ ——— اب ختم بھی کرو یہ سلسلہ - ربیعہ اور طریسہ دونوں مسکراتی ہوئی
ہو گئی تھیں -

مرجانہ نے کعب سے کہا بابا ! آپ اور طریسہ بکریوں کا دودھ دوہیں ، میں کھانا
رتی ہوں - تمیم نے آگے بڑھ کر مرجانہ کا دودھ کا برتن اٹھاتے ہوئے کعب سے کہا
رہنے دیں - میں ، ربیعہ ، طریسہ اور الماس دودھ دوہتے ہیں اور مرجانہ تم کھانا
لو - تمیم ، ربیعہ ، طریسہ اور الماس ہنستے مسکراتے بکریوں کا دودھ دوہنے لگے
اور مرجانہ نے ان کے گھوڑے باڑے میں باندھنے کے بعد ان کے آگے چارہ ڈالا
وہ کھانا تیار کرنے میں لگ گئی تھی - کعب بن نعمان کے گھر اس روز یوں لگ رہا تھا
وہاں خوشیوں کی بارش ہونے لگی ہو -

دوسرے روز تمیم نے الماس کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا - الماس تمیم کو جربنت
چھوڑنے آیا تھا - وہ دو دن تک ایک سرائے میں ٹھہرے رہے جب تمیم جہاز میں بیٹھ
قہ کی طرف روانہ ہو گیا تو الماس تمیم کا گھوڑا لے کر العریف میں ربیعہ کے پاس چلا گیا تھا -

○

عشاء کے بعد تمیم ٹیونس کی بندرگاہ پر جہاز سے اترا - وہ رات اس نے شہر کی ایک
سرائے میں بسر کی - دوسرے روز وہ افریقہ کے بربری حکمران المعز بن بادیس کے محل
ف روانہ ہوا - وہ حاجب کے پاس آیا اور والی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی - حاجب
سر سے پاؤں تک تمیم کو گھورا پھر مشتبہ سے انداز میں پوچھا تم کس سلسلے میں افریقہ
سے ملنا چاہتے ہو - تمیم نے بڑی انکساری سے کہا - میں صقلیہ سے آیا ہوں اور ایک
فریضے کے تحت ان سے فوراً ملنا چاہتا ہوں - حاجب نے اداس لہجے میں کہا -
یں مایوسی ہو گی - تمیم نے تعجب و تحیر سے پوچھا - کیا وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے
تو میں ان کی طرف سے اپنے سر پہ نازل ہونے والے عتاب کی پرواہ کیے بغیر
کے پاس جاؤں گا اور انہیں ظلم کی وہ داستان ضرور سناؤں گا - جسے مسلم قوم
سکتا ہے ——— حاجب نے اس بار بڑی دردمندی اور غم خواری سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تم سے یہ کہنے والا تھا کہ افریقہ کے والی المعز بن
یہاں نہیں ہیں۔ وہ اِن دنوں انتہائی جنوب میں صحرائے اعظم کے شمالی کناروں کے سا
ساتھ بسنے والے ان غیر مسلم اور وحشی بربر قبائل سے جنگ کر رہے ہیں جو وقفے وقفے
سے مسلمانوں کی سرحدی بستیوں میں تباہی مچا دیتے ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے ان کی سرکوبی
کی کوشش ہو رہی ہے لیکن وہ وحشی قبائل شکست کھانے کے باوجود کیڑے مکوڑوں کے
کاروان کی طرح پھر سامنے آجاتے ہیں۔ لہٰذا ہماری افواج پچھلے دو ماہ سے ان غیر مسلم
کے ساتھ زندگی اور موت کا کھیل شروع کر چکی ہے۔ تمیم نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے
تو پھر میں صحرائے اعظم جاکر افریقہ کے والی کے سامنے اپنی عرضداشت پیش کرنے کے
اس صحرائی جنگ میں حصہ بھی لے سکوں گا ——— حاجب نے کہا اگر تم وہاں
جا ہو تو تمہارے لیے آسانی پیدا ہو سکتی۔ ہمارے حکمران ابن بادیس کے دو بیٹے ایوب
علی چند روز تک ایک بھاری کمک کے ساتھ صحرائے اعظم کی طرف کوچ کریں گے۔
تم اس لشکر میں شامل ہو جاؤ تو بڑی آسانی کے ساتھ تم ابن بادیس سے اپنا مدعا کہہ سکتے
اگر تم اکیلے نے سفر کیا۔ تو وہ تمہارے لیے خطرناک ہوگا۔ تم صحرائے اعظم کی بھول بھلیوں
میں کھو جاؤ گے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میں تمہاری ملاقات ایوب اور علی سے کرا سکتا
تمیم نے مشکور و ممنون لہجے میں کہا۔ اگر آپ ایسا کرا سکیں تو میں سمجھوں گا۔ افریقہ
میری آمد رائیگاں نہیں گئی۔ حاجب نے محل کے اندر جاتے ہوئے کہا۔ میرے
آؤ۔ تمیم اس حاجب کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھا۔

ایک کمرے کے سامنے اس نے تمیم کو رُک جانے کا اشارہ کیا اور جب وہ
کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا تو اسے کوئی بات یاد آگئی اور اس نے تمیم کی طرف
ہوئے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے۔ تمیم نے سرگوشی میں کہا۔ تمیم بن صالح۔ اس حا
نے بڑے تعجب سے کہا۔ تمیم بن صالح؟ ——— پھر وہ کچھ سوچتا ہوا اندر
تھا اور تمیم باہر کھڑا ہو کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حا
باہر آیا اور اس بار تمیم کو بڑے ادب سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ اندر چلیے؟

اور علی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تمیم آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اس کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ تمیم
ھا کمرے کے سامنے وسط میں پہلو سے پہلو ملائے دو جوان بیٹھے تھے۔ وہ افریقہ کے والی ابن بادیس کے
وب اور علی تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے سامنے کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے جن میں عرب اور بربر دونوں
تھے۔ ایوب نے تمیم کو ایک خالی مسند پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور تمیم خاموشی سے وہاں بیٹھ گیا پھر ایوب اور علی
باری اُٹھے اور مصافحہ کیلئے تمیم کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ تمیم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا لیکن ایوب نے اسے کندھے
ڈ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ بیٹھے رہیے۔ یقیناً آپ اس قابل ہیں کہ آپ بیٹھے رہیں اور مصافحہ
نے والا اُٹھ کر آپ کے پاس آئے۔ اگر حاجب نے آپ کا نام تمیم بن صالح صحیح بتایا ہے
ہیں خود بھی غلطی پر نہیں تو پھر یقیناً آپ وہی تمیم بن صالح ہیں جس نے صقلیہ میں قصریانہ
ہر راجر کو مسینا کی بندرگاہ پر نارمنوں کے جرنیل کورنیل کو اور وسطی کوہستانی سلسلے کے اندر
کے دوسرے جرنیل تھیوس کو شکست دی تھی۔ تمیم کی گردن جھک گئی تھی اور اس نے
م آواز میں کہا۔ میں وہی تمیم بن صالح ہوں ——— حاجب کہہ رہا تھا آپ صقلیہ
ارمنوں کے خلاف ہم سے مدد طلب کرنے آئے ہیں۔ تمیم نے اپنا سر اُٹھاتے ہوئے کہا۔
نے ٹھیک کہا ہے۔ ایوب نے اس بار اپنی اور علی کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں
ایسے امور کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس کیلئے ——— تمیم نے درمیان میں بولتے
کہا۔ میں جانتا ہوں مجھے یہ عرضداشت آپ کے ابّی کے سامنے پیش کرنا ہوگی ———
وہ اس وقت صحرائے اعظم کے شمالی حاشیے میں وحشی بربروں کی سرکوبی کر رہے ہیں ——— تمیم

نے اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ میں ان کے پاس جانے کو تیار ہوں ——— تو
پھر آپ دو دن انتظار کریں۔ میں اور علی دونوں بھائی ایک بھاری کمک کے ساتھ اپنے
بزرگ باپ کے پاس صحرائے اعظم کی طرف روانہ ہوں گے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ اس دوران
آپ کا قیام سرکاری مہمان خانے میں ہوگا۔ میں آپ کے کام سے متعلق اپنے باپ سے آپ
کی سفارش کروں گا اور امید ہے وہ آپ کی اعانت کریں گے ——— تمیم نے تشکر
آمیز آواز میں کہا۔ میں آپ کا احسان مند ہوں گا۔ ایک مہربانی مجھ پر اور کریں۔ میرے
پاس گھوڑا نہیں ہے۔ اگر آپ اس کا انتظام کر دیں تو میں قیمت ادا کر دوں گا۔ ایوب
نے تمیم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ آپ حد سے زیادہ تکلف میں پڑتے ہیں۔ آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ۔ میں اپنے دان اصطبل سے آپ کو ایک ایسا گھوڑا دوں گا جو آپ جیسے جرنیل کو زیب و خوشنمائی دے گا ۔ اب آپ جاکر آرام کریں ۔ میں نے حاجب سے کہہ دیا ہے وہ آپ کو مہمان خانے لے جائے گا اور دو دن بعد آپ صحرائے اعظم کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار رہیں ۔ آپ کا گھوڑا ابھی تھوڑی دیر بعد مع جنگی سامان کے آپ کے پاس مہمان خانے پہنچ جائے گا ۔ تمیم اٹھا ، اس کے چہرے پر سکون خیز مسکراہٹ تھی ۔ بڑے مطمئن انداز میں اس نے ایوب اور علی سے مصافحہ کیا اور اس کرے سے باہر نکل گیا تھا ۔

دو روز بعد ایوب اور علی نے ایک بھاری لشکر کے ۔ تھ تیونس سے کوچ کیا ۔ تمیم ان کے ساتھ تھا ۔ کئی روز تک وہ رکے اور قیام کیے بغیر سفر کرتے رہے اور ایک روز وہ ایسے نخلستان میں اترے جو صحرا کے اندر ایک وسیع رقبے میں پھیلا ہوا تھا اور یہ اس جگہ سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا ۔ جہاں افریقہ کا حکمران المعز بن بادیس بربروں سے جنگ کر رہا تھا ۔ ایوب نے لشکر کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا اور چند آدمی اپنے باپ کی طرف روانہ کیے تاکہ وہ اس سے جنگ کے متعلق ہدایات لے کر آئیں ۔ لشکر نے پوری رات وہاں قیام کیا ۔ اگلی صبح ان کے آدمی بھی ابن بادیس سے مل کر واپس آ گئے تھے ۔ ان کے باپ نے انہیں ایک کاغذ پر جنگ کا پورا نقشہ بنا کر بھیجا تھا اور انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ دونوں بھائی آج دوپہر سے پہلے جب کہ ۔ ۔ ۔ ب زوروں پر ہوگی دائیں اور بائیں طرف سے بھرپور حملہ کریں ۔ اس نے نقشے پر جگہ جگہ نشانات لگا کر ان جگہوں کی نشاندہی کی تھی جہاں سے حملہ کیا جاتا تھا ۔ آخر میں اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر ہو سکے تو میرے نقشے کے مطابق دشمن بربروں کی پشت سے ایک سخت حملہ کیا جائے ایسی صورت میں ہم آج ہی انہیں شکست دے کر ان کی سرکوبی و گوشمالی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔

صبح کے کھانے کے بعد ایوب نے اپنے باپ کا خط اور اس کا جنگی نقشہ

...کھاتے ہوئے کہا ۔ آپ کی جنگی مہارت اور مشق ہم دونوں بھائیوں سے کہیں زیادہ ہے ۔ ...اس خط اور نقشے کے بارے میں کیا کہتے ہیں ۔ تمیم نے پہلے خط پڑھا ۔ پھر کچھ دیر تک وہ ...کو بڑے غور سے دیکھتا رہا ۔ آخر اس نے ایوب سے پوچھا ۔ آپ کے ساتھ کس قدر ...سپاہ ہے ——— ایوب نے غور سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ تیرہ ہزار ...قریب ہوگی ۔ تمیم نے دونوں کا غذ طے کرتے ہوئے کہا تو پھر اس میں سے سات ہزار ...ان مجھے دے دیں ۔ میں دشمن کی پشت سے حملہ کروں گا ۔ آپ دونوں بھائی تین تین ہزار ...کر کے ساتھ دائیں اور بائیں طرف سے حملہ کریں ——— میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ...ہم اس نقشے کے مطابق حملہ آور ہونے میں کامیاب رہے تو دشمن کی حالت ہمارے ...سامنے ایسی ہی ہوگی جیسے بھیڑیوں کے درمیان گھرا ہوا بکریوں کا ریوڑ ———

ایوب نے مسکراتے ہوئے کہا ۔ میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ۔ اس طرح آپ ...یقہ کے حکمران کی نظروں میں آ جائیں گے اور خود ہی اس قابل ہو جائیں گے کہ ان سے ...ی بات منوا سکیں بشرطیکہ آپ نے جنگ میں بہتر اور حوصلہ افزا کارکردگی کا مظاہرہ ...ا ۔ تمیم نے تہہ کیے ہوئے دونوں کاغذ اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا ۔ تو پھر یہ جنگی ...شہ میرے پاس رہنے دیں اور میرے سات ہزار سپاہی علیحدہ کر دیں تاکہ میں انہیں اپنے ...یقہ جنگ سے آگاہ کر سکوں ۔ ایوب اور علی دونوں بھائی اٹھ کر لشکر کے اندر آئے ...د انہوں نے تمیم کے لیے سات ہزار جوان علیحدہ کر دیئے ۔ تمیم پہلے ان جوانوں کے ...در گھومتا رہا ۔ وہ ہر ایک کو غور سے دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے چند بہترین شخصیت رکھنے ...الے جوان نکالے ۔ اس نے انہیں اپنا نائب مقرر کیا اور ان کے اندر لشکر کو مختلف ...صوں میں بانٹ دیا ۔ پھر اس نے ان سب نائبوں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان کے سامنے ...نقشہ رکھ کر حملہ کرنے کے مقامات کی نشاندہی کرنے کے علاوہ اپنے طریقہ جنگ سے بھی آگاہ ...کیا ۔ پھر وہ نائب اٹھ کر لشکر میں پھیل گئے اور اپنے اپنے ماتحتوں کو وہ طریقہ کار سمجھانے ...لگے جس پر تمیم انہیں ہدایات دے چکا تھا ۔

نصف النہار کے وقت جب کہ آفاق کے کناروں تک پھیلے ہوئے صحرائے اعظم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے اندر تیز ہواؤں کے دوش پر ریت کے گرد اڑنے لگے تھے۔ افریقہ کے مسلمان حکمران المعز بن بادیس اور وحشی صحرائی بربروں کے درمیان خوفناک جنگ شروع ہو چکی تھی۔ بربر حشرات الارض کی طرح صحرا سے نکل نکل کر اپنے مرنے والے ساتھیوں کی جگہ لے رہے تھے اور اس طرح صحرا کے اندر ایسی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ جس کے انجام کا ابھی کسی کو کوئی خبر نہ ہو۔

صحرا کی تیز چلچلاتی دھوپ کے اندر تمیم، ایوب اور علی نے اپنے لشکر کے ساتھ اس نخلستان سے کوچ کیا جہاں انہوں نے اپنے لشکر کو تازہ دم کرنے کے لیے رات بسر کی تھی۔ ایک میل کا سفر انہوں نے اکٹھے طے کیا پھر ایوب اپنے لشکر کے ساتھ دائیں طرف چلا گیا۔ جب کہ تمیم اور علی دس ہزار سپاہ کے ساتھ بائیں طرف روانہ ہو گئے تھے صحرا کے اندر پانچ میل تک بائیں طرف جانے کے بعد تمیم اور علی کے راستے بھی جدا ہو گئے تھے۔ علی اب بربروں کے میمنہ پہ حملہ کرنے کے لیے سیدھا آگے بڑھا تھا۔ جبکہ تمیم اپنے سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ صحرا کی سرخ ریت کے اندر ایک لمبا کا داکاٹ کر دشمن کی پشت پر نمودار ہوا تھا۔ ابن بادیس کے لشکر اور بربروں کے درمیان جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی دائیں طرف سے ابن بادیس کا بیٹا ایوب اپنے تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ بربر اس نئے لشکر کی آمد پہ چونکے اور ان کے لشکر کا کچھ حصہ دائیں طرف سرکنا شروع ہو گیا تھا تاکہ ان تازہ دم سپاہیوں کا مقابلہ کیا جا سکے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد جب بائیں طرف سے علی نے بھی ایک زوردار حملہ کر دیا تو بربر اور زیادہ چونکے اور ان کی درمیانی صفوں میں..... بڑی تیز ہل چل مچ گئی تھی۔ بربر اپنے محفوظ دستوں کو بڑی سرعت کے ساتھ اپنے لشکر کے دائیں اور بائیں طرف پھیلا رہے تھے اور یوں انہوں نے دونوں طرف کے تازہ دم سپاہیوں کے حملوں کا دفاع مکمل کر کے اپنی جارحانہ کارروائیوں کی ابتدا کر دی تھی۔

بربر ابھی اپنے دائیں بائیں بازوؤں کو مضبوط کر کے مطمئن ہی ہوئے تھے کہ تمیم اپنے سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ ان کی پشت پر نمودار ہوا۔ کوئی آہٹ و آواز پیدا

کیے بغیر تمیم سب سے پہلے دشمن کے ان خیموں پر حملہ آور ہوا جن کے اندر رسد کا سامان تھا۔ یہ خیمے اس جگہ سے پانچ میل پیچھے تھے جہاں جنگ ہو رہی تھی۔ لہذا میدانِ جنگ میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور تمیم نے دشمن کے ان سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا جو ان خیموں کی حفاظت پر مامور تھے۔ تمیم نے اپنے ایک ہزار سپاہیوں کو خوراک کے ان خیموں کی حفاظت پر مقرر کیا اور چھ ہزار کے لشکر کو لے کر وہ دوبارہ برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا ——— بربروں کے قریب آ کر تمیم نے ایک وحشی نعرہ مارا۔ وہی نعرہ جو وہ دشمن پر چھا جانے کی خاطر مارا کرتا تھا اور اس کے دشمن پر ہیبت چھا جایا کرتی تھی لاتذر کے اس نعرے کے جواب میں تمیم کی ہدایت پر اس کے چھ ہزار سپاہیوں نے یک زبان ہو کر تین بار اللہ اکبر کی ثبات خیز اور دوام گزیدہ صدائیں بلند کیں۔ پورے صحرا میں ان تیز صداؤں کی بازگشت کا ایک ہجوم برپا ہو گیا تھا۔

تمیم حملہ آور ہوا تھا کچھ ایسے انداز میں گویا کسی کافئہ انام میں اچانک آگ ہی آگ اور شعلے ہی شعلے گھس آئے ہوں۔ تمیم کے حملہ آور ہونے پر رزم گاہ کے اندر کسی زخار اور طوفان زدہ بحر کی شورشِ محشر برپا ہو گئی تھی۔ تمیم پہلے قلب کے پیچھے حملہ آور ہوا اور جس طرح تیز ہوا شبنم کے قطروں کو معدوم کر دیتی ہے اسی طرح وہ بھی اپنے سامنے دشمن کے خون سے صحرا کی پیاسی ریت کو سرخ کرتا ہوا کسی تیز نوکیلے خنجر کی طرح دشمن کے اندر دور تک گھستا چلا گیا تھا۔ تیز دھوپ میں اپنے لشکر کے آگے اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے اور وہ عجیب سی جنونانہ کیفیت اور الہامی تڑپ کے ساتھ اپنے سامنے اور دائیں بائیں حملہ آور ہو رہا تھا۔ چند ساعتوں کی طوفانی یورش کے بعد تمیم نے دشمن کے لشکر کو دو حصوں میں کاٹ دیا تھا۔

دشمن کے لشکر کو چیرتا ہوا تمیم میدانِ میں لڑتے ہوئے ابن بادیس کے عین سامنے نمودار ہوا تھا۔ اس نے ابن بادیس کو پہچان لیا تھا کیونکہ اس کے گرد اس کے محافظ دستے لڑ رہے تھے۔ تمیم نے دور ہی سے ابن بادیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! میں نے دشمن کے لشکر کو دو حصوں میں کاٹ دیا ہے۔ آپ اپنے جرنیلوں کو حکم دیں کہ وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وسط میں آکر دشمن کے بائیں طرف کے حصّے پر حملہ کریں اور دشمن کے لشکر کا جو حصّہ دائیں طرف ہے اس کے نیچے سے مَیں زمین کی ساری تہیں کھینچ لوں گا ——

ابن بادیس اس نوجوان کو جو اس کے لیے اجنبی اور ناآشنا تھا اور جس نے لمحوں کے اندر دشمن کو دو حصّوں میں کاٹ دیا تھا بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے وہ یہ جاننے کے لیے بیتاب تھا کہ ایسے بے لوث اور جاں نثار مجاہد کس سرزمین میں پیدا ہوتے ہیں لیکن تمیم فوراً واپس مڑا تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دائیں طرف طوفانی یلغار کرنے لگا تھا۔ ابن بادیس نے اپنے جرنیلوں کو پوری قوت کے ساتھ بائیں طرف حملہ کرنے کا حکم دیا پھر اس نے دور جلجلاتی دھوپ میں دشمن کے اندر بے کراں بحر کی طوفانی اور کوہ پیکر موج کی طرح اُبھرتے ڈوبتے کر لڑتے ہوئے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے خود سے کہا۔ کیسا شیر دل فرزند ہے۔

ابن بادیس اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اپنے جرنیلوں کی طرف جانے کے بجائے اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہُوا تمیم کی طرف بڑھا۔ تمیم کے بالکل قریب جا کر اس نے اپنے گھوڑے کو ریت کے ایک بلند ٹیلے پر چڑھا دیا اور جنگ کا منظر دیکھنے لگا تھا۔ اس نے طوفان کی طرح لڑنے والے تمیم کو مخاطب کرتے ہوئے مدھم سی آواز میں کہا —— اے اجنبی نوجوان! تمہاری وجہ سے آج ہمیں اگر فتح ہوئی تو مَیں تمہیں صحرا کے اس حصّے کا گورنر مقرر کروں گا —— تمیم جب دشمن کو بکریوں کے ریوڑ کی طرح آگے آگے ہانکتا ہُوا ایک میل آگے بڑھ گیا، تو ابن بادیس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے کہا۔ اے جنگ میں انا کے مینار کی طرح ابھرنے والے ستودہ صفات نوجوان! مَیں ٹیونش کی بندرگاہ کی چابیاں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ آج کے بعد تو اس بندرگاہ کا محافظ اور امین ہو گا۔ اسی لمحہ تمیم نے پھر اپنی دہشتی آواز میں لاتذر کا نعرہ مارا اور اس کے ماتحت لڑنے والے سپاہیوں میں کچھ ایسی حرارت پیدا ہوئی تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں بیدار اور خونبار برق کی طرح چھلانے لگے تھے —— تمیم نے ایسے جذبے کے ساتھ حملہ کیا تھا جیسے جنگ

بھی پکار اٹھی ہو۔ هَلْ مِنَ الْمَزِيْد (کیا کوئی اور ہے)۔

وحشی بربر اب تمیم کے آگے آگے بھاگ رہے تھے اور وہ ان کا تعاقب ۔رہا تھا، ان درندوں کی طرح جو بھوکے ہوں اور جنگل کے اندر اپنے شکار کی تلاش ں دندناتے لگے ہوں۔ ابن بادیس نے اپنی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسو پونچھتے ۔ے اس بار بلند آواز میں کہا۔ اے مردِ کہسار! اے اجنبی پاسبان! مَیں نے تمہیں ی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا۔

بھاگتے ہوئے بربروں نے جب اپنی رسد کے خیموں کی طرف جانا چاہا تو ۔وہاں تمیم کے ایک ہزار محافظ ان پر ٹوٹ پڑے۔ بربر بدحواس ہو کر اپنے لشکر ۔ے بائیں حصّے میں جا ملے تھے جو ابھی تک لڑ رہا تھا۔ تمیم کے ساتھ اب ایوب کا ۔کر بھی شامل ہو گیا تھا۔ دونوں نے مل کر ابھی تک لڑنے والے بربروں پر رست خیز ملہ کر دیا۔ بربروں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ سُرخ صحرا کے اندر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ لمان ان کا تعاقب کرتے ہوئے لمحہ بہ لمحہ ان کی مقدار کم کرتے جا رہے تھے۔

ریت کے ٹیلے پر اپنے محافظ دستوں کے اندر کھڑے ابن بادیس نے اس بار ں پوری قوت سے چلّاتے ہوئے کہا۔ اے اجنبی! مَیں نہیں جانتا تو کون ہے۔ اس ۔ باوجود کعبہ کے رب کی قسم آج سے تُو میرا بیٹا ہے۔ ایوب اور علی سے بھی زیادہ ۔ل اور عزیز! اس کے ساتھ ہی ابن بادیس اس ٹیلے سے اُتر کر اپنے محافظ دستوں ساتھ اپنے لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مسلمان پانچ میل تک بربروں کا تعاقب کرتے رہے اور جب وہ سب ۔کے ہاتھوں مارے گئے تو مسلمانوں نے ہاتھ روک لیے اور اپنی تلواریں نیام میں کر ما —— شانے کے نچلے حصّے سے تمیم کی زرہ کی کچھ کڑیاں کٹ گئی تھیں اور ۔اں سے خون رس رہا تھا۔ شاید وہ زخمی تھا۔ ایک سپاہی جو تمیم کے تحت جنگ میں ۔ا رہا تھا اس کے قریب آیا اور بڑی ہمدردی سے کہا۔

سیّدی! آپ زخمی ہیں۔ لائیے مَیں آپ کے زخم پر پٹی باندھتا ہوں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم نے اس سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر تم ایسا کر دو تو میں تمہارا ممنون ہوں گا۔ اس سپاہی نے احتجاجی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سیّدی! ممنونیت کیسی؟ یہ میرا فرض ہے۔ تمیم نے اپنی زرہ اتاری اور ریت پر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی چھاگل اتاری اور تمیم کا زخم صاف کرنے لگا۔ تمیم نے اپنی عبا کا اگلا حصّہ پھاڑ کر اس سپاہی کو تھماتے ہوئے کہا۔ عارضی طور پر اسے زخم پر باندھ دو تاکہ خون نکلنا بند ہو جائے۔

وہ سپاہی ابھی تمیم کے زخم پر پٹی باندھ رہا تھا کہ ابن بادیس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں آگیا۔ اس کے ساتھ ایوب اور علی کے علاوہ کئی دوسرے جرنیل بھی تھے۔ پٹی باندھنے والے سپاہی نے تمیم کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اپنے سامنے دیکھئے افریقہ کے حکمران ابن بادیس اپنے بیٹوں کے ساتھ ادھر ہی آرہے ہیں۔ سپاہی جلدی جلدی پٹی کو آخری گانٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ تمیم بھی ریت پر پڑی ہوئی اپنی زرہ اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تمیم کے قریب آکر ابن بادیس اپنے گھوڑے سے اترا اور اس کی تقلید میں اس کے ہمراہ آنے والے سب لوگ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے ——— ابن بادیس بڑی گہری نگاہوں سے تمیم کو دیکھ رہا تھا جس کی عبا کا اگلا حصّہ پھٹا ہوا تھا اور وہ عجیب سی کسمپرسی کی حالت میں ابن بادیس کے سامنے چپ اور خاموش کھڑا تھا ——— تمیم کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جنہیں اس نے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

اے اجنبی نوجوان! تم کون ہو اور کس خطہ زمین سے نکل کر اس صحرائی جنگ میں آملے ہو ——— تمیم ابن بادیس کی حالت دیکھ کر پس سا گیا تھا۔ اس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

میں ایک بے بس اور بے نوا مسافر ہوں اور آپ کے پاس فریادی بن کر آیا ہوں ——— ابن بادیس نے پریشانی اور حسرت میں کہا۔ تم جیسا صحرا نشین اور پر گھٹاؤں کی طرح چھا جانے والا جوان کیسے فریادی ہو سکتا ہے ——— تمیم

ردن جھکاتے ہوئے کہا ——— میرے آقا! یہ ایک طویل داستان ہے ——— بادیس نے گھمبیر آواز میں کہا۔ تمہاری طرح یقیناً تمہاری داستان بھی جرأت آموز ہو گی۔ پھر ابن بادیس نے اپنے ایک جرنیل سے کہا۔ اس جوان کو لشکر کے خیموں میں لے جاؤ اور میرے ذاتی طبیب سے کہو اس کے زخم کا علاج کرے۔ مغرب کی نماز کے بعد میں اس نوجوان سے پھر ملوں گا۔ ابن بادیس اپنے مصاحبوں کے ساتھ واپس چلا گیا اور وہ جرنیل تمیم کو شمال کی طرف لشکر کے خیموں کی طرف لے جا رہا تھا۔

شام سے پہلے پہلے جنگ میں شہید ہونے والوں کو عزت و احترام کے ساتھ دفن کرنے کے بعد ابن بادیس نے دشمن کے رسد کا سامان خیموں سمیت اپنے لشکر میں شامل کرا دیا تھا۔ پھر شام گئے تک وہ زخمیوں کے اندر گھوم پھر کر ان کی تیمارداری کرتا رہا۔ لشکر کے اندر جب مغرب کی اذان ہوئی تو عجیب سماں تھا۔ اذان کے الفاظ سرخ صحرا کے اندر اپنی گونجتی ہوئی بازگشت کے ساتھ دور دور تک بکھر گئے تھے پورا لشکر ریت پر صفیں باندھ کر کھڑا ہو گیا اور ابن بادیس کی امامت میں اپنے رب کے حضور سربسجود ہو رہا تھا۔

تمیم ایک خیمے کے اندر چٹائی پر بیٹھا تھا۔ اس کے پیچھے اونٹ کے دو کجاوے اوپر رکھے گئے تھے۔ جن سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی۔ ایک سپاہی ابھی ابھی اسے کھلانے کے بعد خیمے کے اندر مشعل روشن کر گیا تھا۔ تمیم نے اپنا سر کجاوے کے اوپر ٹکا رکھا تھا اور وہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔ شاید ان تفکرات میں ڈوبا ہو کہ جب ابن بادیس سے اس کی ملاقات ہوگی تو وہ کن الفاظ میں اپنے مدعا کا آغاز اور انجام کرے گا ——— تمیم چونک پڑا اور ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

ابن بادیس اپنے دونوں بیٹوں ایوب اور علی کے علاوہ تین جرنیلوں کے ساتھ خیمے کے اندر داخل ہوا۔ تمیم نے کھڑا ہونا چاہا لیکن ابن بادیس نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا۔ بیٹھے رہو جوان تم زخمی اور تھکے ہوئے ہو۔ ابن بادیس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمیم کے سامنے ہی چٹائی پر بیٹھتا ہوا بولا - اے نوجوان تمہارا نام کیا ہے ؟ ———
تمیم کے چہرے پر خیالات کا ہجوم آگیا تھا اس نے اپنے آپ کو مجتمع کرتے ہوئے کہا
میں تمیم بن صالح ہوں اور صقلیہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں - ابن بادلیس نے
چونک کر پوچھا کیا صقلیہ کا وہی جرنیل جس نے رومنوں کو قصریانہ کی دیواروں کے ساتھ
شکست دی تھی ——— جی ہاں میں وہی تمیم بن صالح ہوں ———
یہاں کس غرض سے آئے ہو ؟ ——— میں آپ کے پاس ایک التجا لے کر آیا ہو
——— کیسی التجا ؟ ——— آپ جانتے ہیں نارمن صقلیہ کے ایک حصے
پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں - اگر معاملہ یہیں تک
رہتا تو ہم ان سے نمٹ لیتے لیکن اب ان کے لیے نارمنڈی اور جنوبی اٹلی سے ایک لاکھ
کا لشکر جمع کر کے صقلیہ لایا جا رہا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو صقلیہ سے ہمیشہ کے لیے نکال
دیں - اگر نہیں تو انہیں عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کر دیں - اگر آپ ہماری اعانت
و حمایت کریں تو ہم نارمنوں کو صقلیہ سے رسوا کر کے نکال سکتے ہیں اور یہ مسلم قوم
ہی کی نہیں اسلام کی بھی بہت بڑی خدمت ہے - ابن بادلیس نے اس بار بڑے
بشاش انداز میں کہا -

اے اجنبی مہمان ! جس خطۂ ارض میں تمہارے جیسے مہم جو، خطر پسند، مصلحت
اندیش اور انسانی عظمتوں کے پیکر جوان ہوں اسے دوسروں سے اعانت طلب کرنے
کی کیا ضرورت ہے - تمیم نے مہلک تلخی میں کہا - میں ایک عظیم قوم کے ایسے سیاہ بخت
بدطالع اور واژوں نصیب افراد کا نمائندہ بن کر آیا ہوں جو اس وقت سوتے ہیں جب ا
کے دشمن جاگ رہے ہوتے ہیں ——— جو جاگتے بھی ہیں تو اپنی منزل پیٹھ
رکھ کر ——— جو سعی بھی کرتے ہیں تو ہوا کی مخالف سمت - میرے آقا ! وہ ایسے
منتشر اور پراگندہ افراد ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو آہنی زنجیروں سے تشبیہ دیتے ہیں - م
سمجھتا ہوں اگر اس موقع پر آپ نے ہماری مدد نہ کی تو وحشی نارمن اپنے پورے جبر و جہل
سے صقلیہ پر حملہ کر کے اس کے حسین مرغزاروں اور سرسبز وادیوں کو ایک صحرا کی شکل

دیں گے - ایک ایسا صحرائے سموم جس میں بگولوں کے اندر اڑتی خاک اور ویرانیوں کے سوا
نہ ہوگا - وہ صقلیہ کو ایک ایسی خانۂ ویران کی تیرگی میں بدل دیں گے جہاں پھر کبھی
ام کا سورج طلوع نہ ہوگا ——— میرے آقا ! مجھے اپنی ذات کا کوئی غم و غرض
ہے - میں صقلیہ کی ماؤں بہنوں کے چہروں پر ان گنت صدیوں کی مایوسی کی وہ
سمیٹ لینا چاہتا ہوں جو نارمنوں کی شکل میں ان کے باوضو چہروں پر بکھر گئی
——— میں آپ کے پاس اپنے بخت نارسا کا شکوہ کرنے نہیں اہلِ صقلیہ
ن و دار سے بچانے آیا ہوں - میں وقت کے اس ہاتھ کو پکڑ کر زمین کی پاتال میں
کر دینا چاہتا ہوں جو صقلیہ کے مسلمانوں پر نفرت کے سنگ برسا کر انہیں ایسی خانہ جنگی
ش میں مبتلا کر دے جس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ، کوئی منافذ نہ ہو - میرے آقا !
ں کے نارمن اپنی پوری تکفیر و خباثت کے ساتھ ہم پر وارد ہو کر ہمارے پندار اور
ات کے سارے بت تارِ عنکبوت کی طرح توڑ دیں میں آپ سے یہ التجا کرتے ہوئے
محسوس نہ کروں گا کہ آپ ہماری مدد کر کے ایک بار پھر صقلیہ کو مسلمانوں کے لیے گوشہ
ت میں بدل دیجئے ——— تمیم خاموش ہو گیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ
تے جنہیں اس نے اپنی پھٹی ہوئی عبا سے پونچھتے ہوئے سسکتی ہوئی آواز میں کہا
، آقا ! میں آپ سے جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا - اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے
، ہمیں عظمت و آبرو کے فراز پر کھڑا کر دیں، چاہے مایوسی و تاریکی کے صحرا
ھکیل دیں -

تمیم خاموش ہو گیا اور دوبارہ اپنی پھٹی ہوئی عبا سے اپنی آنکھیں خشک کرنے
——— ابن بادلیس چند لمحوں تک عجیب سے جلال و تمکنت کے ساتھ
امنے بے بسی کی حالت میں بیٹھے ہوئے تمیم کی طرف دیکھتا رہا جیسے وہ کہیں ردیا،
یال اور وہم کی گہری خاموشیوں میں کھو گیا ہو - وہ اپنے ذہن میں اٹھنے والے اوہام
دھند میں صقلیہ کے اندر رومنوں کو مسلمانوں کے مکانوں کو منہدم کرتے اور
لتے دیکھ رہا تھا - اس کا توسنِ خیال اسے صقلیہ کے تیرہ و تاریک میدانوں اور جبل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحشت میں لیے بھاگ رہا تھا۔ ابن بادیس ایک دم خیالات کی دُنیا سے نکل گیا۔ اس کے بدن نے ایک تیز زناٹے اور سنسناہٹ میں جھرجھری لی۔ پھر اس نے تمیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ تم کب تک صقلیہ جانے کے قابل ہو سکتے ہو ——— تمیم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اگر آپ اہلِ صقلیہ کی اعانت کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو خدائے قدوس کی قسم میں اسی حالت میں صقلیہ کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہوں

ابن بادیس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں جانتا تھا تم یہی جواب دوگے لیکن پہلے اپنے زخم کو اچھا ہونے دو۔ پھر تمہاری کمانداری میں یہاں سے ایک لشکر روانہ کر دوں گا اور مجھے امید ہے تم اس سے نارمنوں پر قابو پالینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ میرا لشکر کل صبح یہاں سے واپس ٹیونس کی طرف کوچ کرے گا۔ تم اپنا زخم مکمل طور پر مندمل ہونے تک ٹیونس میں میرے پاس قیام کرو پھر میں تمہیں ایک ایسے لشکر کے ساتھ الوداع کروں گا جو تمہارے شایانِ شان ہوگا۔

سنو صالح کے بیٹے! صقلیہ کی اس سرزمین پر مجھے فخر ہے جس کے بطن سے تم جیسے شیر دل فرزند نے جنم لیا ——— جب تم نے اس صحرائی جنگ میں حصہ لے کر ہمارے دشمنوں کو دو حصوں میں کاٹ دیا تھا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا میں تمہیں اس صحرائی حصے کا گورنر مقرر کر دوں گا ——— اس کے بعد جب تم ہمارے عدو کو اپنے آگے آگے ریوڑ کی طرح ہانکنے لگے تھے تو میں ٹیونس کی بندرگاہ کی چابیاں تمہارے حوالے کر رہا تھا ——— لیکن تم اس سے بھی آگے نکل گئے اور جب تم نے دشمن کے وسط میں جا کر لاتخذ کا نعرہ مارا اور دشمن تم سے آگے بھاگنے لگا تو میں تمہیں اپنی افواج کا سپہ سالار بنا رہا تھا لیکن میدانِ جنگ میں تمہارے گھوڑے کی جولان گاہ اور تیزی سے پھیلتی رہی اور جب تم بھاگتے ہوئے دشمن کو بُری طرح کاٹ رہے تھے، خدا کی قسم میں تمہیں اپنا بیٹا بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اب تمہاری پوری روداد سُن کر میں اپنے تمام فیصلوں کو بدل کر تمہیں ایک اور جرار لشکر دے کر صقلیہ روانہ کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔ تم مطمئن رہو، ابن بادیس اس قدر گرا ہوا انسان نہیں ہے کہ صقلیہ کے مسلمانوں کی مصیبتوں سے پیٹھ پھیر کر آنکھیں بند کر لے۔ میں ان کی مدد کرنے کا صمیم عزم کر چکا ہوں۔

ابن بادیس اٹھا اور اپنے مصاحبوں کے ساتھ باہر نکل گیا ——— تمیم کی آنکھوں میں آنسو تھے، ممنونیت اور تشکر کے آنسو ———

دوسرے روز ابن بادیس اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے اعظم سے ٹیونس کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن بادیس نے ایک عظیم الشان لشکر اپنے بحری جہازوں میں تمیم کی کمانداری میں صقلیہ کی طرف روانہ کیا۔ اہلِ صقلیہ پر ابن بادیس کا یہ بہت بڑا احسان تھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جب یہ بحری بیڑہ صقلیہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں پڑنے والے ایک جزیرہ قوصرہ سے چند میل مشرق کی طرف تھا کہ آسمان ابر پوش ہونا شروع ہو گیا۔ افق کے بے نشان دھندلکے آہستہ آہستہ سرخ ہونے لگے اور لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی ہوئی ہوائیں سمندر کی ویرانیوں میں سنکنانے لگی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ برق کی چمک اور رعد کی گھن گرج بڑھتی چلی گئی اور سمندر کی عیار و تُنگ لہریں زندگی و موت کا کھیل کھیلنے پر تُل گئی تھیں۔ پھر شمال مشرق کی طرف سے تباہی و غرقابی کے رتھ پر سوار ایک تیز اور تند سرخ طوفان اُٹھا اور اس نے تمیم کے بحری بیڑے کے جہازوں کو درہم برہم کرنا شروع کر دیا۔ تمیم پکار پکار کر اپنے ملاحوں کی ہمت بڑھاتے ہوئے انہیں نزدیک نزدیک رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔ لیکن ملاح اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے جہازوں پر اپنی گرفت نہ رکھ سکے۔ پھر جہاز ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے اور لشکر کے گھوڑے بدک کر سمندر میں گرنے لگے تھے۔ عجیب عصیان و امید اور سعی و ادراک کا عالم تھا۔

شام اب گہری ہو گئی تھی۔ اچانک طوفان کا ایسا سخت ریلہ آیا کہ سمندر بُری طرح کراہ اٹھا تھا اور پہاڑ جیسی لہریں اژدہوں کی طرح اپنا سر اُٹھا اُٹھا کر ہر چیز کو موت کا پیغام سنانے لگی تھیں۔ تمیم اب تک چلا چلا کر اپنے ملاحوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا لیکن اس کی آواز تیز طوفان کی شوریدہ چنگھاڑ اور سمندر کی کربناک کراہٹ میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک ایک کر کے سب جہاز ٹوٹ پھوٹ کر ڈوبنے لگے تھے۔ تمیم کے جہاز کا پیندا بھی ٹوٹ گیا تھا اور سمندر کا پانی ایک طوفانی ریلے کی صورت میں جہاز کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ تمیم اپنی ڈھال ایک طرف رکھ کر اپنی پشت اور کندھے سے بھرا ترکش اُتار کر پھینکنا چاہتا تھا کہ ایک دم آسمان پر بجلی کی ایک لہر دوڑ گئی جس سے طوفان میں اُبلتا ہوا سمندر روشن ہو گیا تھا۔ تمیم نے دیکھا اس کے جہاز کے اِردگرد ٹوٹے ہوئے جہاز کے تختے اور مستول تیر رہے تھے۔ تمیم نے دوبارہ اپنی ڈھال اُٹھالی اور اسے بازو سے لٹکا کر وہ سمندر میں چھلانگ لگا گیا تھا۔ ایک بہت بڑا لکڑی کا تختہ اس کے قریب سے گزرا۔ شاید اسے ایک تیز لہر بہائے لیے جا رہی تھی۔ تمیم نے تیزی سے ہاتھ پاؤں پانی میں مارے اور اس تختے کو پکڑ لیا۔ کچھ دیر تک وہ تختے کا کونہ پکڑ کر سمندر میں تیرتا رہا۔ ایک بار پھر جب بجلی چمکی تو اسے لکڑی کے اس تختے کا محل وقوع نظر آیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تختے کو بہت مضبوطی سے تھام کر زور لگایا اور اس کے اوپر سوار ہو گیا۔ تختے کے ایک سوراخ میں ہاتھ ڈال کر تمیم نے اس تختے کو اس مضبوطی سے پکڑ لیا تھا جیسے وہ اس سے کوئی زبردستی چھین لینے کی سخت جدوجہد کر رہا تھا۔ پوری رات طوفان سمندر کو اس کے بیخ و بن سے اُکھاڑتا رہا اور جواب میں سمندر غاروں کے اندھیروں کی طرح اپنی بے بصیرتی پر طوفانی طمانچے کھا کھا کر سسکتا، اُبلتا اور ہیہات ہیہات پکارتا رہا ــــــ شب کے باطن سے جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو طوفان تھم چکا تھا۔ آسمان پر پھیلے ہوئے بادل اب پھٹ گئے تھے اور وہاں سے ستارے صبح کی گود میں چھپتے دکھائی دینے لگے تھے۔

دور مشرق سے جب سورج نمودار ہوا تو تمیم سمندر کے اندر تیرتے ہوئے تختے پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا سمندر کے اندر اب خون آشام لہروں کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ لال گوں اُفق سفیدی اور نیلاہٹ میں بدل گیا تھا اور آسمان پر ابر کے آوارہ ٹکڑے نہ جانے کن منزلوں کی طرف اُڑے جا رہے تھے۔ تمیم نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مرگ و تولید کے فن سے بے بہرہ سمندر اب پُرسکون تھا۔ رات بھر بھرتی ڈوبتی لہروں کا شور اور ہنگامہ اب معدوم ہو چکا تھا۔ تمیم نے دعا کے انداز میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اپنی ڈبڈباتی آنکھوں اور گلوگیر آواز میں اس نے کہا۔ اے ربِ بیدار! میں تیری اعانت و حمایت کا طلب گار ہوں۔ میرے اللہ! تو صقلیہ کے مسلمانوں کو تاریکی اور ظلم کے سحر سے نکال ——— اے کریم اللہ ——— تمیم ہر چیز سے بیگانہ و یگانہ ہو کر دعا مانگ رہا تھا کہ وہ چونک پڑا۔ اس نے دیکھا سمندری پرندے فضاؤں کو چیرتے ہوئے نہ جانے کن جزیروں کو جا رہے تھے۔ اپنی چونچیں کھولے وہ پرندے مشروبِ قدسی اور لطیف لذتوں کے متلاشی کی طرح فضاؤں میں ایقاع و سرود کی لہریں بکھیرتے اڑتے جا رہے تھے۔ تمیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ شاید وہ جان گیا تھا کہ قدرت اس کی رہنمائی کر رہی ہے۔ ——— اپنا ہاتھ بڑھا کر اس نے قریب ہی تیرتا ہوا لکڑی کا ایک اور تختہ پکڑ لیا۔ اور اس سے چپو کا کام لے کر وہ اپنے لکڑی کے اس تختے کو جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا اس طرف بڑھانے لگا جدھر سے وہ سمندری پرندے آ رہے تھے۔

تمیم اس طرف سخت جد و جہد کرتے ہوئے بڑھتا رہا۔ جدھر سے وہ پرندے آ رہے تھے۔ یہ سعی اور کوشش دوپہر تک جاری رہی آخر تمیم کو جانے کیا ہوا۔ اس نے چھوٹا سا وہ تختہ جس سے وہ چپو کا کام لے رہا تھا اپنے سامنے بڑے تختے پر رکھ دیا اور سربسجود ہو کر اس نے اپنی روتی اور گڑگڑاتی آواز میں کہا۔ میرے اللہ! تیرا شکر ہے تیرا احسان ہے میرے مولا! تمیم نے سر اٹھا کر اپنے سامنے دیکھا اس سے ایک فرلانگ دور اسے نرسل کا ایک جھنڈ دکھائی دیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر حیات بخش مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تیز تیز چپو چلاتے ہوئے جب وہ نرسل کے جھنڈ کے پاس آیا تو اس نے دیکھا اس جھنڈ کے دائیں طرف زمین کا پتھریلا کنارہ دور تک چلا گیا تھا۔ تمیم اس طرف بڑھا جدھر زمین دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک چٹان کے ساتھ تختہ روکا اور ساحل پر اتر گیا۔ اس کے سامنے دور دور تک پتھریلا ساحل پھیلا ہوا تھا جس کے کنارے کہیں کہیں بڑے بڑے درخت اور گھاس کے وسیع میدان تھے ——— تمیم پوری رات طوفان کے خلاف جد و جہد کرتے ہوئے تھکاوٹ اور نیند محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنی ڈھال کو اپنے سر کے نیچے رکھا اور وہیں پتھریلے ساحل پر وہ لیٹ گیا تھا۔ ابھی وہ بیداری اور کچی نیند کی حالت میں تھا کہ اسے یوں لگا جس طرح اس کے نزدیک ہی کوئی چیز کھڑی زور زور سے سانس کھینچ کر کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی تمام حسیات اسے اٹھ بیٹھنے کی تنبیہہ کر رہی تھیں۔

تمیم بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے فوراً ڈھال سنبھال کر تلوار کھینچ لی تھی۔ اس کی حالت اس وحشی جیسی ہو گئی تھی جس نے موت سے لڑ جانے کی قسم کھا لی ہو۔ بڑی تیزی سے اپنے چاروں طرف گھوم کر تمیم نے دیکھا پھر اس کی نگاہیں اپنے دائیں طرف جم کر رہ گئیں ——— اس کے خون میں ایک سنسنی اور چہرے پر وحشی جذبے پھیل گئے تھے۔ اس نے اپنی تلوار پر گرفت مضبوط کر لی اور ڈھال کو اپنے سامنے کر لیا تھا اس نے دیکھا دائیں طرف اس کے قریب ہی دو بھوکے بھیڑیوں کا ایک جوڑا اپنی سرخی مائل بھوری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ دونوں نر مادہ بھیڑیے اس پر حملہ آور ہوتے تمیم نے اپنے حلق سے ایک خوفناک چیخ نکالی اور خود ان پر حملہ آور ہو گیا۔ دونوں بھیڑیے بھی غراتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ تمیم نے دونوں کے پنجوں اور منہ کو اپنی ڈھال پر روکا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے ایک کی گردن کاٹ دی۔ جب مرنے والے بھیڑیے نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ چیخ بلند کی تو دوسرا بھیڑیا مڑا اور بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ تمیم نے برق کے کوندے کی طرح اس پر بھی تلوار برسائی اور اس کی کمر کاٹ کر رکھ دی ——— اس نے اپنی ڈھال بازو میں لٹکائی اور تلوار پونچھ کر نیام میں کر لی اور وہاں آرام کرنے کی بجائے وہ بڑی تیزی کے ساتھ کسی آبادی یا بستی کی تلاش میں آگے بڑھنے لگا تھا۔

دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک ایسے سرسبز میدان میں داخل ہوا جہاں دور تک اودی اودی گھاس دکھائی دے رہی تھی۔ اچانک اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر چلّہ پر چڑھا لیا۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر سرخ غزالوں کا ایک گروہ چر رہا تھا۔ تمیم نے ایک کا نشانہ لیا اور تیر چلا دیا۔ تیر اپنے ہدف کا دل چیرتا ہوا پار نکل گیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔ گروہ کے دوسرے سب غزال بھاگ گئے تھے ۔ تمیم کندھے پر کمان لٹکا کر اس سمت
بھاگا جہاں تیر کھانے والا غزال زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ تمیم نے خنجر نکال کر اس غزال
کو ذبح کر دیا اور پھر اس نے کھال آتار کر کچھ پتھر جمع کیے اور ان کی مدد سے اس نے آگ
روشن کرنا چاہی لیکن ناکام رہا۔ ایک تو جو گھاس اس نے جمع کی تھی وہ اچھی طرح
سوکھی ہوئی نہ تھی۔ دوسرے وہ ان پتھروں کو رگڑ کر چنگاری پیدا نہ کر سکا تھا۔ وہ وہاں
بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا پھر وہ اٹھا اور اپنے قرب و جوار میں وہ تلوار اور خنجر کی مدد سے
خشک جھاڑیاں جمع کرنے لگا تھا۔ اچانک اس کے کانوں میں ایک ملکوتی آواز پڑی جیسے
کوئی اپنی نرم، شیریں اور حریری آواز میں گا رہا ہو، یوں لگتا تھا کوئی مطرب دیغنی شمال
مغرب کی طرف سے گاتا ہوا آ رہا تھا۔ تمیم گانے والے کے الفاظ غور سے سننے لگا۔ کوئی
عربی میں گا رہا تھا۔ تمیم پاؤں اٹھا اٹھا کر اس طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے گانے والے کی
آواز آ رہی تھی۔ کوئی گا رہا تھا۔

كَمْ يَا حَبِيبِي كَمْ تَنَام (اے میرے محبوب اٹھو کب تک تو
رہو گے)

تھوڑی دیر بعد شمال مغرب کی طرف سے دس اونٹوں پر مشتمل ایک کاروان
آتا دکھائی دیا۔ تمیم نے ذبح کیے ہوئے غزال کو اٹھایا اور اس طرف بھاگا جدھر سے اس
کاروان نے گزرنا تھا۔ جب اونٹوں کا وہ قافلہ نزدیک آیا تو تمیم نے انہیں ہاتھ ہوا میں ہلا
کر رکنے کو کہا اور اس قافلے کے رہبر نے اپنا اونٹ روک دیا۔ رہبر نے عربی میں پوچھا
نوجوان تم کیا چاہتے ہو۔ تمیم نے پوچھا تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟ قافلہ
کے رہبر نے کہا ہم غلہ فروش ہیں اور قصباتی علاقے سے غلہ شہر لے جا رہے ہیں تمیم نے
پریشان لہجے میں پوچھا۔ تم کون سے شہر جا رہے ہو۔ رہبر نے حیرانگی سے پوچھا۔ کیا تم
جزیرے کے واحد بڑے شہر سے واقف نہیں ہو۔ لگتا ہے تم یہاں اجنبی ہو۔ تمیم نے
بڑی بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کون سا خطہ ارض ہے
میں افریقہ سے صقلیہ کی طرف سفر کر رہا تھا کہ گذشتہ شب میرا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا
میں نے بڑی تگ و دو سے لکڑی کے ایک تختے کے ذریعے اپنی جان بچائی ہے۔ اب میں
نہیں جانتا میں کہاں ہوں اور کس جگہ ہوں مجھے آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ میں
نے یہ ہرن بھی شکار کیا ہے لیکن میں اسے بھوننے کے لیے آگ روشن نہ کر سکا۔ آپ
اسے بھی لے لیں اور مجھے اس شہر پہنچا دیں جس کی طرف آپ لوگ جا رہے ہیں۔ میں
آپ لوگوں کو کرایہ بھی ادا کر دوں گا۔ اس رہبر نے اپنے اونٹ کو نکیل مار کر بٹھاتے
ہوئے کہا۔ کرائے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم مسافر ہو ہم تمہیں شہر پہنچا کر اپنا فرض
ادا کریں گے۔

جب اونٹ بیٹھ گیا تو رہبر نیچے اترا شکار کیا ہوا غزال اس نے اپنے اونٹ
کے ساتھ بندھی ہوئی ایک بڑی خرجین میں ڈال لیا اور پھر اپنے اونٹ کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے تمیم سے کہا۔ آپ میرے اونٹ پر سوار ہو جائیں۔ تمیم خاموشی سے آگے
بڑھا اور راہبر کے پیچھے کجاوے میں بیٹھ گیا۔ اس راہبر نے پھر اونٹ کو اٹھایا اور کاروان
دوبارہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ تمیم نے اس رہبر سے پوچھا۔ آپ نے یہ نہیں
بتایا یہ سرزمین کون سی ہے۔ رہبر نے کہا۔ یہ جزیرہ قوصرہ ہے اور ہمارا رخ قوصرہ
شہر کی طرف ہے —— اب آپ کہاں جائیں گے۔ میں افریقہ جاؤں گا۔ کیا
اس شہر سے جس کا تم نے ذکر کیا ہے مجھے افریقہ جانے کے لیے کوئی جہاز مل جائے گا۔
—— ضرور ملے گا۔ وہاں سے ہر روز کئی جہاز افریقہ کی طرف جاتے ہیں۔
دونو خاموش ہو گئے اور اونٹ بڑی تیزی سے فاصلہ سمیٹ رہے تھے۔ سہ پہر کے
قریب وہ قوصرہ شہر پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے وہاں افریقہ جانے کے لیے ایک جہاز تیار
کھڑا تھا۔ اس شہر میں رک کر قیام کرنے کے بجائے تمیم اس جہاز میں سوار ہو گیا اور یوں وہ
ایک لٹے پٹے مسافر کی صورت میں ایک بار پھر افریقہ کا رخ کر رہا تھا۔

○

ایک بار پھر تمیم ابن بادیس کے سامنے کھڑا تھا۔ ابن بادیس کے بائیں طرف
ابوطالب اور علی بیٹھے ہوئے تھے اور حاجب ابھی ابھی تمیم کو اندر لے کر آیا تھا۔ تمیم کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حالت دیکھ کر ابن بادیس نے دُکھ سے پوچھا ——— یہ تم پر کیا بیتی اور کس نے تمہاری ایسی حالت بنائی ہے ؛ جواب میں تمیم بدبختی کی ساری داستان سُنا رہا تھا اس کی آنکھیں نمناک ہوگئی تھیں اور ہونٹ کپکپانے لگے تھے ——— اپنی داستان سُنا کر وہ کسی معتکف کی طرح خاموش اور صومعہ نشین کی طرح اداس ہو گیا تھا۔ ابن بادیس گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا - لگتا تھا بحری بیڑے کی تباہی اور بربادی نے اس کی کمر توڑ دی ہو اور وہ منجمد و مغموم ہو کر رہ گیا ہو ——— تمیم ابھی تک اس کے سامنے متدعی و ملتجی کھڑا تھا ابن بادیس نے اپنا جھکا ہوا سر آہستہ آہستہ اوپر اٹھاتے ہوئے ایک نشست کی طرف اشارہ کرکے تمیم سے کہا بیٹھ جاؤ تمہارا اس حالت میں کھڑا رہنا ہمارے لیے تکلیف دہ ہے ——— تمیم جب آگے بڑھ کر ابن بادیس کے پاس بیٹھ گیا تو اس نے بڑے کرب کی حالت میں کہا -

اے نوجوان ! تو نے ہمیں عجیب امتحان میں ڈال دیا ہے

تمیم نے اپنی بھر پور وکالت کرتے ہوئے کہا ہم سب نوامیس الٰہیہ اور قوانین قدرت کے مطیع ہیں اور اس انام میں ہمیں ہنگامۂ روزینہ و شبینہ کا محتاج ہو کر رہنا پڑتا ہے - مَیں نے لشکر کو اس طوفان سے نکالنے کی بھر پور کوشش لیکن یہ قدرت کا فیصلہ تھا جیسے اس کے سروش پہلے ہی نوشتۂ ابدی پر تحریر کر چکے تھے ۔

ابن بادیس پھر سوچوں میں کھو گیا تھا اور تمیم اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جس طرح تپتی ریت اپنا پیاسا دامن پھیلا کر کسی بحر یا دریا کی طرف دیکھتی ہے۔ ابن بادیس نے کوئی آخری فیصلہ کرتے ہوئے تمیم سے کہا - مَیں تمہیں اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں مَیں تمہیں مایوس نہیں کر سکتا۔ مَیں تمہاری ہستی کو صقلیہ کے لیے قدوم میمنت بنا دوں گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جس طرح کبر و بطر کے ساتھ نارمن صقلیہ میں وارد ہو رہے ہیں اسی طرح ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے نکلیں گے ——— میرے عزیز ! بحری بیڑے کی غرقابی نے گو ہماری کمر میں خنجر گھونپ دیا ہے اس کے باوجود اے دل پسند فرزند ! ہم دوبارہ صقلیہ کی اعانت کا ارادہ کر چکے ہیں - کل ایوب اور علی ایک بھاری لشکر ساتھ تمہارے ہمراہ صقلیہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے - پھر ابن بادیس نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ وہ تمیم کے لیے نئے کپڑوں اور اس کے آرام کا بندوبست کرے - ایوب علی دونوں اُٹھے اور تمیم کو اپنے ساتھ لے گئے - دوسرے روز ایک جرار اور بھاری لشکر ایوب اور علی کی سرکردگی میں افریقہ سے صقلیہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

افریقی لشکر صقلیہ کے ساحل پر اترا - یہاں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا - لشکر ایوب لے کر ساحل سمندر سے الشافہ آیا وہاں سے مازر اور پھر کوہ ایرکس کے کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا بلرم شہر کی طرف بڑھ تھا - نارمنوں کو جب خبر ہوئی کہ ایک جرار افریقی لشکر بلرم کی طرف بڑھ رہا ہے انہوں نے شہر خالی کر دیا - وہ پیچھے ہٹتے ہوئے فارونیہ شہر آئے وہاں سے لغطلس ہوتے وہ میلاس میں جا ٹھہرے ——— نارمنوں نے اب میبنا اور میلاس دو کو اپنا مرکز بنا لیا تھا - وہ اس نقطہ نگاہ سے کہ یہ دونوں شہر انتہائی شمال میں تھے شکست کی صورت میں نارمن آبنائے میسنا عبور کرکے جنوبی اٹلی میں داخل ہو تھے جہاں ان کی مستقل حکومت تھی - ایوب اپنے جنگی پرچم لہراتا ہوا بلرم میں ہوا اور شہر کے انتظام و انصرام میں لگ گیا ۔

آدھے لشکر کے ساتھ تمیم اور علی نے جرجنت شہر کا رُخ کیا - یہ جرجنت صقلیہ بڑے اور قدیم شہروں میں سے تھا اور یہ اس وقت قصریانہ کے حکمران ابن حواس عملداری میں تھا - ابن حواس ایوب اور علی کی آمد پر بے حد خوش ہوا - اس نے جرجنت علی کے حوالے کر دیا اور شہر کے اندر جو برسوں پرانا اور عظیم شاہی محل تھا اسے علی رہائش قرار دیا - علی اب جرجنت میں رُک کر اپنے بڑے بھائی ایوب کی طرف ہدایات ملنے کا انتظار کرنے لگا تھا - تمیم نے اس فارغ وقت سے فائدہ اٹھایا ! علی کو اطلاع کرکے وہ ربیعہ سے ملنے العریف کی طرف روانہ ہو گیا تھا - پہلے وہ سمندر ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا قلعہ بلوطہ کے ساحل پر آیا - پھر وہ صنوبر اور بلوطہ سے گھری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس پگ ڈنڈی پر اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا رہا تھا جو قلعہ بلوط کی طرف جاتے ہوئے اوپر کے پاس سے گزرتی تھی ——— پہلے اس نے سیدھا بستی کی طرف جانا چاہا پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ ایک فرلانگ آگے بڑھ کر اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس پہاڑ پر چڑھ رہا تھا جس کے اوپر کھڑے ہو کر بوڑھا کعب نیچے وادی اور پہاڑی ڈھلانوں میں اپنا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔

جب وہ پہاڑ کے اوپر آیا تو اس نے دوپہر کی تیز دھوپ میں دیکھا نیچے وادی میں بکریاں چر رہی تھیں اور پہاڑ کے اوپر صنوبر کے درخت تلے کوئی بیٹھا ہوا بکریوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ بوڑھا کعب نہیں تھا کوئی تنومند جوان تھا جو وہاں بیٹھ کر بکریوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھا ——— تمیم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا جب وہاں آیا تو وہ گڈریا کھڑا ہو گیا۔ تمیم نے گھوڑے سے اترتے ہوئے پوچھا۔ میرے بھائی تم کون ہو؟ ——— اس جوان نے نیچے بکریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں چرواہا ہوں اور وہ سامنے میرا ریوڑ چر رہا ہے۔ تمیم نے فکر مند لہجے میں پوچھا کیا تم العریف کے کعب بن نعمان کو جانتے ہو ——— ہاں میں اسے جانتا ہوں ——— تم جانتے ہو وہ کہاں ہے۔ وہ ہر روز یہاں اپنا ریوڑ چرایا کرتا تھا ——— اس جوان نے غم انگیز آواز میں کہا۔ میں کعب بن نعمان کو سب سے بہتر جانتا ہوں۔ یہ ریوڑ بھی اسی کا ہے اور میں اس کا داماد ہوں۔ کعب بن نعمان کو ظالم بحری قزاقوں نے قتل کر دیا ہے ——— تمیم بوکھلا اٹھا، کیا کہا؟ بحری قزاقوں نے کعب بن نعمان کو قتل کر دیا ہے۔ ——— ہاں انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے ——— تمیم کے چہرے پر شدید جذبات بکھر گئے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ مرجانہ کہاں ہے؟ ——— اس جوان نے جواب طلب نگاہوں سے تمیم کو دیکھتے ہوئے کہا ——— آپ مرجانہ کو کیسے جانتے ہیں، وہ میری بیوی ہے ——— تمیم نے بڑے دکھ اور ملال سے کہا۔ وہ میری بہن ہے ——— اس گڈریے نے بڑھ کر تمیم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میرا نام عرفہ ہے۔ اگر آپ مرجانہ کے بھائی ہیں تو آپ کا نام یقیناً تمیم بن صالح ہوگا ——— ہاں میں تمیم بن صالح ہوں ——— تم نے مرجانہ سے شادی کب کی ——— عرفہ نے اداس اور مردہ سی آواز میں کہا۔ میں مرجانہ کا ماموں زاد ہوں۔ میری بستی یہاں سے پانچ فرسنگ شمال کی جانب ہے۔ مرجانہ کے ساتھ پہلے ہی میری منگنی ہو چکی تھی۔ جب اس کا بابا قتل ہو گیا تو اس گھر کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ لہٰذا میں نے اس سے شادی کر لی۔ وہ آپ کو ہر روز یاد کرتی ہے اور روتی ہے۔

عرفہ چند لمحے رکا پھر تمیم سے کہا۔ آپ کے لیے بھی ایک بہت بری خبر ہے۔ تمیم نے غور سے عرفہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ——— کیسی بری خبر؟ آپ کی بیوی ربیعہ بھی یہاں تھی نا! تمیم نے بیتاب ہو کر پوچھا ——— ہاں کیا ہوا ہے؟ آپ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تھا لیکن مجھے افسوس ہے کہ وہ بھی بحری قزاقوں کے ہاتھوں ماری گئی ہے ——— تمیم نے چیختے اور چلاتے ہوئے پوچھا ——— میری بیوی ماری گئی؟ ربیعہ قتل ہو گئی ——— عرفہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ——— ہاں وہ قتل ہو گئی۔ بحری قزاق ایک خوبصورت لڑکی کو لینے آئے تھے جس کا نام طریسہ ہے۔ جب اس نے بحری قزاقوں کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اسے زبردستی اٹھا کر لے جانا چاہا۔ کعب اور آپ کی بیوی ربیعہ نے طریسہ کو بچانا چاہا لیکن ان ظالموں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ وہ آپ کے بچے کو بھی قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن سنا گیا ہے کہ طریسہ اس بچے کے اوپر لیٹ گئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ پہلے مجھے قتل کرو پھر اس بچے کو ہاتھ لگانا۔ اس لیے وہ طریسہ کے ساتھ بچے کو بھی اٹھا کر لے گئے ہیں تمیم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے پھٹی پھٹی سی آواز میں پوچھا۔ کیا العریف والوں نے کوئی مدافعت نہ کی تھی۔ عرفہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت بستی میں داخل ہوئے جب لوگ اپنی پکی ہوئی فصلوں کو سمیٹنے اپنے کھلیانوں میں کام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر رہے تھے اور پھر ان بحری قزاقوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی ۔ انہوں نے
پوری بستی کو گھیرے میں لے لیا تھا ۔ اگر العریف والے مدافعت کرنا چاہتے تو بھی وہ ان
وحشیوں کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوتے ۔ آپ کا غلام الماس اس دن اس روز کوچ
رہا تھا کیونکہ جتنے دن وہ یہاں رہا اس نے کعب کو کوئی کام نہ کرنے دیا تھا ۔ اسے جب
خبر ہوئی کہ بحری قزاق ربیعہ کو قتل کرنے کے بعد طربیہ اور آپ کے بچے کو اٹھا کر
لے گئے ہیں تو وہ بھاگتا ہوا بستی کی طرف گیا اور آپ کے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں روپوش
ہو گیا ۔ سنا ہے وہ ان بحری قزاقوں کی تلاش میں گیا ہے ـــــــ عرفہ کہ
کہتے رک گیا ۔ بستی کی طرف سے مرجانہ اس کے لیے کھانا لے کر آرہی تھی ـــــــ
نزدیک آکر مرجانہ نے جب تمیم کو دیکھا تو اس نے کھانے کے برتن زمین پر رکھ دیے
اخی ! اخی ! پکارتی ہوئی وہ بھاگ کر تمیم سے لپٹتے ہوئے ہچکیاں اور سسکیاں لے
رونے لگی تھی ۔ تمیم نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں اور آنسو اس کی بند آنکھوں سے
نکل کر مرجانہ کے سر پر گرنے لگے تھے ـــــــ عرفہ نے دونوں کو صبر کی تلقین کر
ہوئے علیحدہ کیا ۔ مرجانہ نے اپنی عبا سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے پوچھا ۔ ا
آپ کب آئے ـــــــ تمیم نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا ـــــــ تھو
دیر ہوئی ـــــــ کیا آپ کو ان حالات کا علم ہو چکا ہے جو میرے بابا ! میرا
بہن ربیعہ ، طربیہ اور آپ کے ننھے بیٹے پر گزر گئے ۔ تمیم نے گلوگیر آواز میں کہا ۔ تم
شوہر عرفہ مجھے سب کچھ بتا چکا ہے ۔

تمیم چند لمحوں تک خاموش رہتے ہوئے اپنے آپ پر ضبط کرتا رہا پھر
نے گھگھیائی آواز میں پوچھا ۔ مرجانہ ! تمہارے بابا اور ربیعہ کی قبر کہاں ہے ۔ مرجانہ
دائیں طرف جانے والی ایک پتلی سی پگ ڈنڈی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ یہ پگ
بستی کی طرف جا رہی ہے ۔ پہاڑ سے اتر کر جب یہ وادی میں داخل ہوتی ہے تو وہاں
کا قبرستان ہے اس کے اندر ان دونوں کی قبریں ہیں ۔ الم زدہ آواز میں تمیم نے کہا ۔ مجھ
کی قبروں پر لے چلو مرجانہ ! میں یہاں سے بہت جلد رخصت ہو جانا چاہتا ہوں

حول انتقام کی آگ میں مجھے پاگل کر دے گا اور میں ایک قومی فریضے سے ہٹ کر انفرادی
یضہ ادا کرنے کا مجرم ہو جاؤں گا ـــــــ مرجانہ نے پھر روکنے کا بہانہ تراشا ۔
انا کھا کر جائیے اخی ! ـــــــ تمیم اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس پتلی پگڈنڈی
ہو لیا ۔ جو العریف کی طرف جاتی تھی ۔ مرجانہ مجبوراً اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھی ۔
ستان کی طرف جاتے ہوئے تمیم جنگلی گلاب کے پھول اپنی جھولی میں بھرتا جا رہا تھا
ـــــــ دونوں قبرستان میں آئے ۔ مرجانہ نے کعب اور ربیعہ کی قبروں کی نشاندہی
۔ تمیم نے اپنی عبا کی جھولی میں بھرے ہوئے جنگلی گلاب کے پھول دونوں قبروں پہ
بر دیے ۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے گردن
کائے فاتحہ کہہ رہا تھا ۔ اس کے سامنے کھڑی مرجانہ سسک سسک کر رو رہی تھی ۔

تمیم دوبارہ جب اپنے گھوڑے کے پاس آیا تو مرجانہ نے کہا اخی ! ابن لبعا
ہم سے ملنے یہاں آئے تھے ۔ انہیں خبر ہو گئی ہے کہ بحری قزاق میرے بابا اور ربیعہ
ل کر گئے ہیں ۔ وہ کہہ رہے تھے ، وہ ان قزاقوں کی تلاش میں اپنے آدمی بھجوائیں
ـــــــ اخی ! کیا آپ ان قزاقوں سے ربیعہ بہن کا انتقام نہ لیں گے ۔
انے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا ، ربیعہ ہی نہیں مرجانہ تمہارے بابا کا بھی انتقام ۔ تم دیکھو
ں افریقی لشکر سے مل کر نارمنوں کو صقلیہ سے نکالنے کے بعد ان قزاقوں سے کیسا انتقام
ہوں ۔ جب الماس واپس آئے تو اسے کہنا وہ فوراً مجھ سے ملے ۔ مرجانہ نے پھر ملتجی
اوں سے تمیم کو دیکھتے ہوئے کہا ۔ اخی ! طربیہ اور آپ کے بچے کا کیا ہو گا ـــــــ
ے میں تمیم کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور اس نے بڑی مشکل کے ساتھ اپنے غضب
ب پر قابو پاتے ہوئے کہا ۔ تم اندیشہ نہ کرو مرجانہ ! طربیہ میرے بچے کے ساتھ
، واپس آئے گی ۔ اگر وہ دونوں زندہ ہیں تو میں انہیں ضرور ڈھونڈ نکالوں گا ۔
ـــــــ تمیم اپنے گھوڑے پر بیٹھنے کی خاطر رکاب میں پاؤں جماتا ہوا بولا ـــــــ
میں اب جاتا ہوں ـــــــ مرجانہ نے اداس ہو کر پوچھا ۔ کہاں جاؤ گے
ـــــــ جرجنت جہاں افریقہ کے لشکر کا سالار میرا انتظار کر رہا ہو گا ۔ ہم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عنقریب نارمنوں کے خلاف صف آرا ہونے والے ہیں اور ان سے نمٹ کر میں اپنی نانی ذمہ داری کی طرف آؤں گا ـــــــ تمیم نے گھوڑے کو قبرستان سے نکال کر ایڑ لگا دی اور اس شاہراہ پر آ کر جو قلعہ بلوط سے ساحل سمندر کی طرف جاتی تھی اس نے اپنے گھوڑے کو بائیں طرف موڑا اور اس شاہراہ پر وہ سمندر کی طرف صحرا کے اندر اڑنے والے تیز بگولوں کی طرح اڑا جا رہا تھا۔ اس کی منزل جرجنت شہر تھی۔ جہاں افریقی لشکر کا قیام تھا۔

بلرم میں جب نارمنوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور وہ شہر کو خالی کر کے میلاس اور مسینا کی طرف چلے گئے تو ایوب نے بلرم کا انتظام وانصرام شہریوں کے حوالے کیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی علی کے پاس جرجنت چلا گیا۔ پھر دونوں بھائیوں کے متحدہ لشکر نے شمال کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں قلعہ بلوط سے نکل کر ابن البعباع بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان میں شامل ہو گیا تھا۔ قصریانہ کے پاس آ کر اس لشکر نے کچھ دن رک کر قیام کیا۔ یہاں لشکر کو اور تقویت پہنچی کیونکہ قصریانہ کا حکمران ابن حواس بھی اپنی افواج کے ساتھ اس لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ اب اس متحدہ لشکر نے بڑی شان اور کروفر کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کیا۔ نارمنوں کو بھی اس لشکر کی اطلاع ہو چکی تھی وہ مقابلے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ میلاس اور بغطس شہروں کے درمیان دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے تھے ـــــــ ابن البعباع کے حکم پر ساریہ بھی اپنے بحری عقابوں کے ساتھ اسلامی لشکر میں آملا تھا۔

شام کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن ہوئے تھے۔ رات بھر دونوں طرف جنگ کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ رات کے پہلے حصے میں اسلامی لشکر کی جنگی کونسل کا ایک طویل اجلاس ہوا۔ جس میں تمیم۔ ایوب۔ علی۔ ابن البعباع۔ ساریہ۔ ابن حواس نے شرکت کی تھی۔ جنگ کا نقشہ بنانے کے بعد متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ جنگ میں ابن حواس، ابن البعباع اور ساریہ کے لشکر تمیم کی سرکردگی میں جنگ لڑیں گے اور اس لشکر کی حیثیت قلب کی ہو گی۔ ساریہ کو تمیم کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ ایوب کے لشکر نے میمنہ اور علی کے لشکر نے میسرہ کی حیثیت سے جنگ میں شریک ہونا تھا۔ اس رات اسلامی لشکر نے اپنا زیادہ وقت عبادت اور خدا کے حضور سربسجود ہو کر گزارا تھا۔

دوسرے روز دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کیں۔ اسلامی لشکر کے قلب میں سب سے آگے تمیم تھا اس کے پیچھے ساریہ اور اس کے دائیں بائیں ابن حواس اور ابن البعباع تھے۔ میمنہ کے آگے ایوب اور میسرہ کے آگے علی تھا۔ اس طرح اس متحدہ لشکر کی کمانداری تمیم کو سونپی گئی تھی ـــــــ تمیم جب ساریہ کے ساتھ قلب کی صفیں درست کرنے کے بعد لشکر کے سامنے آیا تو قصریانہ کے ایک بربری سپاہی نے اپنے سامنے نارمنوں کے لشکر کو جو دو لاکھ کے لگ بھگ ہو گا دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت و پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) اس قدر فوج ـــــ تمیم نے اس سپاہی کو جھڑکتے ہوئے کہا ـــــ تیرے منہ میں خاک! خدا کی قسم آج ایسا دن ہے کہ نارمن اگر اس سے دوگنا لشکر بھی لے آئیں تو ہم انہیں آبنائے مسینا کی تہ میں اتار دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دونوں لشکروں کے درمیان روکتے ہوئے اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹایا اور نارمن لشکر کی طرف منہ کر کے اس نے اپنی پوری طاقت سے چلا کر کہا۔

نارمنو! میں اس لشکر کا سالار تمیم بن صالح ہوں۔ وہی تمیم بن صالح جس نے قصریانہ کے باہر تمہارے ناقابل تسخیر جرنیل ماکس کو ذبح کرنے کے علاوہ تمہارے جرنیل کورنیل کو مسینا کی بندرگاہ پر اور اس کے بھائی تھیوس کو اس کے پہاڑی مسکن کے اندر شکست دے کر ان کے سر قلم کیے تھے۔ تم میں کوئی ایسا سورما ہے جو میرے مقابلے پر اور مجھ سے اپنے ذلت و رسوائی کی موت مرنے والے جرنیلوں کا انتقام لے۔

یاد رکھو، میدان میں وہ جوان اترے جس کے پیچھے اس کی لاش پر کوئی بین کرنے والا نہ ہو ـــــ تھوڑی دیر تک نارمن لشکر میں گہرا اور تھکا دینے والا سکوت طاری رہا۔ میدان میں تمیم کی آواز پھر اپنی بلند اور تیز بازگشت کے ساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گونج گئی۔

کیا تم میں کوئی ایسا جوان نہیں جو میرے مقابلے پر آئے۔ اگر ایسا ہے تو کیا میں واپس لوٹ جاؤں۔ اسی لمحے نارمن لشکر کے وسط سے جہاں رابرٹ گوسکارڈ اور اس کا بھائی راجر کھڑے تھے ایک جوان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا مقابلے کے لیے نکلا اور تمیم کی طرف اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑایا۔ اس کے پاس تلوار اور ڈھال تھی۔ تمیم نے بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اس کی طرف سرپٹ دوڑایا۔ وہ نارمن تمیم پر حملہ آور ہونے کے بجائے پہلو بچا کر آگے نکل گیا اور پھر بڑی جولانی اور خونخواری سے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے گھوڑے سے بندھی کمند اس نے تمیم پر پھینکی۔ تمیم شاید اس کی چال کو پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ اس نے اس نارمن سے پہلے ہی اپنے گھوڑے کو موڑ لیا تھا اور جب نارمن نے اس پر اپنی کمند پھینکی تو تمیم نے تلوار مار کر اس کی کمند کاٹ دی پھر اپنی ساری بے رحمی کے ساتھ جلادی پن میں غراتے ہوئے کہا ـــــــ بوزنے کی اولاد تم میدان میں جنگ کرنے آئے ہو، کمزور ناتواں اور زخمی ہرنوں کا شکار کرنے نہیں۔ تمیم نے اپنا گھوڑا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا لو اب میں تم پر حملہ آور ہوتا ہوں۔ ہمت ہے تو اپنا دفاع کر لینا۔

نارمن اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ تمیم جب آگے بڑھ کر حملہ آور ہوا تو نارمن نے اس کا وار اپنی ڈھال پر روک کر جوابی حملہ کیا۔ عین اس لمحے جب نارمن کی تلوار تمیم کی ڈھال سے ٹکرائی تھی تمیم نے اپنی تلوار طرفۃ العین میں اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دی اور اس نارمن کو اس کی کمر کے منطقہ سے پکڑ کر اس نے اسے اپنے دائیں ہاتھ پر اوپر اٹھایا! پھر اس قدر سختی سے زمین پر پٹخا کہ نارمن کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ـــــــ تمیم جب اپنے لشکر میں آیا تو دونوں لشکر یک بارگی ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ایک ساتھ لاکھوں تلواریں فضا میں بلند ہو کر ٹکرائی تھیں۔ ہر طرف انتقام ناچ اٹھا تھا۔ شجر و حجر تک کپکپا اٹھے تھے۔ اسلامی لشکر کی مربوط و مضبوط صفیں نارمنوں کے لیے دہکتی ہوئی بھٹی بن گئی تھیں۔ ایسی دہکتی ہوئی بھٹی جس کے اندر لوہا تک پگھل جائے اپنی زندگی کے پورے رس، گرم جولانی اور دہر کی پوری آلائشوں کے ساتھ انسان انسان سے اور لوہا لوہے سے ٹکرا رہا تھا ـــــــ میدان جنگ جشن مقتل کی شکل اختیار کر گیا تھا اور ہر طرف درد و آہ کی ریت اور تشنگی و فغاں کی دھول اڑنے لگی تھی۔

نارمن اپنی تعداد کی زیادتی کے بھرتے پر جو زعم و گمان اور خیال و ظن لے کر میدان میں اترے تھے وہ سب رویا و وہم ثابت ہو رہے تھے۔ چراغ برق اور آتش پر التہاب کی طرح لڑتے ہوئے مسلمان سپاہی نارمنوں کے لیے سوالیہ نشان بن گئے تھے تمیم اپنے قلب کے ساتھ لڑتا ہوا نارمنوں کے اندر گھس گیا تھا۔ اس کے گرد سارہہ، سالم بن عطاف، ابن حواس اور ابن البعباع بھی سر پر کفن باندھ کر زندگی اور موت کا سفر طے کر رہے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ایوب اور علی لڑتے لڑتے آہستہ آہستہ دشمن کو دائیں اور بائیں طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے۔ نارمن اپنی تاریخ میں پہلی بار محسوس کر رہے تھے کہ کوئی قوم ان سے ان کے سامنے اپنے مافات کی تلافی کر رہی تھی۔

جنگ جب طول پکڑنے لگی اور ایک نارمن کے مرنے پر چار اس کی خالی جگہ کو پُر کرنے کو آ جاتے تو تمیم نے نارمنوں کے اندر لڑتے لڑتے اپنے قلب کے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ـــــــ حرمین کے فرزندو! اسلام کے حریت پسندو! نارمنوں کی حالت تمہارے سامنے اس وقت ان درختوں جیسی ہے جن کے کاٹنے کا وقت آگیا ہو اور یاد رکھو وہ درخت جسے باغبان کاٹ دیتا ہے ثمر نہیں دیتا ـــــــ ساتھیو! زخم رسیدہ ہو کر نارمنوں کے گنہگار ضمیر پر نقارے پر مضراب جیسی چوٹ لگاؤ۔ آج ان کے سامنے جنگ کے ایسے اسرار و رموز کھول دو کہ پھر کبھی انہیں صقلیہ کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہو ـــــــ تمیم جب خاموش ہوا تو اس کے چاروں طرف اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگی تھیں۔ مسلمانوں کی رگ حریت سلگ اٹھی تھی اور ایسے سبک خیز اور سیل بلا انگیز بن کر حملہ آور ہونے لگے تھے کہ یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے دشمنی کے بحر میں مافوق الفطرت قوتوں کا رقص درم شروع ہو گیا ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنگ کی اس نئی صورتِ حال سے نارمن سرگشتہ و حیران رہ گئے تھے۔ مسلمان سپاہی بڑی تیزی اور طراری سے نارمنوں کا وجود ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے تھے۔ نارمن زیادہ دیر تک مسلمانوں کی طوفانی یلغار کا مقابلہ نہ کر سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ تاہم رابرٹ گوسکارڈ اور راجر دونو بھائی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ ان جہازوں میں سوار ہو کر جنوبی اٹلی کی طرف بھاگ گئے جو ان کے پیچھے سمندر کے اندر کھڑے تھے۔ مسلمان اپنے شہیدوں کی تدفین اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان کر رہے تھے۔

نارمنوں کو شکست دینے کے بعد اسلامی لشکر اسی میدان میں خیمہ زن ہو گیا تھا جس کے اندر لڑائی ہوئی تھی۔ وہیں سپاہیوں میں مالِ غنیمت کی تقسیم ہو گئی اور زخمیوں کے لیے مکمل مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا تھا۔ لشکر اس خیال سے بھی وہاں کچھ روز خیمہ زن رہا کہ اگر نارمن اٹلی سے کوئی بھاری کمک لے کر آئیں تو سمندر کے ساحل پر ہی ان سے نمٹ لیا جائے تاکہ وہ اندرونِ صقلیہ داخل نہ ہو سکیں۔

ایک روز جب کہ تمیم اپنے خیمے میں ابن البعباع سے باتیں کر رہا تھا موضوع ربیعہ کی موت اور طریسہ کا اغوا تھا۔ اچانک دروازے کی طرف سے کسی کی آواز سنائی دی میں اندر آ سکتا ہوں آقا! تمیم نے جب سر اٹھا کر خیمے کے دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں الماس کھڑا تھا۔ تمیم اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ اندر آ جاؤ الماس! تم کسی کے لیے اجنبی نہیں ہو ——— الماس بھاگ کر خیمے کے اندر آیا اور تمیم نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ الماس نے سسکتے ہوئے کہا۔ آقا! مجھے افسوس ہے میں آپ کی غیر موجودگی میں ربیعہ اور طریسہ کی حفاظت نہ کر سکا۔ تمیم نے الماس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ عنقریب تم دیکھو گے میں بحری قزاقوں کے ساتھ اپنا حساب بے باک کروں گا۔

الماس نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ میں آپ کے پاس اسی سلسلے کی ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں۔ تمیم نے چونک کر پوچھا۔ کیسی خبر لائے ہو تم؟ الماس نے اپنی نم آلود پلکوں سے کہا۔

آقا! میں ان نارمنوں کے تعاقب میں گیا تھا جو کعب اور ربیعہ بیٹی کو قتل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرنے کے بعد طریسہ کو اُٹھا کر لے گئے تھے ۔ آپ کے بعد آپ کے ہاں لڑکا ہوا تھا ۔ نارمن اسے بھی ساتھ لے گئے ہیں ۔ میں مسینا کی بندرگاہ تک کنارے کنارے ان قزاقوں کا تعاقب کرتا رہا پھر وہ جنوبی اٹلی کی طرف چلے گئے ۔ میں ایک ہفتہ تک وہاں قیام کر کے اٹلی کی طرف جانے کے لیے جہاز کا انتظار کرتا رہا تھا ایک روز بندرگاہ پر مجھے کسی نے آواز دے کر پکارا ۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ راہب یوحنا تھے ۔ مجھے پکڑ کر وہ ایک سرائے میں لے گئے اور کہنے لگے میں نے طریسہ کا سراغ لگا لیا ہے ۔ تم تمیم کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس مسینا بھیج دو ——— تمیم نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ یوحنا کو ربیعہ کی موت اور طریسہ کے اغواء کی کیسے خبر ہو گئی ۔ پاس بیٹھا ہوا ابن العباع بولا ۔ میں نے اپنا ایک آدمی یوحنا کی طرف بھیج کر اسے سارے حالات سے آگاہ کر کے اس سے التماس کی تھی کہ وہ ان قزاقوں کو تلاش کرے جو طریسہ کو اٹھا کر لے گئے ہیں ۔ میرا خیال ہے اس نے ان قزاقوں کو ڈھونڈ لیا ہو گا ۔ اسی لیے اس نے آپ کو بلایا ہے ۔

——— تمیم نے الماس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ۔ الماس ! یوحنا نے مجھے کہاں اور کس جگہ ملنے کو کہا ہے ——— الماس نے کہا ۔ میرے آقا ! راہب یوحنا نے مجھے کہا تھا کہ تمیم سے کہنا وہ مجھے مسینا کی اسی سرائے میں ملے جہاں کبھی آپ نے سالم کے ساتھ ایک رات قیام کیا تھا ۔ جب آپ ربیعہ اور اس کی ماں کو نارمنوں سے بچانے جنوبی اٹلی گئے تھے ——— کیا وہ اس سرائے میں اکیلا ٹھیرا ہوا ہے ؟ ——— نہیں میرے آقا ! اس کے ساتھ دس راہب اور ہیں جو اس کے اشاروں پر کام کرتے ہیں ۔ جب اس نے مجھ سے گفتگو کی تو وہ سخت غضب کی حالت میں تھا اور منہ بھر کر بحری قزاقوں کو گالیاں دے رہا ۔ میرے آقا ! وہ آپ کے لیے ایک شفیق باپ جیسا سلوک اور ہمدردی رکھتا ہے ۔ تمیم اُٹھ کھڑا ہوا اور ابن العباع سے کہا ۔ میں ایوب سے بات کر آؤں ۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ وہ دونوں بھائی یہاں سے کوچ کر کے اپنے لشکر کے ساتھ سیدھے جرجنت جائیں ۔ میں وہیں آ کر ان سے ملوں گا ۔ ابن حواس کو میری طرف سے آپ بتا دیں کہ کیسے مجھے اس سے ملے بغیر اس اہم کام پر روانہ ہونا پڑا ہے ۔ خیمے سے باہر نکلتے ہوئے تمیم نے پھر الماس سے کہا ۔ ——— الماس ! تم یہیں رُک کر میرا انتظار کرو ——— اور سنو میرا گھوڑا کہاں ہے ——— آپ کا گھوڑا میں لے آیا ہوں آقا ! وہ اس خیمے سے باہر کھڑا ہے ——— تمیم باہر آیا ۔ خیمے کی طناب سے بندھا ہوا اس کا گھوڑا اسے دیکھ کر ہنہنانے اور زمین پر زور زور سے پاؤں مارنے لگا تھا ۔ تمیم نے گھوڑے کی پیٹھ پر سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا ۔ گھوڑا سر گھما کر اسے خیموں کے اندر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد تمیم واپس اپنے خیمے میں آیا اور ابن العباع سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ۔ مجھے اب رخصت کی اجازت دیجئے ۔ میں واپس آ کر بہت جلد آپ سے قلعے میں ملوں گا ۔ پھر واپس مڑ کر اس نے الماس سے مصافحہ کر کے کہا ۔ الماس ! تم یہاں سے سیدھے قلعہ بلوط میرے گھر چلے جاؤ ۔ طریسہ اگر مجھے مل گئی تو میں وہیں آ کر تم سے ملوں گا ۔ تم میرا دوسرا گھوڑا لے جاؤ وہ اس خیمے کے دائیں طرف بندھا ہے اور اس کا رنگ سُرخ ہے ۔ تمیم خیمے سے باہر آ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا الماس بھاگتا ہوا پھر باہر آیا اور تمیم سے کہا ۔ آقا ! میں آپ سے ایک بات کہنا تو بھول ہی گیا ۔ تمیم نے مسکرا کر کہا ۔ وہ بھی کہہ دو ۔ الماس نے نزدیک آ کر سرگوشی کی ——— راہب یوحنا نے کہا تھا کہ تمیم سے کہنا وہ ساریہ سے کہے کم از کم تین ہزار ملاحوں کے ساتھ وہ اپنے چند جہاز لے کر مسینا کی بندرگاہ چلا آئے انہوں نے کہا تھا طریسہ اور آپ کے بچے کو وہاں سے نکال کر بحری قزاقوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا ——— تمیم نے گھوڑے کو موڑتے ہوئے کہا ۔ میں ساریہ سے بات کر لیتا ہوں ۔ تمیم اپنے گھوڑے پر سوار لشکر کے خیموں میں اوجھل ہو گیا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد تمیم ، ساریہ اپنے بحری عقابوں کے ساتھ کوہ اٹنا کی طرف اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے تھے ۔

○

تمیم مینا کی اسی سرائے میں داخل ہوا جہاں اس نے کبھی سالم کے ساتھ ایک رات اس وقت گزاری تھی جب وہ جنوبی اٹلی سے ربیعہ اور اس کی ماں کو لینے گیا تھا اپنا گھوڑا اصطبل میں باندھنے کے بعد وہ سرائے کے مالک کے پاس آیا اور اپنی گہری اور عقابی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا کیا تمہاری سرائے میں بلرم کے کلیسا انطاکی کے راہب یوحنا ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سرائے کا مالک جو عیسائی تھا بڑا مؤدب ہو کر بولا ——— ہاں مقدس باپ پچھلے کئی روز سے میری سرائے میں قیام کیے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے تشکک آمیز نگاہوں سے تمیم کو گھورتے ہوئے کہا لیکن تم مسلمان ہو کر مقدس باپ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہو ——— تمیم نے اپنے چہرے پر گہری سنجیدگی بکھیرتے ہوئے کہا۔ یہ سارا ظاہری بھرم ہے۔ میں نصرانی ہوں اور راہب یوحنا کے لیے کام کرتا ہوں۔

سرائے کے مالک نے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ یسوع مسیح تم لوگوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ نارمنوں کی شکست اور صقلیہ سے ان کے خروج کے بعد اس سرزمین پر ہم نصرانیوں کا مستقبل اب تاریک ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اب ہماری نگاہیں راہب یوحنا اور تم لوگوں پر ہیں جو اس کے لیے کام کرتے ہو۔ پھر سرائے کے مالک نے پر امید لہجے میں کہا۔ کیا تمہیں امید ہے کہ نارمن پھر کبھی صقلیہ لوٹ کر آئیں گے۔ تمیم نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک افریقی لشکر صقلیہ میں ہے یہاں کے حالات مخدوش رہیں گے۔ سرائے کے مالک نے پر درد لہجے میں کہا۔ کاش ہم آپس میں متحد رہتے تو مقدس مریم صقلیہ کے اندر ہماری قدیم شان و شوکت اور جلال و دبدبہ ہمیں لوٹا دیتی ——— تمیم ان باتوں سے بیزار ہونے لگا تھا۔ اس نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ مجھے راہب یوحنا سے ملا دو۔ میرے پاس ان کے لیے ایک بے حد اہم پیغام ہے۔ سرائے کے مالک نے چونکتے ہوئے پوچھا کیا میں اس پیغام کی نوعیت جان سکتا ہوں ——— نہیں میں ایسی باتیں کسی اور سے کہنے کا مجاز نہیں جس میں عیسائیت کی بہتری اور تبلیغ کا سوال ہو۔ تم مجھے فوراً

ں راہب کے پاس پہنچا دو۔ اور سنو! اصطبل میں میرا گھوڑا بندھا ہوا ہے اس یے چارے اور دانے کا بندوبست بھی کرنا ——— سرائے کا مالک اپنی ے اٹھتا ہوا بولا۔ آپ لوگوں کی خدمت ہم فرض جان کر کرتے ہیں۔ آیئے آپ کو مقدس باپ کے کمرے میں پہنچا دوں پھر میں آپ کے گھوڑے کے لیے ے کا انتظام کرتا ہوں۔ تمیم کو لے کر راہب سرائے کے اندرونی حصے میں آیا اور ک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ——— مقدس باپ اس کمرے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ ساتھ والا کمرہ بھی ان ہی کا ہے۔ اس میں ان کے وہ ھی راہب ٹھہرے ہوئے ہیں جن کی تعداد دس ہے۔

سرائے کا مالک واپس چلا گیا اور تمیم نے اس کمرے کے دروازے پر ہلکی دستک دی۔ اندر سے راہب یوحنا اور کچھ اور لوگوں کی باتیں کرنے کی آوازیں ئی دے رہی تھیں۔ تمیم نے جب دروازے پر دستک دی تو کمرے میں سکوت اگیا۔ ساتھ ہی راہب یوحنا کی آواز سنائی دی ——— کون ہے ب م دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ کمرے کے اندر یوحنا اور اس کے دس راہب ی اکٹھے بیٹھے کسی اہم موضوع پر بات چیت کر رہے تھے۔ تمیم کو دیکھتے ہی ٹھ کھڑا ہو گیا اور مسرت آمیز لہجے میں کہا۔ کیا خوب آئے ہو۔ تمیم آگے بڑھ کر ب یوحنا سے بغلگیر ہوا تو یوحنا نے اپنے ساتھیوں کو سر سے اپنا مخصوص اشارہ دیا رہ سب اس کمرے سے نکل کر ساتھ والے کمرے میں چلے گئے تھے۔ راہب یوحنا م سے علیحدہ ہو کر تمیم کو اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے اپنی ڈبڈباتی آنکھوں اور ک لہجے میں کہا۔ مجھے تمہاری بیوی کے مرنے کا غم ہے۔ کاش! آج ربیعہ زندہ ہوتی ر دیکھتی اس کے شوہر نے کس طرح نارمنوں کو صقلیہ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ر تمیم کی پلکیں بھی بھیگ گئی تھیں اور اس کا سر جھک کر اس کی ٹھوڑی اس نا کو چھونے لگی تھی۔ راہب یوحنا کی آواز پھر ابھری۔ صالح کے بیٹے! ال نہ کرنا، میں تمہارے غم میں شریک نہیں۔ یسوع مسیح کی قسم! تمہارے ماں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باپ کے مرنے پر میری کمر ٹوٹی تھی - جس روز تمہارے دونوں چھوٹے بھائی قتل ہو
تھے - اس دن ان دونوں کے جسم سے نہیں میرے دل سے خون نکلا تھا اور
جب کہ تمہاری بیوی مر گئی ہے تو میرے جگر کو ہاتھ پڑا ہے ——— نا
کے بیٹے ! ہمت نہ ہارنا - اگر تم اسی طرح اپنی قوم کے دفاع کے لیے مضبوط
اور آہنی حصار قائم کرتے رہے تو قسم مجھے جبل حطین کی جس پر کھڑے ہو کر
مریمؑ نے رُشد و ہدایت کا وعظ کیا تھا - صقلیہ کی آنے والی نسلیں صقلیہ کی تاریخ کے
ہر ورق پر، ہر دیوار پر اور ہر برج پر تمہارا نام فخر و کبر اور زرِ شائیگاں سے لکھ
گی ——— تمیم کا سر جھکا رہا اور وہ خاموشی سے راہب یوحنا کو
کمرے میں چند لمحوں کے سکوت کے بعد یوحنا کی آواز پھر سنائی دی - میں بحری
قزاقوں کے مسکن میں گیا تھا - وہاں میں طریبہ سے ملا تھا - وہ تمہیں یاد کر کے ہر
روتی ہے اور سنو ! میں نے تمہارے بچے کو بھی دیکھا اس کی شکل بالکل تم جیسی
ہے - تمہارا رب کرے بڑا ہو کر وہ بھی تم جیسا ہو تا کہ صقلیہ والے صالح اس
بیٹوں اور ان کی اولاد کو فراموش نہ کر سکیں -

تمیم نے آہستہ آہستہ اپنا سر اوپر اٹھاتے ہوئے غصیلی اور غضبناک آ
میں پوچھا - بحری قزاقوں نے اب کس جگہ اپنا مستقر بنایا ہے - یوحنا نے
آواز میں کہا - جنوبی اٹلی میں سمندر کے کنارے جہاں میں نے پہلی بار تمہیں
البعباع سے ملایا تھا - وہاں ایک وادی کو انہوں نے اپنا مسکن بنا لیا ہے
وہی لوگ ہیں جو بحری قزاقوں پر تمہارے پہلے حملے سے بچ گئے تھے - کیونکہ
اس وقت اپنی کشتیوں اور جہازوں کے ساتھ سمندر میں تھے ———
تعداد میں کتنے ہوں گے ؟ ——— ایک محتاط اندازے کے مطابق ان
تعداد دو ہزار کے قریب ہو گی - وہ طریبہ کو پھر پہلے کی طرح مسلمانوں کو
کے لیے آلۂ کار بنانا چاہتے ہیں لیکن اس نے صاف انکار کر دیا ہے - میرا اندازہ
کہ وہ اس پر سختی بھی کرتے ہیں - میں اپنے راہبوں کے ساتھ تبلیغ کی غرض

میں گیا تھا جو خیموں پر مشتمل ہے وہاں صرف چند دقیقے مجھے طریبہ سے تنہائی میں گفتگو
کا موقع ملا تھا - میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ بہت جلد اس کی رہائی کا بندوبست
ہو گا ——— اور سنو ! میں خوش قسمت ہوں، وہاں میں نے تمہارے
بوسہ دیا تھا جو اس وقت طریبہ کی گود میں تھا - وہ بچے کا بہت خیال رکھتی ہے -
ہے گویا فی الاصل وہی اس کی ماں ہو - میں تبلیغ کی غرض سے وہاں اپنا ایک راہب
چھوڑ آیا ہوں جو طریبہ اور بچے کا خیال رکھے گا ——— کیا تم ساریہ کو ساتھ
؟ ——— ہاں وہ میرے ساتھ آیا ہے اور اپنے جہازوں اور تین
دوں کے ساتھ وہ میسینا کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو چکا ہے -

یوحنا نے چند لمحوں کے تفکر کے بعد کہا ——— تو پھر مجھ سے وہ
سنو جس کے تحت طریبہ اور بچے کو وہاں سے نکالا جائے گا - اگر براہِ راست
پر حملہ کیا گیا تو وہ طریبہ اور بچے کو قتل کر دیں گے کیونکہ انہوں نے طریبہ کو
رکھی ہے کہ اگر تمہاری وجہ سے ہم پر کوئی مصیبت آئی تو ہم تمہیں قتل
ے ——— کل شام تم میرے اور راہبوں کے ساتھ ایک کشتی میں یہاں
ہو گے کشتی کا انتظام میں نے پہلے ہی کر رکھا ہے - ہم ریو کی بندرگاہ
حال کی طرف ایک سنسان جگہ اتریں گے اور اگلا سفر گھوڑوں کی پیٹھ پر
بہر حال وہ کشتی سمندر میں ہمارے ساتھ ساتھ ہو گی - اگر ہم نے مناسب
سفر کیا تو آدھی رات کے بعد ہم ان کے مسکن کے قریب پہنچ جائیں گے
ان کے مسکن سے پانچ میل دور تم ساحل سمندر پر کشتی کے قریب انتظار کرنا
راہب تمہارا گھوڑا لے کر آگے جائیں گے - لیکن قزاقوں کی بستی سے ذرا دور
راہب گھوڑا لے کر وہاں کسی آڑ میں چھپ کر کھڑا ہو جائے گا - دوسرا راہب
تاریکی میں قزاقوں کی بستی میں داخل ہو گا اور اس راہب سے سلسلہ قائم کرے گا
جو وہاں رہ رہا ہے - میں نے ان کو سب کچھ سمجھا رکھا ہے - وہ دونوں مل کر
وہاں سے بھاگ نکلنے کا بندوبست کریں گے - طریبہ بچے کے ساتھ بھاگ کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہاں آئے گی جہاں تیسرا راہب تمہارا گھوڑا لیے کھڑا ہوگا۔ اس طرح وہ اس گھوڑ
سوار ہو کر تمہارے پاس کشتی میں آجائے گی۔ جب طریسہ بچے کو لے کر وہاں سے
جائے گی تو وہاں پہلے سے ٹھہرا ہوا راہب جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں ا
بات کا اشارہ دے گا کہ طریسہ وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اس
ساریہ کا کردار شروع ہوگا۔ وہ قزاقوں کی بستی کے سامنے سمندر میں لنگر انداز
جب اسے آتشی تیر کا اشارہ ملے گا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ساحل پر
قزاقوں پر حملہ کر کے انہیں ٹھکانے لگا دے گا۔ نارمن تم سے شکست کھا
بعد اس وقت جنوبی اٹلی کے انتہائی مغربی اور شمالی شہر اتر یہ میں پڑے اپنی شکس
زخم چاٹ رہے ہیں لہٰذا ان کی طرف سے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ وہ ان کی
کی مدد کریں گے۔ سمندر کے کنارے جس جگہ تم کشتی کے پاس کھڑے ہو کر طریسہ
کرو گے۔ اس کے عین سامنے ساحل سے ایک فرلانگ دور میرے باقی را
خیمے نصب کر کے وہاں قیام کریں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔ اگر ک
کی بات ہوئی تو اس صورت میں اس سے نمٹا جا سکے گا۔ دوسرے ہم پر کو
بھی نہ کہے گا اللہ ہی سمجھے گا کہ تبلیغی جماعت کے یہ راہب رات کے سناٹے
کرتے ہوئے وہاں خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ میں کھانا منگاتا ہوں پہلے کھانا کھا
کے پاس جاؤ اور اسے اس پورے لائحہ عمل سے آگاہ کرو۔ اسے یہ بھی ک
قزاقوں کے اندر میرے دونوں راہبوں کا خیال رکھے۔ ان پر کوئی ہاتھ نہ
ویسے وہ خود بھی کوشش کریں کہ ساریہ کو آتشی تیر کا اشارہ دیکر وہ بڑی تیز
راہب کے پاس آجائیں گے جو طریسہ کے لیے گھوڑا لیے کھڑا ہوگا اور ا
مل کر وہ اپنے خیموں میں لوٹ آئیں گے۔ یوحنا اٹھ کر باہر آیا سامنے کے
کہہ کر اس نے کھانا منگایا۔ پھر تمیم اور یوحنا دونوں نے مل کر کھانا ک

رات آہستہ آہستہ بوند بوند ہو کر پگھل رہی تھی صبح ہونے کے قریب تھی اور مرغ
اذانیں دے کر کب کے خاموش ہو چکے تھے۔ شب کے حریم دل میں عروس سحر
پھوٹنے کو تھیں کہ ایک راہب سانپ کی طرح رینگتا ہوا طریسہ کے خیمے میں
ہا۔ طریسہ زمین پر پڑے ہوئے ایک گدے پر لیٹی تھی اور اس نے تمیم کے بچے
چھاتی پر لٹا رکھا تھا۔ وہ بے چاری اداس تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ
خالی چھت کو گھور رہی تھی کہ اتنے میں راہب نے رینگ کر خیمے میں داخل ہوتے
سرگوشی کی ——— طریسہ! طریسہ! اٹھ جاؤ میری بہن! یہاں سے بھاگ
وقت آگیا ہے۔ طریسہ چونک کر کھڑی ہو گئی اور راہب کے قریب آتے ہوئے
کیا تمیم آچکا ہے ——— ہاں! وہ سمندر کے کنارے یہاں سے پانچ
ب کی طرف تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم اس خیمے سے نکل کر جو پگڈنڈی جنوب
جاتی ہے۔ اس پر آگے بڑھتے رہنا۔ ایک فرلانگ دور تمہیں ایک چٹان کے
ں راہب کھڑا ملے گا۔ اس کے پاس تمیم کا گھوڑا ہوگا۔ تم اس گھوڑے پر
کر سمندر کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھ جانا۔ راستے میں تمیم تمہیں
نظر آجائے گا۔ اب تم دیر نہ کرو اور یہاں سے نکل جاؤ ——— اور
ری بات سنو۔ بستر کی چادر لے کر بچے کو اس میں ڈال کر اپنی پیٹھ پر باندھ لو۔
کے اندر سے لیٹ کر گزرنا، باہر جا کر جتنا تیز بھاگ سکو جنوب کی طرف
والی اس تنگ پگڈنڈی پر بھاگ نکلنا۔ راہب رینگتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا
بستر کی چادر اٹھائی اور بچے کو اس میں رکھ کر اس نے وہ چادر اپنی پیٹھ سے باندھ
——— خیمے سے نکل کر وہ زمین پر اوندھے منہ لیٹ گئی اور چھپکلی کی طرح
مار کر وہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

رات ختم ہو گئی تھی اور مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہونے کے آثار
ہونے لگے تھے ——— خیموں سے چند گز باہر نکلنے کے بعد طریسہ اٹھی اور اپنی
مارے بھاگ کھڑی ہوئی لیکن اس کی بدقسمتی کہ جب وہ بھاگ رہی تھی تو وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ بھول گئی تھی کہ وہ اپنی کمر پر بچہ اٹھائے ہوئے ہے ۔ سویا ہوا بچہ جاگ اٹھا تھا رونے لگا تھا ——— بچے کے رونے کی آواز سنکر راہب نے ایک آتشی میں پھینک دیا تھا اور سمندر کے اندر اپنے ملاحوں کے ساتھ جہازوں میں منتظر سارے ملاحوں کو ساحل پر اترنے کا حکم دے رہا تھا ۔ بچے کے رونے کی آواز سن کر کچھ بحری بھی جاگ اٹھے ۔ اس وقت تک طریسہ اس راہب کے پاس پہنچ گئی تھی جو اس کے گھوڑا لیے کھڑا تھا ۔ اس نے راہب سے جلدی جلدی گھوڑا لیا اور اس پر سوار ہو اسے جنوب کی طرف ایڑ لگا کر سرپٹ دوڑا دیا ۔ راہب چٹانوں کے اندر غائب ہو گیا کچھ قزاقوں نے طریسہ کو گھوڑے پر بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا ۔ لہٰذا وہ شور کرنے لگے طریسہ بھاگ گئی ——— آن کی آن میں قزاقوں خیموں کے اندر سے بارہ چودہ سوار نکلے اور وہ طریسہ کا تعاقب کرنے لگے تھے لیکن گھوڑا طریسہ اور بچے کو لے کر اس تیزی سے اڑا جا رہا تھا کہ بحری قزاقوں کے گھو اس کی گرد کو بھی نہ پا رہے تھے ۔ اسی وقت ساریہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قزاقوں حملہ آور ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کے ساتھ انہیں گھیر کر ان کا قتل عام شروع دیا تھا ۔

تمیم نے ساحل سمندر کی گیلی ریت پر کھڑے ہو کر فجر کی نماز ادا کی تھی دوبارہ وہ وہاں کھڑا ہو کر طریسہ کا انتظار کرنے لگا تھا ۔ مشرق سے اب سورج ط ہونے والا تھا اور تمیم کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا اتنے میں شمال کی طرف سے ا آواز سنائی دی ۔ اس نے غور سے سنا یہ بچے کے رونے کی آواز تھی جس سے اس نے اندا لیا تھا کہ طریسہ آ رہی ہے لہٰذا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی ۔ تھوڑی بعد شمال کی طرف سے سمندر کے کنارے اسے اپنا گھوڑا دکھائی دیا وہ طریسہ اور بچے کو بہنا تا ہوا طوفان کی طرح آ رہا تھا ۔ تمیم نے ہوا میں ہاتھ لہرانا شروع کر دیا تا کہ ط دیکھ لے ——— تمیم کے پاس آ کر طریسہ نے گھوڑے کو روکا ۔ تمیم نے کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور طریسہ کو نیچے اترنے میں مدد دی ۔ بچہ ابھی تک رو

نے بچے کو فوراً اپنی پیٹھ سے اتار کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور بچہ چپ ہو گیا ـــ نے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے بدحواسی میں پوچھا ——— کیا آپ اکیلے ہیں ؛ نے سوالیہ نگاہوں سے طریسہ کے خوبصورت چہرے کو گھورتے ہوئے پوچھا' کیا بات ——— طریسہ نے مڑ کر شمال کی طرف دیکھتے ہوئے پھر گھبراہٹ میں کہا بارہ بحری قزاق میرا پیچھا کرتے آ رہے ہیں ۔ جب میں خیموں سے نکل کر بھاگی تو بچہ رو پڑا اس طرح انہیں خبر ہو گئی اور وہ میرا تعاقب کر رہے ہیں ——— کشتی میں بیٹھ کر بھاگ چلیے ورنہ ہزاروں بحری قزاق ادھر کا رخ کریں گے غور سے شمال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا' جو سوار تمہارا تعاقب کر رہے ہیں ان کوئی بھی ادھر کا رخ نہ کر سکے گا ۔ میرا ایک جرنیل ان کے ساتھ بھیانک موت شروع کر چکا ہو گا ۔ اتنے میں تعاقب کرنے والے بحری قزاق شمال کی طرف سے ڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے دکھائی دیے ——— طریسہ نے رو دینے والی کہا ۔ دیکھئے وہ آ گئے ہیں ۔ آپ اکیلے ان سب کا مقابلہ کیسے کریں گے تمیم نے تسلی دیتے ہوئے کہا ——— تم اس کشتی کے اندر چلی جاؤ ۔ طریسہ پھر دیکھو کی پیشانی پر کیسے شکست کی مہر لگاتا ہوں ——— طریسہ رو پڑی' میں کیلا چھوڑ کر کشتی میں نہیں جاؤں گی ۔ تمیم نے اس بار سخت آواز میں کہا ۔ اندر چلی جاؤ طریسہ ! یہ میرا حکم ہے ۔ طریسہ بے چاری نہ چاہتے ہوئے بھی کر کشتی میں سوار ہو گئی ——— کشتی کے چار ملاح جو ابھی تک خاموش تھے اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال کر تمیم کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے تمیم نے لوار اور ڈھال سنبھال لی تھی اور وہ ان بحری قزاقوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو نزدیک آ گئے تھے ——— تمیم کے قریب آ کر سارے بحری قزاق وں سے اترے اور ان میں ایک نے اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے ڈانٹ پوچھا ——— تم لوگوں نے اس لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کیوں کی ہے؟ لوار لہراتے ہوئے آگے بڑھ کر بولا ۔ پہلے تم بتاؤ تم لوگوں نے اسے العریف سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیوں اغوا کیا تھا - وہ قزاق بھیڑیے کی طرح غرایا - اس لڑکی سے ہمارا پرانا واسطہ ہے
تمیم نے خونخوار لہجے میں کہا - ہمارا اس سے تعلق تم سے بھی پہلے سے ہے - العریف سے ا
کا تعلق اس کی پیدائش سے ہے جسے تم لوگوں نے توڑ دیا تھا اور آج سمندر کے اس
ساحل پر میں تم سب کی گردنیں توڑ دوں گا ——— تمیم برق کے کوندے کی طرح آگے
بڑھا اور قبل اس کے وہ بھیڑیا قزاق سنبھلتا تمیم نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی
باقی کے تیرہ قزاق تمیم اور اس کے چار ملاح ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے تھے - تمیم اپنے
چار ساتھیوں کے ساتھ ان سب کے سامنے پتھریلی اور سخت چٹان کی طرح تم گیا تھا
بڑی تیزی سے پینترے بدل کر اس نے دو اور قزاقوں کو ابدی نیند سلا دیا تھا اور اب
مقابلے پر گیارہ قزاق رہ گئے تھے -

دفعتاً ساحلی چٹانوں کے اندر سے پانچ سوار نمودار ہوئے - ان سب نے اپ
اپنے خود کے نقاب سے چہرے ڈھانپ رکھے تھے - ان سب کے آگے آگے اپنا گھو
دوڑانے والا جوان ان کا سرخیل لگتا تھا اپنے ہاتھ میں ڈھال اور تلوار لیے کچھ ایسے وحشیانہ
میں اپنا گھوڑا دوڑاتا آ رہا تھا گویا اس نے اپنی ساری زندگی جنگ کے اندر چھا جا
میں بسر کر دی ہو - قریب آ کر ان سب نے اپنے سرخیل کے اشارے پر اللہ اکبر کا
فلک شگاف نعرہ مارا اور بحری قزاقوں پر ٹوٹ پڑے ——— ان پانچ
سوار بحری قزاقوں پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوا تھا گویا کسی شاہین کو لگاتار کئی
تک بھوکا رکھنے کے بعد شکاری پرندوں پر چھوڑ دیا گیا ہو - اس نووارد وحشی نے
تلوار اور ڈھال کے ایسے عمدہ فن کا مظاہرہ کیا تھا کہ میدان میں کودتے ہی اس نے دو
قزاقوں کے حلقوم کاٹ کر رکھ دیئے تھے - اب ایک طرف سے تمیم اپنے چار ملاح
کے ساتھ اور دوسری طرف سے وہ پانچ اجنبی بحری قزاقوں پر تیز بارش اور سخت ا
کی طرح برسنے لگے تھے - بحری قزاق زیادہ دیر تک ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور ا
نے ان سب کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں -

تمیم بڑے استعجاب سے ان پانچوں سواروں کو دیکھ رہا تھا - جو
ں سے نکل کر اس کی مدد کے لیے آئے تھے ——— طریسہ بھی اب بچہ اٹھائے کشتی کے
پر آ کر کھڑی ہو گئی تھی - تمیم آگے بڑھ کر ان پانچوں سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ ان کا سرخیل
ں کی طرف آیا اور اپنی مسکراتی خوش کن آواز میں کہا - میں جانتا ہوں تم یہ جاننے کو
ہو کہ ہم کون ہیں - کیا تم نہیں جانتے اس موقع پر تمہاری مدد کرنے کون آ سکتا ہے -
——— تمیم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی شاید وہ اسے اس کی آواز سے پہچان
ا - پھر اس اجنبی نے اپنے چہرے سے خود الٹ دیا وہ راہب یوحنا تھا ———
انہ کپڑوں کے بجائے جوان اور حسین یوحنا جنگی لباس پہنے ایسے لگ رہا تھا کہ وہ
ہی لباس پہننے کے لیے پیدا ہوا ہو - اس نے اپنی کٹی ہوئی ٹانگ اپنی لمبی عبا سے
ب رکھی تھی اور اس کے چہرے پر ابھی تک خونی انتقام کی دہشت چھائی ہوئی تھی
——— تمیم نے مسکراتے ہوئے کہا میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ آپ اس لباس میں بھی
سامنے آ جائیں گے ——— راہب یوحنا مسکراتے ہوئے بڑی شفقت اور
لے ساتھ تمیم کی طرف دیکھ رہا تھا - تمیم شاید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جس طرف سے راہب
اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہو کر حملہ آور ہوا تھا ادھر سے ایک سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا
اس کے ہاتھ میں یوحنا کی بیساکھی تھی - قریب آ کر وہ سوار اپنے گھوڑے سے اترا اور بڑے
م کے ساتھ اس نے وہ بیساکھی یوحنا کو تھما دی - یوحنا نے اپنے گھوڑے سے نیچے اترنا
تمیم نے خود آگے بڑھ کر یوحنا کو سہارا دیا اور اسے نیچے اترنے میں مدد دی - نیچے
ہی یوحنا نے تمیم کے کان میں سرگوشی کی - اگر میں ابھی تمہارا نکاح طریسہ سے
دوں تو کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے - کوئی لیت و لعل نہ کرنا - خدا کی قسم میں تمہیں
دیکھنا چاہتا ہوں - تم ایسی ہستی ہو جو میری زندگی کا محور ہے - تمیم نے زیر لب مسکراتے
کہا - اتنی جلدی ——— راہب کشتی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا - بس تم سے
ای جواب کی امید تھی - اب میں طریسہ سے بات کرتا ہوں -

راہب طریسہ کے پاس آیا وہ بچہ اٹھائے ابھی تک بڑے شوق سے تمیم کو دیکھ
ئی یوحنا کے آنے پر وہ سنبھل کر کھڑی ہو گئی ——— راہب نے اس سے سرگوشی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی ——— طریسہ! میری بہن! کیا تم ابھی اور اسی وقت تمیم سے شادی کرنے کیلیے تیار ہو؟ ——— میں تم سے یہیں علیٰحدہ ہو رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم دونوں میرے پاس سے میاں بیوی کی حیثیت میں رخصت ہو۔ طریسہ کی گردن شرم سے جھک گئی تھی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ راہب یوحنا اس کی تیزی سے جھپکتی ہوئی دراز اور حسین پلکوں سے اس کی خوشی کا اندازہ لگا گیا تھا لہٰذا واپس مڑتے ہوئے کہا، مجھے تم سے یہی اُمید تھی ——— یوحنا پھر تمیم کے پاس آ کر بولا۔ اس پہاڑ کے پیچھے میرے خیمے نصب ہیں جہاں میں اپنے راہبوں کے ساتھ مقیم ہوں۔ میرے دو راہب جو کہ قزاقوں کی بستی میں ہیں وہ بھی یہیں آ جائیں گے۔ ہم تمہیں یہیں سے الوداع کہیں گے کیونکہ اٹلی میں ہمارے ذمہ کچھ تبلیغی کام ہے۔ ساریہ آ جائے تو میں تم دونوں کا نکاح پڑھا کر تمہیں اللہ حافظ کہتا ہوں۔

ساریہ نے اپنے بحری عقابوں کے ساتھ ایک ایک بحری قزاق کو پکڑ کر قتل کر دیا تھا اور ان کے خیموں اور خوراک کے سامان کو اپنے جہازوں میں منتقل کر کے وہ اس جگہ آ لنگر انداز ہوا تھا جہاں تمیم اور یوحنا اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں ایک جہاز کے اندر ساریہ کی موجودگی میں تمیم اور طریسہ کی شادی ہو گئی۔ یوحنا اپنے راہبوں کے ساتھ پہاڑی سلسلے کے اندر اپنے خیموں کی طرف چلا گیا۔ تمیم اور طریسہ میاں بیوی کی حیثیت سے ساریہ کے جہاز میں سفر کر رہے تھے، ان کا رُخ صقلیہ کی طرف تھا۔

ایوب اور علی جو اہلِ صقلیہ کے لیے دفاع کا آخری بند اور اُمید کی سنہری ...ک ثابت ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ کے لیے اس خیال کے تحت جرجنت شہر میں رک گئے ...کہ مبادا نارمن جنوبی اٹلی اور نارمنڈی سے بھاری کمک لے کر پھر صقلیہ پر حملہ نہ کر ...لیکن اس سے قوم کے منافقوں اور مفسدوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا موقع ...گیا۔ انہوں نے ابن حواس کے کان بھرے کہ ایوب اور علی تمیم بن صالح کے ساتھ ...ر صقلیہ پر اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ ...ب و علی اگر صقلیہ پر حکومت کرنا چاہتے تو ان کے راستے میں کوئی دیوار نہ تھی اور ...بغیر کسی تاخیر کے بلرم یا قصریانہ کو اپنا مرکز بنا کر اپنی حکومت قائم کر سکتے تھے لیکن ...ز صقلیہ کے تیسرے بڑے شہر جرجنت میں صرف صقلیہ کے دفاع کی خاطر رکے ہوئے ...، ورنہ وہ ابھی تک افریقہ روانہ ہو چکے ہوتے جہاں ان کا باپ ابن بادیس بڑی ...بالی سے ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔

ابن حواس جو فطری طور پر متلون مزاج تھا ان خود غرض، حریص اور قسمت آزما ...ں کے بہکاوے میں آ گیا۔ سب سے پہلے اس نے اہلِ جرجنت کو کہلا بھیجا کہ وہ ...ب اور علی کو ان کے لشکر سمیت وہاں سے نکال دیں لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا، ...ِلیے کہ تمیم ایوب اور علی کے ساتھ تھا اور اہلِ صقلیہ تمیم کو اپنی آخری اُمید سمجھ کر ...اسے خلوصِ دل کے ساتھ محبت کرنے لگے تھے۔ جب ابن حواس کو جرجنت سے ...با اور علی کو نکالنے میں ناکامی ہوئی تو اس نے بربر قبیلے بنو کتامہ کا ایک سردار جو سالم ...لطاف کا رشتہ دار تھا اور جس کا نام ابن رشیق تھا دس پندرہ خونخوار سواروں کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ جرجنت روانہ کیا تا کہ وہ کچھ دن شہر میں رہ کر لوگوں کو اس بات پر اُکسائے کہ وہ ایوب
اور علی کو نکال کر افریقہ جانے پر مجبور کر دیں - ابن رشیق جس کا پورا نام حجر بن رشیق
تھا اپنے قبیلے کا سرکردہ تھا وہ خوب قدآور، توانا اور رعب و دبدبے کا انسان تھا جرجنت
آکر اس نے ان لوگوں کے پاس قیام کیا جو اس کے حامی تھے اور اس طرح اس نے اپنے
ہمنواؤں کے ساتھ ایوب اور علی کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کرنا شروع کر دی تھی

ایک روز دوپہر کے وقت جب کہ تمیم اور سالم اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے
طریبہ سالم کی بیوی کے ساتھ دونوں کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور تمیم کا لڑکا جس
کا نام بکر بن تمیم تھا اور جواب اٹھنے بیٹھنے لگا تھا طریبہ کے قریب ہی فرش پر بیٹھا
کھیل رہا تھا - تمیم اور سالم اِن دِنوں اپنے بچوں کے ساتھ جرجنت میں قیام کیے
ہوئے تھے اور اس روز سالم اپنی بیوی کے ساتھ تمیم کے ہاں کھانے پر مدعو تھا - اتنے
میں مکان کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی اور تمیم نے پکارتے ہوئے کہا - الماس
الماس ! دیکھو کون دروازے پر دستک دے رہا ہے - تھوڑی دیر بعد الماس جب
کمرے میں آیا تو تمیم نے پوچھا - دروازے پر کون ہے ——— الماس کے
اجڑے بکھرے چہرے پر مایوسی کی کئی تہیں جمی ہوئی تھیں - اس نے اداس لہجے
کہا - میرے آقا ! ابن رشیق آپ کو باہر بُلا رہا ہے - تمیم نے کھانے سے ہاتھ کھینچ
لیا اور کھڑا ہوتا ہوا بولا ——— الماس تم بجھے ہوئے کیوں ہو، کیا اس نے تمہارے
ساتھ کوئی زیادتی اور گستاخی کی ہے - الماس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا - نہیں آقا
اس نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی ——— تمیم نے ڈانٹ دینے کے
انداز میں کہا - پھر تمہارا چہرہ کیوں اُترا ہوا ہے - الماس نے اُدھڑے ہوئے مایوس
لہجے میں کہا - میرے آقا ! اس نے ایسے گستاخانہ الفاظ میں آپ کو باہر بلایا ہے
میرے لیے نئے ہیں - سالم بھی کھڑا ہو گیا اور غضبناک ہو کر بولا - ابن رشیق
یہ جرأت کہ وہ صقلیہ کے مجاہد کے مُنہ لگے ——— تمیم کمرے سے باہر نکلا اس
پیچھے پیچھے سالم تھا - طریبہ نے ننھے بکر کو گود میں اُٹھا لیا تھا اور سالم کی بیوی

ساتھ وہ بھی کمرے سے باہر نکل آئی تھی - دونوں پریشان دکھائی دے رہی تھیں -
تمیم سالم کے ساتھ اپنے مکان سے باہر آیا - دروازے کے قریب ہی ابن
یق اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا - گلی میں اور اردگرد کے مکانوں کی
تُوں اور بالکونیوں میں بے شمار مرد اور عورتیں جمع ہو گئے تھے - ابن رشیق کے سامنے
ڑے ہوتے ہوئے تمیم نے پوچھا - تم نے مجھے بُلایا ہے ؟ ——— ابن رشیق
ے گستاخانہ لہجے میں کہا - ہاں میں نے تمہیں باہر بلایا ہے - اس بار سالم نے سخت
واز میں پوچھا - لیکن کیوں ؟ ابن رشیق نے سالم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا - عطاف
ے بیٹے ! تم خاموش اور غیر جانبدار رہو - اس لیے کہ تم بھی بنو کتامہ سے ہو اور تم
جانتے ہو میں بنو کتامہ کا سردار اور تمہارا پھوپھی زاد ہوں - سالم نے پھر سخت لہجے میں
کہا - میں نہیں جانتا تم کس نیت سے آئے ہو لیکن یاد رکھو تمیم بن صالح میرے آقا ہیں
اور جو بات میرے آقا کے حق میں نہ ہوئی میں اسے برداشت نہ کروں گا اور اس وقت
تمہارے ساتھ میں ہر رشتہ اور ہر تعلق فراموش کر دوں گا - ابن رشیق نے سالم کو
نظر انداز کرتے ہوئے کہا ——— مجھے تمیم سے بات کرنے دو ——— تمیم
نے خود ہی پوچھ لیا - کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو ——— ابن رشیق نے سپاٹ سے
لہجے میں کہا - تم جانتے ہو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پچھلے کئی روز سے جرجنت
میں مقیم ہوں - یہاں رہ کر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ایوب اور علی دونوں بھائی
تمہارے ایما پر صقلیہ میں رُکے ہوئے ہیں، ان سے کہہ دو جس مقصد کے لیے انہیں بُلایا
گیا تھا وہ مکمل ہو چکا ہے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ اب افریقہ روانہ ہو جائیں -
تمیم نے ترش لہجے میں کہا تم بہت غیر ذمہ دار ہو - کیا تم لوگ چاہتے ہو صقلیہ میں ایک
بار پھر رہزن رہبروں کی مسند پر بیٹھ جائیں اور ایک بار پھر ہماری اس سرزمین میں تباہی
کی آگ اور غارت غول اندھیرا بکھر جائے - میں جانتا ہوں صقلیہ کے اندر ابھی ابن ثمنہ جیسے
کچھ لوگ ہیں جو نارمنوں کو یہاں بُلا کر صقلیہ کو بھیڑیوں کی شکارگاہ بنانا چاہتے ہیں -
یاد رکھو ابن رشیق ! ہمارے قوانین میں شیر لومڑی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا لیکن نارمن اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے عادی ہیں کہ وہ لومڑی بن کر سامنے آتے ہیں جسے ہم بے ضرر خیال کرتے ہیں اور دند
بن کر اپنے دشمن پر حملہ کر دیتے ہیں ——— ابن رشیق ایوب اور علی اپنے لشکر
کے ساتھ اس وقت تک صقلیہ میں ٹھہرے رہیں گے جب تک نارمنوں کی طرف سے
ہم مطمئن نہیں ہو جاتے ۔ رہا سوال مخالفین کا تو یہ لوگ گائے کے سینگوں پر اناج اُگانے
کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو مردوں کے اندر بھیڑ اور عورتوں میں شیر بن
جاتے ہیں ۔ ہم نے مایوسی کی گھٹاؤں کے اندر ایک طویل اور صبر آزما جنگ کرنے کے
بعد صقلیہ کو نارمنوں سے پاک کیا ہے اور اب ہم اس سرزمین میں کوئی ایسی سازش
برداشت نہیں کریں گے جو ہمیں نارمنوں کی قائم کردہ پادریوں کی عدالت میں کھڑا
کر دے ———

ابن رشیق نے تمیم کی بات کاٹتے ہوئے افروختہ اور جلے ہوئے لہجے میں کہا ۔ تو
نے ہمیں بزدل کہا ہے اور جانتے ہو اس کا انجام کیا ہو گا ۔ تمیم نے بھی برہم ہو کر کہا ۔ اگر
میرے کہے ہوئے الفاظ تم اپنے اوپر منطبق سمجھتے ہو تو تمہیں بزدل کہتے ہوئے میں کوئی
عار محسوس نہیں کروں گا ۔ ابن رشیق نے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ لے جاتے ہوئے
اپنے الفاظ واپس لے لو ورنہ ——— سالم نے ابن رشیق کو بات مکمل نہ کرنے
دی اور گرج کر کہا ——— ابن رشیق ! تم گستاخ ہو ۔ اگر تم نے اب ایک
لفظ بھی ایسا کہا جو میرے آقا کی اہانت کا باعث ہو تو واللہ میں تیری گردن کاٹ دوں
گا ۔ میں نے تمہیں بہت برداشت کیا ہے ۔ اب مجھ میں ایک لفظ سننے کا ضبط نہیں
ہے ——— ابن رشیق نے پھر تمیم کو مخاطب کر کے کہا ۔ ایوب اور علی سے
اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ سے نکل جائیں ورنہ ہم انہیں زبردستی یہاں سے نکالنے
مجبور ہو جائیں گے ۔ تمیم نے ابن رشیق کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا
میں تمہیں پچھلے کئی روز سے جرجنت میں برداشت کر رہا ہوں ۔ اب وقت آ گیا ہے
کہ میں تمہیں حکم دوں کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ جرجنت سے دفع ہو جاؤ ۔
ابن رشیق نے دانت پیستے ہوئے کہا ۔ یوں لگتا ہے ایوب اور علی کے ساتھ ہمیں بھو

پر تمہیں بھی صقلیہ سے نکالنا ہو گا اور اسی میں صقلیہ کی ———
سالم نے ابن رشیق کو بات کرنے کا موقع نہ دیا ایک تیز جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی بھاری
تلوار نکالی اور قبضے تک ابن رشیق کے دل میں گھونپتے ہوئے کہا ۔ خدا کی قسم ! سالم بن عطاف
اپنے آقا کے متعلق ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہے ۔ تمیم نے بھی اپنی تلوار نکال لی تھی
اور اس نے ابن رشیق کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ
ورنہ عاقبت اندیش ابن حواس سے کہنا ۔ ایوب اور علی اس وقت تک صقلیہ کے اندر
مقیم رہیں گے جب تک ہم ان کی ضرورت محسوس کریں گے ۔ ابن رشیق کے ساتھی ابھی
وہاں سراسیمہ سے کھڑے تھے ۔ ابن رشیق کی موت ان کے لیے غیر متوقع تھی وہ کسی اگلے
قدم کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ گلی کے اندر کھڑے چند زندہ دل جوانوں نے چلاتے
ہوئے کہا ۔ اگر کسی نے بھی تمیم بن صالح کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو وہ آنکھ نکال دی
جائے گی ۔ ابن رشیق کے ساتھی واپس مڑ گئے تھے ۔ تمیم نے پھر انہیں مخاطب کر کے کہا ۔
آج شام تک جرجنت سے نکل جاؤ ورنہ تم سب کا انجام ابن رشیق سے مختلف نہ ہو
گا ۔ وہ سب خاموشی سے چلے گئے ۔ گلی کے اندر کھڑے ایک نوجوان نے پھر بلند آواز
میں کہا ۔ تمیم بن صالح کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہم اس کے ساتھ
ہیں آج کے بعد ہم اس کی حفاظت کی خاطر اس کے گھر کے گرد پہرہ دیں گے ۔ واللہ جب
تک ہم زندہ ہیں تمیم بن صالح صقلیہ کے ایک عزیز ترین فرزند کی طرح یہاں رہے گا ۔
گلی میں کھڑے لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تھے ۔ تمیم نے بھی سالم کا ہاتھ پکڑ لیا
اور اپنے گھر داخل ہوا اس نے دیکھا دروازے کے قریب ہی طریسہ بکر کو اپنی گود میں
اٹھائے رو رہی تھی ۔ تمیم نے پریشان ہو کر پوچھا ۔ تم کیوں رو رہی ہو ۔ طریسہ اپنے آنسو
پونچھنے لگی اور سالم کی بیوی نے کہا ۔ یہ بہت پریشان ہو رہی تھی ، کہہ رہی تھی ۔ تمیم
کہیں کسی سے کہیں جھگڑا نہ ہو جائے ۔ یہ مکان سے باہر نکل کر آپ کو پکڑ کر اندر لانے لگی
تھی لیکن میں نے اسے روک دیا تھا ۔ ننھا بکر بلک بلک کر تمیم کی گود میں آنے کی کوشش
کر رہا تھا ۔ تمیم نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اسے لے لیا اور پیار کرنے لگا ۔ طریسہ نے پھر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بکر کو واپس لے لیا اور تمیم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس نے بڑے پیار سے کہا۔ آیئے کھانا کھائیں تمیم سالم کو لے کر پھر اس کمرے میں داخل ہوا جہاں سے اٹھ کر وہ باہر گئے تھے۔ کھانے کے برتن اسی طرح پڑے تھے ۔ دونوں پھر پہلے کی طرح ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے اور طریسہ سالم کی بیوی کو لے کر ان کے سامنے دوسرے پلنگ پر بیٹھ کر ننھے بکر کو پیار کرنے لگی تھی ۔

○

بدباطن ، منتقم المزاج اور خودسر لوگ پوری طرح قصریانہ کے حکمران ابن حواس پر چھا گئے تھے جب اس کے پاس ابن رشیق کے قتل کی خبر گئی تو اس نے تمیم ، ایوب اور علی کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لمحہ بہ لمحہ بگڑتے ہوئے حالات کے پیشِ نظر ابن البعباع بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ بلوط سے تمیم کے پاس جرجنت میں آ گیا تھا۔ حالات پر عجیب سا تمدد اور کھچاؤ پیدا ہو گیا تھا اور صقلیہ ایک بار پھر طوائف الملوکی اور تباہی کے دہانے آ کھڑا ہوا تھا ۔

ایک ماہ کی زبردست جنگی تیاریوں کے بعد ابن حواس ایک جرار لشکر کے ساتھ صقلیہ سے نکلا اور جرجنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ تمیم ، ایوب ، علی اور ابن البعباع کو اس کے ارادوں کا علم ہو چکا تھا ۔ لہذا وہ بھی اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر چکے تھے اور اپنا متحدہ لشکر لے کر شہر سے باہر نکل آئے ۔ کچھ روز بعد ابن حواس بھی اپنے لشکر کے ساتھ جرجنت سے باہر ایک کھلے میدان میں آ کر خیمہ زن ہو گیا تھا۔ دو روز تک تمیم کی کوششوں سے دونوں لشکر کے درمیان صلح کی خاطر پیام رسانی ہوتی رہی۔ ابن حواس ہر بار یہی کہہ کر ہر پیشکش ٹھکرا دیتا کہ ایوب اور علی صقلیہ سے نکل جائیں۔ تیسرے روز جنگ شروع ہو گئی ۔ گھمسان کی جنگ مسلمان ایک دوسرے کو کاٹ کر لاشوں کے انبار لگانے لگے تھے ۔ جنگ طول پکڑنے لگی تو تمیم قلعہ بلوط کے لشکر کو لے کر براہ راست ابن حواس پر حملہ آور ہوا اس نے دور ہی کھڑے ہو کر ابن حواس پر ایسا سخت نوک کا زہر میں بجھا ہوا تیر چلایا جو ابن حواس کی زرہ پھاڑ کر اس کے جسم میں گھس گیا اور وہ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے دم توڑ کر میدانِ جنگ میں گر گیا تھا۔ ابن حواس کے قتل ہوتے ہی جنگ رک گئی ۔ صقلیہ کے وہ سپاہی جو ابن حواس کے حکم پر مجبوراً اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اپنی غلطی تسلیم کر کے امان طلب کر رہے تھے ۔ تمیم کے کہنے پر ابن البعباع نے عام معافی کا اعلان کیا اور قصریانہ کا لشکر جس کا اب کوئی سالار نہ تھا واپس اپنے گھروں کو لوٹ گیا تھا ۔

تمیم ، ایوب ، علی اور ابن البعباع جب اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ جرجنت میں داخل ہوئے تو غداروں کے ایک ٹولے کے اکسانے پر شہریوں کا ایک بہت بڑا حصہ افریقی لشکر سے الجھ گیا ۔ شہر کے ہر گلی ، کوچے اور بازاروں میں مسلح شہری ایوب اور علی کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے ۔ تمیم اور ابن البعباع نے حالات کو سنوار کر قابو میں کرنے کی بہت کوشش کی لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور پورا شہر میدانِ جنگ بن گیا تھا۔ سڑکیں اور بازار مسلمانوں کے خون سے رنگین ہونے لگے تھے تمیم جرجنت کے شہریوں کو سمجھانے کی خاطر ان کے سرکردہ راہنماؤں کے پاس صلح اور امن کی خاطر گیا تھا کہ مفسدوں نے شہر میں خبر اڑا دی کہ افریقی لشکر نے تمیم بن صالح کو قتل کر دیا ہے ۔ اس طرح حالات اور زیادہ خراب ہو گئے اور جرجنت کا ہر فرد کیا بوڑھا کیا بچہ افریقی لشکر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ۔ فتنہ پرداز طبقہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا ۔

تمیم کے مرنے کی اطلاع جب طریسہ کو ہوئی تو وہ صحن میں کھڑی کھڑی بے ہوش ہو کر گر گئی ۔ اس کے ہمسائے کی کچھ عورتیں اسے ہوش میں لائیں اور اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن طریسہ کی حالت عجیب ہو رہی تھی ۔ وہ بری طرح روتے ہوئے اپنا سر پیٹ رہی تھی ۔ وہ بار بار بکر کو چھاتی سے لگا کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگتی تھی۔ ہمسائے کی عورتیں اسے ڈھارس دینے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں لیکن طریسہ بیچاری تو غم سے نڈھال اور پاگل ہو رہی تھی ۔ اتنے میں الماس بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا اور شور کرنے لگا۔ آقا زندہ ہیں ۔ میرے آقا زندہ ہیں ۔ طریسہ فوراً اس مسافر کی طرح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھڑی ہو گئی ہو جو تھک کر گر گیا ہو اور اس کی منزل اس کے سامنے لا کھڑی کی ہو۔ وہ الماس کے قریب آئی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ——— کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے؟ الماس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بیٹی! میں نے خود انہیں دیکھا ہے۔ میں ان سے ملا ہوں اور ان سے گفتگو کی ہے وہ شہر کے سرکردہ لوگوں سے مل کر افریقی لشکر میں جا رہے تھے ——— طریسہ کے رونے کی وجہ سے ننھا بکر بھی رو رہا تھا لہٰذا طریسہ نے اسے پیار کر کے چپ کراتے ہوئے الماس سے کہا۔ تم نے کہا تو ہوتا کہ شہر میں آپ کے متعلق ایسی افواہ اُڑی ہے لہٰذا فوراً گھر آئیے ——— میں نے انہیں گھر آنے کو کہا تھا۔ انہیں تو میں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ طریسہ کی حالت رو رو کر بُری ہو رہی ہے ——— پھر انہوں نے کیا کہا؟ ——— انہوں نے کہا تم گھر جا کر طریسہ کو اصل حالات بتا کر تسلی دو اور میں تھوڑی دیر تک گھر آتا ہوں۔ طریسہ کو کچھ سکون ہوا اور دوبارہ وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگ گئی تھی۔

○

شام کی نماز کے بعد تمیم گھر آیا۔ اسے دیکھتے ہی طریسہ کے چہرے پر نوعمر درخت جیسی تازگی آ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر پہلے جھلملاہٹ نمودار ہوئی پھر مسکراہٹ بکھر گئی۔ حلاوت کی گرمی سے بھرپور مسکراہٹ۔ اس کی آنکھوں میں سحرکاری کا پیغام تھا جیسے وہ اپنی گھنی اور دراز پلکیں تمیم کے سامنے بچھا دے گی۔ تمیم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر پکے ہوئے اناس جیسا لذیذ رس اور رات کے پہلے پہر کے کنوارے خواب کی سی تازگی آ گئی تھی۔ تمیم جب اس کے قریب آیا تو وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور اس طرح تمیم سے لپٹ گئی جیسے خوشبو بھاگ کر اپنے پھول میں سمٹ گئی ہو۔ وہ تمیم کی باہوں میں جھوم گئی تھی جیسے ——— جیسے باغِ عدن کا کوئی چکنا پات اپنی مضبوط ٹہنی پر لہرا رہا ہو ——— تمیم کی چھاتی پر سر رکھتے ہوئے طریسہ نے دھیرے سے کہا ——— آپ صبح کے گئے ہوئے ہیں۔ یہاں آپ کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑ رہی تھیں۔ آپ گھر آ کر اطلاع ہی دے جاتے تاکہ میں مطمئن ہو

جاتی ——— تمیم نے کوئی جواب نہ دیا وہ تنہائی کے صحرا میں کھڑے کسی خشک اور پیاسے درخت کی طرح اداس، خاموش اور اپنی ذات میں گم تھا۔ طریسہ نے سر اٹھا کر تمیم کی طرف دیکھا۔ تمیم کی آنکھیں ویران اور پُر ملال تھیں اور اس کے چہرے پر شدید نااُمیدی اور اتھاہ غم تھا۔ طریسہ کی ساری خوشی اور آنکھوں کی سحرکاری جاتی رہی اس کی حالت اس مسافر جیسی ہو گئی تھی جو اپنی منزل کی طرف بھاگتے بھاگتے رات کی غایت تاریکیوں میں کھو گیا ہو ——— طریسہ علیحدہ ہو گئی پھر اس نے تمیم کا لوہے جیسا سخت ہاتھ اپنے نازک اور چکنے ہاتھ میں لے لیا اور درد میں ڈوبی ہوئی اس کی آواز بلند ہوئی ——— آپ کہاں کھو گئے ہیں۔ خدا کے لیے بتائیے آپ کیوں مضمحل و پژمردہ ہیں۔ تمیم کی حالت عجیب ہو رہی تھی وہ اب بھی خاموش تھا اس کے چہرے پر کبھی غصے اور کبھی تفکرات کے آثار نمودار ہو رہے تھے جیسے وہ وقت کی دھول میں طویل فاصلوں کی زنجیریں توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ طریسہ اپنی جمبلگی، کلیت اور تمام دکل سے پگھل کر رہ گئی تھی۔ تمیم کا ہاتھ سہلاتے ہوئے اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔ خدا کے لیے کچھ بتائیے۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ تمیم نے بھی طریسہ کا ہاتھ تھام لیا اسے لے کر وہ اپنے کمرے میں آیا اپنے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے اس نے پیار بھری ایک نگاہ بکر پر ڈالی جو اس کے سامنے دوسرے بستر پہ دنیا کے ہر فکر سے آزاد گہری نیند ہو رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے سامنے کھڑی طریسہ کی طرف دیکھا اور تھکی تھکی آواز میں کہا طریسہ! میں ہار گیا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار مجھے احساس ہوا ہے کہ ایمان فروش اور مفسد عناصر قبیلہ کے لوگوں کے اندر کس طرح اپنی مضبوط اور رس دار جڑیں رکھتے ہیں۔ طریسہ! ایوب اور علی افریقہ واپس [illegible] کا پختہ عزم کر چکے ہیں میں نے انہیں سمجھانے اور روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن جرجنت کے لوگوں نے جو سلوک ان سے کیا ہے وہ اس سے اس قدر دل برداشتہ ہوئے ہیں کہ یہاں سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر رہے ہیں۔ وہ ابھی روانہ ہو رہے ہیں۔ میں صرف تم سے ملنے آیا ہوں طریسہ! میں انہیں الوداع کہنے ساحل سمندر پہ جا رہا ہوں ——— پھر اس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے ادھر اُدھر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھتے ہوئے پوچھا - الماس کہاں ہے ؟ طرلیسہ کی آنکھوں میں بھی آنسو جمع ہو رہے تھے جنہیں اس نے صاف کرتے ہوئے کہا - اپنے کمرے میں ہو گا ——— باہر صحن سے الماس کی آواز سُنائی دی - مَیں یہیں ہوں آقا ! تمیم جب کھڑا اُٹھا تو طرلیسہ اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہوئی پُر درد لہجے میں بولی - کھانا تو کھا کر جائیے - آپ نے صبح کا کچھ نہیں کھایا - تمیم نے باہر نکلتے ہوئے کہا - مجھے بھوک نہیں ہے - تمیم صحن میں آیا اس کا گھوڑا ابھی تک وہیں کھڑا تھا - الماس کے پاس آ کر اس نے دھیمی آواز میں کہا الماس ! مَیں تھوڑی دیر تک لوٹ آؤں گا - گھر کا خیال رکھنا - پھر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور اس کی باگ پکڑ کر گھر سے باہر نکل گیا - طرلیسہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے جنہیں وہ صاف کرتی ہوئی واپس کمرے میں آئی اور سادہ موتی سی ہو کر دو بکر کے ساتھ لیٹ گئی تھی -

رات کے پُر اضطراب سناٹے میں ایوب اور علی نے اپنے لشکر کے ساتھ جرجنت سے کوچ کیا - ابن العباع اور تمیم کے علاوہ شہر کے بے شمار معززین انہیں رخصت کرنے ان کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف روانہ ہوئے جو جرجنت سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھا - تین میل کا یہ فاصلہ عجیب سی خاموشی اور کرب میں طے ہوا - ایوب - علی - تمیم اور ابن العباع گو ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو اپنے گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے لیکن کوئی بھی کسی سے بات نہ کر رہا تھا - ساحل پر آ کر لشکر جب وہاں پہلے سے کھڑے اپنے جہازوں کے اندر سوار ہونے لگا ایوب اور علی اس جگہ آئے جہاں تمیم اور ابن العباع جرجنت کے شہریوں کے کھڑے تھے - ایوب نے تمیم کو مخاطب کر کے کہا - صقلیہ کے اندر جو سلوک آپ روا رکھا خدا کی قسم ہم اسے اپنی موت تک فراموش نہ کر سکیں گے آپ ——— تمیم نے ایوب کی بات کاٹتے ہوئے کہا - آپ صقلیہ کے نجات دہندہ بن کر آئے اور شیر کی کچھار گیدڑوں کے حوالے کر کے یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں - میں آپ کو دلاتا ہوں آپ کی رخصتی کا سن کر وحشی نارمن اپنے گھوڑے بگٹٹ دوڑاتے ہوئے

لیہ کا رُخ کریں گے اور یہاں آتش زنی اور خون ریزی کا وہ دَور شروع کریں گے کی مثال ہماری تاریخ میں کہیں نہ مل سکے گی - آپ ہماری اہم ترین منزل تھے میں ہی جانتا آپ کے بعد اہل صقلیہ پر کس دَور کی ابتدا ہو گی - تمیم چند لمحوں تک ہی تحیر کا شکار رہ کر خاموش رہا پھر اس کی ترحم اور درد سے بھرپور آواز سنائی ی - آپ کے جانے کے بعد صقلیہ میں جو کمی اور گڑھا پیدا ہو گا شاید ہم اپنی ساری زندگی اس گہرے گڑھے کو نہ پاٹ سکیں - اب صقلیہ کے اندر ایک شریف انسان کے بہر ذلت کی اُمید کی جا سکتی ہے ——— خدا معلوم اب ہمیں کس کس کے ہاتھوں زاغ و زغن کا طعمہ و لقمہ بننا پڑے گا ——— تمیم خاموش ہو گیا اور اس کی گردن جھک گئی تھی - اس کے قریب ہی ابن العباع اور جرجنت کے ری بھی سر جھکائے اداس کھڑے تھے - ایوب آگے بڑھا اور تمیم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا اگر صقلیہ میں آپ پر کوئی بُرا وقت آ جائے تو آپ سیدھے افریقہ کا رُخ یے - خدا کی قسم ایوب اور علی کھلے ہاتھوں سے ٹیونس کی بندرگاہ پر آپ کا استقبال ریں گے ——— تمیم نے گردن اُوپر اٹھائی اور اپنی کپکپاتی اور بھرائی آواز کہا - جب تک میری رگوں میں زندگی کا خون ہے مَیں صقلیہ کی حفاظت میں اس کے دشمنوں کے لیے اپنی تلوار کی نوک سے ان کی قسمت کا بدترین نوشتہ لکھتا رہوں ——— میں اپنے آخری دم تک دشمن کی یلغار روک کر صقلیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیتا رہوں گا - اگر ایسا کوئی وقت آیا بھی تو مَیں صقلیہ چھوڑ کر چلے جانے کے بجائے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گا ——— ایوب اور علی دونوں نے سب سے مصافحہ کیا اور اپنے جہاز میں سوار ہو گئے پھر ایوب کے حکم پر جہازوں کے بادبان کھلے اور دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ کی طرف کوچ کر گئے تھے -

رات کی گہری گھمبیر تاریکی میں جب ان کے جہاز نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو تمیم ابن العباع اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جرجنت کی طرف لوٹ رہا تھا -

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صقلیہ کی اب عجیب حالت تھی ۔ وہاں کوئی حکمران نہ تھا ۔ لوگ رضا کارانہ طور پر اپنے اپنے شہروں کا انتظام چلا رہے تھے ۔ عجیب بے حسی اور طوفان کی شدت کا سا عالم تھا ——— صقلیہ بغیر کسی حاکم اور حکمران کے خالی سیپ کی طرح ہو گیا تھا ۔ اتحاد و یگانگت دم توڑ رہے تھے ۔ صقلیہ کے شریف شہری خون گشتہ اندیشوں میں کم بے لگام گھوڑے اور بے نکیل اونٹ جیسی حالت میں نظر آنے والے صقلیہ میں اپنی تقدیر کا بدترین نوشتہ پڑھ رہے تھے ۔ ان حالات سے مایوس ہو کر لوگ روتے اور آنسو بہاتے ہوئے صقلیہ سے افریقہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تھے ۔ نارمنوں کی طرف سے ہر وقت حملے کا خطرہ منڈلا رہا تھا اور اس وقت اگر نارمن حملہ آور ہوتے تو صقلیہ کے اندر کوئی ایسی مرکزی قوت نہ تھی جو دفاع کا سامان کرتی ۔ ان حالات کے پیش نظر صقلیہ کے مختلف شہروں سے سینکڑوں اکابر جمع ہوئے اور صلاح مشورہ کے بعد انہوں نے ابن البعباع سے درخواست کی کہ وہ اس آڑے وقت میں صقلیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کے پتوار سنبھالنے کی ذمہ داری قبول کرے اور صقلیہ میں اپنی حکومت بنائے ۔ قوم کو انتشار و پراگندگی سے بچانے کے لیے ابن البعباع نے یہ پیش کش قبول کر لی ۔ اس نے بلرم کو اپنا مرکز بنایا اور مختلف شہروں کے نظم و نسق کی خاطر اس نے عمال مقرر کیے ۔ تمیم کو اس نے قلعہ بلوط ، جرجنت اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا گورنر مقرر کیا تھا اس طرح ابن البعباع نے صقلیہ کے آخری اور بدقسمت تاجدار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں ۔ افریقہ سے ان کا تعلق منقطع ہو گیا تھا او ۔ ایک صوبے کی حیثیت سے انہوں نے اپنا تعلق مصر کی فاطمی حکومت سے قائم کر لیا تھا ۔

ایک روز تمیم اپنے گھر کے صحن میں بکر سے باتیں کر رہا تھا اور ان دونوں کے سامنے بیٹھی ہوئی طریسہ کھانا تیار کر رہی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی ۔ الماس نے دروازہ کھول کر دیکھا اور پھر وہ دیوان خانے میں گیا اور اس کا بیرونی د[...] کھول کر وہ وہاں کسی کو بٹھانے لگا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد الماس لوٹ کر آیا اور تمیم [...] کہا ۔ آقا ! شہر کے کچھ معززین آپ سے ملنے آئے ہیں ۔ میں نے انہیں دیوان خانے [...]

[...]ں بٹھا دیا ہے ——— تمیم وہاں سے اُٹھا اور دیوان خانے میں آیا ۔ کمرے [...]ں جرجنت کے معززین بیٹھے تھے جن کی تعداد پندرہ کے قریب ہو گی ۔ تمیم جب کمرے [...]ں داخل ہوا تو وہ سب کھڑے ہو گئے ۔ تمیم ان کے اس رویّے پر حیران و ششدر [...]ھا تاہم وہ ان کے درمیان ایک خالی جگہ پر بیٹھ گیا ۔ ایک آدمی نے اپنی عبا کے [...]ندر سے گول شکل میں لپٹا ہوا ایک کاغذ نکالا اور تمیم کی طرف بڑھاتے ہوئے اس [...]ے کہا ۔ یہ صقلیہ کے حکمران ابن البعباع کا ہمارے نام خط ہے جس کی رُو سے اس [...]ے آپ کو جرجنت ، قلعہ بلوط اور دیگر کئی علاقوں کا گورنر مقرر کیا ہے ۔ ہم آپ [...]ے پاس یہ التجا لے کر آئے ہیں کہ آپ جرجنت کے شاہی محل میں منتقل ہو کر اپنی [...]مہ داریاں سنبھالنے اور اس علاقے کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر ایک ایسا [...]شکر تیار کیجیے جو ہر آشوب و آزمائش میں صقلیہ کے دفاع میں ایک مضبوط بازو [...]ثابت ہو ۔ تمیم نے ابن البعباع کا خط لے کر پڑھا پھر واپس لوٹاتے ہوئے کہا میں [...]ں منصب کے قابل نہیں ہوں ۔ آپ لوگ ابن البعباع سے بات کر کے اس علاقے کے [...]ے کسی اور مجھ سے بہتر اور صاحب منصب آدمی کا تقرر کرا دیں ۔ میں یہ ذمہ داری [...]نبھالنے سے انکار کرتا ہوں ——— سارے شہری آپس میں کھسر پھسر کرنے [...]لے پھر شاید انھوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو بات کا سلسلہ آگے بڑھانے کی [...]طرف اپنا وکیل مقرر کیا جو تمیم کو مخاطب کر کے بولا ۔ ہم اہلِ جرجنت سمجھتے ہیں کہ [...]ں عظیم منصب کے لیے آپ سے بہتر کوئی شخصیت نہیں ہے ۔ تمیم نے جلے ہوئے [...]ہجے میں کہا ۔

آپ لوگ اس وقت کہاں تھے جب ایوب اور علی کو جرجنت سے رسوا کر کے [...]ا جا رہا تھا جبکہ انہوں نے صقلیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دے کر دوبارہ اسے [...]م جگہ پر کھڑا کر دیا تھا تو اسی شہر کے لوگوں نے انہیں یہاں سے چلے جانے کو کہا اور [...]ب میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو اہلِ جرجنت نے ان کے خلاف بغاوت [...]۔ اب کیسے ممکن ہے کہ میں اسی جرجنت کا والی بن کر اپنے فرائض انجام دوں ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

واللہ ! اہل جرجنت ایسی جنگلی بھیڑوں کا گلہ ہیں جنہیں سدھایا نہیں جا سکتا اور پھر میں آج ہی جرجنت سے رخصت ہو کر قلعہ بلوط اپنے گھر جا رہا ہوں۔ میں ابن البعاع کے کہنے پر یہاں رکا ہوا تھا اور اب مجھے خبر ہوئی ہے کہ مجھے یہاں روکنے سے اس کی کیا مصلحت تھی۔ سو اب میں یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں۔ میں جنگلی اور سرکش اونٹوں کی گلہ بانی تو کر سکتا ہوں پر ان فتنہ پرور لوگوں کا والی بننا قبول نہ کروں گا۔
ایک شہری نے بڑی التماس سے کہا ——— آپ کے ماورا کوئی شخص اس منصب کے قابل نہیں۔ ایوب اور علی کو یہاں سے نکالنا بیشک ایک غلطی تھی اور اہلِ شہر اب خود اس غلطی پر پچھتا رہے ہیں۔ اب اسے بھول جائیے جو کچھ ہوا شاید قدرت کو ہی ایسا منظور تھا۔ اب ہم کو اہلِ شہر کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے کہ ہم آپ کو یقین دلائیں جہاں آپ پاؤں رکھیں گے وہاں اہلِ جرجنت اپنا سر رکھ کر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔ اللہ رحم کرنے اور عفو سے کام لینے کی تلقین کرتا ہے آپ بھی اہلِ شہر کو معاف کر دیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں وہ اپنے دل و جان سے تمیم بن صالح سے محبت کرتے ہیں۔ تمیم کھڑا ہو گیا۔ مجھے ان سے کوئی عناد نہیں وہ میرے بھائی ہیں لیکن میں اس منصب کے قابل نہیں ہوں تاہم میں اس بات کی آپ کو ضمانت دیتا ہوں اگر صقلیہ پر کوئی برا وقت آیا تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے اس کے دفاع پر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دوں گا۔

تمیم دیوان خانے سے باہر نکل گیا اور الماس کو پکارتے ہوئے کہا۔ الماس! الماس! بھاگتے ہوئے سالم کے ہاں جاؤ اور اسے کہو میں آج شام قلعہ بلوط کی طرف روانہ ہو رہا ہوں لہٰذا وہ بھی اپنی تیاری مکمل کر لے ——— شہر کے اکابر ایوس و نامراد اٹھ کر چلے گئے تھے۔ اسی روز تمیم اور سالم نے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ جرجنت سے کوچ کر کے قلعہ بلوط چلے گئے تھے۔ یہاں دو ماہ بعد طربیہ کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام تمیم نے اپنے چھوٹے بھائی کے نام پر عقیل رکھا۔ اب وہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ گمنامی اور گوشہ گیری کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ اپنی قوت ارادہ سے دشمن کو لوہے کے چنے چبوا دینے والا صقلیہ کا مجاہد جو اپنے وطن کی جاہ و حشمت اور اس کا بیش بہا گنجینہ تھا گوشہ نشینی اور عزلت نشینی کی زندگی بسر کرے اسی لیے ایک روز جب کہ تمیم عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد طربیہ، بکر اور عقیل کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ گھر کے بیرونی دروازے پر کسی نے بڑی آہستہ اور رازدارانہ دستک دی۔ الماس بھاگتا ہوا اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں راہب یوحنا داخل ہوا اسے دیکھتے ہی تمیم کھڑا ہو گیا اور اپنے بازو پھیلا کر وہ راہب کی طرف بھاگا۔ راہب اپنی بیساکھی ٹیکتا ہوا تمیم کی طرف بڑھا اور اسے لپٹا کر وہ اس کی پیشانی چومنے لگا ——— تمیم سے علیحدہ ہو کر یوحنا نے ایک شفیق باپ کی طرح طربیہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس نے بڑے والہانہ انداز میں بکر اور عقیل کو پیار کیا۔ دوبارہ تمیم کی طرف مڑتے ہوئے یوحنا کے چہرے پر مسکراہٹ کی جگہ تھکاوٹ اور بیزاری کے آثار ابھر آئے تھے۔ تمیم یوحنا کے اطوار کو شاید بھانپ گیا تھا اسی لیے اس نے طربیہ سے کہا طربیہ کھانا لاؤ ——— یوحنا نے طربیہ کو روک دیا اور غصیلے لہجے میں کہا۔ میں تم سے کچھ کہنے آیا ہوں تمیم! اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو تمہارا کھانا ضرور کھاؤں گا اور اگر میں ناکام رہا تو قسم مقدس مریمؑ کی اس گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہو گا۔
تمیم کی گردن جھک گئی تھی اور یوحنا نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔ میں نے سنا ہے تم نے جرجنت اور قلعہ بلوط کا والی بننے کی پیشکش ٹھکرا دی ہے۔ تمیم نے لرزاں اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ ہاں میں اس منصب کے قابل نہیں ہوں۔ یوحنا کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور پھر اس نے ایک سخت طمانچہ تمیم کے منہ پر مارتے ہوئے کہا تم بکتے ہو۔ تم ان جرجنت والوں سے ایوب اور علی کا انتقام لینے پر تلے ہوئے ہو ———
طربیہ تڑپ کر اٹھی تھی اور دونوں کے درمیان کھڑی ہو کر وہ خشمگیں نگاہوں سے یوحنا کی طرف دیکھنے لگی تھی اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ یوحنا کا منہ نوچ لے گی۔ یوحنا نے اس کی موجودگی میں اس کے شوہر پر ہاتھ اٹھایا تھا لیکن وہ پریشان بھی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی پہاڑوں سے ٹکرانے اور برق و رعد سے کھیلنے والا اس کا شوہر تمیم خاموش کھڑا تھا اس بچے کی طرح جس کا باپ اس کی غلطی پر اسے سرزنش کر رہا ہو طریبہ کچھ کہنے والی تھی کہ بکر اٹھا اور راہب کی سفید قبا پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس نے اپنی باریک مگر غصیلی آواز میں پوچھا ۔ تم نے کیوں میرے ابّی کو مارا ہے ۔ تمیم نے سر اٹھایا اور تحکمانہ انداز میں اس نے طریبہ سے کہا ۔ طریبہ ! بکر کو پیچھے ہٹا لو —— تمیم کی حالت دیکھ کر طریبہ لرز سی گئی اور بکر کو لے کر وہ دوبارہ پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی ۔

یوحنا پھر تمیم سے مخاطب ہوا ۔ اس بار اس کے چہرے پر جنگلی جلال اور دہشت شان کے بجائے تقدس کا ہالہ تھا ۔ صالح کے بیٹے ! کیا تم وہی بے چین اور بے قرار ہو جس نے ہمیشہ صقلیہ کی حفاظت ایک مقدس امانت سمجھ کر کی ۔ یا میں یہ سمجھ لوں کہ وہ تمیم مر چکا ہے جو اہل صقلیہ کے لیے اللہ اکبر اور لاتذر کی نواؤں کا متحرک تہوار تھا جو اپنے دشمن کو منع کر دیا کرتا تھا اور اس کے اور صقلیہ کے درمیان جہد و عمل کی دکھلیاں ، جسم و جان اور پانی پودے جیسا ایک رشتہ تھا اور جو دشمنوں کے لیے ایک پُر عذاب منجدھار اور مضبوط بُرج تھا —— یوحنا چند لمحے رک کر دوبارہ اس بار اس کی آواز میں غصے کے بجائے کرب تھا ۔ اگر ایسا ہے تو مجھے افسوس ہے کہ میرا ہاتھ تم پر اٹھ گیا ہے —— یوحنا کی گردن جھک گئی اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے تھے پھر اس نے نہایت غمگین لہجے میں کہا ۔ مجھے اس تمیم کی تلاش ہے جو اپنے چہرے پر موت کی مسکراہٹ اور آنکھوں میں بھڑکتے شعلے لے کر دشمن کے سامنے وحشت و انتقام کا ناچ ناچے ۔ جو اہل صقلیہ کے لیے ملجا و ماوی اور دشمن کے لیے مصائب کی آندھی اور خون کا بھنور بن کر اٹھے ۔ اس کے سامنے رات سناٹے میں اسلام کے دشمنوں کی کربناک چیخیں سنائی دیں اور جس کے الفاظ اور کنکریاں بن کر نارمنوں پر گریں —— پھر راہب نے اپنے دونوں جوڑتے ہوئے کہا ۔ از برائے خدا مجھے بتاؤ وہ تمیم کہاں ہے ؟ —— تمیم نے

یوحنا کی طرف دیکھا ۔ وہ اس کی آنکھوں کے بھیگے موتی اور نگاہوں کا پُر درد سکوت رنگ پھیل گیا تھا اور کپکپاتی آواز میں اس نے کہا ۔ مقدس راہب ! آپ کو دھوکا ہ ۔ میں وہی تمیم بن صالح ہوں جس کی آپ کو تلاش ہے ۔ جس روز میں بدل گیا ز خود ہی اپنی گردن کاٹ لوں گا —— یوحنا نے تمیم کا ہاتھ پکڑتے کہا ۔ تو پھر تمہیں اپنے باپ کی شرافت و نجابت اور اپنی ماں کے نسوانی شرف کی قسم تم اس منصب کو قبول کر لو جس کی پیش کش تمہیں کی گئی ہے —— دھیمی سی آواز میں پوچھا کیا یہ آپ کا حکم ہے ۔ یوحنا نے ملائم لہجے میں کہا ایسا لو —— تو پھر میں کل ہی جرجنت روانہ ہو جاؤں گا —— یوحنا اور سہانے نغمے جیسی آواز میں کہا ۔ مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی ۔ اس نے خوش دوبارہ تمیم کو گلے لگا لیا تھا ۔

تمیم نے علیحدہ ہو کر مسکراتے ہوئے پوچھا ۔ اب تو آپ کھانا کھائیں گے نا ؟ ن دیا —— اب کیسے نہ کھاؤں گا ۔ تمیم نے طریبہ کو کھانا لانے کو کہا ۔ بلہ یوحنا سے پوچھا ۔ کیا آپ یہاں سے سیدھے بلرم جائیں گے ؟ —— ما اپنے آدمی کے ہاتھ ابن البعباع کو پیغام بھیج دوں گا کہ تمیم نے اپنا منصب لیا ہے اور سنو ابن البعباع نے تمہیں ایک اور ذمہ داری بھی سونپی ہے ۔ کیسی —— اس نے ساریہ کو کوہ اتنا سے بلرم بلا کر اپنی بحری قوت کا امیر البحر ہے اور تم بری افواج کے سپہ سالار ہو گے جنگ میں تمہارا فیصلہ آخری اور کرے گا ۔ اس کے علاوہ اس نے تمہیں یہ پیغام بھی دیا ہے کہ قلعہ بلوط ، جرجنت نکلہ ، رغوص ، الشاقہ اور مازر شہروں سے ایک جرار لشکر تیار کر کے اسے ایسی یت دو کہ وہ آزمائش کے وقت صقلیہ کا دفاع کر سکے ۔ میں تمہیں جرجنت جاتے غ نہ کہہ سکوں گا میں آج رات ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا —— جائیں گے —— قصریانہ جاؤں گا —— وہاں آپ کا قیام کہاں —— سیرس کے مندر میں ؟ —— تمیم نے تعجب سے پوچھا ، یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہاں ہے ؟ میں نے نہیں دیکھا ہوا ——— شہر کے شمال میں پہاڑ کی ایک بڑ
پر ہے ۔ پہلے یہ یونانیوں کی سیرس دیوی کا مندر تھا اور جب عیسائیوں نے قبضہ
قبضہ کر لیا تو اس مندر کو کلیسا میں منتقل کر دیا لیکن پرانا نام لوگوں کی زبان پر
چکا ہے کہ اب بھی لوگ اسے سیرس کا مندر ہی کہتے ہیں ۔ راہب یوحنا نے بات
بدلتے ہوئے کہا ۔ افواج کے سپہ سالار کی حیثیت سے ابن العباع یقیناً تمہیں
میں اپنے پاس رکھتا لیکن اس کا خیال ہے کہ اگر نارمن ہمیں دھوکہ دے کر جنوب
کی طرف سے حملہ آور ہو گئے تو ہم بلرم سے نکل کر ان کا دفاع نہ کر سکیں گے ۔
کا سپہ سالار ہونے کے باوجود اس نے تمہیں اس وسیع علاقے کا والی مقرر کیا ہے
تم نوجوانوں کو جنگی تربیت دے کر ایک جرار لشکر تیار کر سکو ———
کھانا لے آئی تھی لہٰذا یوحنا خاموش ہو گیا پھر تمیم اور یوحنا دونوں مل کر کھانا کھا
تھے ———

○

ابن العباع تمیم اور ساریہ کی مدد سے جنگی تیاریوں میں مصروف رہا وہ ایک
ہ مذہب پسند اور حرب آزما انسان تھا ۔ وہ اپنی کوششوں سے صقلیہ کو پھر
ا جیسی تقویت و عظمت عطا کرنا چاہتا تھا ——— لیکن نارمنوں کی ریشہ
ں کے باعث سرسبز کھیتیاں اگلنے والی زمین بنجر ہو گئی تھی ۔ ذرائع آمدنی
ہو کر رہ گئے تھے اور بیت المال خالی پڑا تھا ۔ ان تمام مصائب کے باوجود
باع نے حالات کو سدھارنے اور سنوارنے میں ان تھک محنت کی اور اپنی
ی اور ذہنی دونوں قوتوں کو تقویت دینے لگا تھا ۔ اس حالت میں دو برس
ے ۔ جنوبی اٹلی میں نارمن ابھی تک خاموش پڑے تھے ۔ شاید وہ کسی مناسب موقع
ا میں تھے جیسے بہانہ بنا کر وہ صقلیہ پر پھر ایک بھرپور ضرب لگا سکیں ۔ انہوں
ہ سے اپنی جائے وقوع نارمنڈی تک بحری جہازوں کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا
وہ جنوبی اٹلی کے اندر اپنی قوت کو ایک نئی حرکت دینے کی کوشش کر رہے
ابرٹ گو سکارڈ اور راجر کے لیے یہ بات شرمناک تھی کہ انہیں اپنے لشکر سمیت صقلیہ
ر کے نکالا گیا ہے ۔ لہٰذا وہ انتقام لینے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے دوسری
بن العباع نے بھی ساریہ کے زیرِ انتظام سمندر کے اندر ان گنت جاسوسی
پھیلا دی تھیں جو نارمنوں کے لمحہ لمحہ کی خبریں ابن العباع تک پہنچانے لگی تھیں ۔
ایوب اور علی کے صقلیہ سے جانے کے بعد صقلیہ کا چونکہ افریقیہ سے جو ایک
فاوہ منقطع ہو گیا تھا لہٰذا اہلِ صقلیہ نے اپنے آپ کو مصر کی فاطمی حکومت سے
ر لیا تھا ۔ نارمن گو اس وقت اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر چکے تھے کیونکہ ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی شکست کو مکمل دو برس گزر گئے تھے اور ان دو برسوں میں انہوں نے اپنے سار نقصانات کی تلافی کر لی تھی پھر بھی وہ اس خیال سے صقلیہ پر حملہ کرتے ہوئے ہچ تھے کہ کہیں مصر کی حکومت ان کے خلاف کوئی سخت کارروائی کرنے نہ اُٹھ کھڑ اور صقلیہ لیتے لیتے وہ جنوبی اٹلی میں اپنی مضبوط حکومت سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ پر تیر برس ایک ایسا حادثہ پیش آ گیا جس نے اہلِ صقلیہ کو مکمل طور پر نارمنوں کے رحم و کرم چھوڑ دیا تھا اور یہ کچھ یوں ہوا کہ تیسرے برس مصر کے فاطمی خلیفہ نے اپنا ایک وفد صقل روانہ کیا تاکہ وہ وہاں سے دو سال کا خراج وصول کر کے لائے۔ مصر کا یہ وفد بلرم میں ا البعباع کے پاس پہنچا تو اس نے وفد کو صقلیہ کی موجودہ حالت اور مسدود مالی ذرائع مکمل طور پر آگاہ کرنے کے بعد خلیفہ کے پاس التجا کی صورت میں یہ پیغام بھیجا کہ ابھی اس حالت میں نہیں ہے کہ خراج کی اتنی بڑی رقم کی ادائیگی کر سکے کیونکہ نارمن یہا کی ساری دولت لوٹ کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں ——— جب خلیفہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے اس پر غیر یقینی اور بد اعتمادی کا اظہار کیا اور ابن البعباع کو سز دینے کا عزم کر لیا ——— اس نازک موقع پر مصری خلیفہ کا فرض تھا کہ وہ صقلیہ کی مالی مدد کرتا تاکہ اہلِ صقلیہ اس قابل ہو جاتے کہ وہ نارمنوں کے سامنے ایک قوت بن کر اُبھرتے اور انہیں خلیج مسینا عبور کر کے صقلیہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے لیکن مصر کے ناعاقبت اندیش اور بدکردار فاطمی خلیفہ کو جب صقلیہ سے خراج کی رقم وصول نہ ہوئی تو اس نے اپنا ایک وفد رابرٹ گوسکارڈ کے پاس جنوبی اٹلی بھیجا اور اس سے کہا کہ ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے تم صقلیہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لو ابن البعباع کو ایسا سبق دو کہ اسے معلوم ہو جائے کہ خراج نہ دینے کی کس قدر بھاری قیمت دینا پڑتی ہے ——— نارمن اب شیر ہو گئے۔ افریقہ کی طرف سے وہ پہلے ہی مطمئن تھے کہ وہاں سے صقلیہ کو کوئی مدد نہ ملے گی اور جب مصر کے فاطمی خلیفہ نے انہیں خود صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تو ان کے سب خوف و دبدبہ رفع ہو گئے اور انہوں نے صقلیہ پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

ایک ماہ کی تیاری کے بعد رابرٹ گوسکارڈ اور راجر نے آپس میں صلاح مشورہ کے اپنے دو بہترین جنگی مہارت رکھنے والے جرنیلوں کا انتخاب کیا۔ ان دنوں پڑا اپنے عروج پر تھا۔ ہر وقت زمستانی ہوائیں چلنے لگی تھیں اور کبھی کبھی برف ں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ رابرٹ گوسکارڈ اور راجر نے ایسی ہی ایک شب کا انتخاب کیا۔ اس روز صبح کے وقت سے ہی برف باری منقطع سا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور آسمان کچھ ایسا سُرخ ہو کر ابر آلود ہوا جیسے فطرت کی پُراسرار قوتیں زمین پر پوری طرح برس پڑیں گی۔ رابرٹ گوسکارڈ راجر کے آگے اب کوئی احتمال و گمان اور کوئی خطرہ و اشتباہ نہ تھا۔ مصر اور یہ کی حکومتیں صقلیہ کو نظر انداز کر چکی تھیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا ازلی دشمن تمیم بن صالح صقلیہ کی دُور افتادہ اور جنوب مشرقی سرحد کی حفاظت رہا تھا اور اس برفانی شب میں انہوں نے اپنے دو جرنیلوں کے ساتھ ساٹھ ہزار لشکر اس لائحہ عمل کے ساتھ روانہ کیا کہ لشکر رات کی تاریکی میں صقلیہ کی مغربی بندرگاہوں بغطس اور قاردنیہ کے درمیان ایک ویران اور سنسان میں صقلیہ کے ساحل پر اُترے گا اور سمندر کے کنارے کنارے دارالحکومت طرف جانے کے بجائے لشکر صقلیہ کے اندر دس میل جنوب کی طرف جانے دھر دائیں طرف مڑے گا اور دارالحکومت بلرم پر حملہ آور ہو گا۔ اگر بلرم رجائے تو لشکر وہیں رُک کر رابرٹ اور راجر کی سرکردگی میں ایک تازہ دم کے پہنچنے کا انتظار کرے گا جس کے بعد دونوں بھائی اپنی سرکردگی میں دوسرے ٹالی تسخیر کا سلسلہ شروع کریں گے اور اگر بلرم کسی بھی صورت میں فتح نہ ہو سکے دونوں جرنیل رابرٹ اور راجر کے آنے تک شہر کا محاصرہ کیے رکھیں گے۔

اس لشکر کی روانگی کا مقصد اصل میں صقلیہ کی قوت کو توڑ کر وہاں اپنے بلانے کے لیے مناسب جگہ اور شہر حاصل کرنا تھا جسے وہ مرکز بنا کر صقلیہ ہونے والے حملوں کا سلسلہ شروع کر سکیں اور اس کے لیے بلرم بہترین

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شہر تھا جہاں نارمنوں کو شمال کی طرف سے اپنی رسد و کمک کا سلسلہ قائم کرنے میں کوئی دشواری اور دِقّت نہ تھی۔

ابن العباع کے درندوں کی طرح بُو سونگھنے والے جاسوس اس حملہ کی بہت پہلے اسے اطلاع کر چکے تھے۔ لہٰذا اس نے بلرم سے ساریہ کو قاردنیہ کے اس سنسا علاقے کی طرف روانہ کیا جہاں نارمنوں نے ساحل پر اترنا تھا اور دوسری طرف اس نے تمیم کو بھی اطلاع کر دی کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کر کے نارمنو کا راستہ روکے۔ ابن العباع نے ساریہ کو متنبہ کر دیا تھا کہ جب تک تمیم اپنے لشکر کے ساتھ نہ پہنچے وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھائے۔ اطلاع مِلتے ہی تمیم اپنے بیس ہزار کے اس لشکر کے ساتھ جرجنت سے روانہ ہُوا جسے اس نے دو سال کی سخت محنت کے بعد جنگی تربیت اور لڑائی کے فن میں بے مثل بنا دیا تھا۔ ویسے ہی دس ہزار تربیت یافتہ سپاہی اس نے سالم بن عطاف کی کمانداری میں اپنے پیچھے چھوڑے تھے تاکہ وہ مازر سے لے کر سرقوسہ تک جنوب مشرقی سرحدوں کا دفاع کرتا رہے۔

○

رات آدھی کے قریب جا چکی تھی۔ برف اس تیزی سے گر رہی تھی جیسے تکوینی قوتوں کو پھر اس طرح کا کوئی موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ ہر چیز برف تلے دب کر سفید ہو گئی تھی۔ چاروں طرف موت کی خاموشی تھی جیسے قدرت کی ہر ناطق چیز سے زندگی نچوڑ لی گئی ہو۔ ہر چیز پرغم آلود ہیبت اور غضب و قساوت کا رنگ چڑھا ہُوا تھا ساریہ لغطس اور قارونیہ شہروں کے درمیان ایک بلند ٹیلے پر پتھر کی اوٹ میں بیٹھا ہُوا تھا اور نیچے پہاڑ کی اوٹ میں دُور دُور تک اس کا لشکر پھیلا ہُوا تھا جس نے برفباری سے بچنے کی خاطر غاروں کے اندر یا بڑی بڑی چٹانوں کے نیچے پناہ لے رکھی تھی ساریہ اسی طرح اس چٹان پر بیٹھا اس اجڑے اور سنسان ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں نارمنوں نے آکر اُترنا تھا۔ ساریہ کو بڑی بیتابی سے تمیم کا بھی انتظار تھا جس نے آکر جنگ کا لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔

رات آہستہ آہستہ حنظل کے اس پودے کی طرح پھیل گئی تھی جو صحرا کے اندر نرم و گرم ...ن پر دور دور تک اپنے بازو پھیلا کر بکھر گیا ہو۔ ساریہ کبھی سنسان پڑے سمندری ...احل کی طرف اور کبھی اپنی پوری قوتِ شامہ کو جمع کر کے برف کے اندر اجنبی گھوڑوں کی ...اپیں سننے کی کوشش کرتا لیکن اسے مایوسی ہوتی کیونکہ ساحل سنسان پڑا تھا اور ...نوں کے آنے کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔ دوسری طرف تمیم بھی نہ آ رہا تھا ...طرح اس کا نہ آنا بھی ساریہ کے لیے باعث تکلیف اور ایذا تھا۔

اچانک ساریہ کے کان کھڑے ہو گئے اسے جنوب مغرب کی طرف سے گھوڑوں کی ...ٹاپ اور پھر ان کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ ساریہ کھڑا ہو گیا اور ٹیلے کی ...چوٹی سے نیچے میدان کی طرف بھاگتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ تمیم آگیا۔ تمیم آگیا۔ تمیم ...آمد کا سُن کر ساریہ کے ساتھیوں کے خشک ہونٹوں پر رونق آگئی تھی۔ ساریہ کا ...زہ درست تھا۔ واقعی تمیم آگیا تھا کیونکہ جب وہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترا تو ...سامنے دیکھا جس وادی کے اندر اس کا لشکر برف باری سے بچنے کی خاطر چھُپ کر ...بیٹھا ہُوا تھا۔ چار آدمی اپنے گھوڑوں کو برف پر بڑی تیزی سے دوڑاتے ہوئے اس ...وادی میں داخل ہوئے۔ ساریہ پہچان گیا سب سے آگے تمیم تھا جو ساریہ کے قریب آ ...کر گھوڑے سے اُترا اور ساریہ سے بغلگیر ہوتے ہوئے پوچھا برف باری کے باعث مجھے ...دیر تاخیر ہو گئی ہے کیا نارمنوں کی آمد کے کوئی آثار ہیں۔ ساریہ نے علیحدہ ہوتے ہوئے ...کہا۔ ابھی تک تو یہ ساحل سنسان پڑا ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے ہمارے جاسوس ...ہمیں صحیح خبر لا کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں نارمن ضرور اس ساحل پر لنگر انداز ہوں ...گے اور صقلیہ کی فتح کے خواب دیکھتے ہوئے بلرم کی طرف بڑھیں گے ——— ...آپ کا لشکر کہاں ہے ——— یہاں سے ایک میل پیچھے مجھے ایک بہت بڑی ...پہاڑی کھوہ مل گئی تھی میں لشکر کو وہاں چھوڑ آیا ہوں تاکہ تھوڑی دیر کے لیے برف ...سے محفوظ رہ کر وہ ستا سکیں۔ ہم راستے میں کہیں رُکے اور قیام کیے بغیر جرجنت ...سے سیدھے یہاں آئے ہیں۔ تیز برفباری نے راستے مسدود کر دیے ہیں۔ جگہ جگہ راستے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں برف کے تودے اور چٹانیں ٹوٹ کر گری ہوئی ہیں اس لیے راستہ تلاش کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

تمیم کو لے کر ساریہ نے ایک چھجہ نما چٹان کے نیچے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ جنگ کے متعلق آپ کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ ——— تمیم نے اپنے عمامے کے اس پلو سے جو خود کے نیچے سے باہر لٹک رہا تھا اپنا بھیگا ہوا چہرہ صاف کر کے کہا نارمن ساحل پر اترنے کے بعد جب جنوب کی طرف بڑھیں گے تو تم اپنے لشکر کے ساتھ دو میل کا فاصلہ رکھ کر اس کے دائیں طرف ساتھ ساتھ چلتے رہنا ——— ساریہ نے بے چینی سے پوچھا اور آپ؟ ——— تمیم نے مسکرا کر کہا۔ پہلے میری پوری بات سن لو ——— یہ لازمی امر ہے کہ نارمن اس ساحل پر اپنے جہازوں کی حفاظت کے لیے بھی اپنے لشکر کا کچھ حصہ متعین کریں گے۔ جب نارمن دو میل تک صقلیہ کے اندر گھس جائیں گے تو میں ان نارمنوں پر حملہ کر دوں گا جو جہازوں کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ میں وہاں زیادہ وقت نہ لوں گا اور ان محافظوں سے نمٹ کر میں نارمن لشکر کے تعاقب میں ہوں گا ——— اور سنو یہ تعاقب صبح تک جاری رہے گا۔ جب تم دیکھو کہ قریبی بستیوں میں فجر کی اذانیں ہو رہی ہیں تو اس وقت تم نارمنوں پر حملہ کر دینا اور اس وقت تم دیکھو گے میں ان کی پشت سے حملہ آور ہو چکا ہوں گا ——— یہ حملہ کرنے کا بہترین وقت ہے کیونکہ نارمن صبح ہونے پر ستانے یا کھانے کا بندوبست کرنے میں مصروف ہوں گے اور اگر اس وقت لشکر کسی ایسی سنسان جگہ جا رہا ہو جہاں کوئی آبادی اور بستی نہ ہو تو اپنے لشکر میں چند آدمیوں کو تاکید کرنا کہ وہ مڑ کر پیچھے دیکھتے رہیں جب میری طرف سے کئی آتشی تیر فضا میں مارے جائیں تو تم حملہ کر دینا اس وقت میں بھی تمہارے قریب ہوں گا ——— ساریہ! ایک بات یاد رکھنا اگر آج ہم دونوں نارمنوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو خدا کی قسم یہ اپنی ملت کی ایک بہترین پاسبانی ہوگی۔ اپنے ہر سپاہی سے کہنا کہ وہ اس جنگ کو اپنی زندگی ہی نہیں صقلیہ کا آخری حصار سمجھ کر لڑیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب میں ان کی پشت پر سے حملہ کر دوں گا تو نارمن اس تاریک شب میں اپنی زندگی کا سب سے بدترین نوشتہ پڑھ رہے ہوں گے اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ انہوں نے صقلیہ پر حملہ کر کے ———

تمیم خاموش ہو گیا۔ پہاڑ کی ایک چوٹی پر کھڑا ساریہ کا ایک سپاہی بھاگتا ہوا نیچے اترا اور ان دونوں کے قریب آتے ہوئے اس نے سرگوشی کی ——— نارمن آ گئے ہیں اور ان کے جہاز ساحل پر لنگر انداز ہونے لگے ہیں۔

تمیم اور ساریہ بھاگ کر اوپر چڑھے اور ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر انہوں نے دیکھا ان کے قریب ہی ساحل سمندر پر نارمنوں کے جہاز کھڑے تھے اور ان کا لشکر اپنے جہازوں سے نکل کر ساحل پر اتر رہا تھا۔ دور دور تک سفید برف کے چمکنے کے باعث وہ دونوں وہاں بیٹھ کر نارمنوں کی ہر حرکت بڑے واضح طور پر دیکھ سکتے تھے۔ نارمن بڑی تیزی سے ساحل پر اترے، ان کے جرنیلوں نے اپنے ساٹھ ہزار لشکر میں سے دس ہزار کو جہازوں کی حفاظت پر مامور کیا کیونکہ ان جہازوں کے اندر ان کا فالتو اسلحہ اور خوراک کا سامان تھا پھر لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوا اور جنوب کی طرف بڑھنے لگا۔ ان کے ساتھ ان گنت توانا خچریں بھی تھیں جن پر خورد و نوش کا سامان لدا ہوا تھا۔ جب نارمن لشکر ان کے سامنے بائیں طرف سے نکل کر آگے بڑھ گیا تو تمیم کھڑا ہو گیا اور پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے اس نے ساریہ سے کہا ——— ساریہ! میں اپنے لشکر میں واپس جاتا ہوں تم نارمن لشکر کے دائیں طرف فاصلہ رکھ کر آگے بڑھتے رہو۔ انشاء اللہ صقلیہ کے اندر ان نارمنوں کی زندگی کی یہ آخری اور انتہائی مایوس کن شب ہوگی ——— ساریہ اپنے لشکر میں آیا۔ اپنے نائبوں کی مدد سے اس نے لشکر کے کوچ کی تیاری کی۔ نارمنوں کے دائیں طرف ان کے پہلو بہ پہلو وہ بھی جنوب کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ تمیم اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ اس وادی سے نکلا اور برف کے اندر بڑی تیزی سے وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں ان کا لشکر برف باری سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پناہ لیے ہوئے تھا۔

اپنے لشکر کو منظم کرنے کے بعد تمیم نے وہاں سے کوچ کیا۔ پہلے وہ سمندر کے کنارے آیا وہاں اس نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کو لیے وہ ساحل کے ساتھ ساتھ اس سمت ہمہ سوز سموم کے جھونکوں کی طرح اُڑا جا رہا تھا. جہاں نارمنوں کے جہاز تھے اور ان کے پاس ان کے دس ہزار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ نارمن ابھی کچھ سمجھ نہ پائے تھے کہ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ کسی خوفناک اور خون آشام آسیب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ نارمن بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے تھے لیکن تمیم کے سامنے زیادہ دیر ٹھہرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تمیم نے انہیں ایک طرف سے کاٹنا شروع کیا اور دوسرے سرے تک کاٹتا چلا گیا تھا۔ کچھ نارمنوں نے جب کہ جنگ زوروں پر تھی وقت سے فائدہ اٹھایا وہ ساحل پر کھڑے جہازوں میں سوار ہوگئے اور ان کے بادبان کھول کر وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ تمیم تقریباً سات ہزار نارمنوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد نارمنوں کے بڑے لشکر کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

تمیم اپنے شاہینوں کے ساتھ بالکل اس طرح نارمنوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا جیسے بھوکے بھیڑیے لومڑیوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ ابھی تک تیز برف باری ہو رہی تھی اور نارمن اس شکاری سگ کی طرح آگے بڑھ رہے تھے جو ویرانوں میں سونگھ سونگھ کر اپنے شکار کی تلاش میں ہو۔ رات جب پچھلے پہر کی سرد ہواؤں سے جدا ہونے کی تیاری کر رہی تھی۔ ساریہ نے ایک قریبی بستی سے صبح کی اذان سنی اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے عقب میں نزدیک ہی فضا میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر تیرتے ہوئے دیکھا ——— یہ آتشی تیر نارمنوں کے جرنیلوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے فضا کے اندر تیرتی ہوئی اس آگ کو اپنے لیے خطرے کی پہلی علامت جانا اور وہ جہاں تھے وہیں انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا اور رونما ہونے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ مستعد و کمربستہ ہوگئے تھے۔ اسی

لمحے دائیں جانب سے ساریہ اپنے لشکر کے ساتھ خوفناک ہیولوں کی طرح ایک پہاڑ کے اوپر نمودار ہوا اور نارمن لشکر کے ایک حصے کو نشانہ بنا کر وہ حملہ آور ہوا تھا۔

تمیم نے اپنے لشکر سے پانچ ہزار جوان علیحدہ کر کے انہیں نارمنوں کے عقب میں ایک محفوظ جگہ چھپا دیا اور انہیں تاکید کر دی کہ جب نارمن پسپا ہو کر تمہاری طرف آئیں تو تم ان پر حملہ آور ہو جانا پھر اس نے ایک مختصر اور تنگ ترین کاوا کاٹا اور نارمن لشکر کے بائیں طرف نمودار ہوا۔ نارمن اس وقت پوری طرح ساریہ سے اُلجھے ہوئے تھے۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ایک بلند پہاڑ پر نمودار ہوا وہاں اس نے اپنا وہی مخصوص اور غیر مانوس لاتذر کا نعرہ مارا جس کے جواب میں اس کے ساتھیوں نے اپنی رُوح کی گہرائیوں سے دھاڑتے ہوئے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کی تھیں۔ پھر تمیم حملہ آور ہوا۔ جہنمی خار اور کسوف الشمس کی طرح۔ اس کے حملہ کرنے کا انداز ایسا تھا کہ نارمن خوف و دہشت سے برفانی سرزمین میں ہونے کے باوجود سر سے پاؤں تک پسینوں میں ڈوب گئے تھے۔ وہ ابھی جنگ کی مکمل ماہیت و حقیقت کو جاننے کی کوشش میں تھے کہ تمیم زہریلے تیر کی طرح ان کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو چیرتا ہوا ساریہ سے جا ملا تھا۔ دوبارہ وہ وہاں سے مڑا اور سر پہ کفن باندھ کر اور نقد جان ہتھیلی پر سجائے وہ نارمنوں کے دوسرے حصے کی طرف حملہ آور ہوا اور دور تک تاخت کا بازار گرم کرتا چلا گیا۔ یوں لگتا تھا صقلیہ کے حوصلوں اور رموز کا وہ امین کسی جنگلی دیوتا کی طرح سورج کی سنہری رتھ پر بیٹھ کر حملہ آور ہوا ہو اور دشمن کو پگھلا کر رکھ دیا ہو۔ تمیم بڑی تیزی سے جنگ کا دائرہ عمل تنگ کرتا اور سمیٹتا جا رہا تھا۔ نارمنوں کو یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے صقلیہ کے اس عزیز فرزند نے زمین کے اس حصہ پہ جہاں جنگ ہو رہی تھی اپنی مضبوط کمند پھینک کر زمین کے اس ٹکڑے کو نارمنوں کے پاؤں تلے سے سرکانا شروع کر دیا ہو ——— تمیم نے رسن و دار، صلیب و الطار، خون و خاک اور تلوار و ڈھال کا وہ کھیل شروع کیا تھا کہ نارمن یہ سوچنے لگے تھے کہ وہ کون سا راستہ ہے جہاں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نکل کر وہ صقلیہ کے اس فرزند سے جان بچا کر بھاگ سکتے ہیں جس کی تیغ آب دار رزم گاہ میں انسانی جسم ہی نہیں لوہا بھی کاٹ رہی تھی ۔

جب اندھیرے کی چادر ہٹی، تو نارمنوں نے دن کے برف آلود اُجالے میں دیکھا ان کے لشکر کا زیادہ حصہ کٹ کر سفید برف کو رنگین بنا چکا تھا ان کے وہ دونوں جرنیل جو ان کی راہنمائی کر رہے تھے جنگ میں مارے جا چکے تھے اور جب روشنی میں انہوں نے تمیم کے حملہ آور ہونے کا انداز اور لڑنے کا وحشی پن دیکھا تو انہیں یہ اندازہ کرنے میں دقت نہ ہوئی تھی کہ ایسے دشمن سے بچ نکلنا آسان نہ تھا کیونکہ تمیم کے حملے لحظہ بہ لحظہ طوفانی شدت اختیار کرتے جا رہے تھے ۔ دوسری طرف ساریہ ان نارمنوں کو ٹھکانے لگانے میں دریغ نہ کر رہا تھا جو تمیم کے حملوں کی شدت سے بچنے کی خاطر اس کے سامنے سے دائیں بائیں منتشر ہو جاتے تھے ——— تمیم کی حالت اس جنگ میں ایسی تھی گویا کوئی بھوکا درندہ بھیڑوں کے ریوڑ میں گھس آیا ہو ۔ نارمن تمیم اور ساریہ کے سامنے جمنے نہ پا رہے تھے اور جب کانوں کان انہیں یہ خبر ملی کہ ان کے دونوں جرنیل جنگ میں کام آ چکے ہیں تو اُن کے لشکر میں پسپائی کے بگل بجنے لگے پھر وہ جدھر سے آئے تھے ادھر ہی فرار ہونا شروع ہو گئے تھے ۔

ساریہ اپنے لشکر کے ساتھ جب بھاگتے ہوئے نارمنوں کا تعاقب کرنے لگا تو تمیم نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا ۔ ساریہ اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا تمیم کے پاس لایا اور احتجاجی لہجے میں اس سے پوچھا ۔ کیا آپ بھاگتے ہوئے ان نارمنوں کا تعاقب نہ کریں گے ۔ تمیم نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا ۔ نہیں ۔ ان کا تعاقب فضول ہے ——— کیا اس میں آپ کی کوئی مصلحت ہے ۔ تمیم نے آگے جھک کر اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے کہا ۔ بس تم دیکھتے جاؤ کیا رونما ہونے والا ہے ۔ نارمن ان کے سامنے بھاگتے ہوئے دو فرلانگ تک دور گئے تو چھپ کر بیٹھے ہوئے تمیم کے سپاہی بھاگتے ہوئے نارمنوں پر یوں حملہ آور ہوئے جیسے کوئی بھوکا شیر دھاڑتا ہوا اپنی کچھار سے نکلا ہو ۔ یہ پانچ ہزار سپاہی تازہ دم تھے لہذا اس خونخواری سے حملہ آور ہوئے کہ نارمن چیختے چلاتے ہوئے پھر تمیم اور ساریہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ——— تمیم نے ایک بھرپور وحشی اور غیر مانوس قہقہہ لگایا پھر ساریہ سے کہا ——— ساریہ! تم نے بھاگنے والوں کا انجام دیکھا ۔ ساریہ نے بڑے تشکر اور ممنونیت کے ساتھ تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ قسم اس ذات کی جس نے زمین و آسمان کا یہ چھتر پیدا کیا جس قوم میں آپ جیسے چند جرنیل اور ہوں وہ دنیا کی کسی بھی قوت سے شکست نہیں کھا سکتی ہیں ۔ جنگ اور مبارزت میں آپ ایک سال خوردہ شاہین کی طرح دور اندیش اور تیز نگاہ ہیں ۔ واللہ! ساریہ جنگی ممارست میں آپ کی گرد کو بھی نہیں پا سکتا ۔ اس شکست کی خبر جب رابرٹ اور راجر کے پاس پہنچے گی تو یقیناً ان کا پہلا سوال یہی ہو گا ۔ کیا صقلیہ کے اس لشکر کا سالار تمیم بن صالح تھا جس نے نارمنوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ——— ان پانچ ہزار تازہ دم سپاہیوں نے سارے نارمنوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا ۔ لہذا تمیم نے ساریہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا ——— ساریہ! دونوں لشکروں کو کوچ کا حکم دو ہم دونوں کی منزل بلرم ہو گی ۔ میں ابن البعباع سے ایک اہم سلسلے میں مل کر جربنت کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہوں ۔ اس کے علاوہ میں راہب یوحنا سے بھی ملوں گا ۔ میں ان دونوں کو بتانا چاہتا ہوں جب تک ابن البعباع اور یوحنا کے حوصلے بلند ہیں صقلیہ کے سارے ساحل طرابنش سے لے کر میلاس تک اور مازرہ سے لے کر ...ینا تک سب محفوظ و مامون ہیں ——— ساریہ کے حکم پر دونوں لشکروں نے کوچ کیا اور سمندر کے کنارے کنارے وہ اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے بلرم کی طرف اُڑے جا رہے تھے ۔ لشکر کے آگے تمیم اور اس کے پیچھے ساریہ تھا اور زرہ کے اوپر دونوں کی عبائیں ہوا کے دوش پر تیزی سے پھڑپھڑا رہی تھیں ۔

○

تمیم اور ساریہ کے بلرم میں داخل ہونے سے قبل ہی فتح کی خبریں وہاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہنچ چکی تھیں ———— دارالحکومت میں ہر طرف جشن اور میلے کا سماں تھا ——
ابن البعباع نے لوگوں کے ایک بے پناہ ہجوم کے ساتھ شہر سے نکل کر وادی البلاد کی ایک بستی راس بلاط کے پاس لشکر کا استقبال کیا تھا۔ لوگوں پر ایسی مسرت اور نشاط کا عالم طاری تھا کہ وہ اونچی آوازوں میں فتح و نصرت کے گیت گانے لگے تھے۔ کچھ لوگ ہی عقیدت مند لوگ تمیم اور ساریہ کے پاؤں کو چوم رہے تھے۔ لشکر کے آگے آگے لوگ خنجریاں، دفیں اور طنبورے بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ شہر کے گلی کوچوں میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو گیا تھا کہ لشکر کی آگے بڑھنے کی رفتار بے حد سست ہو گئی تھی اور بلرم کی جامع مسجد تک پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو گیا تھا۔ جب مغرب کی اذان ہوئی تو جشن کا یہ سماں ختم ہوا اور لوگ نماز کے لیے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لشکر بھی وہاں باب روطہ کے اندر دنی حصے میں محلہ حارۃ الیہود میں ایک کھلے میدان کے اندر رک گیا اور سپاہی مغرب کی نماز کے لیے مختلف مسجدوں میں پھیل گئے تھے۔

ابن البعباع تمیم اور ساریہ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے بلرم کی جامع مسجد میں آیا۔ مسجد کی عمارت، صدیوں پرانی ہونے کے باوجود اس کی ایسی دیکھ بھال کی گئی تھی کہ لگتا تھا ابھی تعمیر ہوئی ہو۔ یہ مسجد صقلیہ میں مسلمانوں کے ورود سے بہت پہلے یونانیوں کا ہیکل ہوا کرتی تھی۔ اس مسجد کی چھت کے ساتھ لکڑی کا ایک مضبوط چوکھٹا آویزاں تھا جس پر مشہور یونانی مفکر ارسطو کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ جب عیسائیوں نے صقلیہ پر قبضہ کیا تو انہوں نے ارسطو کا مجسمہ تو وہاں سے ہٹا دیا اور لکڑی کا چوکھٹا وہیں رہنے دیا اور اس کو انہوں نے کلیسا میں بدل دیا پھر جب صقلیہ افریقہ کے قاضی اسد بن فرات کے ہاتھوں فتح ہوا تو ہیکل سے کلیسا بننے والی اس عمارت کو بلرم کی جامع مسجد میں بدل دیا گیا۔ تاہم چھت سے لگا ہوا ارسطو کے مجسمے کا لکڑی کا وہ چوکھٹا اب بھی اپنی جگہ برقرار تھا۔

نماز کے بعد تینوں محلہ حارۃ الیہود کے اس وسیع میدان میں آئے جسے سپاہیوں کو جنگی تربیت دینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ابن البعباع کے حکم پر لشکر کے قیام کے لیے وہاں خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا گیا تھا ———— سپاہیوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے بعد ابن البعباع نے ساریہ کو اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی اور تمیم کو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

O

کھانے کے بعد جب ابن البعباع اور تمیم تنہائی میں اکٹھے بیٹھے تو تمیم نے ابن البعباع سے کہا۔ نارمنوں سے نمٹ کر میں سیدھا جرجنت چلا گیا ہوتا لیکن ایک اہم کام کے سلسلے میں مجھے یہاں آنا پڑا ہے۔ ابن البعباع نے فکر گیر لہجے میں پوچھا۔ کیسا کام؟ ———— تمیم نے دبے دبے لہجے میں کہا اولاً آپ ساریہ اور دوسرے جرنیلوں کی مدد سے بلرم کے اندر کم از کم چالیس ہزار مجاہدوں کو ہر طرح کی جنگی تربیت دے کر آنے والے آشوب و آزمائش کے دور سے نمٹنے کی خاطر انہیں تیار کیں۔ ثانیاً بلرم شہر کے اندر جتنے بھی نصرانی ہیں انہیں شہر سے باہر نکال کر کسی نئی بستی میں بسا دیں کیونکہ جنگ کی صورت میں اگر کبھی بلرم کا محاصرہ ہوتا ہے تو یہ لوگ ہماری پیٹھ میں خنجر نہ مار سکیں گے۔ ثالثاً بلرم کی بھٹیوں میں اس قدر سامان حرب تیار کیجیے جو برسوں تک آپ کے کام آسکے ———— تمیم رکا پھر اس کی آواز اداس سی ہو کر ابھری۔ آپ جانتے ہیں افریقہ اور مصر کی حکومتیں ہمیں تنہا اور بے سہارا چھوڑ چکی ہیں۔ عالم اسلام گو شرق سے غرب تک ہزاروں میلوں پر محیط ہے لیکن اگر ہم توانائی سے محروم نہیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کوئی بھی ہماری مدد کو نہ آئے گا۔ ہمارے شمال میں نارمن ایک طوفان کی شکل میں کروٹیں لے رہے ہیں۔ مصر کے احمق فاطمی خلیفہ کے ایما پر وہ ہم پر حملوں کی ابتدا کر چکے ہیں۔ اب یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہم انہیں تباہ نہ کر دیں یا وہ ہمارے انتشار یا بے بسی و بے کسی سے فائدہ اٹھا کر ہم پر غالب نہ آجائیں۔ آپ نارمنوں کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اگر ان کو ایک بار بھی ہم پر غالب آنے کا موقع مل گیا تو وہ ہمیں جسمانی پنجر دل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے آزاد کر کے زندگی کے ایسے منجدھار میں پھینکنا شروع کریں گے کہ وہ صقلیہ کے اندر مسلمانوں کے ایک بچے تک کا رہنا گوارا نہیں کریں گے اور یہاں اس جزیرے میں ہماری کوئی پہچان نہ رہے گی۔ نارمنوں کے ساتھ ہماری یہ پہلی جنگ دشمن کی طرف سے ابتدائی جھونکے ہیں اور قبل اس کے جنگ کے سارے نقاروں پر چوٹ پڑے اور اغیار کے پنجے صقلیہ پر اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کریں۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ ابھی سے آنے ہونے والی جنگ کی تیاریوں میں لگ جائیے۔ اگر ہمیں عزت سے یہاں رہنا منظور مقصود ہے تو ہمیں ایسا کرنا پڑے گا۔

تمیم رک گیا۔ ابن البعباع نے بڑے تلطف و مہربانی سے کہا۔ آپ صقلیہ کا متاع بے بہا اور اس کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ خدا کی قسم ابن البعباع صرف ایک حکمران کی حیثیت سے پردے کے سامنے کھڑا ہے۔ ورنہ وہ اعمال و افعال میں پردے کے پیچھے کھڑی اس ہستی کا محتاج ہے جس کا نام تمیم بن صالح ہے اور جسے لوگ صقلیہ کا مجاہد کہتے ہیں۔ میرے بیٹے! تم صقلیہ کے نجات دہندہ اور ہمارے لیے روشنی کا مینار ہو اور ـــــ اور دشمن سے اپنی قوم کے آنسوؤں کا حساب لینا جانتے ہو۔ اگر کبھی ایسا موقع آیا کہ ہم دونوں کو وصال و جدائی کے سنگم پر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو الوداع کہنا پڑا تو قسم رب کبیر و بے نظیر کی میں زندگی پر موت کو ترجیح دوں گا۔ بیٹے! جس طرح تم کہو گے میں ویسے ہی کروں گا۔ میں جانتا ہوں تمہارا مشورہ ہمیشہ صقلیہ کی بھلائی اور بہتری میں ہو گا ـــــ دونوں چند لمحوں تک خاموش رہے پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے ابن البعباع نے پوچھا۔ طربیہ کیسی ہے؟ تمیم جانے کن سوچوں میں کھویا ہوا تھا، چونکتے ہوئے اس نے کہا۔ اچھی اور خوش ہے ـــــ بکر اور عقال؟ ـــــ وہ دونوں بھائی بھی ٹھیک ہیں۔ بکر اکثر آپ کو یاد کرنے لگا ہے۔ الماس نے اس سے کہیں ایک بار کہہ دیا تھا کہ تمہارے نانا ابی بلرم میں ہوتے ہیں تو اب وہ اکثر پوچھتا ہے۔ نانا ابی کے پاس کب چلیں؟ ابن البعباع نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ان تینوں کو چند روز کے لیے یہاں بلاؤں گا۔

نہیں گھر کا ہر فرد ان تینوں سے ملنا چاہتا ہے ـــــ تمیم کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ راہب یوحنا کے پاس جاتا ہوں۔ شاید میں رات وہیں رہوں۔ صبح سویرے ہی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

ابن البعباع نے متنبہ کرنے والے لہجے میں کہا۔ آپ اب ہرگز یوحنا کے پاس نہ جائیے۔ پہلے آپ کا اس کے پاس جانا کوئی اور بات تھی لیکن اب بلرم شہر کے نصرانی آپ کو صقلیہ کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے جانتے ہیں اگر کسی نے بھی آپ کو انطاکی کلیسا میں داخل ہوتے دیکھ لیا تو یوحنا ہی نہیں اس کلیسا کا ہر راہب مشکوک بن جائے گا اور یوحنا ہمارے لیے وہ کچھ نہ کر سکے گا جس قدر ہم اس سے امیدیں رکھتے ہیں۔ آپ یہیں بیٹھیں میں یوحنا کو یہاں بلانے کا انتظام کرتا ہوں۔ اس کا بلرم محل میں آنا اسے مشکوک نہیں کر سکتا کیونکہ جواب طلبی کی صورت میں وہ شک کرنے والوں سے کہہ سکتا ہے کہ ابن البعباع نے اسے جنگ میں نصرانیوں کے وطن پرست صقلیہ سے مخلص رہنے کی تلقین کرنے کی خاطر بلایا تھا۔ تمیم دوبارہ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تاہم ابن البعباع اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری کہ راہب یوحنا اس کمرے میں داخل ہوا جہاں تمیم بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں اٹھ کر بغلگیر ہوئے پھر تنہائی میں بیٹھ کر وہ سرگوشی میں نجی گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد راہب واپس چلا گیا۔ تمیم نے صرف ایک شب وہاں ابن البعباع کے ساتھ قیام کیا اور اگلے روز صبح سویرے ہی وہ جرجنت کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○

تمیم اپنے لشکر کے ساتھ جب جرجنت میں داخل ہوا تو شہر میں ایک عجیب سے ذوق شوق اور رنگ کا عالم تھا۔ شہر کے جن جن گلی کوچوں سے تمیم کو اپنے لشکر کے ساتھ گزرنا تھا وہاں مردوں اور عورتوں کی مختلف ٹولیاں اس کا استقبال کرتے ہوئے پھول نچھاور کر رہی تھیں۔ کچھ مرد اور عورتیں دفیں، ارغنون اور طنبورے بجا بجا کر خوشی اور نشاط کے گیت گا رہے تھے۔ ان ٹولیوں کے اندر سے گزرتے ہوئے تمیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک دم چونک سا پڑا۔ اس کے کانوں میں برسوں بعد ایک مانوس گیت کی آواز تھی۔ کوئی عورت کعب بن نعمان کا گیت بدل کر گا رہی تھی۔

"غاروں کے اندھیرے چھٹ گئے ہیں۔ ظلمتوں کے پہاڑ زمین بوس ہوگئے ہیں۔ صقلیہ میں مسلمانوں کے پاؤں سے بندھی ہوئی زنجیریں کٹ گئی ہیں۔ روشنی کا ایسا ستارہ نمودار ہوا ہے جو بھٹکے ہوؤں کو صحیح راستوں کی نشاندہی کرے گا۔ صقلیہ کی مٹی کو نمی اور مزرع تاریخ کی آبیاری کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ شاید وقت کی سمرن کے موتی پورے ہوگئے ہیں"۔

گانے والی عورت کی آواز میں درد اور سوز تھا اور کعب بن نعمان کی یاد میں تمیم کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اس نے نگاہیں دوڑا کر گانے والی اس عورت کو ادھر ادھر دیکھا لیکن اُسے وہ عورت دکھائی نہ دی۔ پھر یک لخت اس عورت کی آواز پہلے سے بھی بلند ہو کر سنائی دی۔

"اللہ کا شکر کہ وقت کی تقویم پوری ہوگئی۔ صقلیہ میں مسلم تہذیب کا قافلہ تمیم کی رہبری میں سلامتی کی راہ پر گامزن ہے۔ بگولوں کے اندر اڑتی ریت کو اب سکون مل گیا ہے۔ صقلیہ کا وہ مجاہد جاگ اُٹھا ہے جس کا انتظار سمندر کی طوفانی لہریں کر رہی تھیں۔ اب صقلیہ کے چہار دانگ امن وسلامتی اتحاد و یگانگت کی پُرجوش صدائیں بکھر جائیں گی"۔

اس بار تمیم گانے والی عورت کو پہچان گیا۔ وہ مرجانہ تھی۔ کعب بن نعمان اور تمیم کی بہن مرجانہ! تمیم کے حکم پر لشکر کے سپاہی اپنے مستقر میں چلے گئے۔ تمیم گانا سنانے والی ان عورتوں میں آیا اور مرجانہ کو اشارے سے بلایا۔ مرجانہ بھاگتی ہوئی تمیم کی طرف آئی۔ جب تمیم گھوڑے سے اُترا تو مرجانہ والہانہ انداز میں اسے لپٹتی ہوئی بولی۔ اخی! آپ کی فتح پر آپ کو مبارک باد دیتی ہیں۔ خدا کی قسم جرجنت کی سب عورتیں اس پر فخر کر رہی ہیں کہ میں آپ جیسے مجاہد کی بہن ہوں ——— تمیم نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ——— تم کب یہاں آئی ہو؟ مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں پچھلے پانچ روز سے یہاں رہ رہی ہوں اخی! ——— تمیم خاموش ہوگیا کیونکہ ایک طرف سے الماس آتا دکھائی دیا ——— اس کے ساتھ مرجانہ کا شوہر عرفہ بھی تھا۔ عرفہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں بھی مرجانہ کے ساتھ یہاں ہوں اور ہم دونوں پچھلے پانچ روز سے طریبہ کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ الماس نے بات چیت کا سلسلہ قطع کرتے ہوئے کہا ——— آقا! آپ فوراً گھر چلیں۔ بچے بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تمیم کا گھر وہاں سے نزدیک ہی تھا۔ لہذا وہ اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے پیدل ہی گھر کی طرف چل پڑا۔ الماس، عرفہ اور مرجانہ جان بوجھ کر پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ تمیم اور طریبہ کو کھل کر ملنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ جب وہ اپنے گھر داخل ہوا تو صحن میں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ تمیم کو دیکھتے ہی طریبہ کے گلابی چہرے پر ان اور نغموں کی تاثیر بکھر گئی تھی، وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور تمیم سے لپٹ گئی۔ کمرے کے اندر سے بکر اور عقیل بھی بھاگتے ہوئے آئے اور ابی! ابی! پکارتے ہوئے تمیم سے لپٹ گئے۔ تمیم ان تینوں کو لپٹائے کمرے میں آیا۔ اتنے میں الماس، عرفہ اور مرجانہ گھر میں داخل ہوئے۔ تمیم اور طریبہ علیحدہ ہوگئے۔ الماس تمیم کا گھوڑا پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا اور تمیم اپنے کمرے میں طریبہ، مرجانہ، بکر، عقیل اور عرفہ کے ساتھ بیٹھ کر طریبہ کے کہنے پر انہیں جنگ کے واقعات سنا رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنوبی اٹلی کے اندر رابرٹ گوسکارڈ اور اس کے بھائی راجر نے ملیطو شہر کو اپنا مرکز بنالیا تھا۔ انہوں نے شفت فیمی اور منتیہ کے شہروں سے گزر کر بلاد قلوریہ سے ہوکر شمالی اٹلی کی طرف جانے والی شاہراہ کے ذریعے نارمنڈی سے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور اس راستے سے ان کے لیے تازہ دم نارمنوں کی کمک پہنچ رہی تھی۔ اس کے سامانِ حرب سے لدے ہوئے ان کے جہاز اتریہ کی بندرگاہ پر آکر رُکتے اور وہاں سے خچروں کے ذریعے وہ برف پوش پہاڑوں کے ذریعے ملیطو میں جنگ میں کام آنے والے سامان کے انبار لگارہے تھے۔

جس روز رابرٹ اور راجر کو صقلیہ میں تمیم اور ساریہ کے ہاتھوں اپنے لشکر کی عبرتناک شکست کی خبر ملی تھی اس کے دو روز بعد انہوں نے اپنی جنگی کونسل کا اجلاس منعقد کیا اور اس میں چند اہم اور متفقہ فیصلوں کے بعد دونوں بھائیوں نے اٹلی سے ایک وفد بازنطینی عیسائی حکمران کے پاس قسطنطنیہ روانہ کیا اور اس سے التماس کی کہ وہ صقلیہ فتح کرنے میں ان کی مدد کرے اس کے علاوہ بازنطینی حکومت سے رابرٹ گوسکارڈ نے ایک ایسی جوان اور کنواری لڑکی بھیجنے کو کہا جو عیسائی دنیا میں اپنے حسن کا جواب نہ رکھتی ہو اور عربی زبان پر پورا عبور رکھنے کے علاوہ عربوں کی تہذیب و تمدن سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔

چھ ماہ بعد یہ وفد قسطنطنیہ سے واپس اٹلی آیا اور اس وفد کے ساتھ ایسی حسین ترین نصرانی لڑکی تھی جس کا جمال و جلال ستاروں کی مانند چمکدار اور پھول کی طرح چکنا و تر و تازہ تھا۔ اس لڑکی کو جب رابرٹ گوسکارڈ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اسے دیکھ کر مبہوت سا رہ گیا۔ کئی لمحوں تک وہ اس کے جوان اور بھڑکیلے جسم کا جستہ جستہ جائزہ لیتا رہا پھر اس نے اس لڑکی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ — اس حسین ساحرہ اور کافر اندام لڑکی نے اپنی جھکی ہوئی گردن اٹھائی اور چشم آہو جیسی اپنی آنکھیں رابرٹ کے چہرے پر بکھیرتے ہوئے کہا ——— میرا نام سریعہ ہے ——— تمہارا تعلق کس شہر سے ہے؟ ——— مَیں انطاکیہ کی رہنے والی ہوں ——— کیا تم عرب ہو؟ ——— ہاں، میرا تعلق عربوں کے ایک عیسائی قبیلہ سے ہے ——— کیا تم جانتی ہو بازنطینی حکومت سے تمہیں کس لیے مانگا گیا ہے؟ ——— لڑکی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مَیں نہیں جانتی مجھے کس مقصد کے تحت یہاں بھیجا گیا ہے۔ تاہم مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ مجھ سے ایک ایسا کام لیا جائے گا جس سے پوری نصرانیت کی بہتری ہوگی اور اس کا مجھے معقول معاوضہ بھی دیا جائے گا۔ اب آپ بتائیے اس کام کی نوعیت کیا ہوگی ——— رابرٹ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بڑا نرم ہوکر وہ سریعہ سے مخاطب ہوا۔ تمہیں صقلیہ جانا ہوگا ——— سریعہ نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا ——— وہ کیونکر؟ ——— مسلمانوں کے اس جرنیل کو قتل کرنے کے لیے جو ہماری تباہی کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر وہ راستے سے ہٹ جائے تو صقلیہ ہمارا ہوگا ——— سریعہ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا لیکن مَیں ایک کمزور لڑکی ہوں، مَیں کیسے اس جرنیل کو قتل کرسکوں گی جو میدانِ جنگ میں آپ دونوں بھائیوں کے قابو نہ آسکا ——— رابرٹ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ یقیناً جو کام ہم دونوں بھائی نہیں کرسکے وہ تم کرلوگی ——— رابرٹ نے اپنی گود میں رکھی ہوئی ایک بڑی اور سنہری صلیب اٹھائی۔ پھر اس نے صلیب کو ایک طرف سے ذرا سا دبایا۔ تو وہ صندوق کی مانند کھل گئی، وہ اندر سے کھوکھلی تھی۔ رابرٹ نے وہ صلیب سریعہ کو دکھلائی۔ اس کے اندر باریک تہہ میں لپٹا ہوا ایک کاغذ تھا۔ رابرٹ نے بڑی رازداری سے کہا۔ یہ صلیب اپنے گلے میں ڈال لو۔ اس کے اندر جو کاغذ ہے وہ بلرم کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انطاکی کلیسا کے بشپ یوحنا کے نام میری طرف سے خط ہے۔ تم یہ خط اسے دے دینا وہ تمہیں ہر بات سمجھا دے گا۔ یہاں سے تم راہبہ کے لباس میں اکیلی روانہ ہوگی۔ رَیو سے مسینا کا سفر بحری جہاز میں طے کرنے کے بعد مسینا کی بندرگاہ سے ایک گھوڑا خرید لینا اور یہ کام کسی سرائے کے مالک کے ذریعے تم کر سکتی ہو۔ وہاں تمہیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمان راہباؤں اور مذہبی لوگوں کا احترام کرتے ہیں۔ تم جس سرائے میں بھی قیام کرو گی ہر کوئی تمہاری عزت کرے گا۔ مسینا سے تم گھوڑے کے ذریعے بلرم روانہ ہو جانا۔ ان دنوں برف باری کا موسم ہے لہٰذا رات کے وقت سفر نہ کرنا صرف دن کے وقت جتنا فاصلہ طے ہو سکے کر لو اور رات راستے میں پڑنے والی بستیوں اور شہروں کی سراؤں میں بسر کرتی جاؤ۔ بلرم پہنچنے کے بعد بشپ یوحنا تمہارے ساتھ اپنا ایک راہب لگائے گا اور تم دونوں جرجنت شہر کی طرف روانہ ہو جانا جہاں اس وقت وہ جرنیل رہتا ہے جسے تم نے قتل کرنا ہے۔ تم اس سے میل ملاپ بڑھانا۔ تم جانتی ہو عرب زیادہ شادیوں کے قائل ہیں اور خوبصورت لڑکیاں ان کی کمزوری ہے۔ اگر وہ جرنیل تم سے شادی کا اظہار کرے تو بے شک اس سے شادی کر لینا اور کوئی اچھا موقع پا کر اسے قتل کرنے کے بعد بھاگ کر انطاکی کلیسا کے یوحنا کے پاس چلی جانا وہ تمہیں یہاں واپس بھیجنے کے انتظامات کر دے گا اور جب تم کامیاب لوٹو گی تو اپنے منہ سے جس خواہش کا تم اظہار کرو گی وہ پوری کر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر تم پسند کرو گی تو میں تمہیں اپنی بیوی بنا لوں گا ______ رابرٹ اپنی جگہ سے اٹھا اور وہ سنہری صلیب سریعہ کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ تمہیں کل صبح یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔ ریو کی بندرگاہ تک تمہارے ساتھ دو محافظ جائیں گے جو تمہیں جہاز میں بٹھانے کے بعد واپس آ جائیں گے اور تم ______

رابرٹ خاموش ہو گیا کیونکہ کمرے میں اس کا چھوٹا بھائی راجر داخل ہوا تھا۔ رابرٹ کے قریب بیٹھتے ہوئے راجر نے کہا۔ میں ایک حیرت انگیز خبر لایا ہوں ______ رابرٹ نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا۔ کیسی خبر؟ ______ صقلیہ سے ...ب آئے ہیں ان کی زبانی پتہ چلا ہے کہ بلرم کے مسلمان جرنیل سعد کی بہن ربیعہ ...سے آپ شادی کرنا چاہتے تھے ______ رابرٹ نے دھڑکتے دل کے ...راجر کی بات کاٹتے ہوئے بے تابی سے پوچھا، کہاں ہے ربیعہ؟ ______ ...نے تکلیف دہ احساس سے کہا وہ مر چکی ہے۔ میرا کہنے کا مطلب تھا کہ تمیم بن ...اسے بلرم سے اٹھا کر لے گیا تھا اور اس سے شادی کر لی تھی ______ ...نے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ وہ کیسے اسے اٹھا کر لے گیا جب کہ بلرم کے ...وں پر اس قدر سخت اور کڑا پہرہ تھا ______ راجر نے بے بسی سے کہا ...معلوم ہو سکا تاہم میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ ابھی تک آپ سے مکمل نہیں ...سکا ______ تو جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے وہ ایسے ہے کہ تمیم بن صالح نے ربیعہ ...شادی کر لی تھی۔ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور ربیعہ مر گئی پھر آپ جانتے ہیں ...دوسری شادی کس سے کی؟ رابرٹ نے فوراً پوچھ لیا۔ کس سے کی اس نامراد ...شادی ______ طریسہ سے، وہی طریسہ جس کی مدد سے ہمارے عیسائی بحری ...مسلمانوں کو لوٹا کرتے تھے اور جو اس قدر حسین ہے کہ لوگ اسے سمندر کی یونانی ...کہا کرتے تھے وہ بحری قزاقوں کی بستیوں پر حملہ آور ہوا تھا اور سارے قزاقوں ...کر کے وہ طریسہ کو ان سے چھین کر لے گیا اور اس سے شادی کر لی ______ ...نے کہیں کھو جانے کے انداز میں پوچھا۔ کیا طریسہ ہماری اس سریعہ سے بھی ...خوبصورت ہے جسے ہم تمیم کو قتل کرنے کے لیے روانہ کر رہے ہیں۔ راجر نے ...دیا۔ ہاں وہ اس سے بھی کہیں زیادہ حسین ہے اور مجھے امید ہے کہ تمیم سریعہ ...سے متاثر نہ ہوگا اور ایسی صورت میں ہماری یہ مہم ناکام ہونے کا خطرہ ہے۔ ...جو شخص اپنی مٹھی میں پہلے سے ایک قیمتی ہیرا رکھتا ہو وہ اسے پھینک کر ایک ...اور خوبصورت پتھر لے لینا کیسے اور کیوں پسند کرے گا۔

رابرٹ نے چند لمحوں تک کچھ سوچا پھر اس نے راجر کی طرف دیکھتے ہوئے کیا تم اپنے اس دفد سے ملاقات کر چکے ہو جو سریعہ کو لایا ہے ______ راجر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے پرسکون لہجے میں کہا۔ وہ بے حد حوصلہ افزا خبر لائے ہیں ـــــ کیا کہ رہے ہیں ـــــ بزنطینی حکومت اپنے ایک عظیم جرنیل منیکس کی سرکردگی میں کئی ہزار سوار ماؤں پر مشتمل ایک لشکر ہماری مدد کے لیے بھیج رہی ہے ۔ رابرٹ نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا ـــــ عنقریب ہم صقلیہ کو یوں پامال کریں گے جس طرح تیز رفتار گھوڑے صحرا کے ذرّوں کو روند ڈالتے ہیں ۔ میں بڑی بیتابی سے اس وقت کا انتظار کروں گا جب تمیم بن صالح پابہ زنجیر میرے سامنے کھڑا ہو گا بشرطیکہ وہ سریعہ کے ہاتھوں بچ گیا اور ـــــ سریعہ نے رابرٹ کی بات کاٹتے ہوئے کہا مجھ سے یہی ایک شخص کے قتل کا کام لینا تھا تو اس کے لیے آپ کوئی بھی حسین نارمن لڑکی استعمال کر سکتے تھے ـــــ رابرٹ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم غلطی پر ہو ایسا ممکن نہیں ۔ ہماری لڑکیوں کے مخصوص خدوخال ہیں جنہیں صقلیہ کے عرب پہچانتے ہیں ۔ اگر ہم کوئی نارمن لڑکی بھجواتے تو تمیم یقیناً اسے مشکوک جان کر قتل کر دیتا اور پھر ہماری کوئی لڑکی عربی نہیں جانتی تمہارا معاملہ اور ہے ۔ تم عیسائی ہونے کے باوجود ان میں گھل مل سکتی ہو اس لیے کہ تم عرب ہو ـــــ رابرٹ رکا پھر راجر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا سریعہ کو مہمان خانے میں لے جاؤ جہاں سے یہ کل صبح اپنی مہم پر روانہ ہو گی ـــــ راجر اٹھا اور سریعہ کے ساتھ وہ رابرٹ کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

○

دوسرے روز سریعہ اپنے سفر پر روانہ ہوئی نارمن سپاہی اپنی حفاظت میں اسے ریو سے جہاز میں بٹھا کر واپس ملیطو چلے گئے تھے ۔ سریعہ جنوبی اٹلی کی بندرگاہ ریو سے صقلیہ کی شمالی بندرگاہ مسینا آئی ۔ یہاں اس نے ایک نصرانی کی سرائے میں قیام کیا ۔ وہ راہبہ کے لباس میں تھی اس پر نصرانی اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھا ۔ یہاں اس نے ایک تنومند اور توانا گھوڑا خریدا اور دوسرے روز وہ راہب یوحنا سے ملنے بلرم کی طرف روانہ ہو گئی تھی ۔ راستے میں قیام و کوچ کرتی اور منزل بہ منزل مارتی ہوئی وہ ایک روز باب الحدید کے راستے بلرم میں داخل ہو رہی تھی ۔ بازار میں سے گزرتے ہوئے وہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھی جو اسے انطاکی کلیسا پہنچا سکے ۔ رصاص گروں کے بازار سے گزرتے ہوئے اسے ایک نصرانی دکھائی دیا جو اپنے گلے میں چاندی کی صلیب لٹکائے ہوئے تھا ۔ سریعہ نے اس کے قریب گھوڑا روک کر اور دبے دبے لہجے میں کہا ۔ مجھے انطاکی کلیسا میں بشپ یوحنا سے ملنا ہے کیا آپ میری راہنمائی کر سکتے ہیں ـــــ وہ نصرانی آگے بڑھا اور سریعہ کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے بڑے احترام سے کہا ۔ مقدس نن کی خدمت ہم پر فرض ہے ۔ میں آپ کو کلیسا پہنچا کر آتا ہوں ـــــ وہ نصرانی سریعہ کے ساتھ بازار سے نکلا ایک کھلے چوک پر آیا اور اس سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا جو انطاکی کلیسا کی طرف جاتی تھی ۔ ایک جگہ وہ نصرانی رک گیا اور دائیں طرف ایک عظیم عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ـــــ یہ انطاکی کلیسا ہے ۔ آپ بے دھڑک ہو کر اندر چلی جائیں، بشپ یوحنا اندر ہی ہوں گے ۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ جسمانی لحاظ سے ایک سپہ سالار کی طرح کڑیل اور جوان ہیں، پر آہ! ان کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور وہ بیساکھی کے سہارے چلتے ہیں ۔ وہ صقلیہ میں نصرانیت کے محافظ اور عیسائی اقلیت کے عظیم راہنما اور مبلغ ہیں ۔ آپ ان کا سلوک اور کردار دیکھ کر خود ہی ان سے متاثر ہو جائیں گی ۔ وہ نصرانی واپس چلا گیا ۔ سریعہ گھوڑے سے اتری اور اس کی باگ پکڑ کر وہ کلیسا میں داخل ہو رہی تھی ۔

سریعہ جب کلیسا کے صحن میں آئی تو کلیسا کے اندر سے ایک راہب نکلا اور سریعہ کو مخاطب کر کے پوچھا ـــــ آپ کہاں سے آئی ہیں ۔ سریعہ نے اپنی چھاتی پر وہ بھاری اور وزنی صلیب درست کرتے ہوئے جواب دیا جو رابرٹ نے اسے اہم خطے کے ساتھ دی تھی ـــــ میں ملیطو سے آئی ہوں اور ایک نہایت اہم کام کے سلسلے میں بشپ یوحنا سے ملنا چاہتی ہوں ـــــ راہب نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا ۔ بشپ اس وقت نماز رہے ہیں ۔ آپ کلیسا کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اندر چلی جائیں وہ تھوڑی دیر بعد وہیں آپ سے ملیں گے۔ راہب اس کا گھوڑا کلیسا کے اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ سریعہ کلیسا میں داخل ہوئی اور اس کے اندرونی حصے کا جائزہ لینے لگی۔ اس نے دیکھا کلیسا کی دیواروں پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے اور درمیان سے یہ دیواریں رنگین سنگ مرمر کی پٹڑیوں سے مرصع تھیں اور ان پتروں پر نگینے جڑے ہوئے تھے۔ چھت پر شیشے کی چھتریاں بنی ہوئی تھیں جو کلیسا کے اندر روشنی منعکس کرتی تھیں۔ کلیسا کے دائیں حصے میں ایک بہت بڑا اور مرصع مینار[2] تھا۔ سریعہ ابھی کلیسا کے اندرونی حصے کی شان شوکت اور عظمت میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی۔ اس نے جب مڑ کر دیکھا تو راہب یوحنا اس کے سامنے کھڑا اپنی بیساکھی پر بوجھ ڈالے انگوچھے سے اپنا منہ پوچھ رہا تھا۔ سریعہ نے دیکھا راہب یوحنا کرنجی آنکھوں والا ایک حسین ترین جوان تھا۔ خوب قد آور اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا پر ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ سریعہ نے ایک طویل آہ بھرتے ہوئے مایوسانہ لہجے میں کہا آہ! کاش آپ کی ٹانگ کٹی ہوئی نہ ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو یسوع مسیح کی قسم آپ کسی بھی فوج کے جرنیل ہوتے جو دنیا کی تسخیر کا ارادہ رکھتی ہو اور یہاں آپ کی جگہ کوئی اور کلیسا کا بشپ ہوتا۔

یوحنا کی گردن جھک گئی، اور اس نے مدھم آواز میں کہا۔ خدائے قدوس کو ایسا ہی منظور تھا کہ میں جنگ کے بجائے کلیسا میں صلیب کی خدمت کروں۔ سریعہ نے مصفا لہجے میں کہا۔ آپ نے اس جوان سالی میں بشپ کا عہدہ پا کر یقیناً یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سخت محنت اور سعی کے قائل ہیں۔ راہب یوحنا نے غایت درجہ گہری نگاہوں سے سریعہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے ایک راہب بتا چکا ہے کہ تم ملیطوس سے ایک اہم کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنے آئی ہو۔ سریعہ قریب ہوتی ہوئی بولی۔ آپ کو ٹھیک

---

[1] یہ مسلمانوں کی مذہبی رواداری تھی کہ انہوں نے کلیسا کی کسی چیز کو نہ چھیڑا تھا

[2] اس مینار کا نام صومعہ سولری تھا۔

اطلاع دی گئی ہے۔ یوحنا نے پھر پوچھ لیا۔ تم نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں ہی یوحنا ہوں۔ سریعہ نے نقرئی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ ایک شخص جو ہمارا ہم مذہب ہے، مجھے کلیسا چھوڑنے آیا تھا اس نے آپ کی بے حد تعریف کی تھی اور آپ کی نشانی یہ بتائی تھی کہ آپ کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور آپ بیساکھی کے سہارے چلتے ہیں۔ —— کیا تم ملیطوس کے کسی کلیسا سے آئی ہو؟ —— نہیں مجھے رابرٹ گوسکارڈ نے ایک اہم پیغام دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ ایسا کام ہے جسے ایک عظیم راز بھی کہا جا سکتا ہے —— یوحنا نے پھر غور سے سریعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم نارمن نہیں ہو؟ سریعہ نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں مسکرا کر کہا۔ آپ کا اندازہ درست ہے —— یوحنا نے پھر اسے کرید۔ اگر میں پھر غلطی پر نہیں تو تم عرب ہو —— سریعہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں —— تمہارا تعلق کس شہر سے ہے؟ —— میں انطاکیہ کی رہنے والی ہوں —— یوحنا خاموش ہو گیا۔ اس بار سریعہ نے پوچھا۔ آپ کی آنکھیں اور چہرہ بتاتا ہے کہ آپ بھی عرب ہیں —— اپنے کندھے پر رکھا ہوا انگوچھا درست کرتے ہوئے یوحنا نے کہا۔ ہاں میں عرب ہوں۔ تم میرے ساتھ میرے اوطاق میں آؤ۔ وہاں بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔ سریعہ اس کے ساتھ بولی۔ چلیئے۔

دونوں اوطاق میں داخل ہوئے۔ اندر آتش دان روشن تھا اور اس کے گرد چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر بھاری توشک رکھے ہوئے تھے۔ یوحنا ایک چٹائی پر بیٹھ گیا اور توشک اوپر لیتے ہوئے اس نے سریعہ کو اپنے سامنے دوسری چٹائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سریعہ دوسری چٹائی پر بیٹھ گئی اور اپنے آپ کو توشک میں چھپا لیا۔ یوحنا نے آتش دان کے قریب ہی پڑی ہوئی ایک نوکیلی لکڑی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ تم رابرٹ گوسکارڈ کی طرف سے میرے لیے کیسا پیغام لائی ہو۔ سریعہ نے اپنے گلے سے رابرٹ کی دی ہوئی صلیب اتاری اسے کھولا اور اس کے اندر جو کاغذ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا وہ نکال کر اس نے یوحنا کو تھما دیا اور صلیب دوبارہ گلے میں لٹکا کر وہ بڑے غور سے یوحنا کی طرف دیکھنے لگی تھی ۔ یوحنا نے رابرٹ کا تہہ کیا ہوا پیغام کھولا اور پڑھنے لگا ۔

خط میں رابرٹ گوسکارڈ نے راہب یوحنا سے التماس کی تھی کہ وہ ہر ممکن حد تک سریعہ کی مدد کرے تاکہ وہ اپنی مہم میں کامیاب ہو اور سریعہ کو جرجنت روانہ کرتے وقت اس کے ساتھ اپنا ایک راہب روانہ کرے اور دونوں یہ ظاہر کریں کہ وہ صقلیہ میں مذہبی مقامات دیکھنے انطاکیہ سے آئے ہیں ۔ راہب یوحنا کو اکسانے کی خاطر رابرٹ نے لکھا تھا یہ اہلِ صقلیہ اور نارمنوں کی جنگ نہیں بلکہ ہلال و صلیب اور نصرانیت و اسلام کی جنگ ہے اور اس میں آپ جیسے زاہد، عزلت گیر اور گوشہ پسند لوگوں کو زیادہ اور خلوص کے ساتھ شامل ہونا چاہیئے ۔ رابرٹ کا خط ختم کر کے راہب یوحنا گہری سوچوں میں کھو گیا تھا ۔ وہ جذبات کے کئی رنگوں میں ڈوب ڈوب کر ابھرا تھا اور اس کی حالت سے کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا تاہم سریعہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا —— آپ کہاں کھو گئے ۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ اس سلسلے میں آپ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے —— یوحنا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا ۔ تمہارے سوچنے کا انداز غلط ہے ۔ میں تمہاری یہاں تک مدد کر سکتا ہوں کہ اگر تم میری جان بھی مانگو تو حاضر ہے لیکن جس کام کے لیے تم آئی ہو وہ تمہارے لیے ہولناک تباہی اور بھیانک نتائج کے ساتھ منتج ہوگا ۔ کیا تم نے کبھی آئینہ دیکھا ہے ۔ کیا تمہاری جوانی اور حسن تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے ۔ ابھی تمہاری عمر کچی ہے اور تم نے اس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا ۔ ذرا سوچو جب تم تمیم بن صالح کو قتل کر دو گی تو کیا اس کے حامی تمہیں زندہ رہنے دیں گے ۔ اول تو وہ تمہیں جرجنت سے نکلنے ہی نہ دیں گے اور اگر تم وہاں سے کسی طور بھاگنے میں کامیاب ہو جاؤ تو وہ جگہ جگہ تمہیں تلاش کریں گے اور وہ ایسے لوگ ہیں اگر تم زمین کی [illegible] تہہ میں اتر جاؤ تو وہ وہاں بھی تمہیں پکڑ کر قتل کر دیں گے —— سوچ [illegible] تمہاری جوانی پر ترس آ رہا ہے ۔ میں وہ وقت ابھی سے دیکھ رہا ہوں [illegible] قتل کر کے بھاگو گی اور کوئی تمہارا پرسانِ حال نہ ہوگا ۔ کیا تم

مدد کرو گی کہ تم ساری عمر اس کے حامیوں کے آگے آگے بھاگ کر اپنے لیے زندگی کے ات بچا سکو ۔ جب کہ وہ تمہیں چند ہی روز تک تلاش کر کے ایسی موت گے جس کا تصور ہی انسانی ذہن پر کپکپی طاری کر دے —— یوحنا الفاظ نے سریعہ پر خوف و ہراس طاری کر دیا تھا ۔ بوکھلائی ہوئی آواز میں اس نے سے پوچھا ۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔ آپ میری راہنمائی کیجیئے ۔ اگر میں اپنے مقصد دھورا چھوڑ کر اور ناکام ہو کر واپس گئی تو میرا خیال ہے نارمن مجھے زندہ نہ چھوڑیں ۔ پھر اس نے روتی ہوئی آواز میں کہا ۔ میں عجیب مصیبت اور ذہنی پراگندگی کا رہو گئی ہوں ۔

یوحنا نے کہا ۔ تمہیں کس نے مشورہ دیا تھا کہ تم انطاکیہ سے اپنے آپ کو ہم کے لیے پیش کر دو —— سریعہ کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے —— میں نے اپنے آپ کو نہیں پیش کیا بلکہ وہاں کے حاکموں نے رابرٹ کے پر مجھے ملیطو بھیجا اور وہاں سے رابرٹ نے مجھے راہبہ بنا کر آپ کی طرف روانہ کر دیا —— تو کیا تم پہلے سے راہبہ نہ تھیں —— نہیں —— کیا تم ادی شدہ ہو؟ —— نہیں میں نے ابھی شادی نہیں کی ۔ تم کس کے پاس رہی تھیں —— اپنے باپ اور بھائیوں کے پاس —— وہ کیا کرتے ؟ —— بقال کا پیشہ کرتے ہیں —— یوحنا بڑی تفصیل کے ساتھ یعہ کے متعلق حقائق جاننے لگا تھا ۔ چند لمحوں کے سکوت کے بعد یوحنا پھر بولا —— تمہارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ تم انطاکیہ لوٹ جاؤ اور پہلے کی طرح ئوں زندگی بسر کرو ۔ سریعہ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا اب ایسا بھی ممکن نہیں ہے ں کے حاکموں کو جب میری آمد کی خبر ہو گی تو وہ نارمنوں کو اطلاع کر دیں گے اور ں وہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے ۔ آخر تم چاہتی کیا ہو —— میں کسی صورت یں جانا پسند نہ کروں گی خواہ میں اپنی مہم میں کامیاب ہی ہو گئی کیونکہ رابرٹ سکارڈ نے کہا تھا جب تم اپنی مہم سے کامیاب لوٹو گی تو میں تم سے شادی کرونگا ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ادر میں ایسے مکروہ انسان کی بیوی بننا پسند نہ کروں گی ——— تو کیا تم اپنی
مہم میں کامیاب ہونے جرجنت جانا پسند کرو گی ؛ ——— آپ کا کیا خیال
ہے ! میرے ذاتی خیال کو تم چھوڑ دو ——— کیسے چھوڑ دوں، آپ
ہمدرد، مخلص اور شفیق ہیں جیسے آپ کہیں گے میں ویسے ہی کروں گی ۔

راہب نے اس نوکیلی لکڑی سے جو اس کے ہاتھ میں تھی آتش دان کی آگ کریدتے ہوئے کہا ۔ بہر حال تم کل جرجنت روانہ ہو جاؤ میں اپنا ایک راہب تمہارے ساتھ کر دوں گا جو تمہاری ہر طرح سے حفاظت کرے گا ۔ وہاں چند روز قیام کرکے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنا کہ ایک انسان جو اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک کامیاب ترین متاہلانہ زندگی بسر کر رہا ہو کیا اس کا قتل جائز ہے ۔ اگر تمہارا ضمیر تمہیں اس کی اجازت دے تو تم اسے قتل کر کے انطاکیہ یا ملیطو کی طرف بھاگ جانا اور اگر تمہارا ضمیر اس کی مخالفت کرے تو میرے پاس آ جانا میں ہر طرح سے تمہاری حفاظت و کفالت کروں گا اور سنو جب تم یہاں سے روانہ ہو تو بلرم سے سیدھی جرجنت نہ جانا اس طرح تم مشکوک ہو جاؤ گی کہ تم کسی خاص مقصد کے تحت جرجنت میں داخل ہوئی ہو ——— یہاں سے تم مختلف شہروں سے ہوتی ہوئی وہاں جانا تاکہ لوگ یہی سمجھیں کہ تم صقلیہ کے مذہبی نوعیت کے مقامات دیکھتی ہوئی جرجنت پہنچی ہو ۔ ایسی صورت میں تم پر کوئی شک نہ کرے گا ۔ بہر حال تم فکر نہ کرو ۔ میں تمہارے ساتھ جو اپنا راہب بھیجوں گا اسے سب کچھ سمجھا دوں گا وہ تمہیں کسی الجھن میں نہ پڑنے دے گا ——— سریعہ نے آہ بھرتے ہوئے کہا ۔ کاش ! آپ میرے ساتھ جا سکتے ۔ یوحنا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ۔ میں ضرور ایسا کرتا لیکن تم دیکھتی ہو میری ایک ٹانگ نہیں اور میں اس قدر لمبا سفر نہیں کر سکتا ۔ بہر حال جو راہب میں تمہارے ساتھ روانہ کروں گا وہ بھی تمہارے ساتھ مجھ جیسا ہی سلوک کرے گا ۔

پھر یوحنا کھڑا ہوتا ہوا بولا ۔ ٹھہرو ! میں تمہارے لیے کھانا بھجواتا ہوں
یوحنا اٹھ کر باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد سریعہ یوحنا کے اصطاق میں کھانا کھا رہی تھی

دوسرے روز سریعہ یوحنا کے ایک راہب کے ساتھ دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ۔ وہ دونوں بلرم سے نکل کر کوہ ایرکس کے پہاڑی سلسلے میں سے ہوتے ہوئے ں آئے ۔ یہاں انہوں نے دو روز قیام کیا ۔ یوحنا کا راہب طربیسہ کی بڑی دیکھ بھال ت اور خدمت کر رہا تھا اور انطاکیہ کی حسینہ دل ہی دل میں اس جوان راہب اثر ہو رہی تھی جس کی اگر ایک ٹانگ کٹی ہوئی نہ ہوتی تو بقول اس کے وہ کسی لشکر ر اعظم ہوتا ۔ طرابنش میں دو روز تک قیام کرنے کے بعد سریعہ اس راہب کے مازر روانہ ہوئی اور پھر وہاں سے الشاقہ ہوتی ہوئی وہ جرجنت میں داخل ہو گئی تھی ت وہ شہر میں داخل ہوئے شام ہو رہی تھی ۔ گو جرجنت میں ایک کلیسا تھا، مریعہ نے راہب کے ساتھ اس کلیسا میں قیام کرنے کے بجائے ایک سرائے میں پسند کیا تھا ۔

دوسرے روز سریعہ اپنے اس محافظ راہب کے ساتھ سرائے سے نکلی اور ے گھر پر آکر دستک دی ۔ تمیم اس وقت اپنے دیوان خانے میں طربیسہ، بکر اور کے درمیان بیٹھا باتیں کر رہا تھا ۔ موضوع کوئی نجی تھا اور دونوں میاں بیوی ہنس کر ایک دوسرے کی باتوں کا جواب دے رہے تھے ۔ الماس جب دیوانخانے یا تو تمیم نے پوچھا، دروازے پر دستک کس نے دی ہے ۔ الماس نے متعجبانہ انداز میں کہا ۔ باہر ایک راہب اور راہبہ کھڑے ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ——— کیا تم نے پوچھا وہ کہاں سے آئے ہیں ——— ہاں میں نے ہے وہ بلرم سے راہب یوحنا کے پاس سے آئے ہیں ——— راہب یوحنا سن کر تمیم چونکا اور الماس سے کہا ۔ ان دونوں کو یہیں دیوان خانے میں لے آؤ ۔ نے دیوان خانے کا بیرونی دروازہ کھولا اور سریعہ راہب کے ساتھ اندر داخل تمیم راہب کو پہچان گیا ۔ یہ وہی تھا جو تمیم کو کھانا پیش کیا کرتا تھا ۔ جب وہ ب یوحنا کے پاس انطاکی کلیسا میں ٹھہرتا تھا ۔

راہب تمیم کی طرف بڑھا اور مصافحہ کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اس نے آگے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑھائے ۔ تمیم نے جب اپنا ایک ہاتھ اس کے دونوں ہاتھوں میں دیا تو یوں لگا جیسے
راہب اسے کوئی چیز تھمانے کی کوشش کر رہا ہو ۔ تمیم اندازہ لگا گیا وہ کوئی تہ کیا ہوا
تھا جو راہب اس کو تھمانے کی کوشش کر رہا تھا ۔ تمیم نے غور سے راہب کی طرف
راہب نے ایک آنکھ میچ کر رازداری کا اظہار کیا تھا ۔ تمیم نے وہ کاغذ اپنی مٹھی
بند کر لیا اور راہب نے مسکرا کر اپنے ہاتھ علیحدہ کرتے ہوئے کہا ۔ ہم دونوں
کا تعلق بلرم کے انطاکی کلیسا سے ہے میرا نام مارکوس اور اس کا نام سریعہ
ہم دونوں طرابلس، ماذرا اور الشافہ کے مذہبی مقامات دیکھتے ہوئے یہاں آئے
یہاں ہمارا قیام شہر کی ایک وسطی سرائے میں ہے ۔ یہاں کے لوگوں سے ہم نے
کی تعریف سُنی تو ارادہ کیا کہ ایسے شخص سے ضرور ملنا چاہیے جو ایک وسیع علا
کا والی ہونے کے باوجود ایک عام انسان کی سی زندگی بسر کر رہا ہو ۔ میں حیران
آپ نے جرجنت کے محل میں کیوں قیام نہ کیا ۔ تمیم نے بڑی انکساری سے کہا
لیے یہ سادہ سا حویلی ہی کافی ہے ۔ پھر تمیم نے طریبہ، بکر اور عقیل کی طرف
کرتے ہوئے کہا ۔ یہ میری بیوی طریبہ ہے اور یہ دونوں میرے بیٹے ہیں بکر اور
راہب مارکوس نے جھک کر بکر اور عقیل کو پیار کرتے ہوئے کہا ۔ دونوں بچوں
شکل آپ سے ملتی ہے ۔ تمیم نے ہنستے ہوئے کہا ۔ یہ میری بیوی کی محبت ہے
کی وجہ سے ہے ــــــ آپ بیٹھیں میں آپ دونوں کے لیے کھانے
منگواتا ہوں ــــــ دیوان خانے سے باہر نکلتے ہوئے تمیم نے زور سے
الماس ! الماس ! ــــــ مارکوس اور سریعہ نے اسے منع بھی کیا لیکن وہ
کو پکارتا پکارتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا ــــــ الماس کا انتظار کیے بغیر
کونے میں کھڑے ہو کر تمیم نے اپنی بند مٹھی کے اندر سے تہ کیا ہوا کاغذ نکالا
لگا ۔ اس وقت تک الماس بھی آ گیا تھا اور تمیم کو خط پڑھتے دیکھ کر وہ اس کے
خاموشی سے کھڑا ہو گیا تھا ۔ تمیم خط پڑھنے میں محو رہا ۔ خط راہب یوحنا کا
میں اس نے تمیم کو سریعہ سے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی اور اس کے متعلق بڑی
رکھا تھا ۔

دوبارہ کاغذ تہ کر کے تمیم نے اپنی عبا کے اندر چھپا لیا ۔ سامنے کھڑے الماس نے اب
آقا ! آپ نے مجھے آواز دی ؟ تمیم نے مارکوس اور سریعہ کو سنانے کی خاطر بلند
کہا ۔ ہاں میں نے تمہیں پکارا ۔ مہمانوں کے لیے کھانے کو کچھ لاؤ ۔ الماس حویلی
اندرونی حصے میں چلا گیا ۔ تمیم دوبارہ دیوان خانے میں آ کر طریبہ کے قریب بیٹھ
تھا اور سریعہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا ۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم عرب
ترچھی نگاہوں سے تمیم کو دیکھتے ہوئے سریعہ نے کہا ۔ آپ کا اندازہ درست ہے
تمیم نے یوحنا کے خط کا سہارا لے کر سریعہ کو بوکھلا کر رکھ دیا ۔ اس نے سریعہ
گلے میں لٹکتی ہوئی اس بڑی اور سنہری صلیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
یا جو رابرٹ نے یوحنا سے پیغام رسانی کے لیے استعمال کی تھی ۔ حیرت ہے
رے گلے میں وہی صلیب ہے جو ایک بار پہلے بھی میرے خلاف استعمال ہو چکی
اور اسے استعمال کرنے والی تمہاری طرح ہی ایک حسین لڑکی تھی لیکن اس کا تعلق
ن سے تھا ــــــ تمیم کی بات کاٹتے ہوئے سریعہ نے کہا ۔ میں آپ کا
ب نہیں سمجھی، صلیب آپ کے خلاف کیسے استعمال ہوئی تھی ۔ سریعہ کا رنگ
پیلا ہو گیا تھا تاہم وہ ضبط کی انتہائی کوشش کر رہی تھی ۔ تمیم نے پھر کہنا شروع
۔ سنو میں بتاتا ہوں ۔ آج سے چند برس قبل جب رابرٹ گوسکارڈ اور اس
بھائی راجر کا صقلیہ کے ایک حصے پر قبضہ تھا تو انہوں نے ایک لڑکی جو بے حد
ن تھی مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجی وہ بھی تمہاری طرح راہبہ بن کر آئی تھی ــــــ
یہ کی حالت عجیب ہو رہی تھی اور وہ بڑی فکرمندی سے کبھی تمیم اور کبھی مارکوس
رف دیکھ رہی تھی ۔ تمیم نے اپنی بات جاری رکھی ۔ اس لڑکی کو میری طرف اس
رواز کیا گیا تھا کہ وہ راہبہ ہونے کے باوجود مجھ سے اظہارِ محبت کرے گی اور مجھے شادی
آمادہ کر لے گی ۔ اس کے بعد موقع پا کر مجھے قتل کر دے گی ــــــ طریبہ نے
ہوتے ہوئے انداز میں پوچھا ۔ پھر کیا ہوا ؟ وہ لڑکی کون تھی اور کہاں ہے اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں اس وقت کہاں تھی ——— تمیم نے طریسہ کو ٹالتے ہوئے کہا۔ تم اس روز
العریف میں اپنے عم کے پاس تھی ——— سریعہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہو
کہا ۔ ایک ہی قسم کی کئی صلیبیں ہو سکتی ہیں اور پھر آپ کی نگاہیں دھوکا بھی
سکتی ہیں ——— تمیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ تمیم بن صالح کی نگاہیں دھوا
نہیں کھا سکتیں اگر میرا اندازہ درست ہے تو یہ صلیب رابرٹ گوسکارڈ کی ہے
یہ اندر سے کھوکھلی ہے اور ایک طرف سے دبانے پر صندوق کی طرح کھلتی ہے
اور اس کے اندر کاغذ چھپا کر اس صلیب سے رابرٹ کے دشمنوں کے خلاف پیغا
رسانی بھی کی جاتی ہے ۔

طریسہ طوفان کی طرح اٹھی اور سریعہ کے گلے سے اس نے وہ صلیب ایک جھٹکے
سے اُتار کر کہا ۔ میں خود اس صلیب کو دیکھتی ہوں جو میرے شوہر کے لیے خطرہ
سکتی ہے ۔ طریسہ نے جب ایک طرف سے صلیب کو دبایا تو وہ صندوق کی طرح کھل
گئی اور اندر سے کھوکھلی تھی ۔ طریسہ نے اپنی قہر برساتی آنکھوں سے سریعہ کو گھورتے
ہوئے کہا ۔ یہ صلیب ویسی ہی ہے جیسی میرے شوہر نے بیان کی ہے ۔ بتاؤ تم
کون ——— طریسہ اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکی اور تمیم نے اس کے منہ پر ہاتھ
رکھ کر اسے خاموش کر دیا تھا ۔ طریسہ نے ایک جھٹکے سے تمیم کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے
ہوئے کہا ۔ مجھے پوچھنے دیجئے یہ کون ہے، کہاں سے آئی ہے اور کس کے کہنے پر یہ تم
گھر کو اجاڑنے، مجھے برباد کرنے اور میرے بچوں کو ویران کر دینے پر آمادہ ہوئی ہے
——— تمیم نے پیار سے طریسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ تم چُپ رہو طریسہ !
طریسہ رو پڑی، میں کیوں چُپ رہوں ۔ میرے سامنے میرے گھر کو آگ دکھانے کی کوشش
کی جا رہی ہے میں کیسے خاموش رہوں ——— تمیم نے طریسہ کا بازو پکڑ کر پیچھے
ہٹاتے ہوئے کہا ۔ تم آرام سے یہاں بیٹھو، میں خود بات کر دوں گا ۔ اب تم نے بولنا
نہیں ہے ۔ طریسہ بچاری ایک وفا شعار اور محبت کرنے والی بیوی کی حیثیت سے
جہاں تمیم نے اسے بٹھایا تھا وہیں بیٹھ گئی ۔ بکر اور عقیل جو اس گفتگو سے پریشان ہو

تھے اپنی جگہ سے اٹھے اور طریسہ کی گود میں آکر بیٹھ گئے ۔ طریسہ ان کے سروں پہ ہاتھ
پھیرتے ہوئے انہیں پیار کرنے لگی تھی ۔ تمیم نے طریسہ سے صلیب لے کر دوبارہ سریعہ
کے گلے میں ڈال دی اور پھر دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے الماس کو پکارتے ہوئے کہا۔

الماس ! الماس ! کہاں کھو گئے ہو ۔ جلدی آؤ ۔ پھر مغرب کی نماز کا وقت
ہونے والا ہے ۔ حویلی کے اندر سے الماس کی آواز سُنائی دی ——— میں آرہا
ہوں آقا ! تمیم دوبارہ سریعہ کے سامنے اور طریسہ کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا تھا ۔ کمرے
میں گہرا سکوت اور ساطع و قاطع خاموشی چھا گئی تھی ۔ تھوڑی دیر بعد الماس کمرے
میں داخل ہوا ۔ وہ کھانے کے برتن اُٹھائے تھا جو اس نے سریعہ اور راہب مارکوس کے
سامنے رکھ دیئے ۔ سریعہ پہلے تو کھانے سے انکار کرتی رہی لیکن تمیم کے اسرار اور شفقت
بھری پیش آنے پر وہ مان گئی ۔ اور یوں دیوان خانے میں تمیم، طریسہ، مارکوس،
سریعہ، رتوسہ اور بکر و عقیل اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے ۔

کھانے کے بعد جب سریعہ نے رخصت ہونا چاہا تو تمیم نے آگے بڑھ کر اس
کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے لطف و مہربانی سے کہا ۔ تم دونوں اس گھر کے مہمان
ہو۔ اب تم سرائے میں نہ رہو گے ۔ جتنے روز تم جرجنت میں ٹھہرنا چاہو تمہارا قیام میرے
ہاں رہے گا ۔ اگر تم نے میری اور میری بیوی کی باتوں کا بُرا مانا تو میں اپنے اور اس کے
ان الفاظ واپس لیتا ہوں ۔ یاد رکھو یہ زندگی چند روزہ اور مستعار خدا کے ہاتھ میں
ہے ۔ اگر اسے منظور رہے کہ میں زندہ رہ کر اپنی قوم کا دفاع کر دوں تو دُنیا کی کوئی طاقت
مجھے اس راہ سے ہٹا نہیں سکتی اور اگر اس نے میری قسمت میں ایسی بدنصیبی کی موت ہی
لکھ دی ہے تو لوح مقدس کے اس نوشتے کو ٹالا نہیں جا سکتا ——— تمیم رُک کر
خاموش ہو گیا کیونکہ قریبی مسجد میں مغرب کی اذان ہو رہی تھی ۔ تمیم اور طریسہ دونوں
اُٹھ کر باہر نکل گئے ——— دونوں وضو کر کے واپس آئے اور دیوان خانے
میں ہر فکر سے بے نیاز ہو کر وہ مغرب کی نماز ادا کرنے لگے تھے ۔ الماس نماز کے لیے
مسجد جا چکا تھا ۔ سریعہ حیران و پریشان تمیم اور طریسہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی جو بڑے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خضوع وخشوع اور عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے رب کے حضور سربسجدہ ہو رہے تھے۔

○

تمیم کے اصرار پر مارکوس اور سریعہ کو اس رات ان کے ہاں ہی قیام کرنا پڑا تھا۔ ان دونوں کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا تھا اور الماس کو تاکید کی گئی تھی کہ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھے۔ رات جب سریعہ سونے کے لیے جانے لگی تو اس نے بڑی رازداری کے ساتھ مارکوس سے کہا کیا ایسے شخص کو قتل کیا جا سکتا ہے جو اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسی رواداری و خیر خواہی کا ثبوت دے۔ ابن مریم کی قسم میں اپنا سر تو کٹوا سکتی ہوں پر ایسے شخص پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتی میں اب اسے اپنا دشمن نہیں محسن سمجھتی ہوں جس نے یہ جان لینے کے باوجود کہ میں اسے قتل کرنے کے ارادے سے آئی ہوں مجھے معاف ہی نہ کیا بلکہ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ ورنہ ایسا جرنیل جس سے رابرٹ گوسکارڈ اور راجر جیسے کوہ پیکر انسان کانپتے ہوں اور جس نے جنگوں میں اپنے ہزاروں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو میری گردن اڑاتے ہوئے کیونکر ہچکچاہٹ و پابندی محسوس کر سکتا تھا یہ اس کی احسانمندی اور فراخدلی ہے کہ میں زندہ ہوں ـــــ سریعہ خاموش ہو گئی تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔

دوسرے روز جب تمیم فجر کی نماز کے بعد مسجد سے گھر لوٹا تو اس نے دیکھا راہب صحن کے ایک کونے میں منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ تمیم اس کے قریب آیا اور بشاش لہجے میں پوچھا۔ رات آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ راہب نے منہ پونچھتے ہوئے کہا تمیم بن صالح کا گھر ہمارا اپنا گھر ہے یہاں ہمارے لیے "تکلیف کیسی؟" ـــــ سریعہ کہاں ہے؟ ـــــ وہ الماس کے ساتھ باہر گئی ہے۔ تمیم نے پریشان ہو کر پوچھا۔ کدھر گئی ہے ـــــ تمیم کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے راہب نے کہا ـــــ آپ کے اخلاق نے اسے اپنا آپ بدل دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ واپس آ کر وہ خود ہی آپ کو بتائے گی کہ وہ کہاں سے آ رہی ہے۔ طریبہ بھی صحن میں نکل آئی تھی اور دونوں بچوں کے منہ ہاتھ دھلانے لگی تھی ـــــ اسی وقت الماس اور سریعہ

یں داخل ہوئے۔ تمیم اور طریبہ حیران رہ گئے، سریعہ اب راہبہ کے لباس میں نہیں عرب لڑکیوں کا روائتی لباس پہنے ہوئے تھی۔ جب وہ قریب آئی تو تمیم نے س کی بغل میں قرآن پاک تھا اور اس کے گلے میں وہ سنہری صلیب نہ تھی۔ قبل ے تمیم اس سے کچھ پوچھتا سریعہ نے اپنی عبا کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ سنہری صلیب اور اسے راہب مارکوس کو تھماتے ہوئے کہا۔ مقدس راہب! یہ صلیب لے یں تمہیں تحفتاً دیتی ہوں۔ تم ایک نیک دل انسان ہو جس نے بلرم سے ت تک میری حفاظت کی اور میرے ساتھ بہترین سلوک کیا۔ اس صلیب سے رشتہ اب کٹ چکا ہے۔ میں اب مسلمان ہوں اور میں نے اپنا رشتہ اب اس عظیم ے جوڑ لیا ہے جو اللہ کا آخری رسولؐ ہے اور جس نے اپنی پاک اور شستہ نوازی سے ے عرب کے ریگ زاروں اور کوہ فاران کے ذروں کو روشن و تابناک بنا ا ـــــ

تمیم نے تعجب سے پوچھا کیا تم اسلام قبول کر چکی ہو؟ سریعہ نے بڑی آہستگی نہ ادا سے کہا، اس کی آواز میں دلکشی اور اسرار خیزی تھی ـــــ صبح میں راہب مارکوس سے مشورہ کیا تھا پھر میں الماس کو لے کر جرجنت کے قاضی کے لئی اور ان کے مقدس ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ سریعہ کو دیکھتے ے طریبہ کے چہرے پر جو افسردگی اور بیزاری تھی وہ جاتی رہی اور وہاں ہمدردی کی دلکشی جوت تھی۔ اچانک سریعہ تمیم کے قدموں پر گرتی ہوئی بولی۔ آپ معاف کر دیں۔ میں واقعی رابرٹ گوسکارڈ کے ایما پر آپ کو قتل کرنے آئی لیکن آپ کے سلوک اور اخلاق کے علاوہ جب رات میں نے آپ دونوں میاں ی کو اکٹھے نماز پڑھتے دیکھا تو میں بے حد متاثر ہوئی تھی۔ خاص کر آپ کا اس ا اپنے رب کے حضور سربسجدہ ہو جانا جب کہ میری طرف سے آپ کو جان کا خطرہ آپ نے میرے خوف کو نظرانداز کر کے نماز ادا کی حالانکہ میں اس وقت آپ کے پیچھے ہوئی تھی اور آپ پر حملہ کر سکتی تھی ـــــ تمیم فوراً پیچھے ہٹ کر کھڑا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو گیا تھا اور بڑے خواب انگیز سے لہجے میں کہا۔ اب جب کہ تم مسلمان ہو چکی ہو تم
ملت کی بہن ہو اور ہمارے لیے محترم اور قابلِ احترام ہو ——— سربیعہ نے
کی طرف رُخ کر کے ملتجی ہو کر کہا۔ آپ بھی مجھے معاف کر دیں۔ طریسہ مسکرانے لگی
——— اب تمہیں معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب تم میرے شوہر کی بہن
اور اس ناطے سے اس گھر کے ساتھ تمہارا ایک رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ اب تمہا
لیے تمہارا پچھلا کوئی عمل قابلِ مواخذہ نہیں رہا۔

سربیعہ اس بار مارکوس کو مخاطب کر کے بولی۔ مارکوس! اب جب کہ
مسلمان ہو چکی ہوں انطا کی کلیسا کا بشپ یوحنا میرے لیے کیا سزا تجویز کرے گا
مارکوس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ اس کا فیصلہ تو بشپ یوحنا یا بادریوں کی
عدالت کرے گی جس کا تقرر بشپ یوحنا کرے گا ——— سربیعہ نے بڑی
کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ سنو مارکوس! میں تمہارے ساتھ آج ہی بلرم روانہ
ہوں گی اور بشپ یوحنا کے سامنے صریحاً اعتراف کر دوں گی کہ میں تمیم کو قتل کر
میں ناکام ہی نہیں ہوئی بلکہ مسلمان بھی ہو چکی ہوں۔ وہ جو چاہے میرے خلاف تاد
کارروائی کرے۔ اگر اس نے انتقاماً مجھے رابرٹ گوسکارڈ کے پاس بھجوا دیا تو وہا
بھی کھڑے ہو کر میں اس کا اقرار کروں گی کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں اور تمیم
صالح میری ملت کا ایسا فرزند ہے جس پر میرے جیسی بہنیں فخر کر سکتی ہیں ———
چند لمحوں تک سربیعہ پر سکوت رہی پھر تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا آپ
یوحنا کے متعلق کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے کہ وہ صقلیہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلا
سازشوں کا جال پھیلا رہا ہے۔ آپ کو قتل کرنے کی سازش میں وہ بھی برابر کا شریک
ہے۔ میں اس خیال کے تحت اس کے خلاف نہیں بول رہی کہ میں اس کے عتاب
بچ سکوں ——— تمیم ہنس دیا۔ تم بشپ یوحنا کو غلط سمجھی ہو، ایک ٹانگ
والا جوان اور حسین راہب تو میری مٹھی میں ہے۔ میں جب چاہوں جدھر چاہوں
اس کا رُخ موڑ دوں۔ اگر تم بلرم جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں''
تمہارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کرے گا۔ تم اسے صرف یہ کہہ دینا میں مسلمان
ہو گئی ہوں اور مجھے تمیم بن صالح نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تو وہ تمہاری عزت
افزائی کے علاوہ تمہاری حفاظت و کفالت کا بندوبست بھی کرے گا۔ سربیعہ نے
ششدر ہو کر پوچھا۔ کیا یہ ممکن ہے ——— تمیم پھر ہنس دیا۔ آزما دیکھو
تو پھر میں آج اور ابھی بلرم روانہ ہوں گی ——— طریسہ آگے بڑھی اور سربیعہ
کے ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔ سب نے مل کر پہلے صبح کا کھانا کھایا۔ پھر سربیعہ مارکوس
کے ساتھ بلرم کی طرف کوچ کر گئی تھی۔

○

ایک روز شام کے وقت سربیعہ راہب مارکوس کے ساتھ بلرم کے انطا کی
کلیسا میں داخل ہو رہی تھی۔ یوحنا کلیسا کے صحن میں ہی کھڑا تھا۔ اس نے بڑے تعجب
سے پوچھا۔ تم اس قدر جلد لوٹ آئی ہو؟ سربیعہ یوحنا کے اوطاق کی طرف جاتی ہوئی
بولی۔ میں آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اتنے میں مارکوس نے وہ صلیب جو
سربیعہ کو رابرٹ نے دی تھی اپنے لباس کے اندر سے نکالی اور یوحنا کی طرف بڑھا دی
یوحنا نے وہ صلیب تھامتے ہوئے سوالیہ اور استفہامیہ نگاہوں سے مارکوس کی طرف
دیکھا۔ مارکوس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے دبے دبے لہجے میں
کہا۔ یہ داستان آپ کی خواہش کے مطابق انجام پا گئی ہے۔ یوحنا نے وہ صلیب لے
لی اور اپنے اوطاق کی طرف آیا اندر سربیعہ پہلے ہی آتش دان کے قریب بیٹھی ہوئی تھی
یوحنا نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ کیا تم اپنے مقصد میں ناکام لوٹ آئی ہو؟
سربیعہ نے غور سے یوحنا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہوں۔
میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ تمیم بن صالح اب میری قوم کا ایک باجبروت فرزند
ہے اور اس کی زندگی مجھے عزیز ہے۔ میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ آپ
کے نقطۂ نگاہ سے میں نے اگر جرم کیا ہے تو میں سزا کے لیے حاضر ہوں ———
یوحنا نے بڑی فراخدلی سے کہا۔ میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ پراگندہ سی آواز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں سریعہ نے پوچھا - آپ مجھے مبارک باد دے رہے ہیں میں تو سمجھتی تھی - میرے مُنہ سے یہ الفاظ سُن کر میرا مُنہ نوچ لیں گے لیکن آپ تو ——— یوحنا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا - تمہیں مبارک باد نہ دوں تو اور کیا کہوں اور پھر مجھ میں اتنی جرأت کہاں کہ تم جیسی حسین لڑکی کا مُنہ نوچ لوں - سریعہ شرما سی گئی اور گردن جھکا لی ——— تمیم بن صالح نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ آپ مجھے سزا نہیں دیں گے - ایسے لگتا ہے جیسے آپ اور تمیم کے درمیان کوئی تعلق اور رشتہ ہو - راہب یوحنا کھو سا گیا تھا - آتش دان کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو گھورتے ہوئے اس نے کہا - ہاں میرے اور اس کے درمیان ایک رشتہ ہے ——— کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ایک بشپ اور مسلم قوم کے ایک مایہ ناز فرزند کے درمیان کیسا اور کون سا رشتہ ہے -

یوحنا نے گہری مگر بھاری آواز میں کہا - میرے اور اس کے درمیان وہی رشتہ ہے جو عدم و نیست، شور و شر، قطع و برید، گرداب و بھنور، ذکاوت و فراست دانائی و زیرکی، عواطف و امیال، حکایت و واقعات اور ——— اور سراب و حطب میں ہے ——— سریعہ نے پریشان ہو کر کہا میں آپ کی اس شاعری کو نہیں سمجھی - کیا میں یہ سمجھ لوں فی الاصل آپ بشپ یوحنا نہیں ہیں - یوحنا نے پھر آتش دان سے اٹھتے شعلوں کو گھورتے ہوئے کہا - کنف معبد کے اندر میں ایک بشپ ہوں لیکن اس سے باہر تم مجھے ایک ناروا و سقیم انسان سمجھ سکتی ہو ——— میٹھی میٹھی نگاہوں سے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے سریعہ نے کہا - کیا تمیم کی طرح میرے اور آپ کے درمیان بھی کوئی رشتہ کھڑا ہو سکتا ہے ——— یوحنا نے چونکتے ہوئے کہا ——— راہب تو تارک الدنیا ہوتا ہے اس سے کسی کا کیا رشتہ کھڑا ہو سکتا ہے ——— سریعہ نے مزاحیہ لہجہ میں کہا لیکن راہب تو اس وقت راہب ہوتا ہے جب وہ کنف معبد میں ہوتا ہے اس سے باہر وہ ناروا اور سقیم انسان ہوتا ہے اور وہ رشتوں کا قائل ہوتا ہے ——— یوحنا نے دلچسپی لیتے

ہوئے پوچھا - تم اس ناروا و سقیم انسان سے کیسا رشتہ قائم کرنا چاہتی ہو - سریعہ نے اس بار اپنی زندگی کی پوری گہرائیوں سے خواب انگیز لہجے میں کہا - وہی رشتہ جو روشنی اور تیرگی میں ہے - جو بحر، کشتی اور طوفان و ناخدا میں ہے ——— یوحنا نے قریب پڑی ایک لکڑی اٹھائی اور اس سے آتش دان کی آگ کو اشتعال دیتے ہوئے پوچھا - کیا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی لڑکی جس کا انتخاب اس کے جمال اور خوبصورتی کے باعث لاکھوں لڑکیوں میں سے کیا گیا ہو ایک معمولی راہب سے محبت کرنے لگے ——— سریعہ نے اعتراض کیا ——— آپ کو معمولی آدمی کون کہہ سکتا ہے - اگر آپ نے یہ الفاظ اس وجہ سے کہے ہیں کہ آپ کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے تو یہ آپ کو اوروں کی نگاہوں میں اور زیادہ قابل توجہ بنا سکتی ہے -

یوحنا چند لحظوں تک خاموش رہنے کے بعد بولا - تم مجھے ان راستوں کی طرف لے جانا چاہتی ہو جن پر میں ایک راہب ہوتے ہوئے سفر نہیں کر سکتا - میں کسی فرسودہ پامال معبد کی طرح اداس اور خاموش تو رہ سکتا ہوں لیکن کسی نوجوان لڑکی کی چاہت کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ راہبانیت اور کسی کی اپنائیت دو متضاد عناصر ہیں سریعہ نے راہب کی کٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا نازک ہاتھ رکھتے ہوئے کہا - کیا آپ نے کبھی آدھی رات کے وقت آسمان پر تابندہ ستاروں کو دیکھا ہے وہ اپنے سے زیادہ منزہ و منور چاند کے ہمراہ رات بھر کیوں سفر کرتے ہیں - کیا آپ نے کبھی جائزہ لیا ہے کہ جب دو وقت آپس میں ملتے ہیں تو اس وقت روشنی اور تیرگی ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں حالانکہ دونوں ہی متضاد عناصر ہیں - اس سے بھی آگے چلیے اور قدرت کے ایک بہترین مظہر کو لیجیے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں کتنے ہی رنگ ہیں جو اپنی انفرادیت کو فراموش کر کے ایک اکائی میں سمٹنے کے بعد اسے قوس قزح کا رنگ دے جاتے ہیں - آخر ایسا کیوں ہے - اگر قدرت کے بہترین مظاہر [illegible] کار فرما ہے تو میں اور آپ بھی اسی قدرت کی تخلیق ہیں - ہم اسے کیوں [illegible] و تخویف کا عمل جان کر فراموش کر دیں - راہب یوحنا نے ہار مانتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا شاید کبھی ایسا وقت آئے کہ مَیں تمہیں یہ کہہ سکوں کہ اب وہ لمحہ آگیا ہے کہ مَیں تمہاری خواہشات پر عمل کر سکوں ——— سریعہ نے اپنی رُوح کی گہرائیوں سے کہا، مَیں اپنی موت تک اس وقت کا انتظار کروں گی ———

راہب نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا - اب اصل موضوع کی طرف آؤ، اپنے مستقبل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ——— سریعہ نے بڑے پیار سے کہا - میرا مستقبل اب آپ کے ہاتھ میں ہے ——— کیا تم صقلیہ سے باہر جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟ ہرگز نہیں جہاں آپ ہوں گے وہاں مَیں رہوں گی - اب مَیں مسلمان ہوں اور صقلیہ ہی میرا وطن ہے ——— یوحنا نے ایک پختہ عزیمت اور ارادے سے کہا - آج کے بعد مَیں تمہاری حفاظت و کفالت کا ذمہ دار ہوں - سریعہ نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا - خدا کی قسم تمیم بن صالح نے بھی کہا تھا کہ بشپ یوحنا تمہاری حفاظت و کفالت کرے گا - خدا کی قسم آپ اور تمیم میں کوئی باطنی رشتہ ضرور ہے یوحنا نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا مَیں کل صبح تمہیں ایک ایسی بستی میں بھیج دوں گا جس کا نام برج البطال ہے اور جو بلرم سے پانچ میل جنوب میں ہے - وہاں تم ایک راہبہ کی حیثیت سے ایک کلیسا میں رہو گی جہاں ایک بوڑھا اور ضعیف راہب ہے - تم اس کی خدمت ایک بیٹی کی حیثیت سے کرنا - کل صبح کسی وقت مارکوس تمہیں وہاں چھوڑ آئے گا اور وہاں تم ——— سریعہ نے یوحنا کی بات کاٹتے ہوئے کہا - اب میں مسلمان ہوں اور ایک راہبہ کی حیثیت سے کلیسا میں کیونکر رہوں گی - یوحنا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا - یہ ایک مجبوری ہے - تم اس وقت تک وہاں رہو گی جس کے انتظار کرنے کا تم نے وعدہ کیا ہے - اس کے بعد مَیں تمہیں وہاں سے نکال لوں گا - سریعہ نے مطمئن ہو کر کہا - پھر مَیں ضرور وہاں رہ کر آپ کا انتظار ——— سریعہ خاموش ہو گئی - مارکوس ان دونوں کے لیے کھانا لایا تھا - دونوں نے مل کر کھانا کھایا، اور دوسرے روز سریعہ راہب مارکوس کے ساتھ برج البطال کی طرف روانہ ہو گئی تھی - یوحنا نے اپنے ایک

ب کے ذریعے رابرٹ گوسکارڈ کو یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ سریعہ اپنے مقصد میں ناکام
ہی ہے اور وہ مصر کی طرف بھاگ گئی ہے -

○

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بازنطینی سلطنت نے رابرٹ گوسکارڈ کی استدعا پر اپنے عظیم جرنیل مینیکس کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ جنوبی اٹلی کی طرف روانہ کر دیا تھا ——— اتربہ کی بندرگاہ پر اُتر کر رابرٹ اور راجر کے پاس ملیطو جانے کی بجائے مینیکس اپنے عظیم بحری بیڑے کے ساتھ ریو کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گیا تھا۔ رابرٹ اور راجر بھی ملیطو سے ریو آگئے۔ یہاں آکر وہ مینیکس سے ملے۔ اس کے لشکر کی رہائش کا انتظام کیا اور پھر اپنی ساری افواج کو انہوں نے ریو میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا اس طرح ریو کی بندرگاہ ایک طرح سے نارمنوں کی فوجی قوت کا مرکز بن گئی تھی۔

صقلیہ کے خلاف نارمنوں کی یہ کاوش اب مذہبی جنگ کی صورت اختیار کر گئی تھی کیونکہ پاپائے روم نے ان گنت تربیت یافتہ پادریوں کو اٹلی، فرانس، سپین اور دوسرے یورپی ملکوں میں پھیلا دیا تھا جو جگہ جگہ صقلیہ کے مسلمانوں کے خلاف نصرانیوں کے جذبات کو بھڑکانے لگے تھے وہ پاپائے روم کے بتائے ہوئے الفاظ کے مطابق رو رو کر لوگوں سے کہتے کہ "عرب وحشی، خونخوار، قزاق اور لٹیرے ہیں اور انہوں نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنت روم کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند دیا ہے اور روم کے مقدس پوپ کو جو نصرانیت کا روحانی باپ ہے اپنا باجگزار بنا لیا ہے اور یہ کہ عرب گرجاؤں کے مقدس پادریوں کا لباس کتوں اور گھوڑوں کو پہنا دیتے ہیں۔ گرجوں میں عیش و عشرت کی محفلیں گرم کرتے ہیں۔ انہوں نے مقدس نا سہائے عشائے ربانی میں اپنے لشکر کی فتح و نصرت کا جامِ صحت تجویز کیا اور عین قربان گاہ کے کنارے مریمؑ کی کنواری اور اچھوتی ننوں کا شیشۂ عصمت چور چور کر دیا" یہ اور ایسے بہت سے الزامات پادری ملک ملک اور قریہ قریہ گھوم کر عربوں پر لگا رہے تھے۔ حالانکہ یہ سب بکواس اور الزام تراشی تھی۔ ہاں یہ درست ہے کہ عربوں نے طوفانی یلغار کر کے پاپائے اعظم کو اپنا باجگزار بنا لیا تھا اور یہ ان کی جرأت اور شجاعت کی انتہا تھی...... یہ وہی عرب تھے جنہوں نے اندھیروں اور جاہلیت میں بھٹکنے والی یورپی قوموں کو تہذیب و تمدّن کا درس دیا۔ وہی عرب جنہوں نے جگہ جگہ علوم و فنون کی مشعلیں روشن کیں جس کی بدولت آج کا یورپ ترقی یافتہ کہلانے کا دعویٰ کرتا ہے...... وہی عرب تھے جو ذمیوں کو اپنے جیسے حقوق دیتے تھے جو اپنے رب کی خوشنودی میں اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دینے کا فن جانتے تھے۔ اور جن کے گھوڑوں کے آگے زمین نے سمٹنا سیکھ لیا تھا۔ آج وہی پادری جو کلیساؤں کے اندر گناہ آلود زندگی بسر کر رہے تھے عربوں کو وحشی اور قزاق کہہ کر بدنام کر رہے تھے۔ اگر عرب ایسے ہوتے تو صقلیہ میں بلرم کا انطاکی کلیسا جس کی دیواریں سونے کی تھیں اور جن پر قیمتی اور نایاب نگینے جڑے ہوئے تھے باقی نہ رہتا۔ یہ عربوں کی پاکبازی اور راست شعاری ہے کہ انہوں نے انطاکی اور ایسے بہت سے کلیساؤں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور وہ ان کے صدہا دورِ حکومت میں اپنی اصل شان و شوکت کے ساتھ جوں کے توں پڑے رہے۔

بہر حال مسیحیت کی پوری مذہبی قوت صقلیہ کے عربوں کے خلاف حرکت میں آچکی تھی۔ یورپ کے گوشہ گوشہ سے صدہا فدایانِ مسیحیت صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ میں حصّہ لینے کے لیے ریو کی بندرگاہ کا رُخ کر رہے تھے جہاں نارمن انہیں باقاعدہ جنگی تربیت دینے لگے تھے۔ دوسری طرف مسلمان بے حمیتی اور غفلت کی گہری نیند سو رہے تھے وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ صقلیہ کن پُرخطر حالات سے دوچار ہے ایک اندھے تماشائی کی طرح خاموش اور پر سکوت تھے۔ آہ یہ کیسا بے ننگ و ناموسانہ رویہ تھا ——— پوری تیاری کرنے کے بعد رابرٹ گوسکارڈ نے ایک بھاری لشکر جو سینکڑوں بحری جہازوں میں سوار تھا ایک تجارتی بحری کاروان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی صورت میں صقلیہ کے جنوب مشرقی جزیرہ مالٹا کی طرف بھیج دیا۔ ایسا ہی ایک دوسرا لشکر تجارتی قافلے کے بھیس میں صقلیہ کے جنوب مغربی جزیرے سارڈینیا کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ یہ ساری حرکات بڑی رازداری کے ساتھ شب کی تاریکیوں میں ہو رہی تھیں اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی کہ مالٹا اور سارڈینیا کی طرف روانہ ہونے والے یہ تجارتی کاروان اصل میں نارمنوں کے عظیم لشکر ہیں۔ اندر ہی اندر سمندر کی پنہائیوں کی دھندلاہٹ میں ایک قوم دوسری قوم کا گلا کاٹنے کے وحشی اور بھیانک فعل کی ابتدا کر چکی تھی۔

جب نارمنوں کے دونوں لشکر مالٹا اور سارڈینیا پہنچ گئے تو رابرٹ، راجر اور بازنطینی جرنیل مینکس نے لاکھوں فدایانِ مسیحیت کے ساتھ اٹلی سے صقلیہ کے دارالحکومت بلرم کی طرف کوچ کیا۔ مسلمان جاسوس ابن البعباع تک یہ خبر تو نہ پہنچا سکے کہ نارمنوں کے دو لشکر جزیرہ مالٹا اور سارڈینیا کی طرف چلے گئے ہیں لیکن انہوں نے راجر، مینکس اور رابرٹ کے لشکروں کی روانگی سے ابن البعباع کو مطلع کر دیا تھا ——— ابن البعباع فوراً حرکت میں آگیا تھا۔ اس نے ساریہ کے ساتھ مل کر شہر کے دفاعی حصار کو مضبوط کرنا شروع کر دیا تھا اور تیز رفتار نامہ بروں کے ذریعے اس نے تمیم کو بھی بلرم طلب کر لیا تھا۔

○

تمیم نے اپنے لشکر کا ایک حصہ سالم بن عطاف کی سرکردگی میں مازرے سے سرقوسہ تک پھیلے ہوئے ساحل کی حفاظت پر مامور کیا اور ایک معتدبہ حصے کے ساتھ وہ طوفانی یلغار کرتا ہوا بلرم کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ صقلیہ میں ایک بار پھر آشوب ناک اور پُرآزمائش دور شروع ہوگیا تھا۔ بلرم کی طرف جاتے ہوئے تمیم ابھی قصریانہ شہر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس شاہراہ پر جو بلرم سے قصریانہ کی طرف آتی تھی دور ہیولے کی شکل میں ایک سوار آتا دکھائی دیا جب وہ نزدیک آیا تو انہوں نے دیکھا وہ سوار ایک جوان سال عرب تھا اور تمیم کے لشکر کو دیکھتے ہی وہ اپنے سر سے عمامہ اتار کر اسے ہوا میں لہراتے ہوئے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ تمیم نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ بلرم کی طرف سے آنے والا عرب سوار تمیم کے قریب آیا اور اپنی سانسوں کو درست کرتے ہوئے بدحواسی میں اس نے کہا۔ میرے آقا! میں آپ کے لیے ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ آپ کا جرجنت ہی نہیں مازرے سے لے کر سرقوسہ تک سارا سمندری ساحل اور اس کے شہر خطرے میں ہیں۔ ہم دشمن سے دھوکا کھا چکے ہیں۔ نارمنوں کے دو لشکر مالٹا اور سارڈینیا سے اٹھ کر جرجنت پر حملہ آور ہوگئے ہیں۔ بلرم میں یہ خبر ایک ایسے جاسوس نے پہنچائی ہے جس نے اپنی آنکھوں سے نارمن لشکر کو صقلیہ کے جنوبی حصے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرے پاس آپ کے نام ابن البعباع کا ایک خط بھی ہے شاید اس میں آپ کو مکمل حالات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس قاصد نے اپنی عبا کے اندر سے ایک کاغذ نکال کر تمیم کو تھما دیا۔ تمیم نے کاغذ کھولا اور پڑھنے لگا۔ وہ ابن البعباع کا مہر شدہ خط تھا۔

"تمیم! میرے بیٹے! میرے بچے! جہاں تمہیں میرا خط ملے وہیں سے واپس جرجنت لوٹ جاؤ۔ نفس پرست نارمن بڑی تیزی کے ساتھ مالٹا اور سارڈینیا سے اٹھ کر تمہارے علاقے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ تمہیں مجھ سے علیحدہ محاذ پر مصروف کر کے مجھے اپاہج اور مفلوج کرنا چاہتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں جب تم تباہ کن طوفان بن کر ان پر نازل ہوگے تو وہ تمہارے آگے آگے بھاگتے ہوئے اپنی کتاب زندگی کے بدترین نوشتے پڑھ رہے ہوں گے۔ میرے بیٹے! صقلیہ کے آسمان پر دو منحوس ستارے نمودار ہوئے ہیں ایک ابن ثمنہ جس نے نارمنوں کو صقلیہ آنے کی ترغیب دی۔ دوسرا ابن حواس جس نے اپنی بد اندیشی سے ہمیں افریقہ سے منقطع کر دیا۔ ماضی میں قدرت ہمیں بار بار متنبہ کرتی رہی پر ہم نے اپنی آنکھیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بند رکھیں۔

واپس لوٹ جاؤ میرے بچے! تم جس آنے والے عرصۂ محشر سے مجھے متنبہ کیا کرتے تھے وہ آن پہنچا ہے۔ قبل اس کے کہ نارمن ہماری علف زاروں اور چراگاہوں کو اُجڑی ہوئی کارواں سراؤں میں بدل دیں، واپس پہنچ کر خود دشمن پر اپنی آہنی ضرب لگاؤ۔ میں جانتا ہوں جب تم اپنے روایتی انداز میں اپنے عدو کے سروں پر مہر عالمتاب بن کر چمکو گے تو وہ ہر مباح کو اپنے لیے غیر مباح تصور کرنے لگے گا مجھے بلرم میں بھی تمہاری استمداد کی ضرورت ہے اور مجھے امید ہے تم اپنی سرحدوں کو محفوظ کر کے بہت جلد بلرم پہنچنے کی کوشش کرو گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ آہ! یہ انتظار بھی کس کرب کا انتظار ہوگا ——— ہمارے لیے یہ بدقسمت ترین اور جان گسل لمحات ہیں۔ نارمن اپنے پورے فند و فریب سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے تم جیسا حب وطن اور شجاعت کے سنگم جیسا مجاہد اپنی طوفانی یورش کے ساتھ ان کے اندر سے سرخرو ہو کر ابھر جائے گا۔ میرے صحرا کے فرزند! تم پہ ہزاروں سلام۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

خط پڑھنے کے بعد تمیم پر ایک جذباتی ہیجان برپا ہوگیا تھا۔ وہ آزردہ خاطر ہوگیا تھا اور چہرے پر یاس و قنوط کی زردیاں بکھر گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموشی سے خط کی تحریر دیکھتا رہا، یوں لگتا تھا اس کے ہونٹ پتھرا گئے ہوں اور زبان کو تالا پڑ گیا ہو۔ پھر تمیم نے دیکھا۔ ابن البعاع کے خط پر جگہ جگہ دھبے تھے۔ تمیم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آنسوؤں کے دھبے ہیں جو خط لکھتے لکھتے ابن البعاع کی آنکھوں سے نکلے ہوں گے ——— ایک دم تمیم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آگیا اور اس کی آنکھیں شعلے برسانے لگی تھیں۔ اس نے ابن البعاع کے آنسوؤں کو چومتے ہوئے اپنی قہر آلود آواز میں کہا۔ میرے آقا! ابتدائے آفرینش سے نارمنوں جیسے باؤلے کتے اللہ کی راہ میں لڑنے والوں پر بھونکتے چلے آئے ہیں۔ میرے محترم! میں بہت جلد اپنے دشمنوں سے نمٹ کر تمہاری مدد کو آؤں گا۔ میرے آقا! تمیم بن صالح اس مصیبت میں تمہیں کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہے ——— تمیم نے اپنے گھوڑے کا رُخ موڑا اور اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے اپنی گونجتی آواز میں کہا ——— میرے حریت پسند ساتھیو! ہم واپس کوچ کر رہے ہیں۔ دشمن صقلیہ کے جنوبی حصے پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ جرجنت خطرے میں ہے۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ جنگلی غزال کی طرح چوکڑیاں بھرتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ لشکر کے گھوڑے بھی اس کے پیچھے آسمان سے باتیں کرنے والی دھول اڑاتے ہوئے واپس بھاگ رہے تھے۔

تمیم اپنے لشکر کے ساتھ جب قلعہ بلوط کے پاس سے گزر کر جرجنت کی طرف جانے والی شاہراہ کا رُخ کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ راستے میں پڑنے والی بستیاں اُجڑی پڑی تھیں۔ جگہ جگہ لاشیں نظر آرہی تھیں اور آسمان پر گدھ منڈلا رہے تھے۔ شاید نارمن اپنا کام کر چکے تھے۔ لشکر جب اور آگے بڑھا تو ایک سوار آتا دکھائی دیا جو اپنا سُرخ رنگ کا گھوڑا دوڑاتا آرہا تھا۔ جب وہ نزدیک آیا تو تمیم اسے پہچان گیا۔ وہ سالم بن عطاف کا ایک نائب تھا۔ تمیم نے اپنے گھوڑے کو اسی طرح بھگاتے ہوئے اس سوار کو واپس مڑنے کا اشارہ کیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو موڑ لیا اور جب وہ تمیم کے قریب آیا تو تمیم نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔ راستے میں جگہ جگہ نظر آنے والی لاشیں مجھے بہت کچھ کہہ چکی ہیں کیا تم اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو؟ ——— اس سوار نے اپنی آنکھوں کی نمی اپنے عمامے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! نارمن قلعہ بلوط اور جرجنت کے ارد گرد کی ساری بستیاں تباہ و ویران کر کے جرجنت کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ وہ شاید اس انتظار میں تھے کہ آپ کب بلرم کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ آپ کے کوچ کرنے کے دوسرے روز ہی وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہم پر حملہ آور ہو گئے۔ سالم جرجنت میں محصور ہو کر دفاع کر رہا ہے۔ اہل جرجنت بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ شہر کی مسجدوں میں ہر روز آپ کی واپسی کی دُعائیں مانگی جا رہی ہیں ــــــ تمیم نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔ اس کے ہونٹ خشک اور منجمد ہو گئے تھے اس کے چہرے پر عجیب سے کرب و اضطراب کا اظہار تھا۔ وہ خاموش تھا جیسے وقت کے نامساعد حالات نے اس کی قوتِ گویائی چھین لی ہو۔ جب جرجنت پانچ میل کے فاصلے پر رہ گیا تو تمیم نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس نے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور اسے اپنے ایک نائب کی سربراہی میں انہیں ہدایت کی کہ وہ جرجنت میں ایک لمبا کاواکاٹ کر سمندر کی طرف چلے جائیں۔ اگر وہاں نارمنوں کے جہاز کھڑے ہوں تو اُن سے پہلو تہی کر کے ایک طرف ہو جانا۔ اس وقت تک میں نارمنوں پر حملہ آور ہو چکا ہوں گا۔ تم لوگوں نے سمندر کے کنارے رُکنا نہیں فوراً پلٹ کر سمندر کی طرف سے حملہ آور ہونا ہے اور سب سپاہی شور کرتے آئیں گے کہ ہم اس لشکر کا ہراول دستہ ہیں جو بلرم سے اہلِ جرجنت کی مدد کے لیے جرجنت کے ساحل پر لنگر انداز ہو چکا ہے ــــــ تم لوگ بلند آوازوں میں یہ بھی شور کرنا کہ ابن البعباع اور ساریہ نے رابرٹ، راجر اور منیکس کو بلرم سے باہر ایک کھلے میدان میں شکست دے کر ان کے سارے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس طرح نارمن لشکر کو ہم ان کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک دینے میں کامیاب ہو جائیں گے ــــــ وہ نائب اپنے حصے کے سپاہیوں کے ساتھ مغرب کی طرف سے ایک لمبا اور طویل کاواکاٹتا ہوا سمندر کی طرف بڑھ گیا تھا جب کہ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ سیدھا جرجنت کے رُخ پر تیز طوفان کی طرح آگے بڑھتا تھا۔

سالم بن عطاف جرجنت شہر کے مشرقی دروازے کے بُرج پر کھڑا اپنے سپاہیوں کو ہدایات جاری کرنے کے علاوہ ان کے حوصلے بھی بڑھا رہا تھا جو پچھلے کئی روز سے نارمنوں کے سامنے سیسے کی دیوار بن کر کھڑے تھے۔ شہر کی فصیل اور بُرجوں سے نارمنوں پر زہریلے

تیر برسائے جا رہے تھے۔ جرجنت کی بھٹیاں دن رات لوہے کو پگھلا کر تلواروں، ڈھالوں اور زہریلے تیروں کی شکل دے رہی تھیں اور لڑنے والے سپاہیوں کے پاس تیروں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے۔ اس کام کے لیے شہر کے مرد عورتیں اور بچے سبھی شامل ہو گئے تھے۔ اچانک سالم کی نظر جب شمال کی طرف اُٹھ گئی تو اس نے دیکھا شمالی اُفق پر گرد کے بادل اُٹھ اُٹھ کر آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ سالم کے چہرے پر مسرت امید کی لہریں بکھر گئیں اور وہ بڑے شوق سے گرد کے اس بادل کو دیکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس گرد کے اندر سے تمیم اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا وہ اپنے لشکر کے آگے لال آندھی اور کوندتی بجلیوں کی طرح جرجنت سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

سالم چلا چلا کر اہلِ شہر سے کہنے لگا ــــــ اہل جرجنت! آقا آ گئے ہیں۔ اگر تم لوگوں کو میری بات پر یقین نہ ہو تو شمال کی طرف دیکھو آقا نارمنوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ شہر کے مرد اور عورتیں فصیل پر چڑھ کر تمیم کے لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں طریسہ بھی تھی اور وہ بڑے اضطراب سے اپنے شوہر کو حملہ آور ہوتے دیکھ رہی تھی۔ سالم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ بارِ الٰہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے صقلیہ کے بیٹے کو جرجنت کی حفاظت کے لیے بھیج دیا ہے۔ تو بڑا بے نیاز ہے میرے اللہ! ــــــ

نارمن لشکر کے قریب آ کر تمیم کا سر اپنے گھوڑے کی زین پر جھک گیا تھا اور اس نے غم انگیز آواز میں اپنے رب سے دُعا کی ــــــ ”اے میرے اللہ! دشمن کے کبر و بطر کے سامنے مجھ خاکسار و کمترین کو سرفراز رکھنا۔ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے مجھے تیری نصرت و تائید کی تلاش و تعب ہے۔ میں بندۂ نابکار تجھ سے اپنی قوم کی بہتری کے لیے فریاد کناں ہوں“ ــــــ پھر تمیم نے اپنا جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھایا، اس کی گردن سیدھی اور چھاتی تن گئی تھی۔ پھر صقلیہ کے اس نگہبان نے مادرِ صقلیہ کے دفاع میں اپنا دینی مانوس اور روایتی لاتذر کا نعرہ مار جس کے جواب میں اس کے لشکر نے اللہ اکبر کی فسوں ساز و سحر خیز صدائیں بلند کیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور پھر تمیم اپنے لشکر کے ساتھ اپنی پوری مہلک تلخیوں کے ساتھ دوپہر کی تیز و تند باؤ اور لپکتے شعلوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ تمیم کے حملہ کرنے میں اس قدر سختی اور جودت و تیزی تھی کہ وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ نارمن سپاہیوں کو کاٹتا ہوا ان کے قلب تک جا پہنچا تھا۔ اسی لمحے شہر کے دروازے کھلے اور سالم اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پورے انتقامی جذبوں کے ساتھ نارمنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ رزم گاہ اور جنگ کا میدان بُری طرح کراہ اُٹھا تھا۔

ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ تمیم کے وہ ہزاروں سوار جنہیں اس نے سمندر کی طرف بھیج دیا تھا اونچی اونچی آوازوں میں شور کرتے ہوئے نارمنوں پر حملہ آور ہو گئے ——— "ہم اس لشکر کا ہراول دستہ ہیں جو بلرم سے اہلِ جرجنت کی مدد کے لیے آیا ہے اور ساحل سمندر پر لنگر انداز ہو چکا ہے۔ ابن البعباع اور ساریہ نے بلرم سے باہر ایک کھلے میدان میں راجر، رابرٹ اور منیکس کے متحدہ لشکر کو شکست دے کر ان کے لشکروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب اس میدان میں بھی ہم نارمنوں کے اس لشکر کا ویسا ہی حشر کریں گے" ——— مسلمانوں کے ان الفاظ نے نارمنوں پر خاطر خواہ اثر کیا اور ان میں بدحواسی اور اختلاجِ قلب کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ جس وقت جنگ کا الاؤ اپنی پوری قہر مانیت کے ساتھ روشن ہو گیا تھا تمیم اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اس کے محافظ دستوں نے اس کے گرد ایک حصار بنا لیا تھا۔ اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے تمیم نے اپنی آواز کی پوری قوت سے کہا۔

"مجاہدو! نارمن طوفان اپنا پورا زور ختم کر چکا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔ ان پر ایسی ضرب لازب لگاؤ کہ یہ تمہارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔ آج اگر تمہارے انتقام کی آگ سرد پڑ گئی تو یہ نارمن ہماری عورتوں کو منڈیوں میں بیچیں گے اور ہماری حالت ان بکریوں جیسی ہو گی جو بھیڑیوں کے آگے بھاگ رہی ہوں اور

یاد رکھو بکری کا احتجاج بھیڑیے کی خون آشام فطرت نہیں بدل سکتا۔
تمیم چند لمحوں کے لیے رکا پھر ایک سحر بیاں خطیب، آتش نوا شاعر اور فسوں خیز رجز خوان کی طرح اس کی آواز گونجی ——— میرے ساتھیو! اس جشنِ مقتل میں رومنوں کو کانچ کے پیکر سمجھ کر توڑتے چلے جاؤ۔ تمیم اذان سحر جیسے سوز میں ایک پُرجوش بیان و خوش کلام مبلّغ کی طرح بولے جا رہا تھا اور اس کے سپاہی تحسین و تہلیل کے نعرے لگاتے ہوئے نارمنوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے طوفان کی شکل اختیار کر گئے تھے۔

جنگ اب شورشِ محشر کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ تمیم اس ٹیلے سے نیچے اترا اور اپنے خونخوار محافظ دستوں کے ساتھ وہ نارمنوں کے قلب میں اس طرف بڑھا جہاں نارمنوں کا سالار اپنے محافظوں کے سیلاب میں لڑ رہا تھا۔ مسلمان بپھر گئے تھے۔ سپاہیوں نے جب تمیم کو نارمن سالار سارس کی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ جان گئے تھے کہ ان کے سالار کا مدعا کیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اس طرف پوری یورش دکھائی جس طرف تمیم بڑھ رہا تھا۔ ایک سیلاب تھا جو اس طرف اُمڈ پڑا تھا۔ تمیم جب لڑتا ہوا سارس کے قریب پہنچا اور اس کے محافظ دستے سارس کے محافظ دستوں پر ٹوٹ پڑے تھے تو سارس نے وہاں سے کھسک کر اپنے میمنہ کی طرف بھاگ جانا چاہا۔ وہ تمیم کے ساتھ مقابلے سے پہلوتہی کر رہا تھا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ جو بھی مبارز اور جنگجو صقلیہ کے اس فرزند کے سامنے آیا تھا اس نے ہمیشہ اپنے خون میں ڈوب کر ہزیمت اٹھائی تھی لیکن اب یہاں سے بھاگ نکلنا آسان نہ تھا۔ اس کے اردگرد مسلمان سپاہی موت کا بھیانک کھیل شروع کر چکے تھے اور تمیم اس کے سپاہیوں کو کاٹتا ہوا اس طوفان کی طرح اس کے سر پر آ رہا تھا جس نے اپنے گمنام اور تاریک ٹھکانوں سے نکل کر آسمان کے سارے آفاقی کناروں کو سُرخ کر دیا ہو۔ سارس تمیم سے خوفزدہ تھا۔ اسے علم تھا یہ وہی تمیم بن صالح ہے جس نے ان کے جرنیل ہاکس کو کھلے میدان میں، کورنیل کو سینا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی بندرگاہ پر اور اس کے جنگجو بھائی تھیوس کو ایک پہاڑی سلسلے کے اندر رسوائی اور ذلت کی موت مار دیا تھا ـــــــ سائرس اور تمیم کے درمیان جب کوئی نارمن محافظ نہ رہ گیا تو تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کی طرف بڑھا۔ سائرس کے سامنے اب مقابلہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا وہ مجبوراً اور جبراً تمیم کے ساتھ موت کا کھیل کھیلنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ نارمن اور مسلمان سپاہی لڑتے لڑتے اپنے دونوں سالاروں کی طرف دیکھنے لگے تھے جن کی ہار اور جیت پر اب اس جنگ کا دارومدار تھا۔ سائرس نے تمیم پر ایک نفسیاتی اثر ڈالنے کی خاطر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خود آگے بڑھ کر تمیم پر حملہ آور ہوا۔ تمیم جانتا تھا یہ کھوکھلی خودداری اور ظاہری رکھ رکھاؤ تھا لہٰذا وہ سائرس کی ہر حرکت کو نظر انداز کرتا ہوا اس کے قریب آیا اور اپنی بارعب غراتی آواز میں کہا۔

سائرس! میں جانتا ہوں رابرٹ گوسکارڈ اور راجر دونوں بھائیوں نے تمہیں قربانی کا بکرا بنا کر اس محاذ پر روانہ ـــــــ تمیم اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا کہ سائرس نے اس پر حملہ کر دیا۔ تمیم اپنی جگہ چوکس اور مستعد تھا اپنی ڈھال پر سائرس کے حملے کا دفاع کرنے کے بعد اس نے جوابی حملہ کیا اس تیزی، جودت، چالاکی اور فراست کے ساتھ کہ دن کے وقت بھی سائرس کو ستارے نظر آ گئے تھے ـــــــ تمیم اب ایک طوفان کی شکل اختیار کر گیا تھا اور ایسے خطرناک وار سائرس پر کرنے لگا تھا۔ جن کا دفاع اس کے لیے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو رہا تھا۔ تمیم اب سائرس کو اپنے آگے یوں دھکیل رہا تھا جیسے کوئی انجانی ماورائی قوت اس کے پاؤں تلے سے زمین سرکا کر اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہی ہو۔ اچانک تمیم نے سائرس کی توجہ نفس الامر سے ہٹانے کی خاطر اپنی دھاڑتی آواز میں چلا کر کہا اپنی گردن بچاؤ سائرس! اس کے ساتھ ہی تمیم نے اس کے سر پر اپنی وزنی ڈھال ماری۔ سائرس سخت بوکھلا رہا تھا تاہم اس نے تمیم کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روکا لیکن وہ دھوکا کھا گیا تھا اپنی ڈھال کی اوٹ میں تمیم نے اپنی برندہ تلوار بھی اس پر برسا دی تھی اور سائرس کی بدقسمتی کہ وہ حملے کے اس انداز کو سمجھ نہ پایا اور تمیم نے اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ کر رکھ

دی تھی۔

جن مسلمان سپاہیوں نے سائرس کو تمیم کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھ لیا تھا، انہوں نے جنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر پھیلا دی کہ تمیم بن صالح نے سائرس کو قتل کر دیا ہے۔ نارمنوں کے رہے سہے حوصلے بھی یہ خبر سن کر جاتے رہے اور ان میں ایک کھلبلی، ہلچل، ہنگامہ اور فتور پیدا ہوگیا تھا بالکل بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح جن کے باڑے میں رات کے وقت کوئی خون آشام بھیڑیا گھس آیا ہو۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں نے اپنی پوری شدت و یورش اور سختی و یلغار سے حملہ کر دیا تھا۔ نارمن حملے کا یہ نیا مدوجزر برداشت نہ کر سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں تھا اور انہیں نازک پودوں کی کچی اور نرم ٹہنیوں کی طرح کاٹ رہا تھا۔ نارمن سمندر کے کنارے کنارے قلعہ بلوط کے اس ساحلی علاقے کی طرف بھاگ رہے تھے جہاں ان کے بحری جہاز کھڑے تھے لیکن ان میں سے کسی کو بھی اپنے جہازوں میں سوار ہو کر بھاگ جانا نصیب نہ ہوا اور تمیم نے اپنے لشکر کے ساتھ ان سب کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا ـــــــ جب وہ نارمنوں کے جہازوں کے قریب آئے تو سالم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا تمیم کے پاس آیا۔ اس نے اپنی گردن کو خم دے کر بڑی ممنونیت و احسانمندی سے کہا۔ میرے آقا! خدا کی قسم آپ نے سائرس کو قتل کر کے اپنا حق ادا کر دیا ہے ورنہ میں جرجنت میں آپ کی آمد سے مایوس تھا کیونکہ میں جانتا تھا آپ بلرم میں دشمنوں سے الجھ گئے ہوں گے۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے جرجنت کی پاسبانی کا کام آپ سے لیا۔ میرے آقا میں سمجھتا ہوں آپ نے نارمنوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا ہے اب وہ صقلیہ کے اس جنوبی حصے پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کریں گے ـــــــ تمیم نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ سالم! میں عجلت میں ہوں تم نارمنوں کے ان جہازوں کو جو سامان سے بھرے ہوئے ہیں جرجنت کے ساحل پر لے جا کر انہیں خالی کر لو۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ یہیں سے بلرم روانہ ہو رہا ہوں۔ وہاں ابن البعباع بڑی بے تابی اور پریشانی سے میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ تمیم نے لشکر کا ایک حصہ سالم کے پاس چھوڑا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور باقی لشکر کے ساتھ وہ قلعہ بلوط کے راستے بلرم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

مرجانہ کی بستی العریف کے پاس سے گزرتے ہوئے تمیم نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ لشکر کو اس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کو کہا اور اپنے محافظ دستے کے ساتھ وہ العریف میں داخل ہُوا۔ بستی اُجڑی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ لاشیں پڑی سڑ رہی تھیں اور مکان زیادہ تر جل کر راکھ کا ملبہ بن گئے تھے۔ وحشی نارمن جرجنت کا محاصرہ کرنے سے قبل اردگرد کی بستیوں اور شہروں کو پامال کر کے وہاں کی آبادی کو تہ تیغ کر گئے تھے۔ تمیم کعب بن نعمان کے گھر داخل ہُوا اور گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے پکارا —— مرجانہ! مرجانہ! لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا اور اس کی آواز ایک بھیانک بازگشت کے ساتھ مکان کی ویرانیوں میں گونج کر رہ گئی تھی۔ گھر پر کوئی تھا ہی نہیں جو اس کی پکار کا جواب دیتا۔ گھوڑے سے اُتر کر تمیم بکریوں کے باڑے کی طرف آیا وہ بھی اُجڑا ہُوا تھا اور وہاں ایک بکری تک نہ تھی۔ یہ وہی باڑہ تھا جو کبھی بکریوں سے بھرا رہتا تھا۔ تمیم افسردہ ہو گیا، واپس مڑ کر دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ صحن کے اندر بکھرے ہوئے خشک پتے اِدھر اُدھر اُڑتے پھر رہے تھے کیسی ویرانی اور بدبختی کا عالم تھا اس گھر میں جہاں چند روز قبل انسان بس رہے تھے۔

بستی سے نکل کر تمیم نے کعب اور ربیعہ کی قبروں پر فاتحہ پڑھی پھر وہ اس پہاڑ پر آیا جہاں کعب بن نعمان بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس نے دیکھا پہاڑ کے اوپر مرجانہ اور اس کے شوہر عرفہ کی لاشیں پڑی تھیں اور نیچے وادی میں بکریاں جن کا اب کوئی محافظ و گلہ بان نہ رہا تھا اِدھر اُدھر گھوم پھر کر چر رہی تھیں۔ تمیم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں۔ اپنے سپاہیوں کی مدد سے تمیم نے دونوں لاشوں کو پہاڑ کے اوپر دفن کر دیا۔ جلتے ہوئے دل کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور جب وہ اس کے سامنے قریب ہی جاتے ہوئے اپنے لشکر میں شامل ہونے کے لیے پہاڑ کے اوپر سے اُتر رہا تھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سوتا پھوٹ پڑا تھا۔ اپنی ہچکیوں اور سسکیوں کو گلے کے اندر دبانے کی وہ ناکام کوشش کر رہا تھا۔ پہاڑ

آتر کر وہ اپنے لشکر کے آگے آیا اور برق رفتاری سے بلرم کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ دِل رو رہا تھا اور گھوڑا دھول اڑاتا تیز بھاگ رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پورا یورپ صقلیہ کی طرف اُمڈ آیا تھا اور بلرم کا محاصرہ ہو گیا تھا ۔ مغرب کی طرف سے جدھر سمندر تھا رومی جرنیل منیکس اپنے بحری بیڑوں کے ساتھ حملہ آور ہُوا تھا ۔ شمال کی طرف راجر، مشرق کی طرف رابرٹ گوسکارڈ اور جنوب کی طرف ایک نارمن جرنیل تھا ۔ ساریہ نے اپنے بحری عقابوں کے ساتھ کھلے سمندر میں منیکس کو روکا ۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ رومن لشکر کو کھلے سمندر میں شکست دے کر بلرم کے لیے سمندر کے اطراف کو محفوظ کر لے گا تاکہ اگر محاصرہ طول پکڑ جائے تو سمندر کے راستہ صقلیہ کے دوسرے شہروں سے بلرم کو رسد اور کمک کا سامان پہنچتا رہے لیکن ایک تجربہ کار امیرالبحر ہونے کے باوجود اس کے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے منیکس کے جنگی جہازوں اور لڑنے والے ملّاحوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ منیکس نے اپنے کچھ جنگی جہاز سمندری دھند کی آڑ میں چھپا رکھے تھے ۔ جب جنگ زوروں پر آئی تو ان محفوظ دستوں نے ساریہ کی پشت سے حملہ کر دیا ۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ ساریہ بروقت اس کا دفاع نہ کر سکا اور کھلے سمندر میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتا ہُوا مارا گیا ——— اب ابن العباع اکیلا محاصرین کے سامنے محصور ہو کر بلرم کا دفاع کر رہا تھا ۔ شہر کے چاروں طرف میلوں دُور دُور تک دشمن کے لشکر پھیلے ہوئے تھے ۔ جنگ کے مذہبی جنون میں یورپ کے ہر خطے کے جنگجو لوگ اس محاصرے میں شامل ہو گئے تھے ۔ بلرم کے اندر اگر کوئی کھڑا ہو کر دیکھے تو جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی دشمن کے لشکر خیمہ زن دکھائی دیتے تھے ۔ گو بلرم کے دفاع کے سارے راستے مسدود کر دیئے گئے تھے اس کے باوجود ابن العباع کو تمیم کا انتظار تھا ۔ حالانکہ اس کا دِل گواہی دے رہا تھا کہ دشمن کی اس قدر تعداد اور جنگی سامان کے آگے اہلِ صقلیہ بے بس اور مجبور ہیں ۔ اس کے باوجود وہ قدرت کی طرف سے کسی معجزے کا منتظر تھا ۔

تمیم جب اپنے لشکر کے ساتھ بلرم پہنچا تو شہر میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ تھا ۔ شہر کے چاروں طرف منجنیقیں نصب تھیں جن کی مدد سے شہر کی فصیل کو توڑنے کے لیے پتھر برسائے جا رہے تھے جس کے جواب میں بلرم کے اندر محصور اسلامی لشکر کی طرف سے زہریلے تیروں کی تیز باڑھیں ماری جاتی تھیں اور منجنیقوں پر کام کرنے والے ان زہریلے تیروں سے بچنے کی خاطر منجنیقوں کے پیچھے چھپ جاتے تھے ۔ اس طرح وقفے وقفے سے کبھی شہر پر پتھر برسائے جاتے اور کبھی رُک جاتے ۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ بلرم کے جنوب میں برج البطال نامی قصبے کے قریب ایک بلند پہاڑ کے اوپر خیمہ زن ہُوا تھا ۔ برج البطال وہی قصبہ تھا جس کے ایک کلیسا میں ٹھیری ہوئی حبین سریعہ بڑی بے تابی و بے چینی سے راہب یوحنا کا انتظار کر رہی تھی ۔ پہاڑ کے اوپر خیمہ زن ہونے کے بعد تمیم نے دو ایک بار یلغار کر کے دشمن کے لشکر کو کاٹ کر راستہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہا تھا ۔ دشمن کے سپاہیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ جہاں ایک سپاہی مرتا اس کی خالی جگہ پر کرنے کے لیے دس سپاہی امڈے چلے آتے اور ایک دیوار کھڑی کر دیتے تھے ۔ عجیب بے بضاعتی اور بے کسی کی حالت تھی ۔ تمیم اپنے تمام تر جنگی تجربے کے باوجود بلرم کے اردگرد میلوں میں پھیلے ہوئے مسلح دشمن کا حصار توڑنے میں کامیاب نہ ہو رہا تھا ——— نارمنوں نے بلرم کی فصیل توڑ کر شہر میں داخل ہونے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہ ہو رہے تھے ایک تو شہر کے اندر سے ان پر زہریلے اور آتشی تیروں کی ایسی بارش کی جاتی تھی کہ وہ مسلسل سنگ باری نہ کر سکتے تھے دوسرے کھلے میدان میں اب تمیم رات کی سرد تاریکیوں میں ان پر شب خون مارنے لگا تھا ۔

ایک روز رات کے پچھلے پہر تمیم اپنے لشکر کے ساتھ نارمنوں پر شب خون ۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مارنے کے بعد جب اپنے مستقر میں واپس آکر خیمے میں داخل ہوا تو اندر سریعہ بیٹھی ہوئی تھی ——— اپنے سر سے خود اتارتے ہوئے تمیم نے چونک کر پوچھا۔ تم یہاں؟ ——— سریعہ نے اس کی پریشانی سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ آپ مجھے دیکھ کر ششدر کیوں رہ گئے۔ میں تو یہیں برج البطال کے ایک کلیسا میں راہبہ کی حیثیت سے رہ رہی ہو۔ تمیم نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تم تو مسلمان ہو گئی تھیں۔ کیا تم دوبارہ نصرانیت کی طرف لوٹ گئی ہو ——— آپ کا اندازہ غلط ہے میں مسلمان ہوں ——— پھر کلیسا میں راہبہ کی حیثیت سے رہنے کا کیا مطلب ——— یہ بشپ یوحنا کا حکم ہے اور وہ ایسی ہستی ہے جس کا کہا میں ٹال نہیں سکتی ——— تمیم نے چونک کر پوچھا کیا تم راہب یوحنا کو پسند کرتی ہو ——— سریعہ کے چہرے پر پگھلی پگھلی سی مسکراہٹ بکھر گئی ——— ہاں میں اس کٹی ہوئی ٹانگ والے عرب کو پسند کرتی ہوں ——— کیا تم نہیں جانتی ہو کہ وہ ایک راہب ہے اور اس کی کائنات کلیسا تک محدود ہے ——— مجھے علم ہے اس کے باوجود میرا دل کہتا ہے ایک روز یوحنا میری خاطر کلیسا سے نکل آئے گا اور بحیثیت نصرانی وہ اس کی زندگی کا آخری دن ——— تمہیں اتنا بھروسہ ہے اپنی امیدوں پہ ——— ہاں مجھے پختہ اعتماد ہے ——— اگر وہ نہ آیا تب؟ ——— تو پھر میں اس کا انتظار کروں گی۔

تمیم نے لمحہ بھر کے لیے سوچا پھر اس نے سریعہ کو حیرت میں ڈال دیا اگر میں راہب یوحنا کو تمہارے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کر دوں تو کیا تم ——— سریعہ نے فوراً تمیم کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ پھر میں آپ کی ممنون ہوں گی۔ تو پھر اطمینان رکھو وہ وقت اب بہت جلد آئے گا کہ یوحنا تمہارا شوہر اور تم اس کی بیوی ہو گی۔ شاید کچھ دنوں تک یوحنا بلرم سے نکل کر میرے لشکر میں چلا آئے۔ میرے اور اس کے درمیان راہبوں کے ذریعے رابطہ قائم ہے اور ایک بشپ کی حیثیت سے وہ جب اور جس وقت چاہے بلرم سے نکل کر کہیں بھی جا سکتا ہے۔ سریعہ نے اس بار بڑے

تجسس کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ بلرم کا یہ محاصرہ کب تک جاری رہے گا اور آپ کتنی مدت تک یونہی دشمن پر شب خون مارنے کا پرخطر کھیل کھیلتے رہیں گے

تمیم اداس ہو گیا۔ سریعہ! تم دیکھتی ہو دشمن بلرم کے چاروں طرف ٹڈی دل کی طرح خیمہ زن ہے اور ان کی تعداد کسی طور بھی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہو گی۔ جب کہ میرے ساتھ کل پچیس ۲۵ ہزار مجاہد ہیں۔ اگر میرے پاس ان کا چوتھائی لشکر بھی ہوتا تو میں کھلے میدان میں ان سے ٹکرا جاتا۔ اس کے علاوہ انہیں دن رات اٹلی، مالٹا، ساڈینیا اور یورپ کے کئی ملکوں سے کمک پہنچ رہی ہے۔ ان کے مقابلے میں ہماری پیٹھ ننگی ہے اور ہمیں اپنے ہی وسائل و ذرائع پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے۔ میرا اب اولین مقصد اس محاصرہ کو زیادہ سے زیادہ طول دینا ہے تاکہ نارمن جی چھوڑ کر محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں ——— تمیم کہتے کہتے رک گیا ایک سپاہی خیمے میں داخل ہوا اور گھبراہٹ میں اس نے کہا۔ آقا! ہم پہ حملہ ہو رہا ہے۔ بلرم کے جنوب میں پھیلا ہوا نارمن لشکر اپنے ایک جرنیل کی سرکردگی میں اندھیرے کی آڑ لے کر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے ——— تمیم کھڑا ہو گیا اور اپنے سر پر خود جماتے ہوئے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے اندازہ لگایا ہے ان کی تعداد کتنی ہے ——— میرے آقا! وہ پچاس ہزار کے قریب ہوں گے۔ اپنے خیمے سے باہر نکلتے ہوئے تمیم نے کہا۔ سریعہ تم بیٹھو میں بہت جلد لوٹتا ہوں۔

تمیم نے اپنے لشکر کو اس راستے کے دونوں جانب ایک میل دور تک پھیلا دیا جو سنگلاخ چٹانوں میں سے گزر کر اس پہاڑ پر چڑھتا تھا جس کے اوپر تمیم اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا اور وہ نارمن لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ عجیب پُر اسرار ماحول ہو گیا تھا۔ راستے کے دونوں طرف ہر پتھر کے پیچھے تمیم کا سپاہی دم سادھے گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ جب فضا میں صبح کے آثار نمودار ہونے لگے اور بلرم کی مسجد سے فجر کی اذانیں سنائی دینے لگیں نارمن لشکر اس راستے پر نمودار ہوا جس کا گھیراؤ تمیم نے کر رکھا تھا۔ نارمن جب آہستہ آہستہ اور پاؤں تول تول کر پہاڑ کے دامن تک پہنچے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو تمیم نے اوٹ سے نکل کر ایک پتھر پر کھڑے ہو کر ایک جلتی ہوئی مشعل فضا میں لہرا کر فوراً پتھروں کی اوٹ میں پھینک دی یہ اس کا اپنے لشکر کو اشارہ تھا کہ حملہ کر دیا جائے مشعل کے روشن ہوتے ہی کوئی آواز پیدا کیے بغیر مسلمانوں نے نارمنوں پر اندھا دھند زہر میں بجھے ہوئے اور آتشی تیر برسانا شروع کر دیئے - یہ حملہ اس قدر اچانک اور طوفانی تھا کہ نارمن بوکھلا گئے اور آہ وزاری کرتے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے - وہ بڑی تیزی سے مرنے لگے تھے اور جو کوئی راستے سے ہٹ کر دائیں بائیں کی چٹانوں کے اندر پناہ لینے کی کوشش کرتا وہاں چھپ کر بیٹھے ہوئے مسلمان سپاہی انہیں اپنی تلواروں کا لقمہ بنا کر رکھ دیتے تھے - نارمن سالار نے جب اس قدر تیزی کے ساتھ اپنے سپاہیوں کو موت کی بھینٹ چڑھتے دیکھا تو اس نے پسپائی کا حکم دے دیا - نارمن جب بلرم کی طرف روانہ ہوئے تو تمیم نے عام حملے کا حکم دے دیا اور مسلمان سپاہی پتھروں کی اوٹ سے نکل کر بھاگتے ہوئے نارمنوں کے سر اپنی تلواروں سے قلم کرنے لگے تھے - جب صبح کی روشنی میں پہاڑی سلسلے کے خدوخال عیاں ہوئے تو پچاس ہزار نارمنوں سے صرف پانچ ہزار اپنی جانیں بچا کر بلرم کی طرف بھاگ رہے تھے -

تمیم دوبارہ اپنے خیمے میں داخل ہوا - سریعہ ابھی تک وہیں بیٹھی ہوئی تھی، غور سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا - آپ کا چہرہ بتاتا ہے آپ کامیاب لوٹے ہیں۔ تمیم اپنے سر سے خود اُتار کر اس کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا تمہارا اندازہ درست ہے - پچاس ہزار نارمنوں میں سے صرف پانچ ہزار اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ سریعہ نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا - میں آپ سے ایک اہم بات پوچھنے آئی تھی - میں پہلے بھی دو دفعہ آپ سے ملنے آئی تھی لیکن آپ سے ملاقات نہ ہو سکی - ایک بار آپ سو رہے تھے اور میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا - دوسری بار آپ کا خیمہ خالی تھا - آپ کے سپاہی پہلے تو مجھے لشکر میں داخل ہی نہ ہونے دیتے تھے پھر کچھ سپاہی مجھے پہچان گئے شاید انہوں نے مجھے جرجنت میں آپ کے گھر رہتے دیکھا تھا، وہ مجھے آپ کے خیمے میں لائے اور باہر کھڑے ہو کر پہرہ دیتے رہے کہ مبادا میں آپ کو کوئی نقصان نہ

...ہاؤں، میں آپ کے سپاہیوں کی ———— تمیم نے اس کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے
... تم مجھ سے کیا پوچھنے آتی رہی ہو ؟ سریعہ نے بڑی سنجیدگی اور متانت سے کہا ——
...ب یوحنا کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ کے ساتھ اس کا کوئی ربط اور تعلق
... - میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں - یوحنا کون ہے - اس کا تعلق کس خاندان سے
... - اس کے گھر کے دوسرے افراد کہاں رہتے ہیں اور کیا اس نام کے علاوہ اس کا کوئی اور
...م بھی ہے - تمیم نے سریعہ کی حیرت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا - تمہارے ان سب سوالوں
...اجواب میرے پاس ہے لیکن ———— سریعہ نے بیتاب ہو کر پوچھا تو پھر بتایئے وہ
...ون ہے - اس کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے ———— یہ ایک ایسا راز ہے جسے
...یان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس راز کا تعلق صقلیہ کی قومی سلامتی کے علاوہ راہب کی پُرخطر
...ندگی سے بھی ہے ———— کیا اس راز میں آپ مجھے حصّہ دار نہیں بنا سکتے ————
...بھی نہیں انتظار کرو ایک وقت آئے گا کہ تمہیں تمہارے ان سب سوالوں کا جواب مل جائے
...ا - اس روز تم اس بات پر فخر کرو گی کہ تم نے یوحنا جیسے انسان کو اپنی زندگی کا ساتھی چنا ہے -
تھکے تھکے لہجے میں سریعہ نے پوچھا - وہ وقت کب آئے گا ———— بہت
...جلد، شاید مہینوں اور ہفتوں کے بجائے دنوں میں ہی بے کراں وقت کا وہ مخصوص لمحہ تمہارے
...سامنے آن کھڑا ہو ———— کیا یوحنا راہب کا چغہ اتار کر میری زندگی کا ہم سفر
...بننے پر آمادہ ہو جائے گا ———— میں تمہیں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ یوحنا تمہاری
...عزت افزائی کرے گا - سریعہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی میں اب جاتی ہوں - کلیسا کا بوڑھا راہب
...پریشانی سے میرا انتظار کر رہا ہوگا - وہ یوحنا کا کوئی خاص آدمی ہے اور ایک بیٹی کی طرح
...میرا خیال رکھتا ہے - آپ کو بھی اب آرام کی ضرورت ہے ———— سریعہ باہر نکل
...گئی - تمیم نے وضو کیا اور خیمے کے اندر پتھریلی زمین پر کھڑے ہو کر وہ فجر کی نماز ادا کر
رہا تھا -

○

بلرم کا محاصرہ طول پکڑ گیا تھا - شہر کے اندر ابن البعباع کی سرکردگی میں مسلمانوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے حوصلے بلند تھے اور وہ بڑی پامردی سے محاصرین کا مقابلہ کر رہے تھے۔ شہر سے باہر تمیم اس پہاڑی سلسلے کو اپنا مستقر بنا کر نارمنوں پر شب خون مارنے کے علاوہ ان کے لشکر کے دور افتادہ کناروں پر ہلکے پھلکے اور طوفانی حملے بھی کرنے لگا تھا۔ آخر اس محاصرے کو پانچ ماہ گزر گئے۔ ایک روز رابرٹ گوسکارڈ، راجر اور ان کے کئی جرنیل رات کے وقت رابرٹ کے خیمے میں جمع ہوئے اور ایک طویل بحث اور صلاح مشورہ کے بعد طے پایا کہ کل سے شہر کا محاصرہ اٹھا کر واپس اٹلی کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔ اصل میں نارمن محاصرے کی طوالت سے تنگ آگئے تھے اور ہر روز ان کے ساتھیوں کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی تھی ۔ اسی رات جب بلرم کے عیسائیوں کو یہ علم ہوا کہ نارمن اگلے روز سے محاصرہ اُٹھا رہے ہیں تو انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنا ایک آدمی رابرٹ گوسکارڈ کی طرف بھیجا جس نے رابرٹ کو اطلاع دی کہ باب ردطہ اور باب الحدید کے درمیان شہر کی مشرقی فصیل کا ایک حصّہ کافی کمزور ہو چکا ہے اگر اس جگہ پتھر برسانے کا عمل تیز کیا جائے تو جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اور مسلمان ہتھیار ڈال دینے پر رضامند ہو جائیں گے۔ بلرم شہر کے عیسائیوں کی غداری کے باعث نارمن محاصرہ اٹھاتے اٹھاتے پھر جم گئے تھے

دوسرے روز نارمنوں نے اپنی پوری حیوانیت، جہالت اور سودا دخفقان کے ساتھ شہر پر حملہ کیا۔ راجر اور فلیکس مسلمانوں کو مصروف رکھنے کے لیے اپنے لشکر کے زیادہ حصّے کے ساتھ مغربی فصیل پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں ایسا منہ توڑ اور کمر شکن جواب دیا کہ نارمن پسپا ہو کر سمندر کی سمت ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ جس وقت راجر اور فلیکس مغربی حصّے پر حملہ آور ہوئے تھے اسی وقت رابرٹ نے ان گنت منجنیقوں کے ساتھ مشرقی فصیل کے اس کمزور حصّے پر پتھر برسانا شروع کر دیے جس کی نشاندہی انہیں شہر کے عیسائیوں نے کی تھی۔ جب فصیل گرنے کے قریب ہو گئی تو ابن البعاع

لہ ابن البعاع کو اتنا وقت نہ ملا تھا کہ وہ تمیم کے مشورہ کے مطابق نصرانیوں کو بلرم شہر سے باہر آباد کر سکے۔

مندرجہ ذیل شرائط پر شہر نارمنوں کے حوالے کرنے پر رضامند ہو گیا۔

اولاً ۔ عیسائی حکومت مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی دے گی۔

ثانیاً ۔ بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ برقرار رکھی جائیں گی۔

ثالثاً ۔ مسلمانوں کے لیے اسلامی قانون نافذ رہے گا

رابعاً ۔ مسلمانوں کے فیصلے ان کے قاضی کریں گے۔

لیکن ان شرائط میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا۔ نارمنوں نے مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا اور جنہوں نے انکار کیا انہیں قتل کرنا شروع کر دیا گیا۔ مسجدوں کو انہوں نے کلیساؤں میں بدل دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صقلیہ میں آج کل نہ کوئی مسجد ہے اور نہ مسلمان۔ ۴۶۴ھ میں بلرم پر نارمنوں کا قبضہ ہوا اور انہوں نے شہر کے قلعوں، برجوں اور فصیل پر صلیبی جھنڈے لہرا دیے جو آج تک سرنگوں نہ ہو سکے۔ اس طرح مسلمانوں کا دارالحکومت بلرم جس میں پانچ سو مسجدیں تھیں نارمنوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ نارمنوں نے ان سب مسجدوں کو کلیسا میں بدل دیا اور اس قدر تعصب سے کام لیا کہ مسلمانوں کی قبروں تک کے نشانات مٹا دیے اور بلرم کے وہ مسلمان جنہوں نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کیا شہر سے باہر نکال کر تیروں سے چھلنی کر دیا گیا ان میں صقلیہ کا آخری اور بدقسمت حکمران ابن البعاع بھی شامل تھا۔ انطاکی کلیسا کا بشپ یوحنا کلیسا کے سارے راہبوں کے ساتھ غائب ہو گیا تھا کسی کو کچھ خبر نہ تھی وہ کہاں اور کدھر چلا گیا ہے۔

تمیم اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑ کی اس چوٹی پر کھڑا جس پر اس کا خیمہ تھا بڑی حسرت سے اس بلرم کی طرف دیکھ رہا تھا جو اب شہر ناپرساں اور بے آباد روحوں کا مسکن لگتا تھا۔ اس کے سامنے بلرم کے مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا تھا لیکن وہ ان کی بدقسمتی پر آنسو بہانے کے علاوہ کچھ نہ کر سکتا تھا اس لیے کہ وہ مجبور تھا۔ اس کے سامنے آزردگانِ شہر کے گلوں پر تلوار چل رہی تھی اور وہ خون کے گھونٹ پی رہا تھا۔ اس کے سامنے جگنوؤں کا شہر بلرم جو اس کے آبا و اجداد کی عزّت و سطوت کا نشان تھا اپنے در و دیوار اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فصیل و برج کے ساتھ رو رہا تھا اور تمیم اس قدر مجبور تھا کہ درد کے اس شہر کے آنسو تک نہ پونچھ سکتا تھا۔ اس کے سامنے بلرم کے بے بس و مجبور انسان اس جنگ کا نوحہ گا رہے تھے جو وہ ہار گئے تھے وہ اس پھول کی مانند تھے جو بے قیمت تھا۔ ان کی حالت اس بدقسمت خون کی تلچھٹ جیسی تھی جو بے کار بہہ گیا تھا۔ اہلِ بلرم کی خلعتیں صقلیہ کا کفن بن گئی تھیں اور ——— اور ——— آہ! بلرم جو عقابوں کا نشیمن تھا زاغوں کے تصرف میں چلا گیا تھا۔

اچانک رات کے وقت تمیم اپنے لشکر کے ساتھ اس پہاڑ کے اوپر سے غائب ہو گیا جس پر وہ خیمہ زن تھا۔ نارمن جاسوسوں نے اُسے اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن انہیں کچھ پتہ نہ چلا کہ رات کی گہری اور گھمبیر تاریکی میں تمیم اپنے لشکر کے ساتھ کہاں غائب ہو گیا ہے۔ نارمن ایک لحاظ سے خوش بھی تھے کہ تمیم خود ہی غائب ہو گیا ہے کیونکہ وہ اس سے مقابلہ کرتے ہوئے کتراتے تھے ان کے خیال کے مطابق تمیم اپنے لشکر کے ساتھ سمندر پار کر کے افریقہ کی طرف چلا گیا تھا۔ نارمن مطمئن تھے کہ تمیم کی غیر موجودگی میں وہ صقلیہ کے دوسرے مسلم شہروں پر کسی رد و کد کے بغیر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

○

سربعہ کلیسا کے صحن میں بیٹھی اپنا ایک نیا لباس سی رہی تھی کہ اسے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ وہ اُٹھ کر کوئی فیصلہ کرنے والی تھی کہ دو سوار اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے صحن میں داخل ہوئے۔ کلیسا کا کبر سن راہب بھی اندر سے نکل کر سربعہ کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔ سربعہ ان دونوں سواروں کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی شاید وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ ابھی تک وہ کوئی اندازہ نہ لگا سکی تھی کہ وہ کون ہیں کیونکہ وہ بہترین جنگی لباس میں تھے اور انہوں نے چہروں پر خود کے نقاب گرا رکھے تھے۔ جب وہ نزدیک آئے اور انہوں نے اپنے آہنی نقاب ہٹائے تو سربعہ دم بخود رہ گئی۔ ان میں سے ایک راہب یوحنا اور دوسرا مارکوس تھا۔ راہب یوحنا کے

گھوڑے کے ساتھ اس کی بیساکھی لٹک رہی تھی۔ سربعہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی وہ تو اسی روز کا انتظار کر رہی تھی جب یوحنا راہب کا چغہ اتار کر جنگی لباس میں اس کے سامنے آئے گا۔ اپنی کٹی ہوئی ٹانگ پر یوحنا نے ایک بھاری کپڑا لپیٹ رکھا تھا جس کی مدد سے اس نے وہ ٹانگ گھوڑے کی رکاب میں جما رکھی تھی۔ گھوڑے سے اُترے بغیر یوحنا نے سربعہ سے سرگوشی میں کہا۔ سربعہ! میں تمہیں لینے آیا ہوں ——— سربعہ کی آنکھوں سے تشکر اور خوشی کے آنسو بہہ نکلے ——— میں خوش قسمت ہوں۔ خدا کی قسم! تمیم بن صالح نے ٹھیک کہا تھا جس وقت کا مجھے انتظار تھا وہ مہینوں اور ہفتوں کے بجائے دِنوں میں آگیا ہے۔

راہب نے بھی اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا۔ مجھے بھی تمیم بن صالح نے بھیجا ہے۔ میں اپنے سارے جوان راہبوں کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہو چکا ہوں ——— سربعہ نے یوحنا کی بات اُچکتے ہوئے کہا۔ کیا اس ذی حشمت بھائی نے میرے متعلق بھی کچھ کہا ہے۔ ہاں اس نے کہا ہے سربعہ کو یہاں سے جرجنت کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ یہاں اب ہر جگہ نارمن بھیڑیے پاگل کتوں کی طرح گھومنے لگے ہیں اس لیے یہاں تمہارا قیام خطرناک ہے ——— تمیم بن صالح اب صقلیہ کے سارے مسلمانوں کا سالارِ اعظم ہے اور ایک سالار کی حیثیت سے اس نے مجھے ایک اور حکم دیا ہے ——— سربعہ نے بیتاب ہو کر پوچھا۔ کیسا حکم؟ ——— تم یہاں سے جرجنت کی طرف میری بیوی کی حیثیت سے رخصت ہو گی کیا تم اس کے لیے تیار ہو۔ اپنی خوشی کو سربستہ رکھنے کی خاطر سربعہ نے اپنا چہرہ اپنی عبا میں چھپاتے ہوئے کہا۔ یہی تو وہ دِن ہے جس کا میں مدت سے انتظار کر رہی ہوں۔ یوحنا نے اس کلیسا کے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا تم یہیں اسی حالت میں ہم دونوں کا نکاح پڑھا سکتے ہو۔ یہ تمیم بن صالح کا حکم ہے اور وہ ایسا سردار ہے جس کا کہا ٹالا نہیں جا سکتا۔ اس راہب نے آگے بڑھ کر یوحنا کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ بصد شوق ——— راہب نے اسی حالت میں یوحنا اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سریعہ کا نکاح پڑھا دیا۔ جب یوحنا وہاں سے رخصت ہونے لگا تو کلیسا کے راہب نے پوچھا۔ آقا! ہمارے لیے اب کیا حکم ہے؛ یوحنا نے اداس لہجے میں کہا۔ تم لوگ اپنی اپنی جگہ کام کرتے رہو اس طرح تم محفوظ رہ سکو گے۔ بلرم کے سقوط کے بعد ہم تمیم بن صالح سے مل کر نارمنوں کے خلاف اپنی دفاعی کوششوں میں اضافہ کر رہے ہیں اس مقصد کے لیے ہمارا آخری حصار جرجنت شہر ہو گا۔ ہمارے لیے صقلیہ کے اندر ایک بدترین دَور کا آغاز ہو چکا ہے اور ہم نے اپنے سامنے صرف ایک ہی مقصد رکھ کر نئے ولولوں کا آغاز کیا ہے اور وہ ہے آزادی یا عزّت کی موت ——— یوحنا مارکوس اور سریعہ کے ساتھ کلیسا سے باہر آیا۔ وہاں گلی کے اندر ایک درخت کے ساتھ سُرخ رنگ کا ایک گھوڑا بندھا ہُوا تھا۔ یوحنا نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سریعہ! یہ تمہارا گھوڑا ہے اور تم ابھی جرجنت روانہ ہو جاؤ۔ مارکوس تمہیں وہاں چھوڑنے جائے گا۔ وہاں تمہارا قیام تمیم بن صالح کے گھر میں ہو گا۔ طریبہ تمہیں پہلے ہی جانتی ہے وہاں تمہیں کوئی دشواری نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ سالم بن عطاف مارکوس کو جانتا ہے، یہ تمہارے متعلق اسے سب کچھ بتا دے گا۔ کسی مناسب مقام پر دشمن کا راستہ روکنے کے بعد شاید میں بہت جلد تم سے ملنے جرجنت آؤں۔

یوحنا جب خاموش ہُوا تو سریعہ نے کہا۔ اگر آپ کی دونوں ٹانگیں ٹھیک ہوتیں تو میں اسی طرح گھر بیٹھ کر اطمینان سے آپ کا انتظار کرتی جس طرح طریبہ تمیم کا کرتی ہے لیکن میں جانتی ہوں آپ کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور آپ کو بیساکھی کی ضرورت پیش آتی ہے لہذا جنگ میں میں آپ کی بیساکھی بنوں گی۔ میں ایک عرب کی بیٹی ہوں اور لڑائی کا ہر فن جانتی ہوں۔ میں آپ کے پہلو بہ پہلو جنگ میں حصّہ لوں گی۔ جرجنت میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرنے کے بجائے میدانِ جنگ میں آپ کی رفاقت میں دشمن سے جنگ کرنا میری زندگی کا بہترین حصّہ ہو گا ——— یوحنا نے ہار مانتے ہوئے کہا اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ شاید تمیم بن صالح بھی تمہارے اس جذبے کو بلند فکری کی نگاہ سے دیکھے گا ——— تو پھر بیٹھو اپنے گھوڑے پر اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمیم کے لشکر سے تمہارے لیے جنگی باس مہیا کر دوں گا ——— سریعہ درخت سے بندھے ہوئے اس سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر یوحنا اور مارکوس کے ساتھ ہو لی۔ ان کا رُخ اب کوہ ایرکس کے پہاڑی سلسلے کی طرف تھا جہاں تمیم اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے خلاف گھات لگائے بیٹھا تھا۔ راستے میں سریعہ کے اصرار پر راہب یوحنا اپنے نام، خاندان اور اپنی اصل حقیقت و ماہیت کی طویل داستان سُنا رہا تھا۔

○

بلرم کی تباہی کے بعد رابرٹ گوسکارڈ، راجر اور نیکس اپنے لاکھوں کے متحدہ لشکر کے ساتھ بلرم سے نکلے اور جنوب کی طرف کوچ کیا۔ اب ان کا رُخ طرابنش اور مازر شہروں کی طرف تھا جس کا والی عبداللہ بن منکبوت تھا۔ تمیم نارمنوں کے ارادے کو بھانپ گیا تھا لہذا اس نے اپنا ایک ایلچی عبداللہ بن منکبوت کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "آپ اپنی جگہ پر اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر لیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں بلرم میں ہم اس لیے کچھ نہ کر سکے کہ ہماری آمد سے قبل ہی شہر کا محاصر ہو چکا تھا۔ اگر نارمن بلرم میں ہمیں شکست دے چکے ہیں تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ ماضی میں ہم انہیں اس سے بھی زیادہ عبرت ناک اور توہین آمیز شکستوں سے دوچار کر چکے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں تو ہم سب مل کر طرابنش اور مازر کو نارمنوں کا قبرستان بنا سکتے ہیں اور یہ مِلّتِ مسلمہ اور اہل صقلیہ پر ایک عظیم احسان ہو گا۔ اگر ہم ایک بار نارمنوں کے قدم اکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے تو خلیج مسینا کے اس پار جنوبی اٹلی تک کہیں بھی ہم ان کے قدم نہ جمنے دیں گے امید ہے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔"

نارمنوں کا متحدہ لشکر آہستہ آہستہ جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان کے راستے میں کوہستانِ ایرکس کے اندر ایک مخصوص جگہ تمیم ان کا انتظار اس سانپ کی مانند کر رہا تھا جو اپنا پھن اپنے بِل میں چھپا کر اپنے دشمن کی ہر حرکت اور اس کے فعل و عمل کو

بڑے غور سے دیکھ رہا ہو۔ اس نے اپنا لشکر کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ تمیم خود ایک تنگ درے کے دہانے پر گھات لگائے ہوئے تھا۔ اس سے ایک میل شمال کی طرف لشکر کا ایک حصّہ راہب یوحنا کی سرکردگی میں دشمن کا منتظر تھا اور دونوں کے درمیان لشکر کے بہترین اور بے خطا تیر انداز پھیلے ہوئے تھے جن کا سالار راہب مارکوس تھا۔ اپنے مختصر سے لشکر کو تمیم نے بہترین جنگی تدبیر کے ساتھ کوہستانی سلسلے میں پھیلا دیا تھا۔ اس کا اصل مقصد اب نارمن لشکر کی رفتار سست کر کے عبداللہ بن منکبوت کو تیاری کا موقع دینے کے علاوہ نارمنوں پر شب خون مار کر ان کی تعداد کم کرنا بھی تھا۔

برساتی کیڑوں کی طرح اَن گنت نارمن لشکر جب اس مقام سے گزرنے لگا، جہاں تمیم گھات لگائے بیٹھا تھا تو اس وقت بوڑھی شام جوان و نوعمر شب میں ڈھل چکی تھی اور رات کے سر وسناٹے میں تیز ہوائیں کوہستان کے خاشاک و خس اور پھول دبول کے اندر سنسناتی ہوئی اپنے اندر گہری تاریکیوں کو جذب کرتی جا رہی تھی۔ وہ پہاڑی درّہ جہاں تمیم نے اپنے لشکر کو پھیلا رکھا تھا ایک دم چیخ و پکار و آہ و فغاں کی بازگشت کا سمندر بن گیا کیونکہ تمیم بھوکے چیتے کی طرح وہاں سے نکل کر نارمن لشکر کے اگلے حصّے پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس قدر زور دار اور اچانک حملہ تھا کہ غنیم بوکھلا اٹھا۔ نارمن اس حملے کے لیے قطعی تیار نہ تھے۔ ان کے خیالات کے مطابق تو تمیم صقلیہ چھوڑ کر جا چکا تھا اور صقلیہ کے دوسرے شہر فتح کرنے میں ان کے سامنے اب کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن تمیم کے حملے سے ایسی رستخیزی برپا ہوئی تھی کہ نارمن اپنے سارے عزل و نصب اور اس جنگ کے علت و معلول کو فراموش کر کے اِدھر اُدھر چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن تمیم کا لشکر ایسے اعجازِ حیات اور کرشمہ سازی کا مظاہرہ کر رہا تھا گویا اس پہاڑی درّے میں بلرم کے بے کس مسلمانوں کے آنسو پونچھ کر ان پر ہونے والے ظلم و تشدّد اور جبر و قہر کا وہ پورا پورا کفّارہ ادا کرنے کا عزم کر چکا ہو۔

رابرٹ گوسکارڈ، راجر اور ٹنکس نے جب یہ دیکھا کہ ان کے لشکر کے ہراول ے پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں تو رات کی تاریکی میں رابرٹ خود آگے بڑھا اور اس نے اپنے ۱میوں کو سخت الفاظ میں شرم دِلا کر جوابی کارروائی کرنے پر اُبھارا جس کا خاطر خواہ دعمل ہوا اور لشکر کا ایک بڑا حِصّہ حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس وقت تک تمیم دس زار نارمنوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ نارمن لشکر کے خری حِصّے تک ایک ہلچل اور شور برپا ہو گیا ہے تو اپنے لشکر کو سمیٹ کر رات کی تاریکی یں وہ وائیں طرف کی سنگلاخ و خار دار چٹانوں کے اندر گھس گیا تھا۔ نارمنوں نے نیض و غضب کی حالت میں اس کا تعاقب کرنا چاہا لیکن اسی لمحہ پہاڑ کی بلندیوں پر بیٹھے ہوئے مارکوس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ان پر تیروں کی تیز بوچھاڑ مارنا شروع کر دی جس کے باعث نارمنوں کی پیش قدمی رک گئی اور وہ تمیم کا تعاقب رنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور تمیم اندھیرے کی گمنام وسعتوں کے پیچھے ان کی نگاہوں ے اوجھل ہو گیا۔

جس وقت تمیم کے حملے کے باعث نارمن لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک اتھان اور ہلچل کا طوفان اُٹھا ہوا تھا اسی لمحہ ایک ٹانگ والا راہب یوحنا اپنے حِصّے کے لشکر کے ساتھ نارمنوں کی پشت پر حملہ آور ہو گیا۔ حسین سریعہ بھی ایک سپاہی کے لباس میں یوحنا کے پہلو بہ پہلو دشمن سے جنگ کر رہی تھی، اب وہ یوحنا کی بیوی تھی اور جنگ میں اس کی لاٹھی اور بیساکھی ثابت ہو رہی تھی یوحنا کا حملہ کرنے کا انداز بھی بالکل تمیم جیسا تھا۔ وہ جس طرف بھی بڑھتا صفیں بکھیر کر لاشوں کے ڈھیر لگاتا چلا جاتا تھا۔ جنگ کے اس موقع پر یوحنا ایک راہب نہیں بلکہ ایسا جرنیل لگ رہا تھا جو حملہ کرتے ہوئے طوفانی بادلوں کی مانند اُمڈ پڑتا ہو۔ قبل اس کے کہ راجر یا ٹنکس میں سے کوئی اپنی پشت کی طرف متوجہ ہوتا [illegible] اَن گنت نارمنوں کو کاٹتا ہوا اسی سمت اندھیرے میں [illegible] چلا گیا تھا۔ مارکوس تھوڑی دیر تک بلندیوں کے اوپر سے نارمنوں پر سخت تیر اندازی کرتا رہا پھر وہ بھی نیچے اُتر کر تمیم اور یوحنا کے پیچھے جا رہا تھا۔ رابرٹ ... اس شب خون

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو اپنے لیے ایک غارت بے کنار اور آفت رست خیز جانا لہٰذا اس نے لشکر کی پیش قدمی روک دی اور ایک کھلے میدان کے اندر لشکر کو فروکش ہونے کا حکم دیا ۔ شاید وہ تمیم کے شب خون سے بچنے کی خاطر رات وہاں بسر کرنے کا ارادہ کر چکے تھے کیونکہ نارمنوں نے آن کی آن میں اس وسیع میدان کے اندر اپنے خیمے نصب کر دیئے تھے اور لاکھوں چاک و چوبند اور مسلح سپاہی اپنے لشکر کے گرد پہرہ دینے پر متعین کر دیئے گئے تھے ۔

رات کی تاریکی میں ہی تمیم اپنے لشکر کو لے کر کوہستان ایرکس سے نکل کر وادی ریطہ میں داخل ہو گیا تھا ۔ یہاں وہ دریائے ایرکس کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھتا رہا اور ایک جگہ جہاں دُور دُور تک دریا کا رُخ بدلنے کی وجہ سے کٹی پھٹی زمین دکھائی دے رہی تھی وہاں اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اور زمین کے اس کٹاؤ میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ چھپ کر بیٹھ گیا تھا ۔ رات بھر جاگتے رہنے کے باعث اس نے سب سے پہلے لشکر کے کھانے کا بندوبست کرایا اور پھر وہ سپاہیوں کو آرام کرنے کا مشورہ دے کر یوحنا اور مارکوس کے ساتھ آنے والی جنگ کے متعلق صلاح مشورہ کرنے لگا تھا ۔

دوسری طرف نارمن لشکر بھی کوہ ایرکس کے اندر رات بسر کرنے کے بعد وادیٔ ریطہ میں داخل ہوا تھا ۔ لشکر وادی کے اندر تھوڑی دیر کے لیے رُک گیا ۔ ان کا قیام دریائے ایرکس کے مغربی کنارے تمیم سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا جبکہ تمیم ان کے عین سامنے دریائے ایرکس کے مشرقی کنارے گھات لگائے ہوئے تھا ۔ یہاں رابرٹ نے اپنے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا ۔ ایک حصہ راجر کی سرکردگی میں طرابنش اور دوسرا مینکس کی کمانداری میں مازر شہر کی طرف بھیجا اور تیسرا حصہ وہ خود لے کر قلعہ لبوط کی طرف روانہ ہوا ۔ رابرٹ کا اہم مقصد یہ تھا کہ ان تینوں شہروں کو زیر کرنے کے بعد متحدہ لشکر کے ساتھ جرجنت پر ایسی قوت سے حملہ کیا جائے کہ وہ صقلیہ کے مسلمانوں پر آخری ضرب ثابت ہو کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جرجنت میں تمیم اپنی پوری قوت کے ساتھ ان سے ٹکرائے گا ۔

تمیم ایک گہری کھڈ میں یوحنا اور مارکوس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ان کے قریب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہی راہب یوحنا کے عین پیچھے حسین سرلیعہ پیا ہیانہ لباس میں بیٹھی ہوئی تھی - وہ سب اہل دینے کی خاطر راجر کو اپنے ساتھ الجھائے رکھے اتنی دیر تک میں نارمن لشکر کے
والی جنگ کے متعلق بات کر رہے تھے کہ ایک ڈھلتی ہوئی عمر کا راہب اس خندق رہے دونوں حصّوں سے نمٹے کہ اس کی مدد کو پہنچ جاؤں گا - اسے کہنا کہ صقلیہ
داخل ہوا اور تمیم سے کہا - میرے آقا ! نارمنوں کا لشکر تھوڑی دیر تک وادی کرانے کا یہ آخری موقع ہے اگر اسے بھی ہم نے کھو دیا تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی
سے کوچ کر رہا ہے - رابرٹ نے لشکر کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے اور ایک ن نہ کریں گی اور تاریخ میں ہمارا نام گمنام مجاہدوں کے بجائے غداروں اور
وقت میں انہوں نے تین شہروں پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل بنایا ہے - راجر طرابنش پسندوں میں لیا جائے گا - بوڑھے راہب نے اطاعت کا اظہار کرنے کی خاطر اپنی
پر مینکس مازر پر اور خود رابرٹ قلعہ بلوط پر حملہ آور ہو گا - ان کے چند جاسوس اُن کو ذرا سا خم دیا اور واپس مڑ کر وہ خندق سے باہر نکل گیا تھا -
کا سراغ لگانے کی خاطر اس کٹی پھٹی زمین کی طرف آئے تھے لیکن ہمارے ساتھی انہیں پا تمیم نے اب اپنے سامنے بیٹھے ہوئے راہب یوحنا کو مخاطب کرتے ہوئے
گئے اور انہیں قتل کر دیا - نارمنوں کو ابھی تک یہ علم نہیں کہ آپ ان خندقوں میں فروکش - قدرت ایک بار پھر ہمیں تنبیہہ کر رہی ہے کہ ہم نارمنوں پر اپنی آخری ضرب
ہیں - ابھی تک ان کا یہی خیال ہے کہ رات کے وقت ان پر شب خون مارنے کے اگر انہیں یہاں سے پسپائی پر مجبور کر دیں - خدا کی قسم ! نارمن لشکر کا تین حصّوں
بعد آپ ان کے لشکر کی بھاری تعداد سے خائف ہو کر جرجنت کی طرف بھاگ گئے بٹ کر علیحدہ علیحدہ شہروں پر حملہ کرنا ہمارے حق میں قدرت کی طرف سے ایک بہترین
ہیں - ان کے کچھ تساہل پسند جاسوس یہ خبریں پھیلا رہے ہیں کہ شاید آپ جرجنت رہا ہے - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - فرض شناس قدرت ایک بار پھر اہل صقلیہ
افریقہ کی طرف بھاگ جائیں گے - انہوں نے لشکر کو اس نیت کے تحت تین حصّوں موقع دے رہی ہے کہ ہم اپنی ماضی کی کوتاہیوں اور انتشار پسندی کا کفارہ ادا
میں بانٹا ہے کہ اگر آپ پھر کہیں شب خون ماریں تو صرف ایک ہی حصّے پر شب خون لئے صقلیہ کے اندر ایک متحدہ اور سرفراز قوم کی طرح ابھریں اگر ہم نے اس مبارک
مار سکیں گے - اس طرح ان کے دو حصّے محفوظ ہوں گے اور تیسرا حصّہ جس پر آپ امید موقع کو ضائع کر دیا تو دشمن ہم پر بغلیں بجائیں گے - ہم پر انگلیاں اٹھائیں گے
شب خون ماریں گے وہ متحدہ لشکر سے تعداد میں کم ہونے کے باعث بڑی تیزی سے ——— اور ہماری بزدلی پر حرف گیری کریں گے ——— تمیم کی آواز
آگے پیچھے حرکت کر سکے گا اور آپ کو مؤثر جواب دینے کی استطاعت رکھے گا - اہل اور غمگین ہو گئی - تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر یوحنا سے کہا -
کا اندیشہ ہے کہ متحدہ لشکر پر شب خون مارے جانے سے ان کا نقصان زیادہ ہوتا آپ اپنے حصّے کے لشکر کے ساتھ ابھی مازر کی طرف روانہ ہو جائیں - آپ کو
ہے کیونکہ لشکر اپنی بھاری تعداد کے باعث سست رفتار ہو جاتا ہے ——— مینکس سے پہلے پہنچنا چاہیے - آپ اہل شہر سے مل کر مازر کا دفاع کریں گے آپ
بوڑھا راہب جب اپنی بات مکمل کر چکا تو تمیم نے اسے کہا - تم ابھی اس لشکر کے ساتھ شہر سے باہر رہیں اور شہریوں سے کہیں وہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرتے
اسی وقت طرابنش روانہ ہو جاؤ اور میری طرف سے وہاں کے والی عبداللہ بن منکود رہیں اور باہر کی طرف سے آپ مینکس پر شب خون مارتے رہیں - اس طرح وہاں بھی
کو پیغام دینا کہ راجر اس پر حملہ آور ہو رہا ہے - اسے کہنا اوّل تو وہ کوشش کرے کہ طول پکڑ جائے گی اور ہمیں بہت کچھ کرنے کا موقع مل جائے گا - میں اور مارکوس
شہر سے باہر کھلے میدان میں راجر سے جنگ کر کے اسے شکست دے اور اگر وہ پیچھا بلوط کی طرف روانہ ہوتے ہیں - وہاں میں شہر سے باہر کھلے میدان میں رابرٹ کو سکار
کرے کہ کھلے میدان میں وہ راجر کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو شہر میں محصور ہو کر جنگ مقابلہ کروں گا - مجھے اُمید ہے میں اسے ایسی سزا دوں گا جس کا وہ حقدار ہے - رابرٹ سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نمٹنے کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ سیدھا آپ کے پاس مازر آؤں گا اور ہم دونوں
کو بڑی آسانی کے ساتھ منیکس کو شکست دے دیں گے اس کے بعد ہمارا متحدہ لشکر
طرابنش کی طرف عبداللہ بن منکبوت کی مدد کو روانہ ہو گا جو قلعہ بند ہو کر راجر کا سے مقا
کر رہا ہو گا۔ خدا کی قسم میں راجر کو بہت بہتر طور پر جانتا ہوں طرابنش سے باہر
اس اکیلے کی ایسی درگت بناؤں گا کہ اسے واپس اٹلی جانا نصیب نہ ہو گا۔ اگر ہم قدرت
کے اس بیش بہا موقع سے فائدہ اُٹھانے میں کامیاب ہو گئے اور ہم نے خلوصِ دل
اور صاف نیت کے ساتھ مذہب و ملّت کی خدمت کا عہد کیا تو قدرت ہمارا ساتھ
دے گی اور نارمن ہمارے سامنے مسینا تک ——— نہیں بلکہ میں کہتا ہوں
ریو کی بندرگاہ تک کہیں بھی ہمارے سامنے جم کر لڑنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ تمیم
کھڑا ہوتا ہُوا بولا۔ اب آپ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ تھوڑی دیر بعد
اور سریعہ مازر کی طرف اور تمیم مارکوس کے ساتھ قلعہ بلوط کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○

رابرٹ گوسکارڈ اپنے پورے خبث و گندگی کے ساتھ قلعہ بلوط کی طرف بڑھا
اس کے ساتھ جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے نارمنوں کا ایک لاکھ کا لشکر تھا۔ اسے
تک کوئی علم نہ تھا کہ تمیم کہاں ہے۔ ان کا خیال یہی تھا کہ تمیم اگر افریقہ بھاگ نہیں گیا
تو جرجنت میں ان سے فیصلہ کن جنگ کرے گا۔ لہٰذا رابرٹ نے اپنے دل میں سوچ
تھا کہ قلعہ بلوط کو فوراً فتح کرنے کے بعد وہ آگے بڑھ کر جرجنت کا محاصرہ کر لے گا۔ اگر
اکیلا تمیم کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو نارمن قوم اس پر فخر کرے گی اور اگر
طول پکڑ گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو وہ راجر اور منیکس کا انتظار کرے گا۔ بہرحال
طوفانی یلغار کرتا ہُوا قلعہ بلوط کے سامنے جا پہنچا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس ندی کا
پُل عبور کرنے لگا جو قلعہ بلوط کے مشرق میں ایک مضبوط حصار کا کام دیتی تھی۔ رابرٹ
ابھی اپنے آدھے لشکر کے ساتھ ہی وہ چوبی پل عبور کیا تھا کہ پل کے نیچے چھُپ کر بیٹھے ہو
مسلمانوں نے پُل کو آگ لگا دی۔ آن کی آن میں پُل شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور نا

ہراساں اور پریشان دو حصّوں میں تقسیم ہو گیا۔ جو لوگ اس وقت پُل عبور کر رہے
ان میں سے صرف چند ہی بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکے۔ ورنہ ان میں سے اکثر
ت کے عالم میں ندی کے اندر گر کر ڈوب گئے۔ نارمنوں میں ایک عجیب سا شور
ہو گیا تھا۔

یہ سب کچھ تمیم کی سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا گیا تھا۔ نارمن لشکر اب دو
ں میں بٹ گیا تھا۔ آدھا لشکر جو رابرٹ کے ساتھ تھا اب قلعہ بلوط کے سامنے
ر دوسرا آدھا حصّہ ندی کے اس پار رہ گیا تھا اور پھر اس وقت نارمنوں کی پریشانی
یرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب قلعہ بلوط کا دروازہ کھُلا اور تمیم اپنے لشکر کے ساتھ
ں بلند کرتا ہُوا اس طرح قلعہ بلوط سے نکلا جیسے کسی بھوکے شیر کے پنجرے کا درواز
ک کھُل گیا ہو اور وہ غراتا ہُوا باہر نکل آیا ہو۔ رابرٹ کے وہم و گمان میں بھی
ا کہ قلعہ بلوط کے باہر اس کا ایسا استقبال کیا جائے گا اور پھر یہ بات اس کے لیے
زیادہ مایوس کن تھی کہ اس کا لشکر دو حصّوں میں بانٹ دیا گیا تھا جب کہ مقابلہ اس
ازلی و ابدی دشمن تمیم بن صالح سے تھا جو جنگ میں تاریک رات کے سیاہ
ہیروں کی طرح چھا جایا کرتا تھا۔ بہرحال وہ مقابلے کے لیے مستعد ہو گیا اور اس
دھا لشکر ندی کے اس پار بڑی بے بسی کی حالت میں یہ دیکھ رہا تھا کہ ان کے
الار رابرٹ پر تمیم بن صالح حملہ آور ہو رہا ہے۔ تمیم اپنے روایتی انداز میں
یں بلند کرتا ہُوا حملہ آور ہُوا اور اُمنڈتے بادلوں کے طوفان کی طرح وہ رابرٹ کے
کر کے اندر تک گھستا چلا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا وہ کسی فعل عبث کو ایک مقدس
ن میں تبدیل کرنے کا عزم کر چکا ہو — تمیم بن صالح کی سرکردگی میں
سلمان سود و زیاں کے اندیشوں سے بالاتر ہو کر اس کے اشاروں پر موت کے وحشی
ر سبعیت خیز رقص کی ابتدا کر چکے تھے اور وقت کے چشم بینا قلعہ بلوط کے باہر کھلے میدان
ں عربوں کو جرأت و رجا کی نئی داستانیں لکھتے دیکھ رہا تھا اور نارمنوں کی روحیں
ڑی تیزی سے عالمِ اجسام سے عالمِ ارواح کی طرف کوچ کر رہی تھیں۔ آج تمیم کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لڑنے کے انداز میں ایک نیا وحشیانہ پن اور درندگی تھی۔ شاید وہ قلعہ بلوط کے باہر اپنی زندگی کی آخری جنگ لڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ جدھر جدھر سے بھی گزرتا تھا۔ عصیاں کے انبار کی طرح نارمنوں کی لاشوں کے ڈھیر لگاتا چلا جاتا تھا۔ وہ لڑتے لڑتے اس پرخرام ندی کی طرح رابرٹ گوسکارڈ کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا جس کے راستے میں کوئی رکاوٹ کوئی ٹھہراؤ نہ ہو۔ رابرٹ بھی دل افتادہ اور شکستہ روح کی طرح تمیم کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا صقلیہ کا وہ بے زمام و سرکش مجاہد جس پر بھی حملہ آور ہوتا تھا اس کی روح دامانِ آسمان کی طرف پرواز کر جاتی تھی۔ اس کے بس میں ہوتا تو بھاگ جاتا لیکن ایسا ممکن نہ تھا۔ ایک تو اپنے سپاہیوں کے سامنے ایسا کرنا حماقت تھی دوسرے اس کے پیچھے ندی کا وہ چوبی پل جل چکا تھا جس پر سے گزر کر بھاگا جا سکتا تھا ——— رابرٹ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے جنگ کے میدان کی اواہٹ میں تمیم اجالے کے تارے کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا ہو۔

رابرٹ نے آخری حربہ استعمال کیا اور اپنے اردگرد لڑنے والے سارے نارمنوں کو تمیم پر بھرپور حملہ کرنے کا اشارہ دیا لیکن تمیم تو پہلے ہی اس کے لیے تیار تھے اور اس کے محافظ دستے حملہ کرنے والے ان نارمنوں کو چیر کر نکل گئے تھے اور تمیم لڑتا لڑتا رابرٹ کے سر پر آن پہنچا تھا۔ تمیم کا چہرہ گو خود کے نقاب میں چھپا ہوا تھا اس کے باوجود رابرٹ کو محسوس ہو گیا تھا کہ تمیم کی آنکھیں غصے اور قہر میں آگ کے شعلے برسا رہی تھیں۔ تمیم اپنی تمام ہیبت خیزیوں کے ساتھ رابرٹ کے سامنے کھڑا تھا اس کی تلوار اور ڈھال سے انسانی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور اس کا لباس لہولہو ہو رہا تھا۔ پھر تمیم کی بھاری تحکمانہ سی آواز بلند ہوئی اس نے رابرٹ کو مخاطب کیا تھا۔ رابرٹ! میں نے اپنے رب کے حضور دن رات دعائیں مانگیں تھیں کہ کبھی میرا اور تمہارا کھلے میدان میں سامنا ہو۔ میرے رب کے ہاں میری دعا مستجاب ہوئی۔ آج کا دن میرے لیے خوشی اور طرب کا دن ہے رابرٹ! کہ میں اپنے سامنے تمہاری خون آلود اور تڑپتی

ہوئی لاش دیکھوں گا اور نارمن سپاہی تمہاری لاش کو ایسی ہی بے بسی سے دیکھیں گے جس طرح بلرم کے باہر تم نے ابن البعباع اور وہاں کے شہریوں کا قتلِ عام کیا تھا اور میں وہاں پہاڑ کے اوپر کھڑا ہو کر بڑی بے بسی سے وہ منظر دیکھ رہا تھا اس لیے کہ وہاں میں مجبور تھا۔ اور رابرٹ! آج اس میدان جنگ میں تم اور تمہارے سپاہی میرے سامنے مجبور اور لاچار ہوں گے ——— رابرٹ! میں تم پر حملہ کرنے لگا ہوں اگر بچ سکتے ہو تو بچ کر دکھاؤ لیکن یاد رکھو جس طرح کوئی سوفار کے منفذ اور سوراخ سے گزر نہیں سکتا جس طرح انسان آفاق کے کناروں کو نہیں چھو سکتا ہے ویسے ہی ——— ہاں رابرٹ ویسے ہی اس میدان سے تم میرے ہاتھوں بچ نہیں سکو گے ——— تمیم نے آگے بڑھ کر رابرٹ پر حملہ کیا۔ رابرٹ نے اپنی زندگی کے تمام جنگی تجربات کو کام میں لاتے ہوئے اپنا دفاع کیا لیکن ناکام رہا اور تمیم کی آب دار تیغ رابرٹ کی گردن چاٹتی ہوئی نکل گئی۔ رابرٹ تمیم کے سامنے زمین پر گر گیا۔ تمیم نے اس کی بے سر لاش کو ایک بھرپور ٹھوکر ماری اور آگے بڑھ گیا۔ میدان جنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ تمیم بن صالح نے رابرٹ گوسکارڈ کو قتل کر دیا ہے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور نارمن جی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کچھ نارمن ان کی تلواروں کا لقمہ بن گئے کچھ نے ندی میں چھلانگ لگا دی اور طوفان خیز پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

ندی کے دوسرے کنارے کھڑے نارمن جن کا اب کوئی سالار نہ تھا اپنے لشکر کے دوسرے حصے اور رابرٹ کے قتل پر اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ وہ آوارہ بھیڑوں کی طرح ندی کے کنارے کنارے جنوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہیں دھوکا دینے کی خاطر تمیم اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ بلوط کے مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور مغربی دروازے سے نکل کر وہ چٹانوں کی اوٹ میں اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ نارمنوں کی رفتار سست تھی۔ لہٰذا تمیم ان سے کافی آگے نکل گیا تھا اور پھر نارمن ایک طرح سے مطمئن بھی تھے کیونکہ تمیم ان کے سامنے شہر میں داخل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو گیا تھا ۔ انہیں کیا خبر تھی کہ تمیم جنوب میں ان سے بھی آگے بڑھ چکا تھا ۔ اپنی طوفانی رفتار سے تمیم جنوب کی طرف بڑھتا رہا ۔ قلعہ بلوط سے پانچ میل دور ندی کے کنارے وہ رک گیا ۔ وہاں پہلے سے کچھ عرب کھڑے تھے اور انہوں نے ندی کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ لکڑی کے تختوں کا ایک پل بنا رکھا تھا ۔ تمیم کو دیکھتے ہی ان عربوں نے اس پل کا شمالی سرا کھول دیا اور اسے پانی میں آگے دھکیل دیا ۔ پل ندی کے پاٹ پر چھاتا ہوا مشرقی کنارے سے جا لگا اور تمیم اپنے لشکر کے ساتھ اس پر سے گزر کر مشرقی کنارے پر چلا گیا تھا ۔ تمیم کی پیش بندی اور دور اندیشی پوری طرح اس کے حق میں کام کر رہی تھی ۔ یوں لگتا تھا رابرٹ سے نبرد آزما ہونے سے پہلے تمیم نے اس کے لشکر کے لیے بھاگنے کے سارے راستے مسدود کر دیئے تھے ۔

ندی کے مشرقی کنارے آ کر تمیم واپس مڑا اور اب وہ نارمن لشکر کے دوسرے حصے کا سامنا کرنے کی خاطر شمال کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ نارمن لشکر جب چار میل کا فاصلہ طے کر چکا ہے تو انہوں نے دیکھا تمیم اپنے لشکر کے ساتھ ان کا راستہ روکے کھڑا تھا بالکل اس شیر کی طرح جو آدم خور ہو گیا ہو اور جس نے انسانی آمد و رفت کے سارے راستے اپنی وحشت و بربریت سے بند کر دیئے ہوں ——— نارمنوں کے اس لشکر کا چونکہ کوئی سالار نہ تھا اور رابرٹ کے نائب تک اس کے ساتھ مارے گئے تھے اور اب ہر کوئی انفرادی حیثیت رکھتا تھا اور ان کا کوئی مرکز اور محور نہ تھا ——— نارمن ابھی ایک دوسرے کو حیرت و حسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ تمیم نے وہی ایذا رساں اور اذیت ناک کیفیت طاری کر دینے والا لاانتذر کا نعرہ مارا بالکل اس وحشی کی طرح جس نے کئی روز کی بھوک مٹانے کی خاطر اپنے شکار کو دیکھ کر انجانے لہجے اور کسی گم گشتہ زبان میں اپنے وحشی جلال اور جنگلی جذبات کا اظہار کیا ہو ۔ تمیم کے لاانتذر کے جواب میں لشکر نے اپنی کھولتی اور ابلتی آوازوں میں اللہ اکبر کی آفاق شکستہ صدائیں بلند کیں اور جب تمیم نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو لشکر نارمنوں پر حملہ آور ہو گیا ——— نارمنوں کا لشکر پہلے ہی پراگندہ ہو رہا تھا کہ ان کا کوئی راہنما و رہبر نہ تھا اور جب تمیم اپنے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا تو ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بکریوں کے اس ریوڑ میں جس کا کوئی چرواہا، کوئی گلہ بان اور کوئی محافظ و نگران نہ ہو ۔ بے شمار و ان گنت لہو آشام بھیڑیوں نے گھس کر تباہی، غارت غول، تلف و تاخت اور فنا و تاراج کا ایک بھیانک کھیل شروع کر دیا ہو ۔ رابرٹ کی موت پر نارمن پہلے ہی شکستہ دل تھے ۔ اب جب کہ تمیم ان کے اندر ان کے نیچے سے زمین کی ساری طنابیں پکڑ کر کھینچنے لگا تھا تو نارمن یوں محسوس کر رہے تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہیں بلکہ انہیں کسی ماورائی قوت نے اٹھا کر آگ اگلنے والے کوہ کے دامن میں لا کھڑا کیا ہو ——— نارمنوں کا وہ منتشر و بے مہار لشکر تمیم کے سامنے زیادہ دیر تک نہ جم سکا اور شام تک تمیم نے ان سب کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا ——— سورج کی مٹتی بجھتی روشنی میں تمیم جنگ کے اس میدان سے نکلا اور قلعہ بلوط جا کر آرام کرنے کے بجائے وہ جنوب مغرب کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا ۔ اس کا رخ مازر شہر کی طرف تھا ۔ جہاں راہب یوحنا اور اس کی حسین بیوی سریعہ اپنے لشکر کے ساتھ نارمن جرنیل نیکس سے نبرد آزما تھے ۔

○

راہب یوحنا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نارمن جرنیل نیکس سے پہلے ہی مازر پہنچ گیا تھا ۔ اہل مازر سے رابطہ قائم کر کے اس نے شہر کے دفاع کو مضبوط کر لیا تھا ۔ شہر پناہ اور دروازوں کے برجوں پر اس نے شہر میں پہلے سے موجود سپاہیوں کو متعین کر دیا تھا تاکہ وہ حملے کی صورت میں دشمن پر تیر اندازی اور خشت باری کریں ۔ خود راہب یوحنا ایک مناسب جگہ پر گھات لگا چکا تھا تاکہ وہ رات کے اندھیروں میں دشمن پر شب خون مار سکے اور یوں تمیم کے وہاں پہنچنے تک جنگ کو طول دے ۔ جس روز راہب یوحنا وہاں پہنچا اس سے دوسرے روز نیکس بھی وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور منجنیقوں کی مدد سے شہر پر پتھر برسانے شروع کر دیئے تھے ۔ دن بھر مازر شہر پر پتھر برسائے گئے لیکن نیکس فصیل توڑنے یا شہر کا کوئی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں کامیاب نہ ہُوا تھا۔ اہلِ شہر سخت مدافعتی جنگ کر رہے تھے۔ جب شہر پر پتھر برسائے جاتے تو جواب میں وہ بھی تیراندازی اور خشت باری شروع کر دیتے۔ اس طرح نمیکس کے حملوں کی رفتار سست پڑ جاتی کیونکہ انہیں اہلِ شہر کے تیروں اور پتھروں سے بچنے کی خاطر آڑ میں ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا پڑتا تھا۔

جب رات ہوئی اور دونوں طرف سے ایک دوسرے پر حملے رُک گئے اور نمیکس کا لشکر آرام کرنے لگا تو راہب یوحنا اپنی کمین گاہ سے نکلا۔ اس نے اپنے لشکر کو پہلے ہی ہدایات جاری کر رکھی تھیں۔ لہٰذا بڑی خاموشی کے ساتھ وہ شہر پناہ کی طرف بڑھا اور گہری نیند سوئے دشمن پر شبخون مارا۔ لشکر کے پہریداروں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا لیکن یوحنا اس وقت تک حملہ آور ہو چکا تھا اور نمیکس کے لشکر کے جنوبی حصّے کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ یوحنا کے لڑنے کا انداز بالکل تمیم جیسا تھا۔ گو اس کے حملوں میں تمیم جیسی وحشت اور درندگی نہ تھی۔ پھر بھی اس کا کاٹ کاٹنے اور پینترا بدل کر خونخواری سے حملہ آور ہونے کا انداز بالکل تمیم جیسا تھا۔ پہریداروں کے چلّانے اور نمیکس کے اُٹھ کر تیار ہونے تک یوحنا اس کے لشکر کے اَن گنت سپاہیوں کو کاٹ کر ساحلِ سمندر کی کٹی پھٹی زمین کے اندر سما گیا تھا۔ اس حملے میں اس کی بیوی سربعہ ایک ساتھی اور نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھی۔ نمیکس نے یوحنا کا تعاقب مناسب نہ سمجھا اور رات کا باقی حصّہ اس نے جاگ کر گزارا اس لیے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ ان حملہ آوروں کی تعداد کیا ہے۔ وہ کہاں سے آئے ہیں اور ان کا سالار کون ہے اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ ماذر کے باہر کھلے میدان میں اسے کسی قوت سے ٹکرانا پڑیگا وہ تو وادی کریط سے اس نیت کے ساتھ روانہ ہُوا تھا کہ وہ شہر کا محاصرہ کر لے گا اور اگر شہریوں نے مدافعت کی تو ایک نہ ایک روز وہ محاصرے سے تنگ آ کر صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا۔ راہب یوحنا اس کے لیے ویرانوں کا وہ سانپ بن گیا تھا۔ جو صرف ڈس کر واپس جاتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس رات کے شب خون کے بعد نمیکس یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر شب خون مارنے والا

[illegible] بن صالح [illegible] راجر اس [illegible] وہ اسے بھاگنے نہ دے گا اور اگر ماذر میں اسے شکست ہو گئی تو یہ صرف [illegible] حکومت کے عتاب کا نشانہ بنے گا بلکہ اس کے بعد رابرٹ اور راجر [illegible] صقلیہ کے اندر کہیں بھی نہ جمنے پائیں گے۔ بہرحال نمیکس محتاط ہو گیا تھا [illegible] اس نے اپنے لشکر کے ساتھ دن کے وقت آرام کرنا شروع کر دیا [illegible] اہلِ شہر سے جنگ کرتا رہتا۔ اس طرح اس نے شبخون مارنے والوں سے [illegible] ایک ذریعہ بنا لیا تھا اور جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی رہا تھا ———

راہب یوحنا نے بھی اب اپنا طریقِ کار بدل لیا تھا اس نے اہلِ شہر سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اب دن کے وقت نمیکس پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ اگر نمیکس یوحنا کا تعاقب کرتا تو شہر میں محصور فوج شہر سے نکل کر نارمنوں کی پشت پر حملہ کر دیتی اور اگر نارمن اہلِ شہر کی طرف متوجہ ہوتے تو یوحنا ان کی پشت کاٹنا شروع کر دیتا تھا اس طرح اس جنگ میں نمیکس بُری طرح ناکام ہو رہا تھا اور راہب یوحنا نے ایک طرح سے اسے خطرناک وسوسوں اور خوفناک اندیشوں میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا اور ایسا کر کے یوحنا اپنے مقاصد میں سو فیصد کامیاب تھا کیونکہ جنگ کو طول دے کر وہ اس انتظار میں تھا کہ رابرٹ گوسکارڈ سے نمٹ کر تمیم اس کی مدد کو آئے گا اور ایسا ہو چکا تھا کیونکہ تمیم رابرٹ اور اس کے لشکر کو تہ تیغ کرنے کے بعد راستے میں رُکے اور قیام کیے بغیر طوفان کی مانند ماذر شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی ستائے بغیر اپنے گھوڑوں کی پیٹھ پر ہی شکر ملے ستو پھانک کر اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔

لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا تمیم کی ہدایات کے مطابق راجر سے جنگ کرنے کے بجائے طرابنش کے والی عبداللہ بن منکبوت نے بدباطنی اور کوتاہ اندیشی سے کام لیا ابھی راجر اپنے لشکر کے ساتھ طرابنش سے چند میل کے فاصلے پر ہی تھا کہ بداعمال عبداللہ بن منکبوت نے اس سے صلح کی درخواست کی۔ راجر نے اسے غنیمت جانا اور جن شرائط پر بلرم راجر کے حوالے ہُوا تھا ان ہی شرائط پر عبداللہ نے طرابنش شہر راجر کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے حوالے کر دیا لیکن نارمن اپنی شرائط پر کہاں قائم رہنے والے تھے انہوں نے اہل شہر پر مظالم شروع کر دیئے اور عبداللہ کو شہر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور یوں بدرگ عبداللہ بن منکبوت اہل شہر کو نارمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر افریقہ کی طرف بھاگ گیا۔ طرابنش پر قبضہ کرنے کے بعد راجر اپنے بھاری لشکر کے ساتھ مازر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ رسد اور خوراک کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ تھا جو خچروں اور چھکڑوں پر لدا ہوا تھا اور یہ سامان اس نے طرابنش شہر سے حاصل کیا تھا ——— ایک روز شام کے وقت راجر اپنے لشکر کے ساتھ مازر پہنچا۔ اس وقت رومن جرنیل نیکس اور راہب یوحنا کے لشکر آپس میں جنگ کر رہے تھے۔ راجر اپنے اَن گنت لشکر کے ساتھ یوحنا کی پشت سے حملہ آور ہوا اور لاکھوں سپاہیوں پر مشتمل اس لشکر نے یوحنا کے مٹھی بھر سپاہیوں کو موت کی گہری اور ابدی نیند سلا دیا۔ اس جنگ میں راہب یوحنا اور اس کی بیوی سریعہ بھی دونوں شہید ہو گئے تھے۔ نارمنوں نے جب مسلمانوں کے سالار کی لاش تلاش کر کے اسے صلیب پر چڑھانا چاہا تو وہ ناکام رہے کیونکہ راہب یوحنا نے جنگ میں شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے اتنے زخم کھائے تھے کہ اس کی لاش مسخ ہو کر رہ گئی تھی یوحنا کے پاس پڑی ہوئی سریعہ کی لاش کی بھی ویسی ہی حالت تھی۔ راجر اور نیکس دونوں نے مل کر مازر کی فصیل توڑ دی اور شہر پر قبضہ کر کے انہوں نے وہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کر دیا اور شہر میں بدکاری اور بدذاتی کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثال شرق و غرب میں کہیں نہ مل سکے۔ اب وہ دونوں مل کر تمیم کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کے جاسوس انہیں پہلے ہی یہ خبر پہنچا چکے تھے کہ تمیم نے رابرٹ اور اس کے لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ لہٰذا راجر اس وقت ہی جب کہ وہ طرابنش شہر میں مقیم تھا اپنا ایک قاصد بھیج کر ان چالیس ہزار نارمنوں کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا لیا تھا جو اس وقت بلرم میں مقیم تھے۔

ایک روز نصف النہار کے بعد تمیم مازر شہر کے باہر نمودار ہوا۔ راجر اور نیکس اس کے سامنے مازر شہر میں محصور ہو گئے۔ دو روز اسی حالت میں گزر گئے تمیم

شہر سے باہر کھلے میدان میں پڑا رہا اور دشمن شہر میں محصور رہے۔ راجر دراصل ایک گہری چال چل رہا تھا اصل میں اسے اس بھاری کمک کا انتظار تھا جو بلرم سے روانہ ہو چکی تھی تیسرے روز راجر اور نیکس اپنے لشکروں کے ساتھ شہر سے نکلے اور تمیم پر حملہ آور ہوئے تمیم اس کے لیے پہلے ہی تیار تھا وہ راجر اور نیکس کے لشکر پر ایسے انداز میں حملہ آور ہوا تھا جیسے ——— جیسے کسی بھوکے شیر نے اپنے آگے بھاگتے ہوئے جنگلی بیل پر ایک ہی جست لگائی ہو اور اس کی گردن میں اپنے نوکیلے دانت گاڑ کر اسے بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہو۔ قریب تھا کہ تمیم نارمنوں اور رومنوں کے متحدہ لشکر کو شکست دے دیتا اور راجر اور نیکس پا بہ زنجیر اس کے سامنے کھڑے ہوتے کہ تمیم کے لشکر کی پشت پر ان چالیس ہزار نارمنوں نے حملہ کر دیا جنہیں راجر نے ایک جگہ چھپ کر انتظار کرنے کی خفیہ تاکید کی تھی۔ تمیم کے سپاہی بڑی تیزی سے قتل ہونے لگے تھے اور میدانِ جنگ میں افراتفری اور بے ترتیبی پھیل گئی تھی۔ تمیم نے جب اپنے لشکر کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے پسپائی کے نقارے بجوا دیئے۔ تمیم کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے لشکر میں پسپائی کے نقارے بجے تھے۔ تمیم نے میدان جنگ کے جنوب مغربی کونے پر اپنی پوری جنگی مہارت سے حملہ کیا اور اپنے بچے کھچے لشکر کو دشمن کے گھیراؤ سے باہر نکال لے گیا۔ غصے میں تمیم کی حالت اس زہریلے سانپ جیسی ہو گئی تھی جسے کسی نے زخمی کر دیا ہو۔ اسے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میدان جنگ سے دو میل دور جا کر تمیم پھر مڑا اور بائیں طرف شمال کی جانب اس نے ایک لمبا کاواکاٹا اور اپنے پورے قہر اور جلال کے ساتھ ان چالیس ہزار نارمنوں پر حملہ آور ہو گیا جو بلرم سے آئے تھے اور جنہوں نے تمیم کی پشت پر حملہ کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا تھا۔ یہ حملہ ایسا کامل اور بھرپور تھا کہ قبل اس کے راجر اور نیکس اپنی اس کمک کی مدد کو پہنچتے تمیم ان میں سے بیس ہزار کو تہ تیغ کرنے کے بعد بڑی تیزی سے جرجنت کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ شاید وہ دوبارہ راجر اور نیکس کے سامنے اسی میدان میں جم جاتا لیکن اس کے لشکر کا کافی نقصان ہو چکا تھا اور اسے تازہ دم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سپاہیوں کی ضرورت تھی اور ایسے سپاہی اسے جرجنت ہی سے مل سکتے تھے لہذا وہ اپنا آپ بچا کر جرجنت کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

راجرا ور نیکس نے اس خدشے کے تحت تمیم کا تعاقب نہ کیا کہ مبادا صقلیہ کا زخمی شیر کہیں پھر اپنی پسند کی جگہ پر جم کر کوئی ایسا جنگی حربہ استعمال نہ کرے جس سے ان کی واضح فتح شکست میں بدل جائے۔ وہ جانتے تھے کہ تمیم کے ساتھ اب ایک معمولی لشکر ہے۔ اس کے باوجود انہیں تعاقب کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ انہیں اس بات کا علم اور آگہی تھی کہ اگر کسی جگہ ایک بار بھی ان کے متحدہ لشکر کو تمیم کے ہاتھوں شکست ہو گئی تو صقلیہ کا وہ فرزند صقلیہ میں کہیں بھی ان کے قدم نہ جمنے دے گا اور ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہوگا کہ وہ اس کے آگے آگے بھاگتے ہوئے سمندر میں غرق ہو جائیں لہذا تمیم پر آخری ضرب لگانے سے قبل وہ اپنی بھرپور تیاریوں کو آخری شکل دینا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ہوشمند قدرت بھی مسلمانوں سے اُن کی کوتاہیوں اور بداندیشیوں کا بھرپور انتقام لے رہی تھی۔ اگر طرابنش کا والی عبداللہ بن منکبوت تمیم کو دھوکہ دے کر طرابنس شہر نارمنوں کے حوالے کرنے کے بجائے کچھ عرصہ انہیں اپنے ساتھ جنگ میں الجھا کر روکے رکھتا تو راہب یوحنا نیکس کے لشکر کو ختم کر کے مازر شہر کو محفوظ کر لیتا اور تمیم کی حالت آج وہ نہ ہوتی جس حالت میں وہ میدانِ جنگ سے پہلو تہی کر کے جرجنت کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ وہ اپنی زندگی کی پہلی ناکامی پر خون کے آنسو بہا رہا تھا اور یہ سب عبداللہ بن منکبوت کی وجہ سے تھا جس نے دھوکہ دے کر تمیم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا تھا۔ بہرحال تمیم جرجنت کی طرف چلا گیا تھا۔ راجرا ور نیکس اپنی جنگی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

○

سالم بن عطاف جو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ جرجنت سے سرقوسر (سیراکیوز) کے ساحلی علاقے کی حفاظت کر رہا تھا ہر روز طریسہ کو تمیم کی کارگزاری اور اس کی خیریت سے آگاہ کرنے آتا تھا اور یہ خبریں اس کے جاسوس ہر روز محاذِ جنگ سے اسے پہنچاتے تھے ——— ایک روز سالم سر جھکائے تمیم کے گھر داخل ہوا۔ بکر اور عقیل دونوں حویلی کے صحن میں کھیل رہے تھے اور ان کے قریب ہی طریسہ اور بوڑھا الماس بیٹھا بڑے شوق سے دونوں بچوں کو دیکھ رہے تھے۔ سالم کو سر جھکائے آتا دیکھ کر طریسہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی وہ آگے بڑھ کر سالم سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ سالم خود ہی بول پڑا ——— آج میں اپنی زندگی کی سب سے بُری خبر لے کر آیا ہوں فکر گیر لہجے میں طریسہ نے پوچھا۔ تم کیسی خبر لائے ہو ——— سالم کے چہرے پہ محرومیوں کے سائے بکھر گئے تھے پھر اس نے غلطاں سی آواز میں کہا۔ مازر شہر سے باہر ایک جنگ میں آقا کے بڑے بھائی اور ان کی بیوی دونوں شہید ہو گئے ہیں۔ طریسہ کانٹوں میں پڑے پھول کی طرح اداس ہو گئی اس کے چہرے پر غم اور حسرت کی کئی پرچھائیاں آمدورفت کر گئی تھیں پھر اس نے بربط کے ٹوٹتے تاروں جیسی غمگین آواز میں کہا۔

——— آقا کے بھائی؛ یہ تم کیا کہہ رہے ہو تمیم کا تو کوئی بھائی ہی نہیں جبکہ تم اس کی بیوی تک کا ذکر کر رہے ہو۔ جہاں تک میں جانتی ہوں ان کے دو چھوٹے بھائی تھے جن کے نام بکر اور عقیل تھے اور جو ایک سنگدل سائیس کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور ان دونوں کے نام پر ان دونوں بچوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو میرے شوہر کے اور کتنے بھائی تھے ——— سالم پھر بکھری ہوئی آواز میں بولا۔ آقا کے دو بڑے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھائی اور بھی تھے جن کے نام جابر بن صالح اور حسن بن صالح تھے ۔ یہ ایک طویل داستان ہے میری بہن ـــــــ سنو میں بتاتا ہوں ۔

یہ ان ایام کا ذکر ہے جب نارمن جنوبی اٹلی میں مسلمانوں پر مظالم کر رہے تھے ۔ ان مسلمانوں کو نارمنوں سے بچانے کی خاطر قلعہ بلوط کے حاکم ابن العباع نے رضا کاروں کا ایک لشکر تیار کیا تھا جس کا کام جنوبی اٹلی میں مسلمانوں کی عزت و جان کی حفاظت کرنا تھا ۔ یہ ایک کافی بڑا لشکر تھا جس میں ان گنت وہ مسلمان بحری قزاق بھی شامل ہو گئے تھے جو کھلے سمندر میں نصرانی جہازوں کو لوٹا کرتے تھے ۔ ان قزاقوں کا سرکردہ ساریہ بن خصیب تھا اور ان کی آماجگاہ جزیرہ مالٹا سے جنوبی اٹلی تک تھی ۔ اس لشکر کا سالار آقا کے سب سے بڑے بھائی جابر بن صالح کو بنایا گیا تھا جو ایک بہادر اور نڈر جوان تھا ان دنوں آقا نابالغ اور چھوٹے تھے ۔ جابر بن صالح نے اٹلی کے بلاد قلوریہ میں نارمنوں سے کئی بھیانک جنگیں لڑیں اور ان میں خوف و ہراس پھیلا دیا لیکن بدقسمتی سے ایک جنگ میں ان کی بائیں ٹانگ نارمن جرنیل ماکس کے ہاتھوں کٹ گئی اور وہ بے کار ہو گئے کیونکہ کٹی ہوئی ٹانگ کو وہ گھوڑے کی رکاب میں نہ جما سکتے تھے اور ہر لحہ ان کے لیے گھوڑے سے گر جانے کا اندیشہ تھا ۔ لہذا انہیں قلعہ بلوط لایا گیا جہاں ان کی کٹی ہوئی ٹانگ کا علاج ہوتا رہا اور ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی حسن بن صالح کو سپہ سالار بنا کر اٹلی کی طرف روانہ کر دیا گیا اور جابر کے مشورے پر آقا کے ماں باپ کو یہ کہہ دیا گیا کہ جابر جنگ میں شہید ہو چکا ہے ۔ اصل میں جابر ایک عظیم کام کرنے کا تہیہ کر چکا تھا ۔ ان دنوں بلرم کے کلیسا انطاکی کا بشپ اور اس کے ساتھ کچھ راہب جب کہ وہ پوپ کی قدم بوسی کے لیے صقلیہ سے اٹلی جا رہے تھے راستے میں برف کا ایک تودہ گرنے سے ہلاک ہو گئے تھے اور پوپ نے اٹلی سے ایک ایسے شخص کو انطاکی کلیسا کا بشپ بنا کر روانہ کیا تھا جس کی بائیں ٹانگ کٹی ہوئی تھی ۔ اس کے ساتھ دس راہب بھی بلرم آ رہے تھے ۔ جابر کی ٹانگ بھی ٹھیک ہو چکی تھی اور وہ بڑی تیزی اور محنت سے عیسائیت کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر رہا تھا ۔ اس دوران اس نے اپنا قیام سینا کی

بندرگاہ کی ایک سرائے میں کر لیا تھا اور اس کے ساتھ دس بہترین لڑاکا جوان بھی تھے ۔ پھر جب اسے خبر ہوئی کہ انطاکی کلیسا کا نیا لنگڑا بشپ جنوبی اٹلی کے وسطی شہر شفت فیمی سے روانہ ہو کر پہاڑی سلسلے میں سے گزرتے ہوئے ریو شہر کی طرف بڑھ رہا ہے تو جابر سینا سے نکلا اور سنگلاخ کوہستانی سلسلے کے اندر جابر نے اس لنگڑے راہب کو جس کا نام یوحنا تھا اس کے ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے راہب بنایا اور خود بشپ یوحنا بن کر کلیسا کی طرف روانہ ہو گیا ۔ ایک بشپ کی حیثیت میں اس نے صقلیہ کے دوسرے کلیساؤں میں بھی اپنے آدمی مقرر کرنے شروع کر دیئے تھے یوں وہ ایک عرصہ تک راہب یوحنا کے روپ میں صقلیہ کی بہتری و فلاح کی خاطر اسلام کے دشمنوں کی جاسوسی کرتا رہا ۔ بلرم کے سقوط کے بعد اس نے اس لڑکی سے شادی کر لی تھی جو یہاں تمہارے پاس رہ کر مسلمان ہو گئی تھی اور جس کا نام سریعہ تھا اور ـــــ اور اب وہ دونوں میاں بیوی مازر سے باہر جنگ میں کام آ چکے ہیں ۔

طریبہ نے اپنی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور میرے شوہر کا دوسرا بھائی جس کا نام تم نے حسن بن صالح بتایا ہے کہاں گیا ـــــ وہ بھی بلاد قلوریہ میں لڑتا ہوا نارمن جرنیل ماکس کے ہاتھوں مارا گیا ۔ پھر اس کی جگہ آقا کو جنوبی اٹلی میں لڑنے والے رضا کاروں کا سالار اعلیٰ بنایا گیا تھا ۔ آقا نے بڑی جرأت و دلیری سے مسلمانوں کو نکال کر صقلیہ پہنچا دیا ـــــ پھر ـــــ پھر وقت کی چشم دانا نے وہ دن بھی دیکھا جب تمیم نے قصریانہ سے باہر نارمنوں کے ساتھ جنگ میں اسی نارمن جرنیل ماکس کو ذلیل و رسوا کر کے مار دیا تھا جس نے جابر کی ٹانگ کاٹی تھی اور حسن کو ہلاک کیا تھا اور ـــــ سالم کہتے کہتے رک گیا کیونکہ حویلی کے بیرونی دروازے پر کسی نے دستک دی تھی ۔ الماس جب اٹھ کر ادھر جانے لگا تو سالم نے اسے روکتے ہوئے کہا ۔ ٹھہرو الماس ! میں خود دیکھتا ہوں کون ہے ۔ سالم نے جب دروازہ کھولا تو وہاں اس کا ایک نائب کھڑا تھا ۔ سالم کو دیکھتے ہی اس نے کہا ـــــ ایک قاصد ابھی ابھی خبر لایا ہے کہ آقا تمیم شام تک جرجنت پہنچ جائیں گے ۔ میں آپ کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی آمد سے مطلع کرنے آیا ہوں۔ سالم نے سوالیہ انداز میں پوچھا کیا اس قاصد نے اس جنگ کے متعلق کچھ نہیں بتایا جو مانٹ فرٹ سے باہر راجر اور فلیکس کے ساتھ ہمارے آقا کی ہونے والی تھی ——— وہ بڑی بُری خبر لایا ہے۔ آقا تمیم جب راجر اور فلیکس کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور عین ممکن تھا کہ وہ ان دونوں کو شکست دیتے کہ چالیس ہزار نارمنوں نے آقا کے لشکر کی پشت پر سے حملہ کر دیا۔ ہمارے لشکر کو کافی نقصان پہنچا ہے اور آقا اب اپنے لشکر کی کمی پوری کرنے کے لیے جرجنت کا رُخ کر رہے ہیں۔ قاصد کہہ رہا تھا۔ آقا اگر راستے میں کہیں رُک بھی گئے تب بھی وہ آج عشاء سے قبل جرجنت میں داخل ہو جائیں گے کیا آپ ——— سالم نے اپنے اس نائب کی قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ تم چلو میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ آقا اپنے لشکر کے ساتھ تھکے ہوئے یہاں آئیں گے۔ ہم دونوں مل کر ان کے لشکر کے کھانے اور آرام کا بندوبست کرتے ہیں۔ وہ نائب چلا گیا۔ سالم نے مڑ کر طربیہ کے پاس آ کر کہتے ہوئے کہا۔ آقا اپنے لشکر کے ساتھ آج شام تک جرجنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اب میں جاتا ہوں مجھے ان کے لشکر کے آرام اور کھانے کا بندوبست کرنا ہے۔ طربیہ سے جواب کا انتظار کیے بغیر سالم واپس مڑا اور حویلی سے باہر نکل گیا۔

○

جرجنت کی مسجدوں میں عشاء کی نماز پڑھی جا چکی تھی۔ شب کی خاموشیوں میں لمحے بڑی تیزی سے رینگ گئے تھے۔ تمیم اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ الماس نے دروازہ کھولا اس کے سامنے تمیم کھڑا تھا غمگین و سوگوار۔ الماس نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔ تمیم کی آنکھوں میں اسے پیاسی رُوح کی پگھلا دینے والی فریاد دکھائی دی۔ وہ کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ تمیم بے نوا اور خستہ حال سا حویلی میں داخل ہُوا۔ ابھی وہ برآمدے میں ہی تھا کہ ایک طرف سے طربیہ بھاگتی ہوئی آئی اور تمیم سے لپٹ گئی۔ برآمدے میں جلتی ہوئی کہر آلود روشنی میں طربیہ نے دیکھا تمیم اداس اور چپ تھا اس دریا کی طرح جسے سمندر نصیب نہ ہُوا ہو وہ افسردہ اور غمگین تھا۔ پُرانے، سیاہ اور قدیم درخت کی طرح۔ طربیہ چند لمحوں تک اسے پُرتاثیر نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اس کے پتھرائے ہوئے ہونٹ حرکت میں آئے اور اس کی آنسوؤں میں بھیگی ہوئی آواز بلند ہوئی۔ میرے آقا! مجھے آپ کے بھائی جابر بن صالح کے مرنے کا دُکھ اور صدمہ ہے۔ تمیم کوئی جواب نہ دے سکا اور بے بسی کی حالت میں وہ کھڑا اپنے ہونٹ کاٹتا رہا اور اس پر خود فراموشی طاری تھی۔ طربیہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بوجھل اور غمگین آواز میں کہا۔ آیئے اندر چلیں۔

طربیہ تمیم کو لے کر ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جس کے اندر وسط میں ایک سنہری شمعدان میں کئی شمعیں جل رہی تھیں۔ دائیں طرف ایک پلنگ پر بکر اور عقیل دونوں بھائی اکٹھے سوئے ہوئے تھے۔ تمیم کا رُخ اور کیفیت بدلنے کی خاطر طربیہ نے اسے پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ بیٹھئے میں آپ کے لیے ایک نفیس جُوتا لاتی ہوں جسے میں نے آپ کے لیے رابرٹ کو قتل کرنے کی خوشی میں بنوایا تھا۔ طربیہ نے لکڑی کا ایک صندوق کھولا اور اس میں سُرخ کپڑے میں لپٹی ہوئی وہی پوٹلی نکالی جس کے اندر تمیم کی ماں نے اس کے پُرانے جُوتے اور کپڑوں کا ایک جوڑا لپیٹ رکھا تھا۔ طربیہ نے جب وہ پوٹلی کھولی تو اس سے چاندی کا ایک کنگن زمین پر گر گیا۔ طربیہ نے وہ کنگن اُٹھا کر تمیم کو دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ کنگن آپ کے لباس کی جیب سے نکلا تھا میں نہیں جانتی یہ کس کا ہے کیونکہ آپ نے تو مجھے صرف پُرانے جوتوں اور کپڑوں کے ایک جوڑے کو سنبھال کر رکھنے کو کہا تھا۔ تمیم نے وہ کنگن لے لیا۔ اُلٹ پلٹ کر دیکھا پھر بھاری اور غم زدہ آواز میں کہا۔ یہ کنگن ربیعہ کا ہے اسے سنبھال کر وہیں رکھ دو۔ اس نے ہی اپنا یہ کنگن میرے ان کپڑوں کی جیب میں ڈال دیا ہوگا۔ طربیہ نے کنگن لے کر تمیم کے لباس کی جیب میں ڈال دیا پھر اس نے سرخ گٹھڑی کے اندر سے ایک زرتار کا کامدار جُوتا نکالا اور اسے تمیم کے پاؤں کے پاس رکھتے ہوئے کہا۔ اب آپ یہ جُوتا پہن لیں۔ کیا رابرٹ کو قتل کر کے آپ کی قسم پُوری نہیں ہوگئی۔ تمیم نے بے قرار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سی آواز میں کہا - میری قسم پوری نہیں ہوئی طریسہ ! ابھی میں یہ جُوتا پہننے کا حق دار نہیں ہوں جس دَور میں مَیں نے جُوتا نہ پہننے کی قسم کھائی تھی آج صقلیہ کی حالت اس دَور سے بھی بدتر ہے جہاں آج صقلیہ لہولہو ہے اور اس کا ہر فرد کراہ رہا ہے - پھر یہ کیسے ممکن ہے میں اپنی قسم مکمل جان کر اپنے پاؤں میں جُوتا پہن لوں - تم میرے قریب بیٹھو طریسہ ! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں - طریسہ تمیم کے قریب ہی بیٹھتی ہوئی بولی - کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں - تمیم نے جُوتوں اور سرخ گٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - پہلے انہیں سنبھال لو - طریسہ اُٹھی اور جوتوں کا نیا جوڑا اس نے گٹھڑی میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ دیا اور دوبارہ تمیم کے پاس آکر بیٹھ گئی - تمیم نے غور سے طریسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - تم کل صبح بکر اور عقیل کو لے کر الماس کے ساتھ افریقہ جانے کی تیاری کرو - طریسہ نے کرب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا - وہ کس لیے ؟ ——— چند لمحے خاموش رہنے کے بعد تمیم پھر بولا - طریسہ ! اگر تمہارے سامنے دو ہتھیلیوں میں سے ایک پر حنا اور دوسری پر خون ہو تو تم ان میں سے کس کا انتخاب کرو گی - طریسہ نے بڑی آہستگی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا - اس ہتھیلی کا جو مجھے میرے شوہر سے جدا نہ کرے خواہ وہ خون آلود ہی کیوں نہ ہو

تمیم چند لمحوں تک طویل طوفانی رات کے ٹھٹھرے سکوت کی طرح خاموش رہا - پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا - طریسہ ! میں امیرانِ شہر سے مل کر آرہا ہوں وہ سب اپنی عورتوں اور بچوں کو کل افریقہ بھجوا رہے ہیں چاہتا ہوں تم بھی بکر اور عقیل کو لے کر ان کے ساتھ روانہ ہو جاؤ جب یہاں کے حالات درست ہو گئے تو میں تمہیں واپس بلالوں گا - طریسہ بارش کی طرح سسک سسک کر رو دی - میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی - تمیم نے طریسہ کو سنبھالتے ہوئے کہا - طریسہ ! قبل اس کے منافقت کے قدیم وارث نارمن بھیڑیے یہاں آکر غلیظ راتوں اور کثیف صبحوں کی ابتدا کریں میں چاہتا ہوں تم افریقہ چلی جاؤ - میں جانتا ہوں جب نارمن جرجنت کی طرف بڑھے تو یہ جابر و جاہل اور تکبر گزیدہ نارمن جبر و اقتدار اور دروغ و فریب کے پرچم اُڑاتے ہوئے کسی علت و معلول کے بغیر ظلمتوں کے ایسے موسم اور قفس کی ان تاریکیوں کا آغاز و عنفوان کریں گے جس سے اہل صقلیہ مانوس نہیں ہیں - وہ ہماری منزہ اور منقد وادیوں اور باغ و بستان کو چراگاہوں میں اور صقلیہ کے شفاف چشموں کو سبوئے سفالینہ میں بدل دیں گے - چند لمحے خاموش رہ کر تمیم بولا - طریسہ ! میری زندگی میں اب آج ہے کل نہیں - میں دشمن سے جنگ تو کر سکتا ہوں لیکن مقدر کے خلاف لڑ نہیں سکتا ——— طریسہ تڑپ کے تمیم کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر وہ اپنا سر تمیم کی گود میں رکھتے ہوئے زور زور سے ہچکیاں لے کر رونے لگی تھی -

تمیم تھوڑے سے وقفے کے لیے اس داستان گو کی طرح خاموش رہا جس کی داستان اختتام کو پہنچ گئی ہو - پھر اس نے اپنی گود میں پڑے طریسہ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا - طریسہ ! میں اس وقت تک اپنے لہو سے آزادی کے چراغ روشن کرنے کا عزم کر چکا ہوں جب تک میں صقلیہ کو بھنور سے نکال نہیں لیتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے طریسہ ڈوبتی ہوئی اس کشتی کو بھنور سے نکالتے نکالتے میں خود بھی منجدھار کی نذر ہو جاؤں طریسہ نے کوئی جواب نہ دیا وہ ابھی تک رو رہی تھی - تمیم نے طریسہ کو اس کے شانوں سے پکڑ کر اوپر اُٹھایا - طریسہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے غور سے تمیم کی طرف دیکھا پھر اپنی آنسوؤں میں ڈوبی آواز میں کہا - میرے آقا ! میں آپ کا جزو بدن اور آپ میرے زہرۃ الدنیا ہیں - آپ میرا گلا گھونٹ سکتے ہیں لیکن میں آپ کو صقلیہ میں تنہا چھوڑ کر ہرگز افریقہ نہ جاؤں گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے - ایک دم طریسہ نے تمیم کے نیام سے اس کا چمکتا ہوا خنجر نکال کر اس کے چہرے کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی اُبلتی آنکھوں کے ساتھ تمیم سے کہا - اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کا کہا نہ مان کر ایک محبت کرنے والے شوہر کے حکم کی نافرمانی کی ہے تو یہ خنجر لیجیے اور اسے میرے دل میں گھونپ دیجیے - قسم اللہ پاک کی ! افریقہ جانے کے بجائے میں آپ کے ہاتھوں مرجانا اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھوں گی ——— تمیم نے خنجر لے کر دوبارہ نیام میں ڈال لیا اور طریسہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا - طریسہ بھی کسی شمع کی اس صندلی روشنی کی طرح تمیم سے لپٹ گئی تھی جو در و دیوار سے لپٹ کر انہیں اپنے رنگ میں رنگ گئی ہو - طریسہ بھی کچھ ایسی ہی سختی اور والہانہ پن کے ساتھ تمیم سے بغلگیر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو گئی گویا وہ پھول ، تراز، رنگ رس اور شیر و شکر بن کر اپنے پورے وجود کو تمیم پہ نچھاور کر دینا چاہتی ہو ——— طریسہ کو علیحدہ کر کے اس کی طرف پُر معنی انداز میں دیکھتے ہوئے تمیم نے کہا ۔ طریسہ کاش ———

تمیم اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ بکر جاگ گیا تھا ۔ تمیم کو دیکھتے ہی وہ اٹھا جلدی جلدی بستر سے اُترا اور بھاگ کر تمیم سے لپٹتے ہوئے کہا ۔ ابّی ! آپ آ گئے پھر تمیم کے جواب کا انتظار کیے بغیر طریسہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر پوچھ لیا ۔ ابّی ! میری اُمّ رو کیوں رہی ہیں ۔ تمیم نے بکر کو اپنے مضبوط بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا ۔ بیٹے ! ہمارے دشمن جرجنت پر حملہ کرنے والے ہیں میں چاہتا ہوں تمہاری اُمّ تمہیں اور عقیل کو لے کر افریقہ کی طرف چلی جائے لیکن یہ روتی ہے اور افریقہ جانے سے انکار کرتی ہے ۔ بکر نے بڑے بھولے پن سے کہا ۔ ابّی ! ہم آپ کو چھوڑ کر کیوں جائیں ۔ طریسہ بڑے فخریہ انداز میں بکر کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ تمیم نے بکر کا منہ چومتے ہوئے کہا ۔ میرے بیٹے ! جب میرے شباب کو دیمک چاٹ جائے گی تو میری زندگی کے کھنڈرات میں تم دونوں بھائی مضبوط ستونوں کی طرح نمودار ہو گے ۔ میں چاہتا ہوں تم اور عقیل اپنی اُمّ کے ساتھ افریقہ چلے جاؤ جب تم جوان ہو جاؤ تو وہاں سے تم دونوں بھائی ایک عظیم لشکر تیار کر کے صقلیہ کی طرف آنا ۔ اس وقت تک میں نارمنوں کے آگے دفاع کا ایک غیر متزلزل بند باندھے رہوں گا ——— طریسہ منہ دوسری طرف پھیر کر پھر رونے لگی تھی ۔ تمیم بکر سے کہتا رہا ۔ میرے بیٹے ! میں بڑی بے تابی سے تم دونوں کا انتظار کروں گا ۔ اس وقت تک میں صقلیہ کی سرزمین کو اپنے خون سے سینچتا رہوں گا ۔ گو میں جانتا ہوں نارمن مجھے ایک غیر مجاز اور بوڑھا محافظ جان کر تتلی کی روح کی طرح میری طرف لپکتے رہیں گے لیکن میں اس وقت کا انتظار کروں گا جب تم دونوں جوان ہو کر میرے رفیقِ کار اور دشمن کے سر پر کھیل جانے والی قضا بن کر صقلیہ آؤ گے ۔ بکر نے چھاتی تانتے ہوئے کہا ۔ اے میرے باپ ! جب میں جوان ہوا تو آپ کا ماضی بن کر آپ کے پاس آؤں گا اور آپ کے دشمنوں کے اعضا کاٹ دوں گا پھر اس شہر کے لوگ کہیں گے تمیم بن صالح کا بیٹا بکر بن تمیم بزدل نہ تھا ——— تمیم کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں اور اس نے بکر کو زور سے اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیشانی چوم لی ——— بکر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا آپ کی آنکھوں میں آنسو ابّی !

——— تمیم مسکرا دیا ۔ یہ تشکّر اور اس خوشی کے آنسو ہیں کہ میرا بیٹا اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس کام کو انجام و انتہا دے گا جس کی تکمیل میں نہ کر سکوں گا ۔

طریسہ نے بکر کو پکڑ کر اپنی گود میں لیتے ہوئے شکایت آمیز اور اشک آلود آنکھوں سے تمیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ آپ معصوم بچے کو ایسی باتوں میں کیوں الجھاتے ہیں جو اس کے علم و آگہی اور شعور و وجدان سے بالاتر ہیں ۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر نارمن جرجنت کی طرف بڑھے تو میں ان کے حملہ آور ہونے سے قبل ہی سمندر کی ساحلی چٹانوں کے قریب الماس ، بکر اور عقیل کے ساتھ ایک کشتی میں جا کر بیٹھ جاؤں گی ۔ اگر خدا نے ہمیں فتح و نصرت سے ہمکنار کیا تو میں کشتی سے اُتر کر آپ کے پاس آ جاؤں گی اور اگر ہم یہ جنگ ہار گئے تو آپ وعدہ کیجئے کہ آپ فرار ہو کر اس کشتی میں آ جائیں گے ۔ اس طرح ہم اکٹھے افریقہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے ——— تمیم نے ہار مانتے ہوئے کہا ۔ مجھے تمہارا یہ فیصلہ منظور ہے ۔ میں کل ہی ایک کشتی کا بندوبست کر لوں گا ۔ طریسہ نے بکر کو پیار کرتے ہوئے کہا جاؤ بیٹے ! اپنے بھائی کے پاس جا کر سو جاؤ ——— بکر ایک فرمانبردار اور اطاعت گزار بیٹے کی طرح دوبارہ عقیل کے پاس جا کر لیٹ گیا ۔ طریسہ نے تمیم کا بازو پکڑتے ہوئے کہا ۔ اٹھئے کھانا کھائیے اُٹھ کر ۔ تمیم کھڑا ہوتا ہوا بولا ۔ کھانا تو میں کھا کر آ رہا ہوں ۔ سالم نے سارے لشکر کے کھانے کا انتظام کیا تھا اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ میں بھی کھا آیا ہوں ——— طریسہ نے اس بار بڑے پیار سے کہا ۔ چلیے پھر آرام کریں ۔ آپ تھکے ہوئے ہیں ۔ تمیم اس پلنگ کے پاس آیا جس پر بکر اور عقیل سوئے ہوئے تھے ۔ تمیم چند لحظوں تک عقیل کو دیکھتا رہا جو کسی شیر مست بچے کی طرح ٹانگیں پسارے سکون اور طمانیت کی گہری نیند سو رہا تھا ۔ تمیم نے جھک کر عقیل کو پیار کیا پھر وہ طریسہ کے ساتھ برآمدے میں آیا ۔ صحن

میں الماس کھڑا تھا۔ تمیم نے برآمدے میں رکتے ہوئے پوچھا۔ الماس! تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ الماس نے بڑی انکساری سے کہا۔ آقا! میرے لیے کوئی خدمت ہے تمیم نے گہری اور پُرخلوص شفقت میں کہا۔ جاؤ جاکر آرام کرو۔ الماس اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تمیم اور طریبہ بائیں طرف مڑ کر ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔

اپنے محدود وسائل کے باوجود تمیم نے دو دن شب و روز بھاگ دوڑ کر کے نارمنوں سے آخری اور فیصلہ کن جنگ کرنے کے لیے تیس ہزار کا ایک لشکر تیار کر لیا تھا جو راجر اور منیکس کے متحدہ لشکر کا دسواں حصّہ بھی نہ تھا تاہم اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے بلند تھے کہ وہ مادرِ صقلیہ کے دفاع کا مقدس فرض ادا کر رہے تھے۔ تیسرے روز جب کہ شہر پناہ کے دروازے بند ہو چکے تھے اور لوگ مسجدوں میں عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے۔ راجر اور منیکس نے اپنے لشکروں کے ساتھ جرجنت شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ تمیم کے لیے یہ کوئی نئی خبر نہ تھی کیونکہ اس کے جاسوس اسے دشمن کے ہر پل کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ اسی بنا پر اس نے شام کے وقت ہی طریبہ کو شہر سے باہر نکال دیا تھا اور اب وہ سمندر کے اندر ساحلی چٹانوں کی آڑ میں لیکر عقیل اور الماس کے ساتھ ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھی رونما ہونے والے حالات کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

عشاء کی نماز کے بعد تمیم اور سالم امیرانِ شہر اور اکابر کے ساتھ شہر کی فصیل پہ آئے اور مغربی دروازے کے برج پر کھڑے ہو کر اس نے دیکھا شہر سے ایک میل کے فاصلے پہ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی مشعلیں روشن تھیں اور ان کی روشنی میں نارمنوں اور رومنوں کے لشکر اپنے خیمے نصب کر رہے تھے۔ شہر کا ایک رئیس تمیم کے قریب ہوتے ہوئے پریشان کن آواز میں چلّایا الامان الحفیظ اس قدر لشکر جس کے آخری سرے کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس نے تمیم کو مخاطب کر کے کہا صالح کے بیٹے! کیا ہمیں شہر میں محصور رہ کر دشمن کا مقابلہ نہ کرنا چاہیے۔ شہر میں ہمارے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پاس اس قدر رسد کا سامان اور خورد و نوش کا ذخیرہ ہے کہ ہم مکمل چھ ماہ تک محصور رہ کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں ۔تمیم کی سوچوں کے سمندر میں جیسے طوفان برپا ہو گیا تھا اس بوڑھے رئیس کے خیالات کی تردید کرتے ہوئے اس نے کہا محصور اور قلعہ بند ہو کر وہ قومیں لڑتی ہیں جنہیں کہیں سے مدد اور کمک ملنے کی امید ہو، ہمارا تعلق ایک ایسی قوم سے ضرور ہے جو جزائر سراندیپ سے اندلس اور سیلوطہ سے برفستانوں کے دریائے سیحوں تک پھیلی ہے لیکن ساری مسلم مملکتیں غفلت و گمنامی کی گہری نیند سوئی ہوئی ہیں ۔کاش ان میں مذہب و ملت کا درد رکھنے والا ایک فرد بھی جاگتا ہوتا تو وہ ہماری آج کی بے بسی اور لاچارگی پر تڑپ اٹھتا ۔ہمیں جو کچھ کرنا ہے ان ہی ایک دو یوم میں کرنا ہے ۔ورنہ اگر محاصرہ طول پکڑ گیا تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے سپاہیوں کے حوصلے بھی پست ہو جائیں گے اور دشمن اس وقت کے لیے دن گننا شروع کر دے گا جب ہم محاصرے سے تنگ آ کر اس کے سامنے سرنگوں اور خمیدہ سر ہو جائیں اور ——— اور میں نارمنوں اور رومنوں کا غلام بننے کی نسبت کسی مسلم گلہ بان کے اونٹ ہانکنا زیادہ پسند کروں گا۔

تمیم چند ثانیوں تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا ۔پھر اس نے سالم کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی بھاری مگر کھولتی ہوئی آواز میں کہا ۔ سالم ! اپنے لشکر کو اس دروازے کے قریب جمع کرو ۔صبح ہونے سے پہلے پہلے میں ایک بار ان سے نبرد آزما ہو کر ان کی تعداد کم کرنا چاہتا ہوں ۔لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر دو۔ قلب میرے پاس، میمنہ تمہارے اور میسرہ مارکوس کی کمانداری میں لڑے گا۔مارکوس سے کہو آج اپنے جنگ کرنے کا وہی انداز دکھائے جو اس کا آقا جابر بن صالح دکھایا کرتا تھا ۔اسے میری طرف سے یہ بھی کہو کہ اپنے ماتحت لڑنے والے سپاہیوں سے کہے کہ اس جنگ کو اپنی زندگی کی پہلی اور آخری جنگ سمجھ کر لڑیں ۔اگر ہم سرفراز ہوئے تو یہ ہماری زندگی کی پہلی جنگ ہوگی کیونکہ ایک بار پسپا ہونے کے بعد ہم دشمن کے پاؤں صقلیہ کی پوری سرزمین کے اندر کہیں نہ جمنے دیں گے اور صقلیہ کو آزاد کرانے میں یہ ہماری

پہلی جنگ ہوگی اور سنو ! سالم ! اگر ہم ہار گئے تو یہ ہماری آخری جنگ ہوگی اس لیے کہ ہم اپنی اس سرزمین کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دینے کا عزم کر چکے ہیں ۔اب تم جاؤ اور لشکر کو اس مغربی دروازے کے پاس جمع کرو۔

سالم چلا گیا ۔تمیم وہیں اکابر شہر کے ساتھ دشمن کے اس لشکر کی طرف دیکھ رہا تھا جو شعلوں کی تیز روشنی میں ابھی تک خیمے نصب کر رہے تھے ——— سالم کے حکم پر مغربی برج کے نیچے جنگی نقارے بج اٹھے اور آن کی آن میں تین ہزار کا لشکر صفیں باندھ کر مغربی دروازے کے پاس آ کھڑا ہوا تھا ۔لشکر کے آگے سالم اور مارکوس جس کا اصل نام حجر بن حمدون تھا اپنے گھوڑے پر سوار آہنی ستون کی طرح ایستادہ کھڑے تھے ۔ان دونوں کے آگے تمیم کا گھوڑا تھا جس کی زین سے حرب و ضرب کا سامان لٹک رہا تھا ۔سارے سپاہی آپس میں باتیں کر رہے تھے جس کی وجہ سے شہر کے اس حصے میں جہاں لشکر جمع تھا ایک شور سا مچ گیا تھا۔پھر اچانک ہی پورا لشکر یوں خاموش ہو گیا جیسے وہاں ہولناک کالی لمبی رات کی لذت کش نغمگی کے سوا کوئی جاندار چیز نہ بستی ہو ۔اس لیے کہ تمیم مغربی برج کی سیڑھیاں اتر رہا تھا اور پورا لشکر ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنے اس سالار کی طرف دیکھنے لگا تھا جو ایک غیر مانوس ٹھہراؤ اور آن جانے وقار کے ساتھ سیڑھیاں اتر رہا تھا اور اس کے پیچھے جرجنت کے سب اکابر تھے ۔ابھی برج کی کچھ سیڑھیاں باقی تھیں کہ تمیم کھڑا ہو گیا اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر ایک وسیع رقبے میں پھیلے ہوئے اپنے لشکر کو دیکھا ———

پھر اس کا سنگین ہاتھ فضا میں بلند ہوا اس کے ساتھ ہی رات کے سناٹے میں لشکر کے ہر سپاہی کو اس کی آواز سنائی دی ——— آواز جو وقت کی تیز پھوار اور شیریں لہر کی مانند بلند ہوئی تھی ۔شب کے سیاہ اندھیروں میں گونجتی ہوئی ایسی آواز جس میں صداقت کی تابانی، اخلاص و پاکیزگی کی جھلک اور سمندر کی بھوکی لہروں جیسی تڑپ اور ذہنی رفعت تھی ۔وہ اپنے لشکر سے مخاطب ہوا تھا۔

مجاہدو ! اس عالم ناسوت میں انسانی زندگی ایک بے نام انتہا اور

مستعار چیز ہے جیسے ہر حالت میں ایک نہ ایک روز موت کے سامنے اپنے سارے ہتھیار کھول کر سرنگوں ہو جانا ہے اور یہ وقت مقرر اور طے شدہ ہے۔ ساتھیو! وطن میں ایسے مقدس لمحات بار بار نہیں آتے۔ آج اپنے شعور کی ضو اور اپنے رب کی قنوت و فرمانبرداری میں کہر کے پھیلے ہوئے دھوئیں کی طرح دشمن پر چھا جاؤ اور اپنی اپنی تیغ جوہردار کے ساتھ دشمن سے اپنے ماضی کی بے بسی کے ذرے ذرے اور رتی رتی کا حساب لو اور ان کے لیے ایسے تاریک دور کی ابتدا کرو کہ وہ اس رات کو اپنی زندگی کی خوفناک رات پکار اٹھیں۔

تمیم چند لمحوں تک خاموش رہا۔ ہر طرف گہرا سکوت بکھر گیا تھا۔ ایسا عمیق اور قعر کا سکوت جس میں ہر سپاہی اپنے اپنے دل کی حدیث تک سن سکتا تھا۔ دوبارہ تمیم کی بالغانہ و مدبرانہ آواز چپ کی بھاری زنجیریں توڑ کر اپنے پورے غیظ و رشک کے ساتھ فضاؤں میں بلند ہوئی تھی:

میرے ہم نفسو! ہمارے موجودہ حالات کی رات بیشک تاریک ہے اور دور دور تک سحر کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہمیں اپنے لیے اس صبح آزادی کو تلاش کرنا ہے جس کی ضو میں ہم صقلیہ کے اندر باعزت و پر وقار زندگی بسر کر سکیں اور آؤ دل کر عہد کریں کہ آج اس آزادی کی سحر کو تلاش کرتے ہوئے ہم وقت کے دامن کو تار تار کر دیں گے۔

تمیم خاموش ہو گیا۔ پھر وہ برج کی سیڑھیاں اتر کر لشکر کے سامنے اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ پہلے اس نے زین سے لٹکتی ہوئی اپنی زرہ پہنی، سر پہ خود اور ہاتھوں پہ آہنی جوشن پہن لیے تھے۔ سر گھما کر ایک بار غور سے اس نے اپنے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے لشکر کی طرف دیکھا پھر اس نے ایسی پر جوش اور نسلی زقند لگائی کہ رکاب میں بین پاؤں جمائے بغیر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔

پھر گھوڑے کا رخ موڑ کر وہ قبلہ رو ہوا اور سجدے کے انداز میں اپنا سر زین کے ہنے پر جھکاتے ہوئے اس نے اپنی گھگھی اور برستی آواز میں کہا ——— میرے اللہ! تو فرید و یکتا و بے مثل ہے۔ حق و باطل کی اس جنگ میں ہمیں اپنی نصرت و رہبری فرما۔ اے نیلگوں وسعتوں کے خالق! تو جو ایک محیط بے کراں ہے۔ صقلیہ کے اندر بہنے والی اسلام کی اس ننھی سی آب جو کو ہمیشہ رواں و متحرک رکھنا۔

تمیم خاموش ہو گیا۔ اپنا جھکا ہوا سر اس نے اوپر اٹھایا پھر اس کی چھاتی تن گئی تھی اور اپنی تلوار بے نیام کر کے اس نے دروازے کے محافظوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ تمیم اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور دشمن کے لشکر پر اس طرف حملہ آور ہوا جہاں ان کے لیے کھانا تیار ہو رہا تھا۔ رومن اور نارمن بھی اس حملے کیلئے پوری طرح تیار تھے لہذا گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور رات کے سناٹے میں گھوڑوں کے ہنہنانے، تلواروں کے ٹکرانے اور انسانی آہوں اور چیخوں کی نہ ختم ہونے والی ہاؤ ہو کا طوفان کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ کشتی جس پر طریسہ بکر، عقیل اور الماس سوار تھے ایک ساحلی چٹان کے پتھر سے بندھی ہوئی تھی اور تھمی تھمی رکی رکی فضاؤں میں وہ ہلکی ہلکی سمندری موجوں پر ہلکورے لے رہی تھی وہ سب سمندری چٹانوں کے اندر حجر جنت سے باہر لڑی جانے والی جنگ کی آوازیں صاف سن سکتے تھے۔ طریسہ نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پہ گہری رات چھا گئی تھی اور ماتمی ستاروں کی صفیں وقت کی تشریح و تاویل کی ذمہ داریاں پوری کر رہی تھیں۔ طریسہ کے دل و دماغ کہیں اور تھے۔ کبھی وہ ماتمی ستاروں کے دھندلکوں میں کھو کر تمیم کو اپنے تحت الشعور میں مسکراتا ہوا دیکھتی اور اس کے دل میں لطیف و خوشگوار دھڑکنیں ابھرنے لگتیں کبھی کبھی اس کی بوڑھی اور نحیف سوچیں الجھ جاتیں اور وہ خیالوں میں تمیم کو میدان جنگ کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وسط میں طوفانوں کی طرح لڑتے ہوئے دیکھتی تو وہ آہوانِ دشت کی طرح افسردہ اور خوفزدہ ہو جاتی ۔ سمندر کے اندر ہلکورے کھاتی کشتی میں تمیم کا انتظار اس کے لیے صبر آزما پابندی بن گیا تھا ۔ اپنے رگ و ریشہ سے اُٹھنے والے خوف تلے دب کر وہ آسمان پر بکھرے ان ستاروں سے اپنے شوہر کی خیریت کا پتہ کرتی جو گرم صحراؤں جیسے گیت گاتے ہوئے نہ جانے کن ماورائی منزلوں کی طرف بھاگے جا رہے تھے پھر ——— پھر دُور ——— مشرق میں شفق کے پیچھے سے لعل بدخشاں کی طرح چاند نمودار ہوا تھا اور اس کی دیکھتی جوت میں طریسہ نے دیکھا کہ اس شب کا اُجڑی آبادیوں جیسا ماحول کیسا تکلیف دہ تھا ۔ سمندری لہروں کا شور آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا ۔ جنگ کی آوازیں پہلے کی نسبت زیادہ بھیانک ہو گئی تھیں اور طریسہ کی خوب صورت آنکھوں سے محبت کے آنسو بہ نکلے تھے ۔

○

آدھی رات تک جنگ ہوتی رہی ۔ دونوں طرف سے کوئی بھی ہار ماننے کو تیار نہ تھا ۔ رومن اور نارمن بڑے اطمینان سے جنگ کر رہے تھے کیونکہ ان کے لشکروں کی تعداد اتنی تھی جس کا اندازہ لگانا ہی دشوار تھا ۔ دوسری طرف تمیم بھی صقلیہ کے دفاع میں حیات و موت کی جنگ لڑ رہا تھا کیونکہ صقلیہ کے انتہائی جنوب میں لڑی جانے والی اس جنگ نے اُن کے لیے فیصلہ کن ثابت ہونا تھا اور اس کے سامنے ایک ہی مقصد تھا آزادی کی جنگ یا عزت کی موت ——— آدھی رات کے بعد تمیم اپنے لشکر کو لے کر شہر میں محصور ہو گیا تھا تاکہ وہ اپنے سپاہیوں کو تھوڑا سا آرام کرنے کا موقع دینے کے علاوہ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کا بندوبست کر سکے ۔ دوسرے روز دوپہر کے بعد تمیم پھر اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا اور کھلے میدان میں جو رات بھر کی جنگ کے باعث انسانی خون سے سُرخ ہو گیا تھا دوبارہ ہولناک جنگ چھڑ گئی تھی ۔ اس روز کی جنگ فیصلہ کن ثابت ہو رہی تھی ۔ نارمنوں اور رومنوں نے تمیم

کے لشکر کو چاروں طرف گھیر لیا اور بڑی تیزی سے وہ اس کے جاں نثاروں کی تعداد کم کرتے جا رہے تھے ۔ سہ پہر کے قریب تمیم کے چند بچے ہوئے سپاہیوں نے ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ ان کے سامنے ان کے سالار اور آقا تمیم بن صالح کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا ——— یہ ایک عبرت ناک شکست تھی جو مسلمانوں کو صقلیہ میں ہوئی ۔

○

شام سے ذرا پہلے راجر اور نیکس نے ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک صلیب نصب کرائی ۔ پھر ایک خیمے کے اندر سے تمیم کو نکالا گیا وہ بُری طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ۔ سخت حفاظتی پہرے میں اسے پہاڑ کے اوپر نصب صلیب کے پاس لایا گیا اور اس کے قریب ہی دائیں طرف جنگ میں بچ جانے والے اس کے مٹھی بھر جاں نثار ایک قطار میں کھڑے تھے ان میں سالم بن عطاف بھی تھا ——— تمیم کے سامنے کھڑے ہو کر راجر نے تضحیک و استہزا کے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ اس صلیب اور الطار پر چڑھنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو کہو تمیم نے اپنا جُھکا ہوا سر اوپر اُٹھایا اور اپنی تیز سُرخ عقابی نگاہیں راجر کے چہرے پر گاڑتے ہوئے اپنے دائیں طرف پہاڑ کے اوپر ایک قطار میں کھڑے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ مجھے ان جاں نثاروں سے آخری بار مل لینے دو پھر بے شک مجھے مصلوب کر دو ۔ میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی کارگزاری پر نادم نہیں ہوں ——— راجر تمیم کی تیز نگاہوں کی تاب نہ لا سکا ۔ اسے یوں محسوس ہوا گویا تمیم کی نگاہوں سے اُٹھنے والی لہریں اس کے جسم سے پار ہو کر اسے چھلنی چھلنی کر دیں گی ——— اس نے تمیم کے چہرے سے اپنی نگاہیں ہٹاتے ہوئے تمیم کے گرد کھڑے نارمنوں سے کہا ۔ اسے اس کے ساتھیوں سے ملا کر واپس لے آؤ ———

تمیم کو اس کے سپاہیوں کے پاس لایا گیا ۔ وہ ایک ایک سپاہی کو

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑے غور سے اور حسرت سے دیکھتا ہُوا ان کے سامنے سے گزر رہا تھا اور اس کے ساتھی اپنے سالار کو اس قدر مجبور، بے بس اور آہنی زنجیروں میں جکڑے دیکھ کر سسکیاں اور ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے۔ آخر میں تمیم سالم بن عطاف کے سامنے آ کھڑا ہُوا اور کپکپاتی آواز میں کہا ——— سالم! مَیں نے تمہارے ساتھ زندگی کا ایک طویل سفر طے کیا ہے۔ اس دوران مجھ سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ خدا کی قسم تم ایک بے مثل ساتھی.......... اور مخلص بھائی تھے ——— سالم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے کھلی ہوئی آواز میں کہا۔ میرے آقا! ——— سالم اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ اپنے حلق سے اُٹھنے والی ہچکیوں پر قابو نہ پا سکا تھا۔ یک لخت وہ نیچے جُھکا اور تمیم کے ننگے اور پتھریلے پاؤں پر اپنا سر رکھتے ہوئے ہچکیوں اور سسکیوں میں کہا میرے آقا! کاش یہ زمین پھٹ گئی ہوتی اور مَیں اس میں سما جاتا یا یہ آسمان ہی مجھ پر گر گیا ہوتا اور مَیں اس کے تلے دَب کر آپ کو یوں زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے بسی و لاچارگی کی حالت میں نہ دیکھ سکتا۔ تمیم سالم کو پکڑ کر اُوپر نہ اُٹھا سکا کیونکہ اس کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ نارمن سپاہی پھر اسے کھینچ کر صلیب کے پاس لے گئے تھے۔

راجر کے حکم پر صلیب کے نیچے ایک بڑا سا پتھر رکھ کر تمیم کو اس کے اُوپر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ پھر تمیم کو زنجیروں سے آزاد کر کے اس کے بازو پھیلا کر صلیب کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیئے گئے اور جب اس کے گلے میں رسی ڈالی جانے لگی تو سالم اپنے دونو ہاتھ ہَوا میں بلند کرتے ہوئے زور زور سے چِلاتا ہُوا صلیب کی طرف بھاگ کھڑا ہُوا ——— نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ راجر نے اپنے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے سالم اور اس کے ساتھیوں پر زہریلے تیروں کی تیز بوچھاڑیں ماریں اور ان سب کے جسم چھلنی ہو کر رہ گئے۔ تمیم نے سر گھما کر اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دیکھا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں پھر اس کے گلے میں رسی کا

حلقہ ڈال کر نیچے سے پتھر ہٹا دیا گیا اور اس کا جوان اور مضبوط جسم صلیب پر لٹک کر رہ گیا اور یوں صقلیہ کے اس مجاہد کی رُوح جو صقلیہ کی کنواری راتوں کے خوابوں کا شاہد تھا علائق دُنیا اور قیود عالم سے آزاد ہو گئی تھی۔

اسی وقت سمندر کی طرف سے طریبہ، بکر، عقیل اور الماس بھاگتے ہوئے آئے اور صلیب کے ساتھ لٹکتی ہوئی تمیم کی لاش سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ راجر، نیکس اور ان کے سپاہی حیرت و استعجاب سے انہیں دیکھ رہے تھے ——— طریبہ کافی دیر تک تمیم سے لپٹ کر روتی رہی پھر وہ کھڑی ہوئی اور تمیم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سسکیوں میں کہا۔ میرے آقا! میں جانتی تھی آپ کبھی بھی اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر افریقہ فرار ہونے کے لیے اس کشتی میں نہ آئیں گے۔ پھر طریبہ نے سُرخ کپڑے کی وہ گٹھڑی جو اس کی بغل میں تھی کھولی اور اس میں سے کامدار زر کا جُوتا نکالا اور جب وہ اسے تمیم کے پاؤں میں پہنانے لگی تو اس نے کچھ سوچا پھر اس نے وہ قیمتی جُوتا ایک طرف پھینک دیا اور گٹھڑی کے اندر سے تمیم کے غلامی کے دَور کا وہ پھٹا پُرانا جُوتا نکالا۔ پہلے اس نے اس جُوتے کو ایک طویل بوسہ دیا پھر تمیم کے پاؤں میں پہناتے ہوئے اس نے ہچکیوں میں کہا۔ میرے آقا! آپ نے صقلیہ کے مجاہد کی حیثیت سے اپنا حق ادا کر دیا ہے ——— مجھے آپ جیسے شوہر پر فخر ہے۔ دوبارہ گٹھڑی میں اس نے ہاتھ ڈال کر جب تمیم کے کپڑوں کا جوڑا نکالا تو اس کے اندر سے ربیعہ کا چاندی کا کنگن نیچے گرا اور پھر کھنکھتا ہُوا دُور نیچے ڈھلوان کی طرف لڑھک گیا۔ طریبہ چند لمحوں تک اس طرف حسرت و یاس سے دیکھتی رہی جس طرف ربیعہ کا وہ کنگن چلا گیا تھا پھر اس نے تمیم کا وہ پُرانا لباس ہَوا میں اُچھال کر تمیم کے کندھوں پر رکھ دیا اور واپس مُڑ کر اس نے زخمی آواز میں راجر سے پوچھا۔ اس شہسوار کو کِس نے صلیب پر چڑھایا ہے۔

راجر نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔ مَیں نے۔ طریبہ نے اپنے لباس کے اندر سے خنجر نکالا اور راجر پر ٹوٹ پڑی لیکن اس کے محافظ آگے بڑھے اور انھوں نے ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ کئی تلواریں طریسہ پر برسا دیں۔ طریسہ کا جسم کئی ٹکڑوں میں کٹ کر تمیم کے پاؤں کے قریب گر گیا تھا۔

الماس، بکر اور عقیل جو ابھی تک تمیم کی ٹانگوں سے لپٹ کر رو رہے تھے چونک پڑے۔ الماس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور راجر کی طرف بڑھا۔ بکر اور عقیل بیچارے نہتے ہی راجر پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن نارمنوں نے ان تینوں کو بھی قتل کر دیا تھا۔ تمیم کی پتھریلی آنکھیں ابھی تک ایسے انداز میں کھلی تھیں جیسے وہ سمندر کے اس پار مصر کے غدار، کوتاہ اندیش اور ملت فروش فاطمی خلیفہ کی طرف بڑی بے بسی سے دیکھ رہا ہو جس نے نارمنوں کو صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے کر مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا تھا۔ جب ڈوبتے سورج کی قرمزی کرنیں زمین سے اپنا دامن سمیٹ رہی تھیں تو آفاق کے لب سرخ ہو گئے پھر ایک تیز طوفان اٹھا اور بلوط اور صنوبر کی شاخیں ایسے انداز میں چلا اٹھی تھیں جیسے فضاؤں میں پرانے ماتمی گیت بکھر گئے ہوں۔ ایک ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ بوڑھا سمندر بری طرح کراہ اٹھا تھا اور ——— اور سمندر میں کھڑی وہ کشتی جس میں طریسہ نے تمیم، بکر، عقیل اور الماس کے ساتھ افریقہ کی طرف روانہ ہونا تھا ساحلی چٹانوں سے ٹکرا کر چور چور ہو گئی تھی۔

اسلم راہی ایم اے
۴۲ رشید بلڈنگ موہنی روڈ لاہور
(پاکستان)

☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

ختم بالخیر